

مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى
كَأَنَّهُمْ أَهْلُ لَيْلٍ إِلَّا أَوْتُوا جَدَلًا

(تجميع قرقاری)

دستِ و گریبیاں

رضا خانیوں کی خانہ جنگی جلد چہارم

پہلی شہادت

منتقد اسلام حضرت مولانا

محمد الیاس گنیمت

مؤلف

مولانا ابوالیوسف جباری



مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوْتُوا الْجَدَلُ (جامع ترمذی)

دست و گریباں

(جلد چہارم)

رضا خانیوں کی خانہ جنگی

مؤلف

مناظر اہل السنۃ مولانا ابوالیوب قادری

ناشر

مکتبہ خدام احناف جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

تفصیلات

کتاب کا نام : دست و گریباں (جلد چہارم)

مؤلف : مناظر اہل السنۃ مولانا ابوالیوب قادری حفظہ اللہ

اشاعت کا سن : جولائی ۲۰۱۹ء

صفحات : ۴۳۲

قیمت :

ناشر : مکتبہ خدام احناف جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

مکتبہ ختم نبوت پشاور

مکتبہ قاسمیہ تخت بھائی

مکتبہ صدیقیہ سوات

مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ حقانیہ، صوابی

مکتبہ حنفیہ، اردو بازار لاہور

مکتبہ جمال قاسمی سہراب گوٹ کراچی

فہرست

۱۲	۱	مقدمۃ الکتاب
۲۹	۲	مولوی احمد رضا کافر یا قمر الدین سیالوی
۳۰	۳	مولوی احمد رضا مدعی نبوت
۳۲	۴	علامہ ابن تیمیہؒ
۳۳	۵	ملاحیف قریشی کی منافقت
۳۴	۶	کیا سجدہ تعظیمی شرک ہے؟
۳۷	۷	تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مبالغہ
۳۸	۸	خدا کا کھڑا لکھنے پر فتویٰ فاضل بریلوی کے سر
۳۹	۹	نقش نعلین پر کلمہ لکھنا
۴۰	۱۰	تفسیر ضیاء القرآن کی تعریف
۴۲	۱۱	اللہ تعالیٰ کے لیے ”ستم ظریفی“ کا لفظ
۴۳	۱۲	اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنے کا حکم؟
۵۰	۱۳	بھیروی حضرات کی ایک فاسد تاویل
۵۴	۱۴	بھیروی صاحب کا اعتراف توہین رسالت
۵۵	۱۵	ترجمہ جمال القرآن میں گرامر کی اغلاط
۶۰	۱۶	اوجھڑی کا تفصیلی ذکر اور فاضل بریلوی کا رد
۶۲	۱۷	تعریفِ حرام
۶۲	۱۸	حرام کا حکم

۶۳	۱۹ اب سیفیوں کی لڑائی دیکھیں
۶۸	۲۰ احمد علی شاہ سیفی کی حقیقت
۶۹	۲۱ پیر سیف الرحمن کی اولاد کا حال
۷۱	۲۲ سیفی مولوی عمر اچھروی کی زد میں
۷۲	۲۳ سیفی ٹکراؤ
۷۳	۲۴ فاضل بریلوی کا خارجی ہونا
۷۴	۲۵ مولوی عبدالقادر جیلانی آف راولپنڈی پرفتوی
۷۵	۲۶ مولوی نعیم الدین مراد آبادی وغیرہم پرفتوی
۷۸	۲۷ ایک آیت کے ترجمہ پرفتوی
۷۹	۲۸ پیر نصیر الدین گولڑوی فتویٰ کفر کی زد میں
۸۱	۲۹ کیا سیدہ کا غیر سید سے نکاح درست ہے؟
۹۴	۳۰ حق چار یا حق سب یا؟
۹۶	۳۱ تکفیر یزید؟
۱۰۳	۳۲ پیر نصیر الدین گولڑوی
۱۰۵	۳۳ حسام الحرمین کے منکرین یا حسام الحرمین کی زد میں رضا خانی
۱۰۷	۳۴ اصولی اختلاف
۱۱۱	۳۵ مبارک ہوتے ہیں اے خوش بخت سینو
۱۱۳	۳۶ معرفت کی کچھ اور نوازشات
۱۱۴	۳۷ قادیانیت کے ہمنوا رضا خانی علماء
۱۱۶	۳۸ امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کفر کا فتویٰ (العیاذ باللہ)
۱۱۸	۳۹ شلواریا چادر کوٹنوں کے نیچے رکھنا

۱۲۱	سبز عمامہ	۴۰
۱۲۸	سفید رنگ کے لباس کا حکم	۴۱
۱۳۱	رنگ دار لباس کا حکم	۴۲
۱۴۰	سیاہ عمامہ	۴۳
۱۴۳	سبز عمامہ کی سنت اور شریعت میں کوئی اصل نہیں	۴۴
۱۴۴	سبز عمامہ بدعت ہے	۴۵
۱۴۶	کسی ایک رنگ کو ہمیشہ کے لیے اختیار نہ کریں	۴۶
۱۴۷	ض کا خرج	۴۷
۱۴۹	اہل بدعت سے اختلاف کی نوعیت	۴۸
۱۵۰	علم غیب	۴۹
۱۵۳	مسئلہ علم غیب اور فقہائے کرام	۵۰
۱۵۵	مسئلہ علم غیب کی مزید توضیح	۵۱
۱۶۴	مسئلہ حاضر و ناظر	۵۲
۱۶۷	مسئلہ حاضر و ناظر کی مزید تشریح	۵۳
۱۶۹	اس مسئلہ کی وجہ سے بریلویوں کا ایک دوسرے کو کافر کہنا	۵۴
۱۷۵	انکارِ بشریت	۵۵
۱۸۳	بشریت کے مسئلے میں بریلوی اپنی تحریروں سے کافر	۵۶
۱۹۱	حج علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ	۵۷
۲۰۲	مسئلہ مذکورہ بالا کی بابت دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ	۵۸
۲۰۳	مسئلہ مذکورہ بالا کی بابت دارالعلوم دیوبند کا دوسرا تفصیلی فتویٰ	۵۹
۲۰۸	نبوت اور ختم نبوت	۶۰

۲۲۵	۶۱ عقیدہ ختم نبوت سے چشم پوشی اور نام فدا یانِ ختم نبوت
۲۲۸	۶۲ ایک اور دلیل اور رضا خانیت کا خون
۲۳۰	۶۳ مقدمہ حسام الحرمین
۲۴۰	۶۴ تکفیر کے لئے اصول رضا خانی حضرات کے گھر سے
۲۴۲	۶۵ مولوی احمد رضا کی فضیلت نمبر ۲: تکفیر مسلم
۲۴۹	۶۶ رضا خانی جنگ کا نمونہ
۲۵۰	۶۷ بے جا تشدد
۲۵۶	۶۸ وصیتِ رضا
۲۶۳	۶۹ تشددِ دین میں بعض لوگ بے حد نشین
۲۶۴	۷۰ مرکز کے عرسِ سٹیج انتشار کے اڈے
۲۶۵	۷۱ بریلی اپنی تاریخی اہمیت کھورہا ہے
۲۶۶	۷۲ شدت پسند بزرگوں سے صاف صاف باتیں
۲۶۷	۷۳ اس بیٹا نے پر ساری دنیا کا فر!
۲۶۷	۷۴ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ یا دجل و فریب؟
۲۷۲	۷۵ بریلویوں کی جہالت اور دجل کی وضاحت مثالوں سے
۲۷۴	۷۶ دست و گریبان کی تین جلدیں ملاحظہ فرمائیں
۲۷۵	۷۷ غلام نصیر الدین کی ہر قابل جواب بات کا جواب
۲۷۶	۷۸ اشرف سیالوی کی حجامت خواجہ قمر الدین کی زبانی
۲۷۸	۷۹ غلام نصیر الدین کی آیات لکھنے میں غلطیاں
۲۸۲	۸۰ حکیم الامت پر کلمہ پڑھانے کے الزام کا جواب
۲۸۵	۸۱ مولانا دریا آبادی کے ایک مرجوح قول سے استدلال

۲۸۸	۸۲ غلام کا پیر مہر علی شاہ صاحب پر جھوٹ
۲۸۹	۸۳ غلام صاحب کی جہالت
۲۹۰	۸۴ حاجی امداد اللہ مہاجر کی ”ہفت مسئلہ“ سے رجوع
۲۹۱	۸۵ اکابرین کے ایمان پر مشائخ کی عبارات پیش کرنے پر اعتراض کا جواب
۲۹۲	۸۶ مسئلہ شرق پور شریف
۲۹۴	۸۷ اکابرین سے توبہ کا مطالبہ اور اس کا جواب
۲۹۵	۸۸ حضرت لاہوریؒ پر نبوت کے دعوے کا الزام
۲۹۷	۸۹ تضاد ثابت کرنے کی کوشش اور اس کا جواب
۲۹۸	۹۰ کوثر نیازی بریلوی کے حوالہ جات ہمارے سر لگانے کی ناکام کوشش
۳۰۳	۹۱ غیر مقلدین اور مہماتوں کی کتب کے حوالہ سے امام اہلسنت پر اعتراضات کے جوابات
۳۰۵	۹۲ صراط مستقیم پر ایک اشکال کا جواب
۳۰۶	۹۳ غلام کو نصیحت
۳۰۷	۹۴ غلام کا تعارض
	۹۵ غلام نصیر الدین کی حدیث پاک میں تحریف
۳۰۸	۹۶ تواضع کا معنی جھوٹ نہیں
۳۰۸	۹۷ حضرت نانوتویؒ پر ایک اعتراض کا جواب
۳۰۹	۹۸ مختار کل پر قرآنی آیات سے غلط استدلال کا جواب
۳۱۱	۹۹ امام ابن تیمیہ گو دہابیوں کا پیشوا کہنا اور امام ابن تیمیہ کی تعریف بریلویوں کے گھر سے
۳۱۲	۱۰۰ تفسیر ابن کثیر کا نام لکھنے میں صریح غلطی
۳۱۲	۱۰۱ مختار کل کے حوالہ سے تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر اعتراض کا جواب
۳۱۳	۱۰۲ ضمنی ابحاث

۳۱۴	۱۰۳ ارشاد الحق اثری غیر مقلد سے سرقہ
۳۱۵	۱۰۴ مختار کل کے حوالہ سے بذل الجہود اور دیگر عبارات کی وضاحت
۳۱۷	۱۰۵ غلام کا سیاہ ترین جھوٹ
۳۱۸	۱۰۶ نوٹ
۳۱۸	۱۰۷ مولانا شبیر احمد عثمانی اور شیخ الاسلام کا لقب
۳۱۹	۱۰۸ علامہ عثمانی کی عبارت سے عقیدہ مختار کل ثابت کرنے کی ناکام کوشش
۳۲۰	۱۰۹ مختار کل پر قرآنی آیات سے غلط استدلال
۳۲۰	۱۱۰ عقیدہ مختار کل کی نفی پر مشتمل آیات پر اشکالات کے جوابات
۳۲۸	۱۱۱ غلام کا حدیث شریف پر جھوٹ بولنا
۳۳۰	۱۱۲ قوتِ باطنی سے متعلق عبارتِ حکیم الامت کی وضاحت
۳۳۳	۱۱۳ ”قل لا اقول لكم عندي خزان الله“ پر اشکال کا جواب
۳۳۴	۱۱۴ حضرت جابرؓ کی دعوت والے واقعہ سے استدلال کا جواب
۳۳۶	۱۱۵ مختار کل پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی عبارت کی وضاحت
۳۳۷	۱۱۶ مختار کل کے حوالہ سے عبارتِ تقویۃ الایمان کی وضاحت
۳۳۹	۱۱۷ مختار کل پر حضرت موسیٰؑ کے واقعہ سے غلط استدلال کا جواب
۳۴۰	۱۱۸ معجزات والی احادیث سے کیوں عقیدہ ثابت نہیں ہوتا؟
۳۴۱	۱۱۹ معجزہ سے متعلق حضرت نانوتویؒ کی عبارت پر اعتراض کا جواب
۳۴۲	۱۲۰ ”و ما رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی“ سے غلط استدلال کا جواب
۳۴۴	۱۲۱ مختار کل کے عقیدہ کی نقیض
۳۴۵	۱۲۲ ذاتی یا عطائی
۳۴۵	۱۲۳ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۱۲۴	مختار کل کا عقیدہ عقیدہ شفاعت کا انکار ہے	۳۴۶
۱۲۵	علامہ محمد بن طاہر کے نام لکھنے میں صریح غلطی	۳۴۸
۱۲۶	ضمنی ابحاث	۳۴۸
۱۲۷	اپنی طرف سے بات بنا کر شاہ شہیدؒ کی طرف منسوب	۳۴۹
۱۲۸	غلام اپنے ہم مشرب کے فتوؤں کی زد میں	۳۵۰
۱۲۹	استخارہ سے متعلق شاہ شہیدؒ پر اعتراض کا جواب	۳۵۱
۱۳۰	ذلت والا اشکال	۳۵۳
۱۳۱	غلام کا ایک اور اشکال	۳۵۴
۱۳۲	غلام کا جواب الجواب اور اس کا رد	۳۵۶
۱۳۳	غلام کا بندوں کے ذکر کو بتوں سے تعبیر کرنا	۳۵۸
۱۳۴	حضرت آصف بن برخیاؓ سے منسوب نسبت مجازی پر اشکال کا جواب	۳۵۸
۱۳۵	جمال الاولیاء کی عبارت اور غلام کا دجل	۳۶۰
۱۳۶	غلام کا ایک اور الزام اور اس کا ابطال	۳۶۰
۱۳۷	”غیب کو جان لینے“ کے حوالہ سے شاہ شہیدؒ پر اعتراض کا جواب	۳۶۰
۱۳۸	رئیس الموحدين مولانا حسین علی واں بچھروی پر اشکال اور اس کا جواب	۳۶۵
۱۳۹	تفسیر بلغة الحیر ان کا تعارف	۳۶۶
۱۴۰	تفسیر جواہر القرآن کا تعارف	۳۶۸
۱۴۱	بلغة الحیر ان اور جواہر القرآن کے مضامین کا جائزہ	۳۶۹
۱۴۲	بلغة الحیر ان کے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے گرامی	۳۶۹
۱۴۳	بلغة الحیر ان کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا فیصلہ	۳۷۰
۱۴۴	مولانا حسین علیؒ کی طرف نسبت کا مشکوک ہونا	۳۷۰

۱۴۵	حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے گرامی	۳۷۱
۱۴۶	بریلوی عالم کا اقرار بلخۃ الحیر ان علماء دیوبند کی مستند کتاب نہیں	۳۷۱
۱۴۷	غلام کا دجل کہ شاہ شہیدؒ نے برائی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی	۳۷۲
۱۴۸	آیت ختم نبوت کے حوالہ سے حضرت نانوتویؒ پر اعتراض کا جواب	۳۷۶
۱۴۹	”انت منی بمنزلتی ہارون الخ“ کی تشریح کے حوالہ سے حضرت نانوتویؒ پر اشکال کا جواب	۳۷۸
۱۵۰	منکر اجماع کی تکفیر کے حوالے سے ایک شبہ اور اس کا حل	۳۷۸
۱۵۱	قدرے تفصیل در بارہ تاویل	۳۸۱
۱۵۲	غلام کا اپنی طرف سے بات بنا کر حضرت نانوتویؒ کی طرف منسوب کرنا	۳۸۲
۱۵۳	حضرت نانوتویؒ کی عبارت پر منطق کے حوالہ سے اعتراض کا جواب	۳۸۴
۱۵۴	اثر ابن عباسؓ پر اعتراض کا جواب مولانا عبدالحی لکھنویؒ سے	۳۸۸
۱۵۵	اثر ابن عباسؓ کی صحت پر اعتراض کا جواب	۳۸۹
۱۵۶	اثر ابن عباسؓ اور قرآن میں تعارض ثابت کرنے کا جواب	۳۹۱
۱۵۷	تخذیر الناس اور قرآن میں تعارض ثابت کرنے کا جواب	۳۹۲
۱۵۸	اثر ابن عباسؓ پر مماثلت کے حوالہ سے اعتراض کا جواب	۳۹۳
۱۵۹	اثر ابن عباسؓ سے خاتمیت محمدی کے ثبوت پر اعتراض کا جواب	۳۹۴
۱۶۰	”موصوف بالذات“ کے حوالہ سے اعتراض کا جواب	۳۹۵
۱۶۱	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ اور اثر ابن عباسؓ	۳۹۸
۱۶۲	آیت ختم نبوت کی تشریح کے حوالہ سے حضرت نانوتویؒ پر اعتراض کا جواب	۳۹۹
۱۶۳	غلام کی قلابازی	۴۰۰
۱۶۴	حضرت سہارنپوریؒ پر اعتراض کا جواب	۴۰۵

۴۰۵	۱۶۵ بریلوی کے نزدیک انبیاء کا علم غیب ذاتی ہے
۴۰۶	۱۶۶ امام اہلسنت پر اعتراض کا جواب
۴۰۷	۱۶۷ براہین قاطعہ پر دیگر اعتراضات کے جوابات
۴۰۸	۱۶۸ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود و سلام پڑھنے سے استدلال کا جواب
۴۱۰	۱۶۹ تفسیر مظہری کی عبارت کی وضاحت
۴۱۲	۱۷۰ دارالعلوم دیوبند کے متعلق خواب پر اعتراض کا جواب
۴۱۴	۱۷۱ حفظ الایمان کے حوالہ سے اعتراض کا جواب
۴۱۵	۱۷۲ حضرت تھانویؒ کے لیے رسالت ثابت کرنے کا جھوٹا الزام
۴۱۵	۱۷۳ بے اختیاری اور خواب میں کلمہ پڑھنے کے حوالہ سے اعتراضات کے جوابات
۴۱۷	۱۷۴ حضرت سید انور شاہ صاحبؒ اور تحریف قرآن
۴۱۸	۱۷۵ حقیقتِ حال
۴۱۹	۱۷۶ حضرت شاہ صاحبؒ اور مسئلہ حفاظت قرآن
۴۲۲	۱۷۷ غیر مقلدین سے چوری شدہ اعتراض کا جواب
۴۲۳	۱۷۸ حضرت مدنیؒ پر جھوٹ کے اعتراض کا جواب
۴۲۴	۱۷۹ امام اہلسنت پر صوفیاء کی عبارات کے حوالہ سے اعتراض کا جواب
۴۲۵	۱۸۰ علم غیب کے حوالہ سے حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض کا جواب
۴۲۵	۱۸۱ امام اہلسنت کی عبارت کا غلط مفہوم مراد لینا
۴۲۶	۱۸۲ اکابرین دیوبند کو مسلمان ماننے والے حضرات سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش
۴۲۷	۱۸۳ حضرت گنگوہیؒ پر صحابہؓ پر تہرّا کرنے والے کو کافر نہ کہنے کے حوالہ سے اعتراض کا جواب
۴۲۸	۱۸۴ بیعت رضوان والے درخت کے حوالہ سے امام اہلسنت پر اشکال کا جواب

مقدمۃ الكتاب

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى 'خصوصاً على' محمد بن المصطفیٰ
احمد بن المجتبیٰ وعلی آلہ واصحابہ بنجوم الہدیٰ وائتہ الاتقیاء اما بعد!
بندہ محمد ابویوب حنفی قادری اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ کچھ عرصہ قبل ہم
نے ایک کتاب ترتیب دی تھی ”دست و گریباں“۔ رضا خانی حضرات اس کی سخت چٹانوں سے ٹکراتے
رہے اور اپنے آپ کو خائب و خاسر کر کے اپنا منہ لیے چلے جاتے اور بار بار یہی کہتے کہ ”یہ منہ اور مسور کی
دال“ کہ یہ چٹان رضا خانیوں سے ٹوٹنے والی نہیں جب جواب دے نہ پائے اور اگا دگا اعتراضات اٹھا
کر مطمئن ہو گئے کہ جواب ہو گیا۔

اور ہیں اتنے بے وقوف کہ حوالہ نہ ملنے پر ہم ہی سے پوچھتے ہیں کہ حوالہ نہیں مل رہا آپ رہنمائی
کریں، گویا سوال بھی ہم بتائیں اور جواب بھی ہم ہی بتائیں اور تم کھیر اور حلوہ پر مطمئن اور خوش رہو!
بندہ نے سوچا کہ اگلی جلد میں چند باتوں کی وضاحت کر کے پھر سے ان کو دعوتِ فکر دوں تاکہ ان میں
بات سمجھنے کا سلیقہ پیدا ہو، ورنہ یہ جاہلوں کے پیشوا رضا خان کی معنوی اولاد اسی کی طرح جاہل و اجہل ہیں۔
بہر حال ہماری کوشش ہوگی کہ ان کو کسی طرح اپنے دلائل کی تسہیل کر کے سمجھایا جائے کیونکہ ان کا
اور عقل کا جوڑ نہیں ہے، شاید یہ لوگ اسے پانی کی جگہ استعمال فرما چکے ہیں۔

ہم نے خان صاحب کی عقل و دانش پر دلائل دیئے ہیں، جن پر سوائے ”سکوتِ مرگ“ کے اور
کچھ کہا ہی نہ جاسکے گا یا اپنے نادان حواریوں کو خوش کرنے کے لیے ادھر ادھر کی بات بتالینا ہی کافی سمجھا
جائے گا۔

اللہ کریم ہم سب کو اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اب آئیے اصل موضوع کی طرف!

ہم نے اپنی کتاب دست و گریباں کی جلد اول کے شروع میں ہی یہ بات لکھی تھی:

برادران اہل السنۃ! آپ یہ بات ضرور جانتے ہوں گے کہ ہر ایک عمل کا ایک رد عمل ضرور ہوتا ہے، اسی طرح ہمیں بھی فریق مخالف کے عمل کے نتیجے میں رد عمل میں قلم اٹھانا پڑا۔

جب فریق مخالف 1- زلزلہ، 2- دیوبندی مذہب، 3- خون کے آنسو، 4- تبلیغی جماعت، 5- تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟، 6- سفید و سیاہ، 7- دیوبند سے بریلی، 8- تبلیغی جماعت کا شناختی کارڈ، 9- اہلسنت تا دیوبند، 10- علماء دیوبند کی کرامات، 11- بلی کے خواب میں چھپھڑے، 12- لطائف دیوبند، 13- مقیاسِ حقیقت، 14- جاء الحق، 15- حسام الحرمین، 16- الکوئبۃ الشہابیہ، 17- صداقت اہلسنت، 18- تعارف علماء دیوبند، 19- الحق البین، 20- آئینہ دیوبند، 21- سپاہ صحابہ سے اختلاف کیوں؟، 22- کڑوا سچ وغیرہ،

جیسی بدنام زمانہ کتب علمائے دیوبند کے خلاف لکھی گئی اور اس میں جو سخت سے سخت الفاظ علمائے اہل سنت علمائے دیوبند اور مسلک دیوبند کے متعلق نقل کیے گئے اور جس طرح علمائے دیوبند کی دل آزاری کی گئی اس کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں صفحہ 6 پر ہم کو مجبوراً بریلوی علماء اور بریلوی حضرات کو آئینہ دکھانے کیلئے اپنا قلم اٹھانا پڑا، (دست و گریباں: 1/12) آگے لکھا ہے:

یہ درج ذیل بدنام زمانہ رسوائے زمانہ رضا خانی کتب کا دندان شکن الزامی جواب ہے:

(۱) زلزلہ (۲) سفید و سیاہ (۳) علمائے دیوبند کی کرامات (۴) دیوبند سے بریلی

(۵) دیوبندی مذہب (۶) کلمہ حق (۷) تعارف علمائے دیوبند (۸) لطائف دیوبند

(۹) آئینہ دیوبند (دست و گریباں: 1/20)

اب گزارش اہل بدعت سے یہ ہے کہ جب یہ کتاب تمہاری کتب مذکورہ کارڈ عمل اور الزامی جواب ہے تو آج آپ لوگوں کو اس پر چیں بہ جیں ہونے کی ضرورت نہیں کہ جی فروعی مسائل چھیڑے گئے ہیں،

آدمی غیر معتبر پیش کیے گئے ہیں وغیرہا۔

جب اُن کتابوں میں۔ جن کے ردِ عمل اور الزامی جواب میں ”دست و گریباں“ لکھی ہے۔ کیا اہل بدعت نے ان میں فروعی مسائل نہیں چھیڑے؟ اگر چھیڑے ہیں تو پھر آج اس پر غصہ ہونے والوں کو پہلے اپنے علماء کو احمق و بے وقوف اور گالی گلوچ کا مصداق بنانا چاہیے تھا، مگر رضا خانی حضرات ادھر گیارہویں کی کھیر سمجھ کر خاموشی اختیار فرماتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ منافقت نہیں؟ اصل میں سلسلہ تم نے ہی شروع کیا تھا اب تمہیں بھگتنا پڑے گا اور ہم اس سلسلہ کو تادمِ زندگی تمہاری موت کا پیام بنائیں گے، ان شاء اللہ۔

میں نے بریلوی مناظرین سے خود سنا ہے کہ ”اس کتاب نے ہمارا جنازہ نکال دیا ہے“ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

اب آئیے جن کتابوں کے جواب میں یہ لکھی گئی ہے ان میں سے چند ایک پیش کر کے رضا خانیت کی دیوار میں کیل گاڑتا جاؤں جو ان کے پاپا سے بھی نہ نکل سکے!

ہاشمی میاں لکھتا ہے:

چونکہ یہ لطیفہ کتاب کا آخری لطیفہ ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ بعض فروعی مسائل پر بھی روشنی ڈال دی جائے.... الخ (لطائف دیوبند: صفحہ 93)۔

مولوی محمد ریاض رضا ہاشمی صاحب نے سید احمد بریلوی اور جہاد کا عنوان باندھ کر تفصیل سے ان کے جہاد کا انکار کیا ہے، (دیکھئے: علمائے دیوبند کی کرامات یا؟ صفحہ 359)

اسی کتاب میں ہمارے بزرگوں کے خوابوں پر بھی تبصرہ کیا ہے، (دیکھئے: علمائے دیوبند کی کرامات یا؟ صفحہ 230 تا 241) اور بھی کئی فروعی باتیں ہیں۔

سفید و سیاہ کو دیکھئے کئی فروعی باتیں ہیں مثلاً:

قبروں کو چومنا.... تبرکات کا ادب.... بدعت کی تعریف و مفہوم.... تھانوی لوگوں کے ہدیے فروخت کرتے تھے.... بغیر مٹھائی کے دعا چپکتی نہیں، (دیکھئے سفید و سیاہ کی فہرست)۔

اسی طرح کئی کتابوں کو پیش کیا جاسکتا ہے، ہم تفصیل سے گریز کرتے ہیں اور رضا خانی لوگوں سے پوچھتے ہیں یہ فروعی ابحاث جو تمہارے بڑوں نے لکھیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ وگرنہ ہم غریبوں کے لیے ہی لعن طعن ہے کچھ تو اپنوں کو بھی کھری کھری سنائیں کہ نہ تم اکابر دیوبند پر لعن طعن کرتے اور نہ ہی جواب میں یہ لکھا جاتا، اگر سمجھ آ جائے تو فہما، ورنہ سن لیں!

ایک اور کتاب ”دیوبند سے بریلی“ ہم نے دست و گریباں میں الزامی جواب اس کا بھی لکھا ہے، اس میں نمبر 34 میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، ختم شریف، سوّم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب.... اور نمبر 35 میں معروف دیسی کوڑا کھانا.... اور نمبر 37 پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، کو ذکر کیا ہے (دیکھئے دیوبند سے بریلی: 35، 36)

تواہل بدعت بتائیں کیا یہ فروعی باتیں ہیں یا اصولی؟

اہل بدعت ان کو بھی اصولی سمجھتے ہیں، کیونکہ کوکب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہے، یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمائیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو گواہ بنا کر عدل و انصاف سے کہئے کہ کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے عقیدے رکھنے والے مسلمان اور اہل سنت ہو سکتے ہیں؟ دیکھیے: دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کے چند عقیدے (دیوبند سے بریلی: 32)

اس کے بعد کوکب صاحب نے 40 عبارتیں لکھی ہیں جن میں سے ہم نے 35، 34 اور 37 نمبر کی عبارات پیش کی ہیں تو گویا رضا خانی حضرات فروعات کو اصول اور عقائد سمجھتے ہیں، لہذا ہم پر اعتراض کی ضرورت نہیں، ہم نے فروعات کو اصول تو نہیں کہا اور اگر کہیں کہہ بھی دیں تو یہ جناب کی عبارات کی صدا ہے ہماری سوچ و فکر نہیں ہے۔

ہم نے الزامی جواب تعارفِ علمائے دیوبند کا بھی اسی دست و گریباں کو بنایا ہے۔

اب دیکھئے اس کو فہرست سے ہی تو معلوم ہو جائے کہ کہ 137 صفحات پر مشتمل کتاب کے آخری

13، 14 صفحات فروعی مسائل پر لکھے گئے ہیں۔

تو اگر ہم نے چند ایک فروعی مسائل کو لکھ دیا ہے تو اس پر آسمان سر پر اٹھانا کونسی عقل مندی ہے؟ ویسے ہی آپ لوگ فروعی مسائل کو اصول اور اعتقادی سمجھتے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے تو پھر تو آپ کو بالکل شور نہیں مچانا چاہیے۔

اس سے یہ بات بھی ختم ہو جاتی ہے کہ جی تناقض کی شرائط دست و گریباں میں نہیں پائی جاتی؟ کیونکہ زلزلہ، لطائف دیوبند، علمائے دیوبند کی کرامات وغیرہ میں کیا یہ شرائط ملحوظ رکھی گئی ہیں؟ چونکہ ہم نے تو لازمی جواب دیا ہے ان کتابوں اور دیگر کئی اہل بدعت کی کتابوں کا تو ہمیں مجبوراً ان کو جواب انہی کی زبان میں دینا پڑا ہے۔
کو کب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

ہندو کی ہولی، دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے (مگر فاتحہ و نیاز کا تبرک ناجائز ہے) (دیوبند سے بریلی: صفحہ 36)

چو ہڑے چمار کے گھر کی روٹی وغیرہ میں کچھ حرج نہیں اگر پاک ہو (مگر گیارہویں شریف اور نیاز کا پاک حلال کھانا بھی ہرگز جائز نہیں) (دیوبند سے بریلی: صفحہ 36)
ہندو (مشرک، پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی پیاد (سبیل) کا پانی پینا جائز ہے (مگر محرم کے مہینے میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے مسلمان کی حلال کمائی سے لگائی ہوئی سبیل وغیرہ کا پانی حرام ہے) (دیوبند سے بریلی: صفحہ 36)

اہل بدعت سے ہمارا سوال ہے کہ کیا تناقض کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں؟ اگر نہیں تو آپ نے اپنے مولویوں کو طعن و تشنیع کیوں نہیں کیا کیا یہی دیانت داری ہے؟

اگر آپ کہیں کہ آپ کے دیوبندی مولوی شرائط سناتے ہیں تو جواباً عرض یہ ہے کہ:

بات ہمارے مولانا صاحب کی بھی درست ہے اور ہمارا طریقہ بھی اس لیے درست ہے کہ ہم نے جن کتابوں کا جواب ”دست و گریباں“ کو بنایا ہے ان کا اسلوب یہی تھا تو لازمی جواب پر اعتراض کیوں ہوا؟

اور یہ بات بھی مدّ نظر رہے کہ کہیں کہیں عبارات کے ذیل میں ہم اپنی طرف سے جملے رضا خانی عبارات کی تشریح میں نقل کرتے ہیں وہ ہمارے ذمہ نہ ڈالے جائیں، کما قیل زبان میری ہے بات ان کی۔ جب رضا خانی جہلاء جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر ہمارے الفاظ سے پھسل جاتے ہیں، آئندہ خیال رکھیں۔

بعض رضا خانی حضرات معتبر کتب اور غیر معتبر کی بحث بھی چھیڑ دیتے ہیں کہ ہماری یعنی رضا خانیوں کی فلاں غیر معتبر کتاب کو پیش کر دیا ہے۔

تو جواباً گزارش یہ ہے کہ اپنی ان کتابوں کو بھی دیکھو جن کے الزامی جواب میں یہ کتاب آئی ہے تو آپ کو یہ اعتراض بھی نہ نظر آئے گا۔

مثلاً کوکب اوکاڑوی صاحب کے والد شفیع اوکاڑوی صاحب ”تعارف علمائے دیوبند“ میں بلغۃ الحیر ان نامی کتاب کے حوالے پیش کر کے لکھتے ہیں:

تو غور کیجئے کہ جب دیوبندیوں کے زبدۃ المفسرین اور عمدۃ المحدثین اور رئیس الفقہاء کی گستاخی و بے ادبی اور بے سمجھی میں یہ حالت ہے تو ان کے جہلاء کا کیا حال ہوگا؟ (تعارف علمائے دیوبند: صفحہ 113)

باقی رہی اس کے معتبر یا غیر معتبر ہونے والی بات تو خود چند صفحے کے بعد شفیع اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

تفسیر بلغۃ الحیر ان کی مذکورہ بالا عبارات پر خود علمائے دیوبند وغیرہ نے بھی گمراہی اور کفر کا فتویٰ دیا ہے، ملاحظہ ہوا اشتہار تفسیر بلغۃ الحیر ان علمائے دیوبند کی نظر میں شائع کردہ دارالعلوم رحمانیہ ہری پور ہزارہ (تعارف علمائے دیوبند: صفحہ 117)

اوکاڑوی صاحب کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کتاب ہمارے نزدیک معتبر نہیں تو پھر شفیع اوکاڑوی کو پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے بھی اس سے اعلان براءت کیا ہے جیسا کہ ہم اپنی کتابوں

میں لکھتے آئے ہیں تو جس کتاب کو ہم اور ہمارے بڑے معتبر نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اپنے کتب خانہ میں رکھنا گوارا نہیں فرماتے ان کے حوالے پیش کر کے رضا خانی مؤلفین نے کون سا کردار ادا کیا ہے۔

پہلے اپنے مولویوں کی صفائی دو پھر ہم سے بات کرنا!

کوکب صاحب نے بھی تفسیر بلغۃ الحیر ان اور جواہر القرآن کو اپنی کتب میں پیش کیا ہے۔ (دیکھئے دیوبند سے بریلی: صفحہ 33، سفید و سیاہ: صفحہ 65 وغیرہا)

تو جب اہل بدعت نے معتبر اور غیر معتبر کا فرق نہیں کیا اس وقت تمہاری زبانیں گنگ کیوں تھیں؟ کیا تم گیارہویں کی کھیر چاٹنے میں یا قبروں کی مٹی چاٹنے میں مصروف تھے اور جب ہماری باری آئی تو شور شروع کر دیا، فیاللعجب۔

امام المفسرین و رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں بلاشبہ بہت بڑے عالم دین اور صوفی باصفا تھے ان کی ذات محتاج تعارف نہیں، ہاں تفسیر بلغۃ الحیر ان وغیرہ ان کی طرف منسوب تو ہو سکتی ہیں ان کی ذاتی کتاب نہیں ہیں۔

اسی سے ملتی جلتی بات اور بھی حاضر خدمت ہے۔

کوکب اداکاروی نے سفید و سیاہ میں لکھا ہے:

پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ڈاکٹروں کی یہ ہدایت تابوت پر لکھی ہوئی ہے کہ غلام خان کا منہ دیکھنے کے قابل نہیں۔

ایک برس پہلے کی بات ہے وہابی ملاں حبیب الرحمان یزدانی لاہور (پاکستان) میں جلسہ عام سے سن کے وقت خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سنی بریلوی کہتے ہیں کہ داتا (گنج بخش) بہت کچھ کر سکتا ہے اگر بہت کچھ کر سکتا ہے تو میری ٹانگیں توڑ کر دکھائے چنانچہ خلق خدا نے دیکھا کہ اسی روز اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور وہ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ کی گستاخی کی سزا پا گیا۔ (سفید و سیاہ: صفحہ 159)

جبکہ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

اخباروں و اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملے میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ،

محض بہتان شائع کرتے اور قصد لعنت الہی اپنے اوپر لے رہے ہیں۔ (کلیات مکاتیب رضا: حصہ اول، صفحہ 58)

مولوی حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہو، یہاں بھی رپورٹر یا نامہ نگار بیان دینے والے کی مرضی کے خلاف ان سے منسوب کر کے بہت کچھ لکھ دیتے ہیں اور بعد میں تردیدی بیان جاری ہوتے ہیں۔ (قہر خداوندی: صفحہ 51)

تو کوکب صاحب نے غیر معتبر حوالہ بیان کر دیا اور ادھر غیر مقلد کو ہمارے خلاف پیش فرما رہے ہیں یعنی یزدانی صاحب غیر مقلد تھے، کوکب صاحب نے غیر معتبر لوگوں پر بہت سا اعتماد کر کے ہمارے خلاف لکھا ہے:

چنانچہ وہ لکھتے ہیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی استقامت، عشق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقہی مرتبت اور علمی عظمت و کمال کے لیے ذرا علمائے دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجئے۔ (سفید سیاہ: صفحہ 111 تا 112)

اور آگے خورشید علی خان ایس ڈی او، کوثر نیازی، ابو الاعلیٰ مودودی، جسٹس ملک غلام علی، نیاز فتح پوری، جعفر شاہ پھلوا ری اور منظور الحق مودودی وغیرہ لوگوں کو پیش کیا ہے جو کہ یقیناً نہ تو علمائے دیوبند ہیں اور اکابر دیوبند اور نہ ہی معتمدین و مستندین دیوبند، مگر اپنے اُلُو کو سیدھا کرنے کے لیے ان کو دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حیرت کی بات ہے مودودی حضرات کو ہمارے کھاتے میں ڈال دیا اور جب ہم الزاماً گوہر شاہی، ڈاکٹر طاہر القادری وغیرہ کو ان کے گلے میں ڈالتے ہیں تو پھر چیخنے لگ جاتے ہیں، جب کہ یہ مودودی تو اپنے آپ کو دیوبندی نہ کہتے ہیں اور نہ مانتے ہیں اور دوسری طرف گوہر شاہی اور طاہر القادری ہیں بھی بریلوی اور کہلاتے بھی بریلوی ہیں اور ہم نے بڑے بڑے بریلوی مناظرین کو گوہر شاہی اور منہاجی جلسوں اور اداروں میں جا کر بیان کرتے بھی دیکھا اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے بھی۔

ابھی حال ہی میں سعید اسد فیصل آبادی کے والد صاحب فوت ہوئے تو ڈاکٹر طاہر القادری نے

تعزیتی فون کیا اور علیک سلیک ہوئی سلام جواب ہوا پھر بریلوی مناظر نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے ادارہ میں آنے کی دعوت دی..... الخ۔ ہم نے انہیں بریلوی کہا ہے تو تمہارے ہی اصول و ضوابط سے کہا ہے اور اگر بالفرض رضا خانی انہیں بریلوی نہ بھی مانیں پھر بھی ہمیں فرق نہیں ہماری طرف سے سفید و سیاہ وغیرہ کتب کی عبارات کا الزامی جواب ہی تصور فرمائیں۔

اور رہا سیفیوں کا مسئلہ تو اکابر بریلویہ ان کی توصیف و تائید اور تصدیق کرتے ہیں دیکھئے مجلہ انوار رضا کے خصوصی شمارے جو کہ پیر سیف الرحمان کے حوالے سے شائع ہوئے ہیں ورنہ مختصر سارسالہ ”پیر سیف الرحمان کا پیغام علماء و مشائخ اور عوام اہلسنت کے نام“ کو ملاحظہ فرمالیا جائے کہ تمہارے نزدیک مستند ہیں یا نہیں؟

بعض لوگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

حوالے غلط آگئے ایک صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا کہ اشرف سیالوی صاحب کو خواجہ قمر الدین سیالوی نے ظالم وغیرہ قرار دیا ہے، جب کہ یہ تو انوار قمریہ میں نہیں ہے تو ہم نے اسے کہا ہمارے ہاں جو موجود ہے اس میں موجود ہے اور قصور آپ لوگوں کے کتب خانوں کا ہے کہ حوالہ نکال دیتے ہیں اور یہ لوگ ہمیں قصور وار سمجھتے ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے بعض دفعہ سہواً کتاب کا نام غلط ہو گیا ہو۔

ایک صاحب نے واٹس ایپ پر رابطہ کیا کہ آپ نے ہدایۃ المتمدن بذبح الحیران کا حوالہ دیا ہے حالانکہ وہاں تو عبارت نہیں ہے تو گزارش یہ ہے کہ حوالہ موجود ہے اور تمہارے رضا خانیوں نے لکھا ہے ہاں اتنی سہو قلم ہوئی کہ نام کتاب کا تھا ”نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر لحظہ“ جیسا کہ ہم نے دست و گریباں کی تیسری جلد میں وہ حوالہ اسی کتاب سے نقل بھی کیا ہے اگر یہ جان بوجھ کر کیا جاتا تو تیسری جلد میں بھی کیا جاتا مگر سہواً انسان سے ہو جاتی ہے۔

وہ بات موجود تو ہے، اب ہمارا سوال جوں کا توں ہے کہ سیالوی صاحب بریلوی فتوے کے نیچے آ کر دبے یا نہیں؟؟؟؟

اور یہ وضاحت بھی میں کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض کتابت کی غلطیاں بھی لوگ اٹھا کر بھاگتے

پھرتے ہیں جب تم اپنے ہاں یہ بات طے کر چکے ہو کہ کمپوزنگ کی غلطی مصنف کی غلطی شمار نہیں کی جائے گی، (ختم نبوت اور تحذیر الناس: صفحہ 22) تو پھر ہماری کتابت و کمپوزنگ کی غلطی پر اعتراض کیوں؟

یہاں میں ایک اور بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ جب رضا خانی حضرات کو ہم نے رضا خانی عبارات سے حیران و پریشان کر دیا اور فاضل بریلوی کے ایمان کو ثابت نہ کر سکے تو پھر ان کی جہالت دیکھئے کہ وہ اپنا ایمان ہماری کتب سے دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔

آپ کو اس وقت یہ بات کیوں یاد نہ رہی کہ آپ کے نصیر الدین کے غلام کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ میں کئی جگہ وہ یہی بات کرتا ہے کہ ان کو آپ کی کتابوں کی عبارات پر اطلاع نہ تھی (ملخصاً)

تو ہم بھی وہی بات کہہ دیتے ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے جنہوں نے تم رضا خانیوں کو پڑھا سمجھا ہے تمہیں کھل کر واضح لکھا ہے، دیکھئے فخر السادات ابن شیر خدا مولا نامر تفضی حسن چاند پورئی صاف فرماتے ہیں: اکابر کو ان یعنی خان صاحب کے کفر پر تحقیق نہیں ہوئی اور ہمیں اس کی تحقیق ہو چکی ہے کہ خان صاحب کا فرقتے، (دیکھئے ملفوظات نقیہ الامت)۔

اور امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے تو صاف لکھ دیا کہ ان کے مولوی اور پیر تو پکے کافر ہیں..... الخ، (دیکھئے مجلہ صفدر) اور سلطان العلماء علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

اللہ کے بندو! لوگوں کو بتلاؤ یہ طائفہ مسلمان نہیں ہے۔ (دیکھئے مناظرے مباحثے) حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شعر پیش کر کے فتویٰ مانگا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ

ایسا شخص مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، (امداد الفتاویٰ: جلد 6/ صفحہ 74)

اور وہ شعر فاضل بریلوی کے حدائق بخشش میں موجود ہے۔

منظور الملتہ والدین امام المناظرین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ طائفہ ضرر کے اعتبار سے قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے، (دیکھئے نقوش رفتگاں)

محقق سنیت حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب نے غلام سرور قادری سے کہا تھا کہ:

خان صاحب بریلوی کی بعض تحریرات ایسی ہیں جن کی موجودگی میں وہ مسلمان نہیں رہتے،

(دیکھئے رجل رشید)۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا نور محمد مظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو کافر و مرتد ثابت کیا ہے،

(دیکھئے اعلیٰ حضرت کی چند خطرناک غلطیاں)

زمانہ ماضی کے نامور محقق حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے خان صاحب کو غیر مسلم

اور کافر قرار دیا ہے، (دیکھئے بریلوی مذہب پر ایک نظر)

زمانہ حال کے محقق حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی فرماتے ہیں:

جس طرح انہوں نے دوسروں کی تکفیر کی ہے اسی طرح وہ خود بھی کافر ہیں اس کے ثبوت کے لیے

ان کے عقائد اور تحریرات شاہد عدل، (داستان فرار: صفحہ 41)

ہمیں اس سلسلہ میں صرف نمونہ دکھانا ہے نہ کہ تمام حضرات کی عبارات پیش کرنا مقصود ہے۔

ہم نے اس عنوان پر تفصیلی کتاب لکھی ہے خدا نے چاہا تو کبھی منظر عام پر آجائے گی ”اہل بدعت

اہل سنت کی نظر میں“

تو اہل بدعت سے گزارش ہے آپ اپنا مسئلہ حل کرنے کے لیے ہمارے حضرات کی طرف رجوع

نہ فرمائیں، بلکہ جو تا بھی آپ کا ہے اور سبھی آپ کا تو اس کا فیصلہ آپ اپنے گھر سے فرمائیں!

اب آئیے تقریظات کی طرف!

رضاخانی دم چھٹوں کو یہ بات بڑی غلط معلوم ہوئی کہ ہم نے ان کی تقاریظ کی وجہ سے ان کو پکڑا اور

پھر جہاں ہو سکتا تھا وہ ہمارے اس طرز کو ہمارے خلاف استعمال فرماتے تھے حالانکہ ہم نے دست

و گریباں میں وضاحت کر دی ہے کہ

محبوب علی قادری لکھتا ہے:

جس نے بد مذہب کے کفری کلام کی تعریف کی اور کہا کہ یہ کلام معنی رکھتا ہے یا کہا کہ اس کے معنی صحیح ہیں، اگر تامل کا وہ کلام کفر ہے تو تعریف کرنے والا بھی کافر ہو جائے گا..... الخ۔ (دست و گریباں: جلد 1/صفحہ 338)

ہم نے تو تمہارے فتوے کی وجہ سے تقاریظ کو تم پر فٹ کیا ہے ورنہ ہماری سوچ یہ ہے کہ تقریظ لکھنے والا آدمی اگر ہر بات کو پڑھے اور اس سے موافقت اور اس کی پوری پوری تائید و تصدیق کرے تو ذمہ دار ہوگا ورنہ نہیں، کیونکہ عام طور پر ساری کتاب کو پڑھ کر تقاریظ لکھنے کا تصور مشکل ہے اور خود ہماری حالت تقریظ لکھتے وقت یہی ہوتی ہے، اس لیے ہماری تقاریظ کو ہر بات میں مصنف کی موافقت نہ سمجھا جائے چند مقامات کو دیکھ کر حسن ظن کرتے ہوئے لکھ دیتے ہیں، اس لیے کتاب کی غلط باتوں کو نہ ہماری طرف منسوب کیا جائے اور نہ ہم اپنے علماء کی تقاریظ کی وجہ سے انہیں ذمہ دار جانتے ہیں۔

باقی رہا رضا خانیت کا معاملہ تو وہ جدا ہے، چنانچہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

براہین قاطعہ والا اور اس کے جتنے تائید و تقریظ کرنے والے ہیں بالیقین سب کا وہی حکم ہے جو زندیق کا..... الخ، (الدولۃ المکیہ: صفحہ 113)

قاضی فضل احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

جو کسی کے کفر کو پسند کرے راضی ہو وہ بھی کافر ہے پس اس قدر کافی ہے اور ان مولوی صاحبان کی نسبت جنہوں نے اس رسالہ کی تصدیق کی ان پر لازم ہے کہ وہ سب آٹھوں کے آٹھوں صدقِ دل سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوں اور تجدید نکاح کریں اور آئندہ کے لیے جب کسی کتاب کی تصدیق کر کے تقریظ لکھیں تو تمام کتاب کو بالاستیعاب پڑھ کر اپنے دستخط کیا کریں صرف ٹائٹل پیج پر ہی اعتبار نہ کر لیا کریں جو نہ امت اور خجالت کا موجب ہو..... الخ، (انوار آفتاب صداقت: صفحہ 679)

معلوم ہو گیا کہ تقریظ والا چاہے ساری کتاب نہ بھی پڑھے اور پھر تقریظ لکھ کر دے تو وہ بھی ذمہ دار

ہوگا، اگر اس میں کفر وارد نہ ہوگا تو پھر تقریظ لکھنے والا بھی اسی فتویٰ کی زد میں ہوگا۔

یہ ہے رضا خانی حضرات کا مذہب!

مزید دیکھئے:

مفتی عبدالجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

مشہور دیوبندی مصنف مولوی عبدالرشید نعمانی صاحب کی تصدیق و تقریظ مثبت ہے، اس طرح سے

اس کے مضامین کے وہ بھی ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔ (تنبیہات بجواب تحقیقات: صفحہ 217، 218)

پیر نصیر الدین گوٹروی صاحب لکھتے ہیں:

تقریظ لکھنے کے بعد اس کی صحت و سقم اور قوت و ضعف کی ذمہ داری مصنف پر کم اور تقریظ نگار پر

زیادہ ہوتی ہے۔ (لطمۃ الغیب: صفحہ 148)

لہذا رضا خانی حضرات عقل کے ناخن لیا کریں اور اگر ہم تمہیں تقاریظ کی وجہ سے پکڑیں تو درست

ہے اور تم نہیں پکڑ سکتے کیونکہ تمہارا ہمارا اصول اس بات میں مختلف ہے۔

مفتی امین فیصل آبادی صاحب لکھتے ہیں:

زاں بعد ہم ان حضرات کا نظریہ پیش کر رہے ہیں جو کہ اس مبارک اور باعث صد بابرکات عمل سے

محروم ہیں جس عمل پر بخشش کی اور حصولِ جنت کی نوید ہے پڑھئے اور عمل کر کے رب العالمین جل جلالہ

سے جنت حاصل کیجئے۔

مولوی عبدالشکور دیوبندی لکھنوی اپنی تصنیف ”علم الفقہ“ کے صفحہ 159 پر لکھتے ہیں: ”اذان سننا

مستحب ہے“ اور یہ کتاب مصدقہ ہے مفتی محمد شفیع عثمانی مفتی دارالعلوم دیوبند کی مفتی صاحب موصوف نے

اس کتاب علم الفقہ کو مستند و معتبر قرار دیا ہے۔ (عظمت نام مصطفیٰ ﷺ: صفحہ 66، 67)

اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ رضا خانی حضرات کے نزدیک تقریظ لکھنے والا ذمہ دار قرار پاتا ہے

چاہے پڑھے یا نہ۔

باقی رہی اس حوالے کی بات تو حضرت نے خود ہی اقامت کے مسائل میں ان کو رد کر دیا ہے،

فافہمو او تدبروا۔

ہم نے پیچھے بھی عرض کر دیا ہے کہ یہ کتاب ”دست و گریباں“ رضا خانی حضرات کے رد میں لکھی گئی ہے، ”دست و گریباں“ بناتے وقت ہم کچھ الفاظ میں دونوں عبارات کے مفہوم اپنے جملوں میں نقل کرتے ہیں جس کو جاہل رضا خانی ہمارا نظریہ اور عقیدہ سمجھتے ہیں، حالانکہ خانصاحب بریلوی کو ان لوگوں نے پڑھا نہیں ورنہ انہیں پتہ چلتا کہ عقائد کہاں سے معلوم ہوتے ہیں، ہم نے یہ کتاب تمہارے عقائد و نظریات کا پردہ چاک کرنے کے لیے لکھی ہے، اس لیے آپ کی عبارات کی تشریح میں لکھے گئے جملوں کو آپ ہمارا مافی الضمیر نہ سمجھیں۔

اور اس بات کی وضاحت کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ رضا خانی حضرات کا ”دست و گریباں“ پیش کرتے وقت ان کے عقائد و نظریات ہم نقل کرتے ہیں تو بعض دفعہ وہیں تردید بھی کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ وقت کی قلت یا طوالت سے بچنے یا کتاب کا موضوع ہی رضا خانی تھپڑ اور رضا خانی منہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اپنے نظریہ کا بیان نہیں کر پاتے یا پھر ہم نے کسی کتاب میں رضا خانی نظریہ کو رد کر دیا ہوتا ہے، اس لیے ہماری خاموشی کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے، ہمیں رضا خانی عقیدہ کا حامی نہ قرار دیا جائے۔

قارئین ذی وقار! ایک بات کی مزید وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں، ہمارا طرز اور طریقہ استدلال دست و گریباں والا ہے، ہم نے اس طرز کو رضا خانی حضرات کے رد میں بڑا مفید پایا ہے، ہم نے رضا خانی حوالوں کے پیش نظر ہی بعض جگہ یہ بات لکھ دی ہے کہ فریق مخالف کا حوالہ ہم پر حجت نہیں تو یا ر لوگوں کو جواب تو آیا نہیں، مگر اس بات کو گیارہویں شریف کا ٹھنڈا میٹھا دودھ سمجھ کر خوب مزہ لینے لگ گئے۔

بھائی! ہم نے یہ بات تمہارے اکابر کے حوالہ جات کی وجہ سے لکھی ہے، آئیں میں آپ کو دکھاتا ہوں! مفتی عبد المجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

ہم پر اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جو ہمارے مسلک کا ہو اس لئے قول آپ اسی کا لائیں جو ہمارے

لیے حجت ہو۔ (مناظرہ موضوع عبدالحکیم میں غیر مقلد مناظر کی تاریخی شکست: ص 23)
نصیر الدین کا غلام لکھتا ہے:

سرفراز صاحب نے آیت کریمہ (وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ) (سپارہ 22) کی تفسیر میں شبیر احمد عثمانی کا حوالہ ہمارے خلاف دیا ہے، حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مناظرانہ کتابوں میں یا برہانی دلائل پیش کیے جاتے ہیں یا جدلی دلائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمات خصم سے استدلال کیا جائے..... اس اصول کو سامنے رکھیں کہ مخالفین کے سامنے اپنی کتابوں کے حوالے پیش نہیں کیے جاتے۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص 320)

جملہ معترضہ کے طور پر یہاں یہ بات عرض کرتا چلا ہوں کہ جیسے ہم نے لکھا ہے نصیر الدین کا غلام تو کوئی اب اس کو ہمارا طریقہ نہ قرار دے، بلکہ ہم نے آپ کے اکابر کا یہ طریقہ دیکھا ہے تو اسی وجہ سے یہ لکھ دیا۔

چنانچہ تجلیات علمی فی رد تحقیقات سلوی میں ص 23 پر ہے:
نصیر الدین کے غلام کے خلاف C-295 کا کیس دائر کرنے کا حق میں محفوظ رکھتا ہوں..... الخ۔
باقی غلام نصیر الدین سیالوی کے اس اصول و ضابطے کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب دست و گریباں ج 3 ص 219، 220 پر بیان کیا ہے۔

مولوی حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:
اول تو نذرانہ عرس یا نذرانہ اہل عرس کراچی سے شائع شدہ ان کی کتاب ہمارے لیے حجت ہے نہ معتبر، (محاسبہ دیوبندیت: ج 2 ص 107)

ہم اس سلسلہ طولانی کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور رضا خانی حضرات کو دعوتِ فکر دینے سے قبل دو نصیحتیں کرتے ہیں:

1..... یہ ہمارا قصور نہیں تمہارے گھر کی ہی صدا ہے، اگر یقین نہ آئے تو حسن علی رضوی سے سن لیں وہ کہتے ہیں:

اس میں فقیر کا کیا قصور ہے جو ہمارے ذمہ دجل کی سرخیاں لگا کر اپنی خبیث روح کو تسکین پہنچائی۔ فقیر راقم الحروف تو صرف ناقل ہے عبارات کی نقل میں میرا اپنا ذاتی کوئی دخل یا تصرف نہیں، اگر مصنف سیف شیطانی کو یہ پانچ دجل معلوم ہوئے ہیں تو اس کے اپنے ہی اکابر کے دجل ہیں جنہوں نے ایسی ہیرا پھیری کی ہے کہیں کچھ اور کہیں کچھ لکھ مارا۔ (برق آسمانی ص ۱۳)

یہی جواب ہماری طرف سے قبول فرمائیں، مگر رضا خانی حضرات تو دجل و فریب کے بغیر چل نہیں سکتے اور ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں۔

2..... اور دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ کے اکابر کہتے ہیں:

دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے وہ اپنے اکابر پر سے کفر و تضاد کا بوجھ اٹھاتا (برق آسمانی ص ۱۲) تو آپ کو ہم پر غصہ ہونے کی بجائے اپنے اکابر کو کوسنا چاہیے اور ان کے ایمان و کفر پر ہونے والے بحث کا جواب دیں۔

آپ کا خیر اندیش

محمد ابو ایوب حنفی قادری

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ

دست و گریبان

(جلد چهارم)

مولوی احمد رضا کا فر یا خواجہ قمر الدین سیالوی؟

مسئلہ نمبر ۱

مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھہتر (۷۸) وجہ سے لزوم کو ثابت کر کے سجن السبوح میں بالآخر ص ۸۰ طبع اوّل پر یہی لکھا کہ حاشا للہ ہزار بار حاشا للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا میں ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں..... الخ۔ (حسام الحرمین مع تمہید ایمان: ص ۱۳۳، ۱۳۴)

جبکہ دوسری طرف فاضل بریلوی کے فتوے کی دھجیاں اڑاتے ہوئے غلام نصیر الدین سیالوی خواجہ قمر الدین سیالوی کی طرف ایک عبارت منسوب کر کے لکھتا ہے: تحقیق یہ لوگ کافر ہو گئے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف امکان کذب منسوب کیا ہے، (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ج ۱/ ص ۶۹)

اور یہ بات فاضل بریلوی نے خود ہی فرمائی ہے:

کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، ص ۴۳)

تو اب ہمارا سوال یہ ہے رضا خانی قوم سے کہ امکان کذب کے قائلین کو وہ تو مسلمان جانتا ہے اور خواجہ صاحب کافر اور اصول رضوی سے فاضل بریلوی کافر کو کافر نہ کہہ کر خود کافر ہوئے۔

اور جب رضوی قوم کا دوسرا اصول دیکھیں کہ جو فاضل بریلوی کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے، (انوار شریعت ج ۱ ص ۱۶۰ ملخصاً) تو پھر خواجہ قمر الدین اور ان کے مریدین اور غلام نصیر الدین سیالوی وغیرہم کافر ہوئے اب بریلوی حضرات کو ہماری طرف سے چھوٹ ہے ع
جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

مولوی احمد رضا مدعی نبوت

مسئلہ نمبر ۲

امام ترمذیؒ نے ابواب المناقب میں مناقب ابی بکر الصدیقؓ میں حدیث نقل کی ہے۔ انی لا ادری ما بقائی فیکم۔ (الحدیث) مجھے معلوم نہیں ہیں کہ کب تک تمہارے پاس موجود ہوں۔

مولوی احمد رضا خان نے اس حدیث شریف کے الفاظ کو اپنے اوپر فٹ کیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ لا ادری ما بقائی فیکم۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں۔ (وصایا شریف ص ۱۱، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور) ہم اس پر نقد و تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ان کے گھر کے ہی افراد بہت ہیں کہنے کو، چنانچہ ایک کتاب چھپی ہے منزل کی تلاش، لکھنے والا ہے مولوی محمد نجم مصطفائی، ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ نے شائع کی ہے۔

پیر نقیب الرحمان، منشا تابش قصوری، تراب الحق قادری، محمد رضا فریدی، مفتی عبدالرحمان قمر، ان لوگوں نے تقاریظ لکھ کر اور مضبوط کر دیا ہے۔ چنانچہ مصطفائی صاحب لکھتے ہیں:

میں یہ مقدمہ تمام مسلمان بھائیوں کی ایمانی عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ خدا را انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں اور دو لوگ ہو کر اس کا فیصلہ دیں اور یہ بتائیں کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے اپنے لئے اپنی زبان مقدس سے نکالے وہی مقدس الفاظ بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی ذات سے منسوب کئے اور اپنی ذات کو مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ٹھہرایا، کیا یہ دعویٰ نبوت نہیں؟ (منزل کی تلاش ص ۹۶)

اصل بات یہ ہے کہ حضرت الامام محمد قاسم نانوتویؒ دوران سفر حج جو بھی ضروریات زندگی کی اشیاء ملتی تو وہ لوگوں میں بانٹ دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے عقیدت مندوں نے کہا کہ آپ تو سب

ہی بانٹ رہے ہیں کچھ تو اپنے پاس بھی رکھتے، تو قاسم العلوم فرمانے لگے۔ انما انا قاسم واللہ يعطی۔ میں بانٹتا ہوں اللہ دیتا ہے۔

حضرت نے یہ الفاظ تبرک کے لیے بولے اور ساتھ ہی حدیث شریف کا مطلب بھی سمجھا دیا کہ جو مال غنیمت وغیرہ رحمتِ دو عالم ﷺ کی طرف آتا تھا تو وہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے ناکہ وہ مفہوم ہے کہ ہر شے دنیا انہی کے اختیار میں ہے اور ہر شے وہ تقسیم فرمانے والے ہیں، لہذا دنیا و آخرت کی تمام اشیاء حضور ﷺ سے مانگو، تو حضرت کا یہ جملہ نقل فرمانا حدیث شریف کے الفاظ کو بطور تبرک نقل کرنا اور اس سے انسانیت کو ایک عقیدہ سمجھا دینا، جیسے میں مختلف ملنے والی اشیاء بانٹ رہا ہوں، دراصل یہ سنت ہے رحمتِ دو عالم ﷺ کی، میرے پیارے آقا بھی جو مال و زر اور غنیمت پاس آتا تھا بانٹ دیتے تھے، مگر بریلوی مسلک میں تو اس قسم کی تشریح کی ضرورت نہیں، بلکہ انہوں نے خود فیصلہ فرمایا ہے کہ:

کسی بھی حدیث شریف کو اپنے اوپر فٹ کرنا یا بولنا دعویٰ نبوت ہے، تو بریلوی اصول سے یہ بات سمجھ میں آ جانی چاہئے کہ بریلوی حضرات اپنے فاضل بریلوی کو نبی ماننے لگے، شاید اسی لئے تو اس کی شان یوں بیان کی جانے لگی کہ ان کی زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے خدا نے اس کو ناممکن فرما دیا اور شاید اسی وجہ سے ابوالخیر زبیر حیدر آبادی نے لکھا ہے، فرقہ رضا والے نبیوں سے بلکہ امام الانبیاء سے بھی بڑھ کر فاضل بریلوی کو مانتے ہیں۔

میرے خیال میں یہ شیعیت کا ہی اثر ہے جیسے وہ اپنے امام کا رتبہ نبیوں سے اعلیٰ مانتے ہیں، ایسے ہی یہ ابرل کو نبیوں سے بڑھ کر مانتے ہیں جاء الحق کے مصنف نے انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ کا صدور بھی جائز مانا ہے مگر اپنے ابرل (فاضل بریلوی) سے نقطہ برابر خطا بھی نہ ہونا ماننا عجیب و غریب بات ہے خدا ان کو سمجھ عطا فرمائے اور ہدایت نصیب فرمائے، آمین۔

شاید اسی وجہ سے تم نے لکھا کہ ہزاروں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں، کیونکہ وہ جوش میں ہوش سے کام لیتے ہیں (دو عظیم رہنما ص ۱۶۱)

حالانکہ ہم تو یہی سنتے آ رہے ہیں، ہر بندے کی بات لی بھی جاسکتی ہے چھوڑی بھی جاسکتی ہے، الا النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مگر بریلوی حضرات کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ

مسئلہ نمبر ۳

کئی رضا خانیوں کی مستند کتاب ”سعودی تفسیر پر ایک نظر“، میں یہ بات موجود ہے کہ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔ (سعودی تفسیر پر ایک نظر ص ۵۷۰)

رضا خانیوں کی دوسری مستند کتاب ”روئیداد مناظرہ راولپنڈی گستاخ کون ص ۵۱۲ پر ہے۔ اتنے مشاہیر محدثین علماء ائمہ کی طرف سے ابن تیمیہؒ کی تکفیر و تضلیل و تردید کے باوجود انہیں شیخ الاسلام و المسلمین قرار دینا اور پھر دیگر..... لوگوں کا سہارا لے کر ابن عربیؒ کی تکفیر کرنا اور نظریہ وحدت الوجود کو شرک قرار دینا شریعت کے مقابلے میں ہوا پرستی اور سراسر بے لگامی نہیں تو اور کیا ہے اور یہ اخلاق کریمہ کی کون سی قسم ہے۔

(یہ تحریر حنیف قریشی صاحب کی ہے)

شاید کوئی رضوی صاحب کہے کہ اس نے تو علماء کے اقوال نقل کیے ہیں تو جواباً عرض ہے ہم یہ رضا خانی اصول کی کتب سے نقل کر چکے ہیں کہ:

کسی کے قول کو نقل کرنا اور پھر اس کو رد نہ کرنا یہ اس کی تائید ہے۔

تو ان رضا خانی ملاؤں نے علامہ ابن تیمیہؒ کی تکفیر و تضلیل نقل کر کے اس کا رد تو نہیں کیا، لہذا یہ بھی علامہ کو کافر کہنے والے ہوئے۔

اب دوسری طرف آئیے!

مولوی فیض احمد ایسی لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے خصوصی تعلق:

اخیر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حافظ ابن کثیر کو اپنے استاد علامہ ابن تیمیہؒ سے خصوصی تعلق

تھا، (قصص الانبیاء ص ۹۱۵)

مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بعد از وصال توسل کے قائل نہ تھے.... الخ۔ (مسئلہ غیب و توسل ص ۲۱۵)

آگے لکھتے ہیں بے شمار اکابرین نے ان کو شیخ الاسلام بھی ٹھہرایا ہے، امام ذہبی و امام ابن کثیرؒ ان کی بے حد تعریف فرماتے ہیں اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف لطیف ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ کی کتاب اللباس کے اندر عمامہ کی بحث کرتے ہوئے انہیں اور ان کے تلمیذ رشید امام حافظ ابن قیم جوزی علیہ الرحمۃ کو اس اہمیت کے اولیاء میں سے قرار دیا ہے، نیز علامہ شامی فتاویٰ شامیہ میں ان کے مقام کے ساتھ شیخ الاسلام کا لقب لکھتے ہیں اور امام علامہ عینیہانی فرماتے ہیں کہ فائدہ شیخ الاسلام بلا ریب کہ بلاشبہ وہ شیخ الاسلام ہیں۔ (مسئلہ علم غیب و توسل ص ۲۱۶، ۲۱۷)

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ ان ملاؤں کے نزدیک جو کافر سمجھتے ہیں یہ لوگ کیا مسلمان ہیں اور جو لوگ شیخ الاسلام کہہ رہے ہیں ان کے نزدیک ان رضا خانیوں کا کیا بنے گا؟

ملاحظہ قریشی کی منافقت:

قریشی صاحب کی منافقت دیکھیں کہ ادھر تو وہ ابن تیمیہ مرحوم کو کیا کچھ سمجھتے ہیں اور وہ اس کتاب ”علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء“ جو کہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب نے لکھی ہے اس کا یوں تعارف کرواتے ہیں:

اور ماضی قریب کے بے شمار علماء نے علامہ ابن تیمیہ کا شدید رد کیا ہے، مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے ”علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء“ بڑے شستہ لہجے میں لکھی ہے، (مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۱۲)

اب دیکھیں کافر و مضل بھی مان رہے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی کھڑے ہیں، حالانکہ اس کتاب کے آخر میں یوں درج ہے:

ان تمام فضائل و کمالات کے ہوتے ہوئے ابن تیمیہ ایک بشر ہیں جو خطا بھی کرتا ہے اور صواب پر بھی رہتا ہے، جن مسائل پر وہ صواب پر رہے ہیں وہ زیادہ ہیں ان سے استفادہ کیا جائے اور ان کی وجہ سے ابن تیمیہ کے واسطے رحمت کی دعا کی جائے (رحمۃ اللہ علیہ) اور جن مسائل میں ان سے

خطا ہوئی ہے ان مسائل میں ان کی پیروی نہ کی جائے، وہ ان مسائل میں معذور ہیں (یہ قول ابن حجر عسقلانی کا ہے) علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس زبّیں و متین رائے کا میں قدردان ہوں کسی نے خوب کہا ہے، انما یعرف الفضل ذو وہ دانش و بنیش کی قدر خداوندان دانش و بنیش ہی کرتے ہیں، (علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ص ۱۲۴)

اب ہمارا اس منافقت کرنے والے سے سوال ہے:

ابن حجر عسقلانی کی وہ عبارات جو ابن تیمیہ مرحوم کے رد میں تھیں، وہ تجھے نظر آئیں یہ کیوں نہ آئیں؟ دوسری بات اگر تم تکفیر کے قائل نہیں تو تکفیر والے اقوال کا رد کیوں نہیں کیا؟ مولوی اللہ دتہ سن پورہ اور دیگر بریلوی اکابر کے نزدیک تو بھی تکفیر کرنے والا ہوا، تو مولانا ابوالحسن زید فاروقی کا نظریہ تو تو نے پڑھ لیا، پھر اس کو اپنے ساتھ کھڑا کر کے تو اس نظریہ کا بھی قائل ہوا، تو اپنے فتوے اپنے ہی گلے میں آگئے۔ اور کسی کو آپ کی کتاب کا جواب لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

کیونکہ آخر میں جس شخصیت کو تو نے پیش کیا اس کا مسلک ہم نے عرض کر دیا، ہمارا نظریہ یہی ہے علامہ ابن تیمیہ کے متعلق جو ہم نے ابھی ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے۔

کیا سجدہ تعظیمی شرک ہے؟

مسئلہ نمبر ۴

رضا خانیوں کی مستند کتاب میں ہے:

اور یہ جو لکھا اگر ہم سجدہ تعظیمی کریں تو کیا حرج ہے، یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے ایمان (دل سے) نکل جاتا ہے (تقویۃ الایمان ص ۸۷ نعمانی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اس شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام کام ہے دہلوی صاحب نے افتراء علی اللہ و رسولہ اور غلو فی الدین کا ارتکاب کرتے ہوئے کہہ دیا، اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، (سعودی تفسیر پر ایک نظر ص ۱۹۶) اب دو باتیں ہیں: (۱) سجدہ تعظیمی کو شرک کہنا غلو ہے (۲) خدا اور اس کے رسول پر جھوٹ ہے۔

تیسرا الزام بھی دیکھ لیں:

یا پھر مرزا قادیانی کی طرح یہ مقام رسالت پر بزع خود فائز تھا کہ اس پر بھی کوئی تازہ وحی نازل ہوئی؟ کہ آج سے پہلے تو سجدہ تعظیمی صرف گناہ کبیرہ ہی تھا لیکن آج کے بعد سجدہ سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے، (سعودی تفسیر پر ایک نظر ص ۱۹۵) یعنی دعویٰ نبوت بھی ہے۔

اب آئیے پہلی بات کی طرف ہم نے تو تقویۃ الایمان میں تلاش کیا مگر ہمیں تو یہ نہیں ملا، چلو اگر بالفرض ہو بھی سہی تو ان جہلا کو سمجھنا چاہئے کہ شرک کئی مشکلک ہے یعنی اس کی بہت ساری قسمیں ہیں جو مباح سے لے کر کفر اور شرک قطعی تک جا پہنچتی ہیں، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر خدا کی قسم کھانے کو شرک قرار دیا اور خود اٹھائی بھی ہے، جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں تو یہ شرک کی مباح قسم ہے اسی سے بات سمجھ آ گئی شاہ صاحب نے اسی بات کی بنیاد پر اسے شرک لکھا ہے یعنی گناہ کبیرہ، باقی ایمان کا دل سے نکل جانا تو مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں حدیث شریف موجود ہے جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ نہیں بلکہ کمال ایمان سے محروم ہوگا اور یہی بات شاہ صاحب فرمانا چاہتے ہیں، اگر سمجھ نہیں آئی تو پھر توجہ کریں، حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے شرک پر تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (مقالہ نمبر ۵۸، فتوح الغیوب ص ۱۳۹) غیر اللہ کی طرف صرف توجہ کرنے ہی کو شرک فرما دیا۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اس لیے تجھے چاہیے کہ کوئی ارادہ یا خواہش یا امید ظاہر نہ کرنا کہ اس سے تو شرک کا مرتکب نہ ہو جائے، (مقالہ نمبر ۷، ص ۷۷۷)

اور ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

صرف بتوں کی پوجا ہی شرک نہیں، بلکہ شرک یہ ہے کہ تو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا و آخرت کی کسی چیز کو بھی چاہنا شرک میں آ جاتا ہے۔ (ایضاً)

اب جو جواب رضا خانی بھیڑوں کا وہی ہمارا!!

باقی رہ گئیں دو باتیں سجدہ تعظیمی کو شرک کہنے والا مدعی نبوت ہے یا غالی اور خدا اور اس کے رسول پاک ﷺ پر جھوٹ بولنے والا ہے۔

تو پھر سنئے! اپنی کتابوں کو رضا خانیوں پر ڈھو، تذکرہ مظہر مسعود اور فتاویٰ مسعودی میں قبر پر سجدہ کو موجب شرک قرار دیا گیا ہے، تو پھر پروفیسر مسعود، اور ان کے جدا علیٰ بھی مدعی نبوت اور مفتری ہوئے یا نہ؟ آگے دیکھئے:

محبوب سیال المعروف اشرف الاولیاء میں ص ۸۶ پر ہے لوگ جوق در جوق آ رہے تھے اور پاؤں چومتے تھے، بہت لوگوں کو خفگی فرما رہے تھے کیوں مجھے بت بناتے ہو؟ کیوں مجھے چومتے ہو؟ سیدھا سادہ قاعدہ مسلمانی کا ہے السلام علیکم وعلیکم السلام کیوں مجھے ٹھا کر بنا رہے ہو؟ مگر لوگ کب باز آنے والے تھے، آخر تنگ ہو کر کسی کو فرماتے ہٹ جا میرے سور، نالائق مسلمان کیوں بت پرستی کر رہا ہے؟ ہاں جی رضا خانی نسل کی بھیڑو! یہ تو قدم بوسی کو بت پرستی کہہ رہے ہیں سجدہ تو بطریق اولیٰ بت پرستی ہوگا۔

امام سرخسی..... سے فاضل بریلوی نے عبارت نقل کی ہے من سجد بغیر اللہ علی وجہ التعظیم کفر۔ غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنے والا کافر ہے، (فتاویٰ رضویہ: ج ۲۲/ ص ۴۵۹)

فاضل بریلوی نے کئی کتب سے عبارات نقل کی ہیں کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والا کافر ہے، جیسے شرح نقایہ، مجمع الانہر، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ شامیہ، جامع الرموز، غایۃ البیان، مخ الروض، تبیین الحقائق، غنیۃ المستملی، فتح اللہ المعین، نصاب الاحتساب وغیرہا۔

یہاں کوئی عبادت کے سجدہ کی قید نہیں ہے تو پھر کیا یہ سارے اکابر مدعی نبوت اور مفتری ہوئے، اگر یہاں تاویل ہو سکتی ہے تمہارے مذہب میں، تو شاہ صاحب کی عبارت میں کیوں نہیں؟

علامہ حلبی کی عبارت انوار ساطعہ میں بھی ہے لو سجد لغیر اللہ یکفر جس پر کئی اکابر بریلوی کی تصدیق ہے تو کیا یہ سب تمہارے فتوے سے گئے؟ ان کو خیر ہم نہیں جانے دیتے تم اپنے اکابر کی خیر مناد، جن کا حوالہ ہم عرض کر آئے ہیں، اگر ان کو بچاتے ہو تو کاشف اقبال مدنی، غلام مرتضیٰ ساقی، مڑمل حسین کاظمی لوگ دجل و فریب کرنے والے شمار ہوں گے۔

تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مبالغہ

مسئلہ نمبر ۵

مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں: علماء کرام کا فیصلہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غلو کا تصور ہی بے دینی ہے (یعنی تعریف و توصیف و ثنا میں) (شہد سے میٹھانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱) بریلوی مکتب فکر نے کتاب چھاپی ”نور الایمان“ جو شریف الحق امجدی کے مقدمہ سے چھپی، ترجمہ افتخار احمد مصباحی نے لکھا اس میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پاک کو مسجد بنانے سے دو اندیشوں کے باعث منع فرمایا تھا۔ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنا (۲) لوگوں کا فتنہ میں مبتلا ہونا۔

اس حد سے بڑھی ہوئی تعظیم میں کبھی کبھی کفر تک نوبت آ جاتی ہے چنانچہ اس طرح کے واقعات گزشتہ قومیوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، (نور ایمان ص ۱۱۱، ۱۱۲)

لوجی یہ تعظیم میں غلو کو روک رہے ہیں کبھی کبھی کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، مگر اویسی صاحب کے نزدیک یہ بے ایمان اور ان کے نزدیک وہ ایمان سے گئے۔ اویسی صاحب جیسا بے وقوف مرد شاید ہی رضا خانی حضرات میں پیدا ہو، وہ اس لیے کہ پہلے صفحہ پر لکھتے ہیں، نبی اللہ کی تعریف میں غلو ممنوع ہے مثلاً نبی اللہ کو اللہ کے جز کہا جائے الخ (شہید سے میٹھانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۰، ۲۱)

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں غلو کا تصور کرنا بھی بے دینی ہے یعنی جتنی مرضی غلو سے کہو کوئی حرج نہیں اور روکنے والا بے دین ہے، تو پیچھے خود روک چکے ہیں لہذا خود بے دین ہوئے۔

خدا کا ٹکڑا لکھنے پر فتویٰ فاضل بریلوی کے سر

مسئلہ نمبر ۶

وہ اس طرح کہ فاضل بریلوی نے حداً بق بخش حصہ اوّل ص ۹۲ پر لکھا ہے نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ، یعنی نبی پاک ﷺ خدا کے نور کا ٹکڑا اور حصّہ اور جز ہیں۔

جبکہ اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے یہودیو! نبی اللہ کی توہین اور تنقیص کر کے غلو نہ کرو اور اے نصرانیو! نبی اللہ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر انہیں خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا تیسرا حصّہ کہہ کر غلو نہ کرو..... یہی وہ غلو ممنوع ہے کہ ان کو خدا یا خدا کا شریک یا خدا کا جز یا بیٹا کہا جائے یا الحاد و حلول کا قول کیا جائے، (شہد سے میٹھا نام محمد ﷺ ص ۲۰، ۲۱)

گویا فاضل ابرل عیسائیت کی راہ پر چلے۔

آگے دیکھئے! مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں، نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے، نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں، نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ کفر و شرک لازم نہ آئے، (رسائل نعیمیہ ص ۵۴)

دیکھو کیسے مفتی احمد یار نعیمی نے فاضل بریلوی پر کفر کا فتویٰ اس بنیاد پر لگایا کہ وہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ خدا کے نور کا حصّہ اور ٹکڑا ہیں۔

آگے آئیے!

مولوی احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذاتِ مقدّسہ کو اپنے نور یعنی ذاتِ مقدّسہ سے پیدا فرمایا اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے یا نعوذ باللہ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصّہ یا ٹکڑا ہے، تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے، (مقالات کاظمی: ج ۱/ ص ۵۵، ۵۶)

اب دیکھئے! کیسے فاضل بریلوی کا فرو مرتد بنا ہے، اگر ایسے عقیدت مند ہوں تو ہمارے جیسے لوگوں کے چھتر و ل کی فاضل ابرل کو کیا ضرورت؟

نقش نعلین پر کلمہ لکھنا

مسئلہ نمبر ۷

فاضل بریلوی کہتے ہیں نقشہ نعلین شریفین پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے میں کچھ حرج نہیں، (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۶۲۰)

جبکہ دوسری طرف دیکھئے:

جامعہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ کا سالانہ جلسہ تھا اسٹیج پر دیگر علماء و مشائخ کے علاوہ حضرت غزالی زماں رازی علامہ سعید احمد کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ ساتھ ساتھ تھے کسی نے یہ مسئلہ پیش کیا کہ کیا حضور ﷺ کے نعلین مبارک کے نقش پر کلمہ طیبہ لکھنا جائز ہے یا نہیں حضرت سعید کاظمی شاہ صاحبؒ نے یہ مسئلہ حضور ضیاء الامتؒ کے سامنے پیش کر دیا۔

قبلہ پیر صاحبؒ نے علماء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا اگر بعینہ حضور ﷺ کی نعلین مبارک موجود ہو تو اس پر کلمہ طیبہ یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا جاسکتا ہے؟ سب نے بیک آواز کہا نہیں نعلین مبارک پر لکھنا جائز نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ جب اصل نعلین مبارک پر لکھنا جائز نہیں تو پھر اس کے نقش پر لکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ حضرت کاظمی صاحبؒ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور آفرین کہا کتنا خوبصورت اور حسین جواب تھا، (خوشبوئے کرم ص ۱۰۳)

فاضل بریلوی نے تو سینہ تان کر جواز کا قول لکھا، مگر پیر صاحب نے وہ ٹھوکر ماری کہ شاید پھر رضویت سنجھل ہی نہ سکے۔

تفسیر ضیاء القرآن کی تعریف

مسئلہ نمبر ۸

(۱) سید زاہد صدیق شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے جید عالم سید ریاض حسین شاہ صاحب ایک سیمینار میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں جیل میں تفسیر ضیاء القرآن شریف کا مطالعہ کر رہا تھا ایک دن ایک ہندوستانی قیدی مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں؟ میں نے اسے بتایا کہ ضیاء القرآن شریف اس نے چند دنوں کے لیے مجھ سے ضیاء القرآن شریف لی، چند روز کے بعد واپس کرنے آیا تو کہنے لگا شاہ جی تفسیر تو سب لکھتے ہیں، لیکن ضیاء القرآن شریف پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ تفسیر لکھنے والا بڑا عجیب انداز اپناتا ہے کہ تفسیر میں جس جگہ اللہ کے محبوب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے یہ شخص اس انداز سے تحریر کرتا ہے اسم گرامی تحریر کرنے سے پہلے باغ میں چلا جاتا ہے گلاب کے پھول اکٹھے کرتا ہے پھر ان کی خوشبو کو پین میں بھرتا ہے اور اس کی خوشبو سے اسم گرامی تحریر کرتا ہے، (خوشبو کرم: ص ۷۲)

وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب لکھتے ہیں:

تفسیر ضیاء القرآن سیرت رسول کریم ﷺ کی کتاب ضیاء النبی ﷺ دیگر کتب آپ کا لازوال کارنامہ ہیں، (جمال کرم: ج ۳/ص ۱۱۷)

پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں:

علم کی دنیا میں آپ کی خدمات سب پر واضح ہیں شبانہ روز محنت سے قرآن مجید اور حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کی جو خدمت کی وہ سب پر عیاں ہے، پیر صاحب کی شخصیت کو دیکھ کر پانچ سو سال پرانی شخصیات یاد آ جاتی ہیں، (جمال کرم: ج ۳/ص ۱۲۲)

علامہ کریم سلطانی لکھتے ہیں:

ضیاء القرآن اور ضیاء النبی کی ضیاء پاشیوں سے اہل اسلام کے قلوب ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے،

(جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۲۸)

شاہ احمد نورانی صاحب لکھتے ہیں:

شیخ طریقت عالم باعمل اور عظیم مفسر تھے آپ کی تصنیفات اور خدمتِ دین رہتی دنیا تک یاد رہیں گی، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۳۰)

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

ان کی تفسیری خدمات قابلِ صد تحسین اور ناقابلِ فراموش ہیں، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۳۱)

صاحبزادہ فضل کریم صاحب لکھتے ہیں:

مرحوم ممتاز عالم دین مفسرِ قرآن مصنف کتب دینیہ (جن میں تفسیر و سیرت اور سنت کی آئینی حیثیت کے نام سے آپ کی معرکہ الآراء کتب قابلِ ذکر ہیں)، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۳۵)

مولوی احمد اقبال اظہری صاحب لکھتے ہیں:

ان کی تمام تصانیف خصوصاً ضیاء القرآن، ضیاء النبی اور ضیاء حرم تا قیام قیامت امتِ مسلمہ کے لئے مینارِ نور ہیں، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۵۳)

مولوی محمد صادق قصوری صاحب لکھتے ہیں:

ان کی شاندار مذہبی خدمات ضیاء حرم، ضیاء القرآن اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں قیامت تک درخشاں رہیں گی، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۶۴)

محمد انور چشتی خلیفہ مجاز حضرت پروفیسر افتخار احمد چشتی صدیقی سلیمانی، لکھی مروت صوبہ سرحد لکھتے ہیں:

ضیاء القرآن اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حرف اور لفظ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بادۂ گلغام سے معموم جو

تا ابد تشنگانِ معرفت کے ساغرِ قلب کو سیراب کرتا رہے گا، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۱۶۷)

مولوی منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

ان کی کس کس ادا کو یاد کیا جائے، ان کا قلم ہمیشہ کرم بار رہا، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام جامعہ محمدیہ غوثیہ کرم بالائے کرم نہیں تو اور کیا ہے؟ (جمالِ کرم:

ج ۳/ص ۱۶۹)

جامعہ غوثیہ مہریہ گوڑہ شریف کے اساتذہ و طلباء کہتے ہیں:

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی دینی خدمات قابلِ قدر ہیں بالخصوص تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت ضیاء النبی امت کے لیے بڑا سرمایہ ہیں، (جمالِ کرم: ج ۳/ ص ۱۷۵)

مولوی محفوظ الحق شاہ بور یوالا لکھتے ہیں:

آپ نے نئی نسل کے ذہنوں کو فلسفہ جدید کی فتنہ سامانیوں سے بچانے اور پاک رکھنے کے لئے تفسیر قرآن کریم مسیحی بہ ضیاء القرآن اور حبیب رب العالمین علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے حسنِ تحقیق کو ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پیش کر کے مجموعی طور پر ملتِ اسلامیہ پر بڑا احسان فرمایا ہے، (جمالِ کرم: ج ۳/ ص ۱۸۱)

اور ضیاء الامت نمبر میں تو جگہ جگہ ضیاء القرآن کی توصیف و توثیق ہے، جس کو نقل کرنا طوالت ہی ہوگا، مگر دوسری طرف آئیں تو ایک بڑا گروہ پیر صاحب کی تفسیری خدمات پر فتاویٰ جات فٹ کرتا ہے۔

ہم ان تمام کو نقل کرنے سے پہلے اس کا خلاصہ چند لفظوں میں نقل کر دیتے ہیں کہ پیر صاحب اپنی تفسیری خدمت کی وجہ سے معتبوب ہیں، ان کے گھر کے لوگ اس بنیاد پر آپ پر کفر و الحاد، بے دینی و گمراہی اور گستاخی کے فتوے لگا رہے ہیں، تفصیل کے لیے علمی محاسبہ ملاحظہ فرمائیں، ہم صرف چند اوراق نقل کر رہے ہیں، کہیں کہیں بریلوی عادت سے مجبور ہمیں بھی کوسنا اور ہمارے اکابر پر الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں ہم نے ان کے جوابات دیگر کتب میں دے دیئے ہیں، باقی رہے تائید و تصدیق کرنے والے وہ ان کی فتاویٰ کی زد میں بری طرح آئیں گے، (العیاذ باللہ)

چنانچہ علمی محاسبہ میں

اللہ تعالیٰ کے لیے ”ستم ظریفی“ کا لفظ

جسٹس محمد کرم شاہ بھیروی نے اللہ تعالیٰ کو ستم ظریف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

”قدرت کی کرشمہ سازی ملاحظہ ہو، ایک طرف مظاہر فطرت کو اتنا حسین بنادیا کہ دل بے ساختہ ان کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ دوسری طرف ان میں اتنا غموض رکھ دیا کہ لاکھ چٹخنے ان کی دل کشی اور حسن

کا راز معلوم نہیں ہوتا اور اس پر ”ستم ظریفی“، یہ فرمائی کہ کھوج لگانے کی تڑپ اور سراغ رسانی کی بے تابیاں مضر کر دیں“، (تفسیر ضیاء القرآن: جلد اول/ص ۱۳۰، زیر آیت یسئلونک عن الاہلۃ طبع ۱۹۹۵ء)

ستم ظریفی کا معنی:

آئیے اپنی طرف سے متعین کرنے کے بجائے ”ستم ظریفی“ کا معنی اردو لغت سے ہی معلوم کر لیں، تاکہ ہم پر بے جا مخالفت اور تعصب و تنقید کا الزام نہ آئے۔

۱..... فیروز اللغات میں ہے:

ستم ظریف: ہنسی ہنسی میں ستانے والا، ہنس ہنس کر ظلم توڑنے والا، ایسا ظریف جس کی باتوں یا حرکتوں میں شرارت بھی ہو، ظلم میں ہنسی کا پہلور کھنے والا۔

ستم ظریفی: مذاق مذاق میں ظلم کرنا، ظلم میں مذاق کا پہلور کھنا۔ (فیروز اللغات: ص ۷۷، جامع اردو)

۲..... کفایت اردو لغت میں ہے:

ستم ظریفی: ظرافت کے پردے میں ظلم، مذاق مذاق میں ظلم کرنا۔

ستم ظریف: مذاق مذاق میں ظلم کرنے والا، ہنستے ہنستے قیامت ڈھانے والا، وہ جس ظرافت میں شوخی اور شرارت ہو، (کفایت اردو لغت: ص ۴۵۹، کفایت اکیڈمی کراچی)

علاوہ ازیں دیگر اردو لغات میں ان جملوں کے یہی معانی بیان کیے گئے ہیں، ان معانی کو دوبارہ ملاحظہ کر لیجئے اور پھر عظمتِ الہی کے پیش یہ بار بار سوچئے کہ کیا ان میں سے کوئی بھی معنی قدرتِ باری تعالیٰ کے لائق و مناسب ہے؟ یقیناً نہیں، تو پھر ایسا لفظ بولنا کہ جس میں نہ صرف ظلم بلکہ دھوکہ و فریب کا پہلو بھی موجود ہو، کیا وہ بارگاہِ خداوندی میں دوہری بے ادبی کا موجب نہیں؟ اور یہ بات شانِ باری تعالیٰ کے ہرگز ہرگز لائق نہیں، کیونکہ مذاق مذاق میں ظلم کرنا، ظلم اور دھوکہ دونوں کو مستلزم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنے کا حکم؟

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، اس لیے وہ ظلم کرنے سے بھی پاک ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ (آل عمران ۱۸۲)
اور بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم و ستم نہیں کرتا۔

مزید فرمایا:

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران، ۱۰۸)
اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔

علمائے اسلام نے لکھا ہے:

یکفر اذ وصف الله تعالى بما لا يليق۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۵۸، کوئٹہ)

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ارقام پذیر ہیں:

”اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری تعالیٰ کو اس پر قادر مانیں گے تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزر زبان و بزر وہبتان مشرک کہئے، خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے۔ قال تعالیٰ: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللّٰهُ هِيَ كَا هُوَ کَچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال اللّٰهُ قُلْ لِمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِلّٰهِ۔ تو فرما کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، تو فرما اللہ کا ہے۔ وقال تعالیٰ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کیا ان کا سا جھا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ والہذا ابلست و جماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

لا يوصف الله تعالى بالقدرة على الظلم لان المحال لا يدخل تحت القدرة وعند

المعتزلة انه بقدر ولا يفعل۔

باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور

کرتا نہیں۔ بیضاوی و عمادی وغیرہما تقاسیر میں ہے:

الظلم يستحيل صدوره عنه تعالى اه ملخصاً۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔
تفسیر کبیر میں ہے:

الذى يدل على ان الظلم محال من الله تعالى ان الظلم عبارة عن التصرف في ملك الغير والحق سبحانه لا تصرف الا في ملك نفسه فيمتنع كونه ظالماً وايضاً الظالم لا يكون لها والشئ لا يصح الا اذا كانت لوازمه صحيحة فلو صح منه الظلم لكان زوال الالهية صحيحاً وذاك محال اه ملخصاً۔

ظلم الہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف سے ہوتا ہے، حق تعالیٰ جو تصرف کرے اپنی ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم خدا نہیں ہوتا اور شے بھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے لوازم ذاتیہ ممکن ہوں تو اگر ظلم الہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے۔ اسی میں زیر قولہ تعالیٰ نضع الموازين القسط ليوم القيامة الآية لکھتے ہیں:

الظالم سفیه خارج عن الالهية فلو صح منه الظلم لصح خروجه عن الالهية۔ ظالم بیوقوف ہے، خدائی سے خارج تو اگر خدا سے ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو، (سبحان السبوح: ص ۷۲، ۷۳، لاہور)

معلوم ہوا کہ ذات الہی کے لیے ستم ظریفی اور ظلم جیسے الفاظ استعمال کرنا سراسر کفر اور موجب شرک ہے۔

علمائے بھیرہ کا اعتراف

مقام مسرت ہے ہماری اس تحقیق کو خود علمائے بھیرہ نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ”ستم ظریف، ظالم اور ستم گر کو کہتے ہیں۔ قارئین درطہ حیرت سے عالم ہوش میں آ کر ملاحظہ فرمائیں:

جسٹس کرم شاہ بھیروی کی زیر ادارت ماہنامہ ضیائے حرم شائع ہوتا رہا ہے، آج کل اس کے مدیر ان کے بیٹے محمد امین الحسنات بھیروی ہیں، انہوں نے اہل ملت کے درد و کرب کا ساتھ دیتے ہوئے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی خدمات کو سراہتے ہوئے اور ان پر جبر و استبداد اور ظلم و ستم کے توڑے گئے پہاڑوں کی مذمت کرتے ہوئے ”محسن ملت ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نمبر“ شمارہ جون، جولائی ۲۰۰۶ء

شائع کرنے کی ہمت کی ہے جس کے بیرونی ٹائٹل پر یہ شعر لکھا ہے ۔

گذر تو گئی ہے حیات تیری اے قدیر

مگر ستم ظریف بے درد کو فیوں میں گذری

ظاہر ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب پر ظلم و ستم اور جو روح جفا دار رکھنے والوں ہی کو ”ستم ظریف“ کہہ کر دنیا والوں کو ان کا ظالم، ستم گرا اور جا بروسفاک ہونا بتلایا ہے۔

☆..... ایسے ہی قاضی رب نواز خان اجیری نے لکھا ہے:

دوسرا ایجنڈا پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کا ہے جس کی کامیابی کا دار و مدار خدا نخواستہ قومی سلامتی کو داؤ پر لگا کر عدلیہ اور پارلیمنٹ کو حسب سابق ربراسٹپ بنانے کے مکروہ عزائم کی کامیابی کے ساتھ مشروط ہے..... اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس مکروہ ایجنڈے کے نقیب اس وطن کے ارباب بست و کشاد ہیں، (ماہنامہ دعوت: تنظیم الاسلام گوجرانوالہ جون ۲۰۰۸ء ص ۶)

اس عبارت کو ایک بار پھر پڑھ کر بتائیے کہ کیا ”ستم ظریفی“ کا جملہ ظلم اور زیادتی بلکہ نا انصافی کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔

ہماری علمائے بھیرہ اور ان کے متعلقین سے مخلصانہ گزارش ہے کہ خدا را وہ غور فرمائیں کہ جب انہوں نے خود ہی ”ستم ظریف“ کا معنی ظالم تسلیم کر لیا ہے تو کیا ان کا دین، اسلام، ایمان اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ محض اپنے پیرو مرشد، استاذ و مربی اور بزرگ و پیشرو کے لکھنے کے بناء پر وہ خدا کو ظالم کہتے پھریں؟ کیا وہ اپنے پیر، استاد اور مربی کی ”عبارت و ذات“ کی وجہ سے خداوندی اور حرمت الہی سے ہی دامن کش ہو جائیں ۔

میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ

فکرِ چمن ہے مجھے غمِ آشیاں نہیں

ترجمہ قرآن کی ایک جھلک

بھیروی حضرات کو کرم شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن و تفسیر پر بڑا ناز ہے، جب کہ اس میں

دیوبندیوں سے استفادہ کرتے ہوئے نامناسب بلکہ شانِ الوہیت کے برخلاف ترجمہ کیا گیا ہے، مثلاً:

آیت کریمہ نمبر ۱:

ولہما یعلمہ اللہ الذین جاہدوا منکم۔ (البقرہ: ۱۴۲)

کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ”حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے۔“

اسی سے ملتا جلتا ترجمہ دیگر دیوبندیوں، مودودیوں اور نجدیوں نے کیا ہے، جس سے واضح طور پر علم خداوندی کا انکار لازم آتا ہے کہ خدا نے ابھی تک نہ دیکھا اور نہ جانا ہے، (معاذ اللہ)

آیت کریمہ نمبر ۲:

ان ربک لبالمہر صا۔ (الفجر، ۱۴) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

”بے شک آپ کا رب (سرکشوں اور مفسدوں کی) تاک میں ہے۔“

یہ ترجمہ خصوصاً عبدالماجد دیوبند نے اور تاک میں ہے، گھات میں ہے وغیرہ کے جملوں سے عموماً دیگر دیوبندیوں نے کیا ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے کسی سے چھپ کر بیٹھنا، نظر بچا کر بیٹھنا اور اچانک چھپ کر دوسرے پر حملہ کرنا، ایسا ترجمہ شانِ الوہیت کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ مترجمین اہلسنت کے تراجم اس قسم کی خرابی سے پاک ہیں۔

تحقیقاتِ انیقہ کی ایک انوکھی مثال

کرم شاہ بھیروی صاحب کی تحقیقات چونکہ زیادہ تر دیوبندیوں سے ہی مستفاد ماخوذ ہیں، اس لیے انہوں نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں، ہم ان کی ”تحقیقاتِ انیقہ“ میں سے فقط ایک مثال بطور ”مشتے نمونہ از خروارے“ پیش کرنا چاہتے ہیں، تاکہ بھیروی گلستان کو اس بہار پر قیاس کر لیا جائے۔

سیدنا امیر حمزہؑ کے ایمان لانے کی ”تحقیق“ پیش کرتے ہوئے بھیروی صاحب نے ”آپ کب ایمان لائے“ کے عنوان کے تحت لکھا: ”علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ اعلانِ نبوت کے دوسرے سال مشرف باسلام ہوئے..... یہ امر مسلم ہے کہ حضرت حمزہؑ غزوہٴ احد میں شہید ہوئے اور غزوہٴ احد سن ۳ھ

میں وقوع پذیر ہوا، یہ امر بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے کہ آپ دوسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔
(ضیاء النبی: جلد دوم/ص ۲۵۸، ۲۵۷)

یہاں بھیروی صاحب نے اعلان نبوت کے دوسرے سال کو ہجرت کا دوسرا سال بنا ڈالا اور کہا کہ چونکہ تین ہجری میں آپ کا وصال ہوا، لہذا آپ نے اعلان نبوت کے دوسرے سال اسلام قبول کیا۔
اندازہ فرمائیے! کہاں ہجرت کا دوسرا سال اور کہاں اعلان نبوت کا دوسرا سال؟ لیکن بھیروی صاحب نے دونوں کو ایک ہی بنا دیا ہے، ایسی انوکھی تحقیق پر ہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، کیا ایسے لوگ ہی ”ضیاء الامت“ ہوتے ہیں؟

پتھر مورتیوں کے لیے اختیارات کا نظریہ

بھیرہ کی مایہ ناز شخصیت محمد کرم شاہ اس قدر بے راہ ہو گئی کہ دیوتاؤں کے اختیارات کا باطل نظریہ بھی قائم کر لیا۔ ملاحظہ ہو! ان اللہ علی کل شے قدير۔ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، ہندی، مصری اور یونانی دیوتاؤں کی طرح اس کے اختیارات محدود نہیں ہیں“، (ضیاء القرآن: جلد اول/ص ۳۹)

دیوتا ہندوؤں کے نزدیک بھگوان کا اوتار، ان کے عقیدے کے مطابق خدا کسی جنم میں داخل ہو کر مخلوق کی اصلاح کے لئے دنیا میں آتا ہے، جس بت پتھر وغیرہ کی وہ پوجا کرتے ہیں، اس کے متعلق ان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ بھگوان (خدا) کا اوتار یعنی اس میں خدا داخل ہے اور وہ بت ان کی مشکلیں ٹالتے ہیں، ان کے پاس اختیارات ہیں، تو ”جسٹس کرم شاہ بھیروی صاحب“ ہندوؤں کی طرف سے شکرے کے مستحق ہیں کہ اسلام نے بتوں کے اختیارات کی کلیۃً نفی کی ہے اور جناب نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالا، مسلمانوں کو شرماتے ہوئے ان کے بتوں کے اختیارات تسلیم کر لئے ہیں اور فرق صرف یہ رکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اختیارات لامحدود ہیں جب کہ ان دیوتاؤں کے اختیارات محدود ہیں، یہ عقیدہ سراسر باطل، غیر اسلامی اور شرک کے مترادف ہے۔

گستاخِ رسول کا تحفظ

مسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے گستاخِ رسول واجب القتل، مرتد اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے، اسے کافر نہ کہنا بذاتِ خود کفر ہے، لیکن جناب جسٹس بھیروی نے اجماعِ امت کا انکار کرتے ہوئے گستاخِ رسول کو یوں تحفظ فراہم کیا ہے، فرماتے ہیں ”کسی کو گستاخِ رسول (ﷺ) کہنے کا وقت گزر گیا“، (ملفوظات ضیاء الامت: ص ۳۶، مکتبہ جمالِ کرم)

مزید کہتے ہیں ”کسی گستاخِ رسول (ﷺ) کو کافر کہنے کا دور گزر گیا ہے“، (جمالِ کرم: ج ۳/ص ۶۹۴؛ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

نوٹ: یہی عبارت ضیاء الامت نمبر ص ۳۶۱ پر بھی موجود ہے۔

ملاحظہ فرمائیں!

کرم شاہ بھیروی صاحب نے کھلی چھٹی دے دی ہے، اب جو بھی بد بخت رسول اللہ ﷺ کو منہ بھر کے گالیاں دے، آپ ﷺ کی توہین کرے، آپ ﷺ کی ایذا کا ارتکاب کرے، جس طرح بھی شانِ رسالت میں تنقیص، تحقیر اور بے ادبی، گستاخی کا مرتکب ہو اسے قطعاً گستاخِ رسول نہیں کہنا چاہئے بلکہ گستاخ بھی نہیں قرار دینا چاہئے، کیونکہ اب اس کام کا وقت ان کے نزدیک گزر چکا ہے، اب نیا دور ہے، اس دور کو شاید بھیروی صاحب اسلام کا دور نہیں سمجھتے، انہوں نے شاید اسلام کو اپنے زمانہ و علاقہ جات سے دبیس نکالا دے دیا ہو اور وہاں پر اپنے نظریات و اجتہادات غیر اسلامیہ کا نفاذ کر چکے ہیں کہ جس میں گستاخِ رسول جیسے موذی، خبیث، بد بخت اور بد سرشت شخص کے متعلق بھی پورے پورے تحفظات ہیں، ورنہ اسلام کے نزدیک ایسے بے ایمانوں کو کافر، مرتد، بے ایمان اور بے دین کہنا چاہئے، جو انہیں کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

درمندانِ اہلسنت سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ کرم شاہ صاحب کی عبارت کے تیور دیکھیں اور سوچیں کہ کیا وہ دراصل یہ نہیں کہنا چاہتے کہ گستاخِ رسول (ﷺ) کو کافر کہنے کا دور گزر چکا ہے، اب گستاخوں کو مسلمان کہنے کا دور آ گیا ہے، یہی وجہ ہے بھیروی صاحب نے قاسم نانوتوی کی عبارت کو کفریہ نہیں کہا۔

بھیروی حضرات کی ایک فاسد تاویل

چاہئے تو یہ تھا کہ دیگر مسلمانوں کی طرح اگر بھیروی گروپ سے تعلق رکھنے والے افراد بھی خود کو مومن، مسلمان، عاشقِ رسول اور نبی کریم ﷺ کے وفادار خیال کرتے ہیں اور غیرتِ ایمانی کے جذبہ کی کوئی رقت ان کے اندر موجود ہے تو وہ اس عبارت سے اسرِ شرارت کو دیوار سے مار دیتے، لیکن جن لوگوں کے ہاں ”پیر“ کی ذات سب سے آگے ہو وہ سب کچھ اسے ہی سمجھتے ہوں، انہیں ایسی باتوں پر غور کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ کچھ یہی اندازہ بھیروی حضرات نے اختیار کیا ہے، بجائے خدا و رسول کی عزت و حرمت پر سب کچھ قربان کر دینے کے انہوں نے اپنے ”پیر“ کی عزت کا مصنوعی ڈھونگ رچا کر حرمتِ الہی اور عزتِ نبوی کو داؤ پر لگا دیا، (معاذ اللہ)

جب انسان اپنی اصلیت بھول جاتا ہے یا اصول کا خون کر بیٹھتا ہے تو اسے کچھ بھائی نہیں دیتا، بھیروی حضرات بھی اسی کیفیت کا شکار ہو چکے ہیں اور اپنے ”پیر“ کی اس کفریہ عبارات کی یوں تاویل کرتے ہیں:

”علامہ الطاف ازہری نے آپ کے ملفوظات تحریر فرمائے جنہیں ماہنامہ ضیائے حرم کے ضیاء الامت نمبر میں شامل کیا گیا، ملفوظات درج کرتے وقت کتابت کے دوران ایک جملہ ادھورا رہ گیا جس کے سبب بعض حلقوں نے اس عاشقِ رسول کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے کا دھندہ شروع کر رکھا ہے..... جن احباب کے پاس جمالی کرم ہے وہ وضاحت کے مطابق اس مقام پر تصحیح کر لیں، آپ نے فرمایا، ”کسی کو گستاخِ رسول یا کافر کہہ کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براؤنے کا دور گزر گیا ہے، جمالی کرم میں جملے کے درمیان ”یا“ کا لفظ بھی رہ گیا ہے اور ”اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براؤنے“ کے الفاظ بھی درج نہیں۔“ (ضیائے حرم نومبر ۲۰۰۴ء، از حافظ احمد بخش ناظم تعلیمات مدرسہ غوثیہ بھیرہ ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حرم)

اس قسم کا مضمون شمارہ جولائی ۲۰۰۵ء کو دوبارہ چھاپ کر سمجھانے والوں کو دھمکی بھی دی گئی ہے۔

تاویل یا تحریف اور غدر لنگ؟

بھیروی مدرسہ کے ناظم تعلیمات صاحب نے یہاں دروغ گوئی، تحریف و خیانت اور بے جا جانب داری سے کام لیا ہے، ان کا کہنا کہ ”جمال کرم“ میں کچھ لفظ رہ گئے ہیں، سراسر کذب بیانی ہے، کیونکہ قبل ازیں ”ضیاء الامت نمبر“ ص ۳۶۱ پر بھی یہی جملہ تھے اور جمال کرم میں بھی وہی جملہ موجود ہیں، ملاحظہ ہو:

بھیروی گروپ کے محمد الطاف حسین ازہری نے ”حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ بحر علم و حکمت کے عظیم شاور“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا، جس میں ”راہ نور دان علم و حکمت کے لئے مہر سپہ علم و عرفان کی چند ایمان افروز نصیحتیں“ کے تحت تحریر کیا ہے:

”اب ہم علم و حکمت کے اس رشک صد آفتاب کی زبان فیض تر جمان سے صادر ہونے والے چند ارشادات عالیہ نقل کرتے ہیں، اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ بعینہ وہی الفاظ ذکر کئے جائیں جو آپ کی زبان مبارکہ سے صادر ہوئے، کیونکہ اس مرد درویش کی زبان کیمیا اثر سے نکلنے والے ہر لفظ میں وہ تاثیر ہے جو اس کے مقابلے میں صفحات کے صفحات کا لے کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتی، ضیاء الامت نمبر: ص ۳۵۷، ۳۵۸)

اس پیرا گراف کو دوبارہ پڑھ لیجئے تاکہ اگر آپ کے گوشہ خیال میں کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی باقی رہ گیا ہو تو آپ اسے جھٹک کر اس حقیقت کو جان سکیں کہ ”ملفوظات“ لکھنے والے نے اپنی طرف سے ایک لفظ اور کوئی حرف بھی آگے پیچھے نہیں کیا، بلکہ بعینہ کرم شاہ صاحب کے الفاظ نقل کئے ہیں، جس کے مقابلے میں کچھ لکھنے کو وہ ”اوراق کا لے کرنا“ تصور کرتے ہیں۔ اب واضح ہے کہ اس ملفوظ کے مقابلے میں جو حضرات اپنی تحریف و تاویل اور تبدیل کی حرکت کے مرتکب ہیں وہ الطاف بھیروی کے نزدیک سیاہی اور اراق کے ساتھ ساتھ اپنا نامہ اعمال بھی سیاہ کرنے والے ہیں۔

الطاف ازہری بھیروی نے اپنے پیر صاحب کا یہ ملفوظ نقل کیا ہے کہ:

”فرمایا کسی کو گستاخ رسول، کافر کہنے کا دور گذر گیا ہے،“ (ضیاء الامت نمبر: ص ۳۶۱)

اور یہی موقف دوسری جگہ یوں نقل کیا ہے کہ ”کسی گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کافر کہنے کا دور گذر گیا

ہے، (جمال کرم: جلد سوم/ص ۹۹۴)

یہاں بھی اقرار کیا ہے کہ یہ بعینہ کرم شاہ صاحب کے الفاظ ہیں۔

تیسرے مقام پر بھی لکھا گیا ہے:

”کسی کو گستاخ رسول (ﷺ) کہنے کا وقت گزر گیا ہے“، (ملفوظات ضیاء الامت: ص ۳۶، مکتبہ

جمال کرم)

اب نئے ایڈیشن میں ملفوظات ضیاء الامت سے یہ عبارت نکال دی گئی ہے۔

غیرتِ ایمانی کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ صرف ”جمال کرم“ نہیں تین مقامات پر ایک ہی موقف ہے کہ ”گستاخ رسول کو نہ گستاخ کہنا چاہئے اور نہ ہی کافر“ گویا کہ C.295 ایک یعنی تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے نیچے ادھیڑ دیئے ہیں، لیکن بھیروی حضرات کے کانوں پر جوں تک نہیں ریگتی، انہیں ابھی بھی اپنے پیر کی مصنوعی عزت کو بچانے کی فکر ہے، ناموس رسالت کا کوئی احساس نہیں۔

تبدیل شدہ جملے کا حال:

بڑی محنت کے بعد اسے اپنے پیر کی عزت کو تحفظ دینے کی خاطر، ان کے ملفوظ کے مقابلے میں (بقول الطاف بھیروی) جو اوراق کالے کر کے ایک نیا تبدیل شدہ جملہ بنایا گیا اگر لمحہ بھر کے لئے اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا بھیریوں کے دُعا میں اس کی وجہ سے چھٹکارا ہو سکتا ہے؟ کیا ناموس رسالت کا تحفظ ہو گیا؟ کیا گستاخ رسول کی سرکوبی ہو گئی؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو! حافظ احمد بخش بھیروی نے لکھا ہے:

آپ نے فرمایا ”کسی کو گستاخ رسول یا کافر کہہ کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا دور گزر گیا“، (ضیائے حرم شمارہ نمبر ۲۰۰۴ء)

یعنی کسی فرد کو گستاخ یا کافر قرار دے کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا دور گزر گیا ہے، لہذا نہ کسی کو گستاخ اور کافر کہو اور نہ ہی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی زحمت اٹھانا پڑے، مزید کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ذرا درود لغت میں ”عہدہ برآ ہونے“ کا مطلب دیکھ لیجئے، تاکہ ہم پر الزام دھرنے کا شبہ نہ ہو، ملاحظہ ہو لکھا ہے:

☆ عہدہ برآ: ادا کرنے والا، سبکدوش ہونے والا۔

☆ عہدہ برآ: ذمہ داری سے سبکدوش ہونا، بری الذمہ ہونا، فرض ادا کرنا، وعدہ پورا کرنا،

(کفایت اردو لغت: ص ۵۵۶)

بات یہ ہے کہ خدا اور رسول کی طرف سے مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ اگر کوئی بد بخت توہین اور گستاخی کا مرتکب ہو تو وہ اسے کافر قرار دے کر اپنی ذمہ داری پوری کریں، یہ ان کا فرض ہے، خدا اور رسول کے ساتھ ان کا وعدہ ہے، جبکہ بھیرودی کرم شاہ کا کہنا ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ کوئی گستاخی اور بے ادبی کر دے تو تم اسے گستاخ اور کافر قرار دے کر مسلمان ہونے کے ناطے جو تم پر فرض اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسے پورا کرتے رہو، بلکہ یہ کام چھوڑ کر خود کو کسی اور کام کے لئے وقف کر دو کیونکہ یہ دینی فرض ادا کرنے کا دور گزر چکا ہے۔

یعنی نہ کسی کو گستاخ اور کافر کہو اور نہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کرو، کیونکہ اب اس کا دور گزر گیا ہے کہ آدمی یہ فریضہ ادا کرے۔

نوٹ: یاد رہے کہ بھیرودی حضرات کی طرح ہماری طرف سے یہ کرم شاہ صاحب کی عبارت میں تحریف نہیں، بلکہ ان کی عبارت کی صحیح توجیہ ہے جیسا کہ الطاف حسین بھیرودی نے لکھا ہے: ”فرمایا کسی کو گستاخ رسول، کافر کہنے کا دور گزر گیا، کسی کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں.... الخ، (ضیاء الامت نمبر: ص ۳۶۱)

یعنی کوئی کام کرنا چاہئے، یہ بھی کوئی کام ہے کہ کسی گستاخ رسول کو کافر کہا جائے اور پھر اس کے خلاف کارروائی کی جائے، (معاذ اللہ)

گویا قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین اور دیگر اکابرین و علمائے دین کا گستاخوں کو کافر کہنا اور امت مسلمہ کا صحابہ کرام سمیت گستاخوں کے خلاف اپنی توانائیاں صرف کرنا، تحفظ ناموس رسالت کی خاطر کٹ مرنا اور گستاخوں کو تہ تیغ کرنا سب فضول چیزیں ہیں، یہ کوئی کام نہیں ہے، کام تو وہ ہے جو بھیرودی حضرات کر رہے، شاید اسی لئے کرم شاہ صاحب نے دیوبندیوں پر کفر کے فتوے صادر کرنے والوں کی عمروں کو برباد قرار دیا ہے، (العیاذ باللہ تعالیٰ)

فیصلہ کیجئے کیا عاشقِ رسول ﷺ ایسے ہی ہوتے ہیں جو عشاقِ رسول ﷺ کی محبت رسول ﷺ کا مذاق اڑائیں اور پھر جو ایسے بد نصیبوں کی سرکوبی کرے تو اُسے کافر و گستاخِ رسول قرار دیں اور یہ مکروہ دھند انھوں نے شروع کر رکھا ہے یا جو گستاخِ رسول کو تحفظ دے وہ لوگ مکروہ دھند سے کام لے رہے ہیں!!

بھیروی صاحب کا اعترافِ توہینِ رسالت

کرم شاہ بھیری صاحب لکھتے ہیں:

کاش ہم نے ذاتِ پاک حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توہدفِ تنقید نہ بنایا ہوتا، کاش یا ر لوگوں کی زبانیں بارگاہِ رسالت میں گستاخی سے تو باز رہتیں۔ (ضیاء القرآن: ج ۱/ ص ۲۶۲، ارشاداتِ ضیاء الامت: ص ۸۶)

اس عبارت میں بھیری صاحب نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک کو ہدفِ تنقید بنایا ہے، جو کہ سراسر توہین، بے ادبی اور گستاخی ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ جو شخص ازراہ مذاق یا کسی بھی صورت میں خود کو کفر و ارتداد اور توہین و تنقیص کی طرف منسوب کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

کتب فقہ و فتاویٰ مثلاً فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں، لہذا اب کہا جاسکتا ہے ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(علمی محاسبہ ص ۲۹ تا ۴۴)

ترجمہ جمال القرآن میں گرامر کی اغلاط

آگے لکھا ہے:

جسٹس کرم شاہ بھیروی کے ترجمہ قرآن بنام ”جمال القرآن“ میں گرامر کی اغلاط کی بھرمار ہے،

چند نمونے ملاحظہ ہوں:

۱... ”وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ“ اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں“، (۳۲/۱) جبکہ صحیح

ترجمہ یوں ہے ”اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں“، کیونکہ ”هُمْ“ کے بعد ”یوقنون“ لانے سے حصر کا معنی ہو جاتا ہے، ملاحظہ ہو: (روح المعانی ۱/۱۱)۔

۲... ”او کصیب من السماء“ کا ترجمہ کیا ”یا ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان

سے برس رہی ہے“، (۳۸/۱)

حالانکہ ”صیب“ سے پہلے ”ذوی“ یا ”اصحاب“ کا لفظ مقدر ہے، ملاحظہ ہو: (تفسیر نسفی و تفسیر

جلالین)۔

جس کا معنی بنتا ہے ”ان کی مثال بارش والوں کی سی ہے“۔

۳... ”يُخْطَفُ ابْصَارُهُمْ“ کا معنی کیا ”ان کی بینائی اچک لے جائے گی“، (۳۸/۱)

جبکہ ابصار، بصر کی جمع ہے از روئے لغت معنی بنتا ہے ”ان کی آنکھیں اچک لے جائے“۔

۴... ”كَلَّمَا اضْأَ لَهُمْ“ کا ترجمہ کرتے ہیں ”جب ان کے لئے کچھ چمک ہوتی ہے“،

(۳۸/۱)

جبکہ کما کا معنی ہے جب بھی یا جب کبھی دیکھئے: (المنجد ص ۶۹۲)

لہذا صحیح ترجمہ ہوگا ”جب بھی ان کے لئے روشنی ہوتی ہے“۔

۵... ”وَلَهُمْ فِيهَا ازْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ“ کا معنی لکھا ہے ”ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں

(بھی) ہوں گی“۔ (۴۲/۱)

اس میں دو غلطیاں کی ہیں: (۱) ”فیہا“ میں ”ہا“ ضمیر کا مرجع ”جنت“ کو ٹھہرایا، حالانکہ ”جنت“

نہیں ”جَنَات“ ہے، جو جمع ہے، لہذا معنی ”جَنَّتوں یا بہشتوں“ کرنا چاہئے تھا۔

(۲) ”ہوں گی“ کی جگہ ”میں“ کرنا چاہئے، کیونکہ وہ بیویاں اب بھی موجود ہیں، ملاحظہ ہو: (تفسیر

کبیر: ۱۲۶/۱)

۶... ”اِنَّ اللہَ لَا یَسْتَحِی“ کا ترجمہ ”نہیں شرماتا“ کیا۔ (۴۲/۱)

شرمانا یا نہ شرمانا بندوں کے اوصاف ہیں، یہاں ”حیا“ ترک کے معنی میں ہے، ملاحظہ ہو: قرطبی:

۱/۲۴۲ اور دیگر، لہذا صحیح معنی ہوگا ”وہ مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا“۔

۷... ”بعضکم لبعض عدو“ کا ترجمہ کیا ”تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے“۔ (۴۹/۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنت سے اترنے والے حضرت آدم و حضرت حوا اور اُن کی اولاد سب ایک

دوسرے کے دشمن ہوں گے، (معاذ اللہ) جو کہ بالکل غلط ہے، صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ”تمہارے بعض بعض

کے دشمن ہوں گے“ کیونکہ یہاں بعض کا بعض سے تقابل ہے، ملاحظہ ہو: (تفسیر نسفی: ۴/۱، اور جلالین)

۸... ”لَا تَجْزِی نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئاً“ کے ترجمہ میں لکھا ”کوئی جان کسی دوسری جان کی

طرف سے کوئی بدلہ نہ دے سکے گی“۔ (۵۲/۱)

یہ ترجمہ عربی گرامر کے قاعدہ کے خلاف ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی اسم کمرہ مکرر آتا ہے تو پہلا کمرہ

دوسرے کمرہ کا غیر ہوتا ہے، اس لئے مفسرین نے پہلے ”نفس“ سے ”نفس مومنہ“ مراد لیا اور دوسرے

”نفس“ سے ”نفس کافرہ“ مراد لیا ہے، ملاحظہ ہو: تفسیر مدارک وغیرہ، صحیح ترجمہ یوں ہوگا:

”کوئی مومن جان کسی کافر جان کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی“۔

اس ترجمہ سے عقیدہ اہلسنت کے مطابق قیامت کے دن مسلمانوں کے حق میں نفع رسانی اور

شفاعت کی بھی نفی لازم نہ آئے گی۔

۹... ”حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارکم

ما تحبون“ کا ترجمہ کیا ”یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا اور نافرمانی کی بعد اس کے

کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات“۔ الخ

اس میں ”اذا“ ظرفیہ متضمن ہے معنی شرط کو، ترجمہ میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا گیا، ملاحظہ ہو جلالین۔

لہذا اس کا پورا معنی یوں ہوگا ”یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تو اس نے تم سے اپنی مدد روک لی۔“

۱۰۔۔۔ ”فمن اضطرّ غیر باغ“ کا ترجمہ کرتے ہیں ”جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو“ حنفی کہلانے کے باوجود اس ترجمہ میں سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کی مخالفت کی گئی ہے۔ جبکہ اس کا حنفی ترجمہ ”خوابش کرنا، چاہنا اور چیز کی جستجو اور تلاش کرنا ہے۔“ نافرمانی کرنا ہمارے خلاف ہے، ملاحظہ ہو: (روح المعانی ۲/۷۳، نسفی ۱/۹۲)

۱۱۔۔۔ ”کتب علیکم الصیام“ میں ”صیام“ کو صوم کی جمع بنا کر اس کا ترجمہ ”تم پر روزے فرض کئے گئے“ کیا ہے۔ (۱۲۳/۱)

جبکہ ”الصیام“ جمع نہیں بلکہ قام یقوم قیام کے وزن پر صام، یصوم، صیام، مصدر ہے۔ ملاحظہ ہو: (تفسیر کبیر، روح المعانی ۲/۴۸، تفسیر مدارک ۱/۲۶)

”صیام“ کا معنی ”روزے“ کرنے سے قبل اتنا ہی غور کر لیا جاتا کہ اگر بالفرض یہ جمع ہوتا تو اگلا جملہ ”کما کتب علی الذین“ میں ”کتب کی جگہ“ ”کتبت“ ہوتا۔ لہذا اس کا صحیح ترجمہ ہوگا ”تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔“

۱۲۔۔۔ ”ان امرء ہلک لیس له ولد“ میں ”ولد“ کا معنی ”اولاد“ کیا۔ (۴۳۹/۱) جبکہ یہاں اس کا معنی ”بیٹا“ کرنا چاہئے تھا کیونکہ ”اولاد“ بیٹے اور بیٹی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ یہاں ”ولد“ سے صرف بیٹا مراد ہے، بیٹی نہیں، ملاحظہ ہو: (تفسیر نسفی ۱/۲۶۹)

۱۳۔۔۔ ”وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ“ کا معنی کیا ہے ”اور کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ طلب کرے آپ سے تو پناہ دیجئے اسے“، (۱۸۱/۲)

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ”اگر کوئی ایک مشرکین میں سے تیری پناہ چاہے تو اسے پناہ دیجئے۔“

۱۴۔۔۔ ”ان الله فالح الحب والنوی“ کا ترجمہ یوں کیا ”بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے۔“ (۵۸۵/۱)

یہاں ”الحب“ حبۃ اور ”النوی“ نواۃ کی جمع ہے۔

ملاحظہ ہو: کتاب المعجم الوجیز: ۱/ ۶۴، روح البیان، روح المعانی، تفسیر قرطبی وغیرہ) اس لئے صحیح ترجمہ یوں ہوگا ”بیشک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کو چیرنے والا ہے۔“

۱۵... ”حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقناہ لبلد مہیت“ الخ، کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ”یہاں تک کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادل کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی غیر آباد زمین کی طرف چلاتے ہیں“ (۴۰/۲)

یہاں یہ غلطی کی ہے کہ سحاب و ثقال کو واحد بنا دیا جب کہ ”السحاب“، ”السحابۃ“ کی اور ”ثقال“، ”ثقیل“ کی جمع ہے، لہذا درست ترجمہ یہ ہوگا ”یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی غیر آباد زمین کی طرف چلاتے ہیں۔“

۱۶... ”واذ کروا اذ جعلکم خلفاء“ کا ترجمہ کیا ہے ”اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس قوم کا جانشین کیا۔“ (۴۵/۲)

اسی ترجمہ میں لفظ ”اذ“ کو ظرفیہ بنا کر مفعول فیہ بنایا گیا ہے، اس لئے اس کا معنی ”جب“ کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں ”اذ“ نہ ظرفیہ ہے، نہ مفعول فیہ بلکہ یہ ”اذ کروا“ کا مفعول بہ ہے، ملاحظہ ہو، تفسیر مدارک: ص ۷۰، جلالین، جمل: ۱۵۶/۲)

اس کا صحیح معنی یوں ہوگا ”تم اپنے جانشین بنائے جانے کے وقت کو یاد کرو۔“

۱۷... ”واذا اخذ بر اس اخیه یحزہ الیہ“ کا ترجمہ کرتے ہیں ”اور پکڑ لیا سراپے بھائی کا (اور) کھینچا اسے اپنی طرف۔“ (۸۶/۲)

یہاں اپنی طرف سے ”اور“ کا بریکٹوں میں اضافہ کر کے اسے ”یحزہ“ سے الگ جملہ بنا دیا جو کہ عربی گرامر سے غلط ہے، کیونکہ یہ ”اخذ“ فعل مذکور میں ضمیر مستتر فاعل ”هو“ سے حال ہے، الگ جملہ نہیں، لہذا صحیح ترجمہ یوں گا ”اور موسیٰ اپنے بھائی (ہارون) کے سر کے بال پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔“ ملاحظہ ہو، تفسیر مدارک: ۳۸۸/۱)

۱۸... ”وان تدعوہم الی الہدی لا یتبعوکم“ میں ”تدعو“ اور ”کم“ کو واحد پر محمول کر کے اس کا ترجمہ کر دیا اور اگر تو بلائے انہیں..... تو نہ پیروی کریں تمہاری“ (۱۱۴/۲)

حالانکہ اگر ”تدعو“ واحد ہوتا تو اس کا ”واو“ حرف علت ہے، جو ان شرطیہ جازمہ کی وجہ سے گر جاتا ہے جبکہ وہ نہیں گرا، البتہ اس کا نون اعرابی گر گیا ہے۔ مترجم نے ”لا یتَّبِعُوکم“ پر بھی غور نہیں کیا۔ شاید انہیں غلطی کا احساس ہو جاتا، صحیح ترجمہ یوں ہے: ”اور اگر تم بلاؤ انہیں“ الخ۔

۱۹... ”ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم“ کا ترجمہ یوں کیا ہے ”اور اے مخاطب اگر تو دیکھے جب جان نکالتے ہیں کافروں کی فرشتے (اور) مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر“۔ (۱۵۷/۲)

یہاں (اور) کا اضافہ کر کے اسے الگ الگ دو جملے بنا دیا۔ حالانکہ ”یضربون وادبارہم“ الملائكة فاعل سے حال واقع ہے، ملاحظہ ہو تفسیر نسفی۔

اس لئے صحیح ترجمہ اس طرح ہوگا ”فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے ان کی جان نکالتے ہیں“۔

۲۰... ”کأَما اغشىٰ وجوهہم قطعاً من اللیل مظلماً“ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ”گویا ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے کالی رات کے کسی ٹکڑے سے“ (۲۹۴/۲)

اس میں غلطی یہ کہ ”قطعاً“ کو واحد بنا دیا گیا، حالانکہ وہ جمع ہے ملاحظہ ہو: تفسیر نسفی: ص ۷۴۱۔

اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے ”گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے“۔

اس ترجمہ میں اور بھی متعدد اغلاط موجود ہیں، یہ صرف میں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی لمبی ہے داستان بھیروی!

(علمی محاسبہ ص ۸۷ تا ۹۴)

ہم نے تفصیل سے کرم شاہ کا رد نقل کر دیا ہے، اب تمام فتوے مصدقین و مؤیدین پر بھی لگے،

کیونکہ رضا خانی مذہب یہی کہتا ہے۔ کہیں کہیں باؤلے کتے کی طرح ہمیں بھی بھونکنا شروع کر دیتے ہیں، ہم کہیں ان کو ڈنڈا مار دیتے ہیں اور کہیں درگزر کر دیتے ہیں۔

اوجھڑی کا تفصیلی ذکر اور فاضل بریلوی کا رد

مسئلہ نمبر ۹

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت نسیکہ ام عمرو بن جلاسؓ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی، انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی پھر رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھری تھی۔ آپ نے اس چھری کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ ﷺ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے جس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا (اوجھڑی کا ٹکڑا) تھا اور اس میں بکری کی دہنی تھی حضرت نسیکہ نے کہا حضرت عائشہؓ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں اس وقت انہوں نے کہا ہم نے آج بکری ذبح تھی اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ باقی نہیں رہا، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں وہ سب باقی ہے جو اس کے سوا ہے۔ (المجم الکبیر: ج ۲۵/ص ۴۴، اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجع ضعیف روای ہے، مجمع الزوائد: ج ۵/ص ۳۶)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں۔

اسی طرح طحاوی نے کہا ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کی کسی زوجہ کے پاس گیا جن کا انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہؓ تھیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا، آپ نے فرمایا اگر تم اس پیٹ سے میرے لئے فلاں فلاں چیز پکا دو وہ کہتی ہیں ہم نے آپ کے لئے وہ چیزیں پکا دیں آپ ﷺ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں (مخبر الافکار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار: ج ۱/ص ۳۸۸، قدیمی کتب خانہ

کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔ (نعمۃ الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۷۰۶)

شاید کسی کوڑھ مغز رضا خانی کو اعتراض سوچے کہ پہلی روایت میں راوی ضعیف ہے تو گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ حدیث ضعیف ہو جائے گی جب کہ تمہارے پاس تو صرف احمد رضا خان کا قیاس ہے اوجھڑی کے ناجائز کہنے پر، افسوس صد افسوس کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ تو ضعیف حدیث کے سامنے بھی اپنا قیاس چھوڑ دیں مگر تم نہ چھوڑو، (کیسے خفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو پھر)۔

دوسری بات یہ ہے حدیث کی تائید دوسری حدیث کر رہی ہے لہذا ضعف ختم ہو جائے گا۔ تیسری بات کیا پیدی کیا پیدی کا شور بہ، تمہارا محدث تو استدلال کر کے بتا رہا کہ ان احادیث سے اوجھڑی کھانے کا ثبوت ملتا ہے، مگر تمہارے مذہب میں جاہلوں کی بات کیا علماء سے زیادہ ثقہ و معتمد ہوتی ہے؟ مفتی محبوب علی خان قادری لکھتے ہیں:

اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا ناجائز ہے، (اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم: ص ۲) مفتی افضل الدین صاحب لکھتے ہیں:

زید کا قول اس بارے میں کہ اوجھڑی آنتوں کا کھانا جائز اور درست ہے بدرت از بول (پیشاب سے بدتر) ہے زید کا اوجھڑی کھانے کے حکم دینا ناشی از جہالت فاحشہ ہے (ص ۳، ۹) مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب ناجائز اور گناہ ہے۔ (ایضاً ص ۶) مفتی غلام احمد شر قپوری صاحب لکھتے ہیں:

اوجھڑی اور کپورے کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔

حلال اور طیب کھانا دعا کی قبولیت کا سبب ہوا کرتا ہے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن وقاصؓ بارگاہ مصطفویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمائیں کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں ارشاد ہوا کہ اے سعد! پاک روزی کھاؤ تو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے قسم ہے اس

ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ بندہ ایک لقمہ حرام کھاتا ہے تو چالیس روز تک دعا کی قبولیت سے محروم رہتا ہے، (کنز الایمان)

ثابت ہوا کہ جو آدمی اوجھڑی اور کپورے وغیرہ کھائے قبولیت دعا سے محروم رہے گا، اس لئے کہ یہ پاک چیزیں نہیں بلکہ خبیث اور ناپاک چیزیں ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

عام حالات میں حرام اشیاء (اوجھڑی وغیرہ) کا استعمال حرام ہی ہوگا۔ (ص ۳۶)

چونکہ ان کے نزدیک اوجھڑی حرام ہے، دوسری طرف حرام کی تعریف اور حکم بھی دیکھ لیں۔

تعریف حرام:

ماثبت بدلیل قطعی لاشبہہ فیہ۔ (جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو)۔

حرام کا حکم:

حرام کا ایک بھی قصد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس سے بچنا فرض ہے جیسے خون جاری کہ نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے، (ص ۲۲)

اب خود اندازہ لگائیں حرام اوجھڑی کو کہتے ہیں اور حرام تو دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے، ان لوگوں کے پاس دلیل یہ ہے:

متداول کتب فقہ میں اوجھڑی اور آنتوں کا کوئی حکم نہیں ملتا، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں بدلائل ثابت فرمایا کہ اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (ص ۵)

اور یہ بات اقتدار نعیمی نے بھی تسلیم کی ہے کہ اس کو اعلیٰ حضرت سے پہلے کسی فقیہ نے مکروہ نہیں قرار دیا ہے۔

تو اب ہمارا رضا خانی قوم سے سوال ہے حرام بھی کہتے ہو اور دلیل فاضل بریلوی! کیا یہ تمہارے نزدیک دلیل قطعی کا نام ہے؟ ورنہ دلیل قطعی پیش کرو! میرے خیال میں اسی لئے فاضل بریلوی کو رضا خانی نبیوں سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔

قارئین کرام! انتہویوں اور اجہڑی کو حرام و مکروہ اور کیا کچھ کہنے کے بعد کیا بریلوی حضرات دیانت داری اگر ہے تو بتائیں کہ یہ فتوے رسول پاک ﷺ اور ان کے گھر پر لگتے ہیں یا نہیں؟ کیا تم گستاخ رسول بنو گے یا نہیں؟؟

شاید اسی وجہ سے تو تمہارے مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے نبی پاک ﷺ کے لئے لکھا نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا۔ (نور العرفان ص ۹۹)

اور جب انوار العلوم ملتان والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بجائے رد و قدح کے صاف لکھ دیا۔
بر تقدیر صدق سوال صورت مسئلہ کے مطابق بالفرض اگر آپ ﷺ نے احکام شریعت کے نزول سے قبل بتوں کے نام کا ذبیحہ کھا بھی لیا ہو تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ علماء نے کتب عقائد میں تصریح فرمائی ہے کہ وحی سے قبل یہ ممنوع نہیں ہے واما قبلہ فلا دلیل علی امتناع صدور الکبیرۃ (شرح عقائد)، اذ لا دلالة للمحجۃ علیہ، حاشیہ۔ (مہر دارالافتاء) مفتی غلام مصطفیٰ رضوی ۰۹ / ۰۳ / ۰۵ (معاون مفتی محمد حسن سعیدی) واللہ تعالیٰ اعلم

(العیاذ باللہ، نستغفر اللہ و نتوب علیہ)

اب سیفیوں کی لڑائی دیکھیں

مسئلہ نمبر ۹

احمد علی سیفی اور اس کے بیٹے صوفی ثار الحق سیفی سے دست و گریباں ہیں ان کا قصہ ملاحظہ فرمائیں:
اصل مسئلہ کیا ہے وہ ہم انہی سے انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں صوفی ثار الحق سیفی کے مریدوں نے ایک کتاب لکھی ہے ”اکرام الحق“ اس میں وہ لکھتے ہیں:

حضرت مبارک صاحبؒ (سیف الرحمان پیراچی) کے وصال شریف کے بعد سلسلہ سیفیہ کے کچھ حضرات نے حضرت اقدس (صوفی ثار الحق) کے مریدین و معتقدین کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور حضرت اقدس (صوفی ثار الحق سیفی) کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا اور مختلف حیلے بہانوں سے

دوستوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا، لہذا (مجلس شوریٰ نے) فیصلہ کیا کہ ایک پاکٹ سائز رسالہ شائع کیا جائے، جس کے ذریعے دوستوں کو مختصر حالات کی اصلیت سے آگاہی بخشی جائے، اس لئے سولہ صفحات پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا گیا اس رسالہ کے رد میں جماعت نقشبندیہ سیفیہ نے ایک رسالہ شائع کیا جس کو موسوم کیا گیا اظہار الحق فی خرافات صوفی ثار الحق، جواب اختلاف جس کے مؤلف حافظ سید اظہار الحق شاہ ہیں اور اس کے لیے مشورہ دینے والے مخدوم زادگان (اس کا ثبوت یہ ہے کہ ملنے کا پتہ مرکزی آستانہ عالیہ فقیر آباد لکھنؤ یرہ لاہور اور جملہ خانقاہ سیفیہ نقشبندیہ پاکستان، رسالے کے اندر درج ہے) اس رسالہ کے صفحہ ۷ پر حافظ سید اظہار الحق شاہ تحریر کرتے ہیں لہذا ہم رسالہ اختلاف کی نسبت حضرت اقدس (صوفی ثار الحق سیفی) کی طرف کریں گے تو اس عبارت سے ہمیں بھی یہ حق حاصل ہوا کہ ہم بھی یہ کہیں کہ لکھنے والے خود علامہ سید احمد علی شاہ سیفی ہیں اور اپنے بیٹے کے نام سے شائع کیا، ہم نے اپنی طرف سے مکمل کوشش کی ہے کہ ہر اعتراض کا جواب دیا جائے۔ (اکرام الحق: ص ۱)

پہلے ہم احمد شاہ سیفی کی گالم گلوچ نقل کرتے ہیں جن کو فریق مخالف نے خود ہی گالیاں کہا ہے کہ گالم گلوچ اور خرافات پر مبنی اختلاف پہلی بار سامنے آیا ہے، (اکرام الحق: ص ۴)

صوفی ثار الحق کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

صوفی ثار (نام نہاد حضرت اقدس) جو کہ اپنے مشائخ کا بے ادب ہے، اس کی مثل نصف زغل کی طرح ہے جو سالکین کے ایمان و عقائد اعمال و آخرت کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، بقول ان بزرگوں کے اس سے اور اس کی صحبت سے فرار واجب ہے، (اظہار الحق: ص ۲۷)

جاہل مرکب نام نہاد صوفی ثار الحق عاق و مردود، (اظہار: ص ۲۸)

مولوی لفظ اکثر خلیفین کے لئے تو بیناً استعمال کیا جاتا ہے لہذا حضرت اقدس (صوفی ثار) نے اپنے پیر کی توہین کی ہے (اظہار: ص ۳۱)

حضرت اقدس (صوفی ثار) حضرت صاحب مبارک کو پیر طریقت اور عالم باعمل کی حیثیت سے نہیں دیکھتا، (اظہار: ص ۳۲)

جبکہ سیفیوں کے بڑے نے لکھا ہے، جسے مختلف سیفیوں نے نقل بھی کیا جیسے مفتی غلام فرید نے کہ

کسی ایک ولی کی ولایت کا انکار بھی کفر ہے انکار کرنے والا کافرو ولی کی ولایت کے منکر کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، (معروضات الحاذق: ص ۲۶)

یہ جاہل احمق صوفی ثنائی احمق مندرجہ بالا عبارت کی بنا پر دو حکموں کا مصداق ہوا، پہلا یہ کہ یہ ضال اور مضل ہوا اور دوسرا یہ کہ اس کی مثال زانیہ عورت کی طرح ہے اور اس کے تابعداروں کا حکم ولدِ زنا کی طرح ہے اور ولدِ زنا سر پرست نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک کے حکم میں ہے، اس لئے صوفی ثنائی احمق بنفسہ ضال (گمراہ) اور دوسرے لوگوں کے لئے مضل (گمراہ کرنے والا) ہے، (اظہار: ص ۴۱)

بد بخت (اظہار ص ۵۲)

اوبے غیرت (ص ۵۳)

اس احمق نے صبر نہیں کیا اور مسلسل بے ادبیاں کرتا رہا حتیٰ کہ اولیاء اللہ سے دشمنی مول لی اور ان کے خلاف تحریری اور زبانی پروپیگنڈہ شروع کر دیا اس جاہل و احمق کو یہ بھی علم نہیں کہ اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنا اللہ کے ساتھ جنگ کرنے کے برابر ہے (اظہار: ص ۷۳)

اس شخص نے اپنی کتاب میں چار علمائے اہلسنت و مشائخ عظام (یعنی حضرت علامہ مولانا پیر طریقت رہبر شریعت پیر محمد سعید حیدری صاحب، حضرت علامہ مولانا پیر طریقت رہبر شریعت پیر حمید جان صاحب، حضرت علامہ مولانا پیر احمد سعید عرف یار خان صاحب اور حضرت علامہ مولانا پیر طریقت رہبر شریعت پیر مفتی سید احمد علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ) کی توہین کی ہے اور ان پر ملامت کیا ہے، (اظہار: ص ۷۴)

علماء کی توہین اور بے ادبی انبیاء کرام کی توہین کو مستلزم ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (شرح فقہ اکبر: ص ۲۱۳ عالمگیری)

علامہ شامی نے رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۱ میں لکھا ہے کہ اگر اہل علم کی توہین استہزاء کی صورت میں ہو تو اسے تعزیر (سزا) دی جائے اور اگر بہ نیت توہین و گستاخی کی ہو تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ علماء کی توہین کفر ہے مختار قول کی بنا پر (فتاویٰ بدیعہ)، مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ علمائے اہل سنت و جماعت کی اہانت و تحقیر کرنا کفر ہے، لہذا جو شخص علمائے کرام کی اہانت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ علی الاعلان

تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے، (اظہار الحق: ص ۷۷)

یہ شخص حضرت اقدس بے علم جاہل مرتّب اور قاصر العقل ہے اور ناقص شخص کے بارے میں امام ربانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرمنہ کما تفرّج من الاسد، (ناقص سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو) اور یہ بھی فرماتے ہیں دست ناقص دست شیطان است و دیو یعنی ناقص کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ ہے، (اظہار: ص ۲۸)

اپنے کتے کو بھوکا رکھو تا بعد ارے گا اور اگر اس کو موٹا کر دیا تو تمہیں کاٹے گا۔

اے خدا بزرگ و برتر اس نثار الحق کو دوبارہ عاجز اور فقیر بنادے تو یہ تابعداری کرے گا تیری اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اور تیرے نبی کے اصحاب کی اور تیرے اولیاء کی اور اگر تو اسے غنی اور پیٹ بھر کر رکھے گا تو یا کلک یعنی تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر حملہ کرے گا، (اظہار: ص ۸۳)

ہمارے زمانے کا جاہل نثار الحق جس کی جہالت اظہر من الشمس ہے ہزار چند محکم گدھا ہے، (اظہار: ص ۸۸)

نثار الحق اندھا اور نابینا ہے اور اس کی تقلید کرنے والے بھی اندھے ہیں، (اظہار: ص ۸۸)

صوفی نثار الحق خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے، (اظہار الحق: ص ۸۸)

یہ شخص (نثار الحق) معقوق و مردود ہے اور عاق و مردود شخص کے بارے میں فقہاء کرام نے فرمایا ہے، (ہم ترجمہ نقل کر رہے ہیں):

عاق کی نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ اس کی امامت صحیح اس کو سزا دی جائے گی اور اشتہار کیا جائے گا عاق کی گواہی جائز نہیں نہ اس کی امامت جائز ہے اور اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے، نہ اس کے قول کو اعتبار دیا جائے گا اور نہ اس کے فتوے پر عمل کیا جائے گا اگر مفتی ہو اور نہ عاق کا ذبیحہ حلال ہے، (اظہار: ص ۱۱۱)

عاق کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس پر اس کی بیوی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کا ذبیحہ حرام اور گواہی مردود ہے، (اظہار: ص ۱۱۲)

یعنی کہ کافر ہوا یہ مبتدع ہے، (اظہار: ص ۱۲۲)

استدراج میں گرفتار ہے، (اظہار: ص ۱۲۵)

اگر یہ احمق جاہل اپنے باپ کو پہچانتا تو نمک حلائی کرتا، (اظہار: ص ۱۳۸)

یہ شخص بے وقوف و احمق ہے جو نہ اپنے نفس کو پہچانتا ہے نہ اپنے دین کو نہ اپنی دنیا کو نہ اپنی ماں کو اور

نہ ہی اپنے باپ کو پہچانتا ہے، (اظہار الحق کی خرافات صوفی ثار الحق: ص ۱۲۸)

اب آئیے صوفی ثار الحق کی پارٹی کی طرف وہ کیا کہتے ہیں وہ بھی سن لیجئے:

احمد علی شاہ سیفی کے صاحبزادے نے مطالبہ کیا تھا۔

اس عاق عامہ کی اصل ہمارے پاس بھی اور ثار الحق کے پاس اس کی کاپی بھی ہے، اگر وہ انکار اس کا

انکار کرے تو طلاق کلمہ کے ساتھ قسم اٹھا کر وضاحت کرے۔ (اظہار الحق ص ۹۰)

جواب میں ثار الحق سیفی صاحب کا ٹولہ لکھتا ہے:

پھر تم نے طلاق کی قسم کا مطالبہ کرنے سے پہلے یہ سوچا کہ طلاق کی قسم مومن لیتا ہے یا منافق۔

ترجمہ: حضرت سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن طلاق کی قسم

نہیں کھاتا اور بجز منافق کے طلاق کی قسم کوئی نہیں لیتا، (اکرام الحق: ص ۵۶، ۵۷)

تو معلوم ہو گیا کہ احمد علی شاہ سیفی ٹولہ منافقین کا ٹولہ ہے۔

آگے لکھتا ہے:

عاق آپ لوگوں کے نزدیک کافر ہے تم نے لکھا عاق کے کفر کے بہت سی روایات منقول ہیں آخر

میں لکھا ہے کہ عاق کا کفر نوادر اور ذخیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ: سیدنا ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا جو شخص دوسرے کو فسق

اور کفر کی تہمت لگائے اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کہنے والے پر لعنت ہے، (اکرام الحق: ص ۵۲، ۵۳)

یعنی کہ احمد علی شاہ سیفی اور سیفیہ کے مرکزی آدمی صاحبزادگان وغیرہ سب صوفی ثار الحق سیفی کو کافر

کہنے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے۔

احمد علی شاہ سیفی کی حقیقت

احمد علی شاہ پہلے امیر دعوت اسلامی کو ضرب النعال علی رؤس الجہال میں لکھتے ہیں ضال مضل ہو گئے اور دوسرا یہ کہ ان کی مثال زانیہ عورت کی ہوگی اور ان کے تابعداروں کی مثال ولد الزنا کی ہوگی، (ضرب النعال: ص ۷) وہ تو ہوشیار آدمی تھا اس نے دو چار علماء کو اکٹھا کر لیا اور احمد علی شاہ سیفی کی طرف بھیج دیا شاہ صاحب خوشی سے پھولا نہیں سما یا، یہ حضرت اقدس نے خود اس کی زبان سے سنا کہ بڑے بڑے علماء میرے پاس آئے بیٹھے باتیں ہوتی رہیں، صلح ہو گئی کس بات پر صلح ہو گئی، احمد علی شاہ سیفی نے ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کیا کہ میں ایک کتاب چھاپ رہا ہوں میرے پاس پیسے نہیں ہیں تاکہ میں وہ کتاب چھاپ لوں علماء کے درمیان بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور آخر میں پچاس ہزار روپے میں یہ لوگ راضی ہوئے، پہلی قسط دے دی گئی دوسری قسط دے دی گئی، کسی نے احمد علی شاہ سیفی سے سوال کیا کہ حضرت یہ پیسے حلال ہیں یا حرام؟ احمد علی شاہ سیفی نے کہا یہ تو مال غنیمت ہے، کیا؟ مال غنیمت! کسی نے امیر دعوت اسلامی سے کہا۔ حضرت وہ تو ایسے کہہ رہا ہے تو وہ پیسے ادھر سے بند ہو گئے صرف ستائیس ہزار روپے ملے باقی بند ہو گئے، اس سے معاہدہ ہوا تھا کہ یہ رسالہ پھر آئندہ نہیں چھاپیں گے، جیسے ہی ادھر سے پیسے بند ہوئے ویسے ہی رسالہ ضرب النعال علی رؤس الجہال دوبارہ چھاپ دیا گیا۔ ضرب النعال علی رؤس الجہال میرے پاس موجود ہے اور ان کے الفاظ بھی میرے پاس موجود ہیں اور اگر تم کہو کہ حضرت اقدس جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ پیسے کا معاہدہ احمد علی شاہ سیفی صاحب نے نہیں کیا تو جناب ایک محقق عالم شاہ حسین گرویزی صاحب جو جنگ پریس کے سامنے ایم لاء کالج کے برابر مسجد میں امام و خطیب ہیں دارالعلوم مہریہ کے مہتمم بھی ہیں، مفتی بھی ہیں، ان کے پاس معاہدہ کا پیپر مولویوں کا دستخط شدہ موجود ہے کسی کو شک و شبہ ہو تو ادھر رجوع کر سکتا ہے۔ پہلے تو امیر دعوت اسلامی کو حرامی کہہ دیا اور اس کے مریدوں کو حرام زادہ کہہ دیا، پھر پچاس ہزار روپے کے عوض معاہدہ بھی کر لیا یعنی یہ القابات دینے والا یہ دین کا ٹھیکیدار اور دین کا رکھوالا ہے اور جب امیر دعوت اسلامی نے دینا بند کر دینے تو انہوں نے رسالہ ضرب النعال دوبارہ چھاپ دیا۔

ایک دوسرا واقعہ اس طرح کا ہے کہ ایک سو پچاس گز کی زمین پر مسجد بنانی تھی دو آدمیوں سے رقم

لے لی، لیکن مسجد کچھ بھی نہیں بنایا، اگر کچھ شک ہو تو حضرت علامہ مولانا شہید سیفی احمد رحمان بن پیر مولوی لعل الرحمان کے چھوٹے بھائی سے پشاور رابطہ کریں۔ (اکرام الحق: ص ۳۲، ۳۳)

پیر سیف الرحمن کی اولاد کا حال

اب تھوڑا سا تذکرہ مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب کا کہ ان کے پاس کتنا علم ہے، ہم اس کا اندازہ تو نہیں لگا سکتے، مگر ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہم (حضرت اقدس صوفی نثار) نے مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب یا رخاں صاحب اور دو تین خلفاء جن میں سید عمر دراز شاہ مشہدی بھی موجود تھے، ان کی دعوت کی تھی اس میں مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب نے ایک حدیث موچھوں کے بارے میں بیان کی کہ میں نے یہ حدیث نہ کہیں سنی نہ پڑھی تھی کہ موچھیں جڑ سے کاٹنا مسنون ہے، بلکہ اس کا علم مجھے مولوی سید احمد علی شاہ سے ہوا، اب اگر مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب اپنے والد صاحب کی صحبت اختیار کرتے، ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے تو یہ انوارِ رضا میں جو حضرت مبارک کا مکتوب حلق الشوارب مع اردو ترجمہ کے جوہر آباد سے شائع ہوا اور لاہور سے ایک رسالہ بھی شائع ہوا، جس میں حضرت مبارکؒ نے سنت ثابت کیا ہے تو یہ اس کو پڑھ لیتے اور ادھر ادھر کی یہ باتیں نہیں کرتے، لیکن مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب نے ساری عمر افغانستان جہاد میں گزاری ہے اور اب اپنے مرید مولوی سید احمد علی شاہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کا پتہ اس سے چلا اس سے پہلے مجھے اس حدیث کا علم نہیں تھا، (اکرام الحق: ص ۱۰۶، ۱۰۷)

مخدوم زادہ محمد سعید حیدری صاحب نے محمد شاہ روحانی دامت برکاتہم العالیہ جو کہ حضرت مبارکؒ کے سرسبھی ہیں مرید بھی ہیں پیر بھائی بھی ہیں خلیفہ بھی ہیں ان سے فرمانے لگے اگر تم کسی خلیفہ کے پاس گئے تو میں تمہارے پیر توڑ دوں گا، (اکرام الحق: ص ۱۵۲)

حافظ اظہار الحق سیفی ابن احمد علی شاہ نے زبردست تحریف کی، (اکرام الحق: ص ۲۶۱)

حافظ اظہار الحق سیفی بن احمد علی شاہ سیفی کتنا بے علم ہے کہ منصور حلاج کے مقام سے نا آشنا ہے، دوسرا غلط فہمی بھی اب بتائیں کہ گالیاں یہ طعن یہ قومی حقارت یہ ادبے غیرت کے الفاظ یہ سب کچھ نبی

کریم ﷺ کی سنت کے خلاف نہیں ہیں؟ فیصلہ مفتی صاحب کے ہاتھ میں افسوس صد ہزار افسوس،
(اکرام الحق: ص ۲۷۳)

جناب حافظ اظہار الحق سیفی کا احمد علی شاہ سیفی کا بے ادبیوں والا سوال، (اکرام الحق: ص ۲۷۶)
اگر ہم (حافظ اظہار الحق) کی بات (کہ مولوی کا لفظ مخالفین تو ہیں کے لئے استعمال کرتے ہیں)
تسلیم کر لیں تو اس سے کفر لازم آتا ہے، (اکرام الحق: ص ۲۸۲)
یعنی احمد علی شاہ سیفی ٹولے پر کفر لازم آتا ہے، اظہار الحق سیفی ذرا عقل کو استعمال کرو، (اکرام:
ص ۲۸۸)

ترجمہ: حضرت سیدنا انسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
ایمان کی نشانی انصار سے محبت رکھنا اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔
کیا اس حدیث پاک کی روشنی میں تم (احمد علی سیفی ٹولہ) حضرت اقدس سے بغض کر کے جو انصاری
ہیں، منافق نہیں ہو گئے؟ (اکرام الحق: ص ۳۳۷)

ترجمہ: حضرت سیدنا عیسیٰ بن سبرہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا ابوسبرہ سے روایت فرماتے
ہیں کہ ختم المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا یا درکھو نماز بغیر وضو کے نہیں اور اس شخص کا وضو نہیں جو اللہ کا نام
نہ لے اور یا درکھو وہ اللہ پر ایمان نہیں لایا جو مجھ پر ایمان نہیں لایا اور وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے
انصار کا حق نہیں پہچانا۔

حافظ اظہار الحق سیفی صاحب کیا تم انصار کا حق پہچان کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آؤ ہو؟
(اکرام الحق: ص ۳۳۸)

یہ اختلاف کا مسئلہ برسوں سے ہے جب کسی بزرگ کا شہرہ عالمگیر ہوتا ہے تو حاسدین جل جاتے
ہیں آتش حسد بھڑک اٹھتی ہے، (اکرام: ص ۴۱۴)
یعنی یہ سیفی حاسدین ہیں۔

اب موجودہ دور میں ایک نیا فتنہ حافظ اظہار الحق سیفی نے اٹھایا، (اکرام: ص ۴۱۶)
خلاصہ یہ نکلا دونوں فریق ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں!!

سیفی مولوی عمراچھروی کی زد میں

مسئلہ نمبر ۱۰

مولوی محمد عمراچھروی صاحب لکھتے ہیں مقیاسِ حنفیت کے ص ۵۷ پر کہ:

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے مونچھیں منڈائیں وہ ہم میں سے نہیں اور اس واسطے کہ اس میں بچہ پن ہے اور چہرے کی رونق چلی جاتی ہے اور چہرے کی خوبصورت اور زینت مونچھوں کی جڑوں کو باقی رکھنے میں ہے۔

اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمام فرقہ وہابیہ عموماً مونچھیں منڈواتے ہیں، کیا نبی ﷺ کی امت میں داخل ہیں یا خارج۔

جبکہ دوسری طرف دیکھیں تو:

تمام فرقہ سیفیہ ہی اس پر عامل ہیں۔

ان کے شیخ الکل فی الکل مولوی سیف الرحمن پیراچی نے پورا اس پر ایک فتویٰ لکھا ہے، جس کے

آخر میں یوں لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام:

فتح القدیر بحر الرائق کفایہ علی الہدایہ عنایہ علی الہدایہ اور مستخلص میں ایک ہی قول ہے شارب (مونچھ) کا مونڈنا مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ یفعلہ الصوفیۃ و غیر ہم یعنی صوفیائے کرام اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں بحر الرائق اور فتح القدیر میں پہلے آچکا ہے مقصود بالوں کا زائل کرنا ہے جس چیز سے بھی ہونچنی ہو یا استرا، لیکن استرے سے آسانی ہوتی ہے اور اس بیان سے بدائع کی تردید ہو گئی کہ قص سنت ہے حلق نہیں۔

اور احکام المذاہب میں ہے امام اور صاحبین کا مذہب سر اور لبوں کے بالوں کے بارے میں احناف یعنی حلق ہے جو کہ تقصیر سے افضل ہے، اس سے صراحت معلوم ہوتا ہے کہ مذہب حنفیہ میں کوتاہ کرنا کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں اور ان کا مونڈنا دونوں مشروع ہیں (ہدایۃ الابرار فی طریقۃ الاخیار: ص ۲۷)

حلق کو بدعت کہنا درست نہیں، کیونکہ بدعت سیئہ کی اصل نہیں ہوتی قرآن مجید میں اور نہ حدیث میں نہ ظاہر نہ اشارۃً جب کہ حلق کی اصل موجود ہے، جیسا کہ نسائی شریف میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اَلْحَلْقُ وَالشَّوَارِبُ لِبُيُوتِ الْبُلُوغِ كَالْحَلْقِ كَرُو۔ (سہ ماہی انوار رضا جوہر آ باد ص ۱۵۲ ج ۲ شمار نمبر ۳)

مولوی محمد شہزاد مجتہد سیفی صاحب لکھتے ہیں:

امام طحاویؒ شرح معانی الآثار میں امام اعظم ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ فتویٰ لائے ہیں کہ ان تینوں کے نزدیک حلق مونڈنا افضل ہے اور سنت کے زیادہ قریب ہے اس کو وہ احسن کہتے ہیں، (تقویۃ الاقارب: ص ۲۳)

سیفی ٹکراؤ

مسئلہ نمبر ۱۱

مولوی شہزاد مجتہد سیفی صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ ایک روایت میں ہے پس..... حلق جس نے منڈوا یا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس کا جواب سب علماء نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد منڈ یعنی سر منڈوانا ہے، (تقویۃ الاقارب: ص ۳۲)

جبکہ سیفیوں کے پیرومرشد لکھتے ہیں:

امام اعظم اور صاحبین کا مذہب سر اور لبوں کے بالوں کے بارے میں اَحْفاء یعنی حلق ہے جو کہ تقصیر سے افضل ہے۔ (سہ ماہی انوار رضا، جوہر آ باد ص ۱۵۲ ج ۲ شمار نمبر ۳)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ علامہ شہزاد صاحب نے فتویٰ امام اعظم و امام ابو یوسفؒ پر لگا دیا، مگر یاد رکھیے مجتہد دی کہ ان کا فتویٰ صرف اپنے سیفی سیف الرحمان کے سر لگا ہے اور وہ امت محمدیہ سے خارج ہو گیا۔

فاضل بریلوی کا خارجی ہونا

مسئلہ نمبر ۱۲

مولوی عبدالرزاق بھترالوی صاحب ناقل ہیں کہ زبدۃ التحقیق میں جو بیان کیا گیا ہے: فلاں پر شیعہ ہونے کا الزام اس طرح فلاں فلاں پر یہ خوارج کی پرانی عادت ہے کہ محبت اہل بیت کا تصور بھی نہ کر سکیں اور اس کی تہمت کے خوف کے پردے میں خارجیت پرورش پاتی ہے، (فاضل بریلوی لکھتے ہیں)

بخاری اور مسلم کے راویوں میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح متقدمین پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے یہاں تک کہ تدریب الراوی شرح تقریب الراوی شرح النووی روایۃ المبتدع مطبوع دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور میں حاکم سے نقل کیا گیا ہے کہ کتاب مسلم ملان من الشیعہ مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے، (جواہر التحقیق: ص ۲۱۲، ۲۱۳)

زبدۃ التحقیق مولوی عبدالقادر جیلانی کی ہے اور فاضل بریلوی پر کیسے خارجیت کا فتویٰ انہوں نے چسپاں کیا ہے جس پر نہایت مبارک باد کے مستحق ہیں۔

خارجیت کا دوسرا فتویٰ

زبدۃ التحقیق ص ۳۵ پر عنوان قائم کیا گیا:

دور حاضر میں جو سنی حنفی کہلانے والے کہتے ہیں نسبت کوئی چیز نہیں، میں نہایت ادب سے سوال کروں گا یہ عقیدہ تو خارجیوں کا ہے آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟ آگے بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

کبھی اعلیٰ حضرت کا نام لیے بغیر ان کو سنیت سے خارج کیا گیا اور کبھی خارجی کہا گیا، دور حاضر کی قید کا کوئی خاص قاعدہ نہ ہو، کیونکہ اعلیٰ حضرت کا موقف بھی یہی ہے کہ فقط نسب کام نہیں آتا مدار تقویٰ پر

ہے، یہی حدیث پاک سے بھی ثابت ہے، (جواہر التحقیق: ص ۲۵۲، ۲۵۳)
یہ دوسرا فتویٰ فاضل بریلوی پر جا لگا۔

آگے آئیے!

بھترالوی صاحب ایک جگہ مولوی عبدالقادر جیلانی پر گرفت کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:
اعلیٰ حضرتؒ پر بدترین طنز ان الفاظ سے کی گئی ہے ”یہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں ان کا سنیت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں“، (زبدۃ التحقیق: ص ۲۰)

ہاں ہاں اس سے مراد اعلیٰ حضرتؒ لئے گئے ہیں، (جواہر التحقیق: ص ۱۲۲)
یہ تیسرا فتویٰ ہے مولوی عبدالقادر جیلانی بریلوی کا کہ فاضل بریلوی اہل سنت سے خارج ہیں۔
بھترالوی صاحب ایک جگہ ان الفاظ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یہ تیرا اعلیٰ حضرتؒ پر چلایا گیا ہے جس شخص پر سنیت کا دار و مدار ہے اسے ہی سنیت سے خارج کیا جا رہا ہے، (جواہر التحقیق: ص ۲۹)

اعلیٰ حضرت کا نام لیے بغیر اشارۃ کنایہ آپ کو خارجی کہا، (جواہر التحقیق: ص ۸۴)
یہ فاضل بریلوی پر کئی فتوے سید عبدالقادر جیلانی نے لگا دیئے کہ وہ خارجی ہیں، سنیت سے خارج ہیں۔

مولوی عبدالقادر جیلانی آف راولپنڈی پر فتویٰ

مسئلہ نمبر ۱۳

فاضل بریلوی کہاں چپ رہنے والے تھے انہوں نے بھی بدلہ لے لیا عبدالقادر جیلانی سے، وہ اس طرح فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

تفصیلی شیعہ کہ تمام صحابہ کرامؓ کو خیر سے یاد کرنا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المؤمنین مولیٰ علیؓ کو شیخینؓ سے افضل مانتا ہو اسے کفر سے تو کچھ علاقہ نہیں، بد مذہب ضرور ہے، (بحوالہ جواہر التحقیق: ص ۲۰۱)

جبکہ عبدالقادر شاہ لکھتا ہے چونکہ صحابہ کرامؓ میں سے ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت پر عبداللہ بن عمر کا ایک قول یا حدیث تقریری ملتی ہے اور چند دوسری احادیث ملتی ہیں جو اخبار واحدہ ہیں یا ظنی الدلالة یا متعارض ہیں اور جناب علی المرتضیٰؑ کی افضلیت پر بیس حوالہ جات از قسم احادیث مرفوعہ و اقوال مرفوعہ و اقوال صحابہ گذشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے ہیں، اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کے ہونے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ جناب ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کے دعویدار تھوڑے ہیں اور جناب علی مرتضیٰؑ کی افضلیت کے دعوے دار بھی زیادہ ہیں اور دلائل بھی کثیر از قسم احادیث مرفوعہ، (زبدۃ التحقیق: ص ۲۶۷، بحوالہ جواہر التحقیق ص ۲۰۱، ۲۰۲)

تو معلوم ہوا کہ یہ رضا خانی ملا اور اس کے تابعین سارے بدمذہب و گمراہ ہوئے۔

مولوی نعیم الدین مراد آبادی وغیرہم پر فتویٰ

مسئلہ نمبر ۱۴

مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں آپ (حضرت داؤد علیہ السلام) کی ننانوے بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا، لیکن آپ کا پیغام بھیجنے کے بعد عورت کے اعزہ و اقارب دوسرے کی طرف التفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دیدی آپ کا نکاح ہو گیا، (خزائن العرفان: ص ۶۵ سورہ ص آیت نمبر ۲۱)

(نور العرفان ص ۷۲۴) ترجمہ و تفسیر قادری المعروف تفسیر ابن عباسؓ میں ہے ایک شخص کے پیغام کا فیصلہ ہونے سے پیشتر دوسرے شخص کو اپنا پیغام دینا ترکِ اولیٰ ہے کوئی گناہ نہیں۔ (از مفتی عزیر احمد قادری بدایونی)

ایک شخص اور یا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا داؤد علیہ السلام نے بھی اسے پیغام پر پیغام

دے دیا اس نے آپ کے ساتھ نکاح کر لیا، (جاء الحق: ص ۴۳۸ عظمت انبیاء)
 خزائن العرفان کی طرح تفسیر مظہر القرآن ج ۲ ص ۱۳۶۲ میں بھی واقعہ موجود ہے، تفسیر الحسنات
 ج ۵ میں بھی اس طرح کا واقعہ موجود ہے۔

دوسری طرف آئیے!

پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:

یہ ساری باتیں قیاس آرائیوں کے بغیر کچھ نہیں، (ضیاء القرآن: ج ۴/ ص ۲۳۶)
مولوی عبدالرزاق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

داؤد علیہ السلام کا واقعہ تین طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱) ایک قول والوں نے آپ کو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرایا۔

(۲) اور دوسرے قول والوں نے آپ کو گناہِ صغیرہ کا مرتکب ٹھہرایا۔

(۳) اور تیسرا قول وہ ہے جس میں نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ، جب کہ نبی کی عظمت شان کے لائق ہے،

پہلے قول والوں نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام ایک اور یا شخص کی عورت پر عاشق ہو گئے، اسے حیلہ و بہانہ
 سے قتل کر دیا اور خود اس کی عورت سے شادی کر لی اور دوسرا قول یہ تھا کہ اور یا نے پہلے مگنی کر لی تھی، اسے
 داؤد علیہ السلام نے توڑ کر خود شادی کر لی، یہ بھی نبی کی شان کے لائق نہیں، کیونکہ ایک مومن بھائی کے
 خطبہ پر دوسرے کو خطبہ کرنے سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا اور بعض نے کہا کہ اور یا سے لے کر
 آپ نے خود شادی کر لی تھی اور یہ آپ کی شریعت میں جائز تھا اس قول کے متعلق بھی علامہ رازیؒ فرماتے
 ہیں:

(ترجمہ) اگرچہ آپ کی شریعت میں جواز ثابت بھی ہو جائے تب بھی آپ کی شان کے لائق نہ

تھا، کیونکہ عام نیک لوگوں کی اچھائیاں بھی کبھی مقتربین کے لئے بہتر نہیں ہوتیں، جواز اور چیز ہے فضیلت
 اور چیز ہے اگر جواز پر عمل کیا گیا پھر بھی حضرت داؤد علیہ السلام نے افضل واوّل کو چھوڑ دیا جو نبی کے حق
 میں صغیرہ بنتا ہے، لہذا یہ قول بھی مرجوح ہو گیا۔

راج اور صحیح قول یہ ہے:

کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دشمن قوم (کفار) نے طمع کیا کہ آپ کو شہید کر دیں، آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی علاحدگی میں عبادت کرتے تھے آپ علاحدہ عبادت کے لئے دروازے بند کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے، دشمن قوم نے موقع غنیمت سمجھا وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے جب وہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی عبادت کے مقام کے باہر بہت اور لوگ موجود ہیں تو یہ لوگ ڈر گئے اور جھوٹا واقعہ گھڑا کہ ہم دونوں فریقوں میں جھگڑا ہے، ہم آپ سے فیصلہ کرانے آئے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے سمجھا شاید مجھے آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔

یہ واقعہ عظمتِ نبی کے مطابق ہے پہلے دونوں واقعات اللہ کے نبی کی شان کے لائق نہیں، اب جس کا جی چاہے وہ نبی کی عظمت کے مطابق تفاسیر کی تحقیق کو دل میں بسالے اور جس کا جی چاہے وہ دوسرے دونوں قولوں میں سے کوئی لے لے، (جو اہر التحقیق: ص ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵)

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ یہ سب بریلوی نبی علیہ السلام کی عظمت و شان کے خلاف تفاسیر لکھتے آتے ہیں، بریلویو! بتاؤ نبی کی عظمت کا خیال نہ کرنے پر ان لوگوں کو کیا کہو گے؟؟
دوسری بات یہ تو بھتر الوی اور عزیز احمد قادری بدایونی نے مانا ہے یہ صغیرہ گناہ اور خلافِ اولیٰ ترکِ اولیٰ بنتا ہے۔

تو یہ سارے بریلوی سیدنا داؤد علیہ السلام کو صغیرہ گناہ کا مرتکب اور خلافِ اولیٰ اور ترکِ اولیٰ کا مرتکب قرار دیا ہے۔

جب کہ بریلوی مسلک کی ریڑھ کی ہڈی مولوی غلام مہر علی صاحب لکھتے ہیں:
خلافِ اولیٰ بوجہ باعثِ غضبِ الہی ہونے کے گناہِ کبیرہ ہے، (معرکۃ الذنب: ص ۶۶)
اور آگے لکھتے ہیں:

کبیرہ و صغیرہ گناہ کا چکر غلط ہے، کل ماعفی اللہ بہ فہو کبیرہ و انہ انما سمی صغیرہ بالاضافۃ الی ماہو اکبر منه (شفاء: ج ۲/ ص ۱۲۴) اور نبی کے لئے کبیرہ گناہ کا قائل کافر ہے، (معرکۃ الذنب: ص ۱۳۰)

مطابق توجیہ احسن و انسب و مختار امام اہلسنت حضرت بریلوی ارشاد ربانی..... (پارہ ۲۶ سورہ محمد)

ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے، منافقین کے خلافِ اولیٰ کام کرنے پر انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اولیٰ کام کرو خلافِ اولیٰ نہ کرو، اللہ تعالیٰ اولیٰ کام پر ہی راضی ہے خلافِ اولیٰ پر ناراض و غضبناک ہے اس کی مزید تشریح کے لئے آگے خلافِ اولیٰ کے مستقل عنوان میں ام المؤمنین صدیقہؓ کی روایت اور ملا علی قاری سے اس کی تشریح بھی آرہی ہے، جس سے واضح ہے کہ خلافِ اولیٰ منافقین کا فعل ہے اور باعثِ غضبِ الہی ہے، (معرکۃ الذنب: ص ۱۲، ۱۳)

ہاں جی بریلویو! بتاؤ، تم سے بڑا گستاخ کیا ماں نے جتنا؟؟

اگر نہیں تو اپنوں کے خلاف بھی تو کچھ لکھو، ان کے خلاف حسام الحرمین، الصوامر الہندیہ وغیرہ کی طرح کتابیں لکھو اور دنیا کو بتاؤ کہ یہ لوگ اتنے بڑے گستاخ ہیں کہ ابو جہل و ابولہب کو بھی مات دے دیں!!

ایک آیت کے ترجمہ پر فتویٰ

مسئلہ نمبر ۱۵

مولوی غلام مہر علی صاحب لکھتے ہیں:

یہ ترجمہ کہ..... اوپر میرے ایک گناہ ہے، اور اشرف علی کا یہ ترجمہ کہ ان لوگوں کا میرے ذمہ ایک جرم ہے، گستاخیِ نبوت بھی اور انکارِ عظمتِ نبی بھی اور اللہ تعالیٰ کی تغلیط بھی کہ معاذ اللہ موسیٰ علیہ السلام اقراری مجرم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک اقراری مجرم و گناہ گار کو نبوت دیدی۔ دارالعلوم دیوبند کے دارالجمیل محمود الحسن (معاذ اللہ از قادی) کا یہ ترجمہ کہ ان کو مجھ پر گناہ کا دعویٰ ہے بھی غلط ہے، (معرکۃ الذنب: ص ۱۹)

مہر علی صاحب ادھر اغواء کرنے سے پہلے اپنے ہم مسلک کی جان چھڑائی جائے جو آپ کے شکنجہ میں بری طرح پھنسے ہوتے ہیں۔

وہ اس طرح کہ فاضل بریلوی کے مصدقہ ترجمہ، ترجمہ شیخ سعدی میں بھی حضرت شیخ الہندؒ کا ہی ترجمہ ہے تو پہلے تو اپنے پاپا جان کی حجامت کی جائے پھر کسی اور طرف دیکھیں!!

پیر کرم شاہ از ہری لکھتے ہیں:

ان کا میرے ذمہ ایک جرم بھی ہے، (ضیاء القرآن: ج ۳/ ص ۳۸۶)
 بدایونی حضرات کی طرف سے تفسیر ابن عباس کا سہل اردو ترجمہ آیا ہے، اس میں ہے ان کا مجھ پر
 خون کا دعویٰ ہے، (تفسیر ابن عباس: ج ۲/ ص ۱۵۷)
 مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

ان کا (کہنا ہے کہ) مجھ پر (ایک قطبی قتل کرنے کا ایک گناہ ہے، عمدۃ البیان: ص ۵۹۶)
 مولوی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

ان کا میرے ذمہ ایک جرم بھی ہے، (قصص الانبیاء: ص ۴۴۹)
 کیوں جی یہ سارے بے ایمان و گستاخ نبوت ہوئے یا نہ؟
 مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں یہ آپ کی انتہائی کسر نفسی اور عاجزی کا اظہار ہے کہ خلافِ اولیٰ
 کام کو بھی خطا سمجھا، (جاء الحق: ص ۴۴۱)
 خلافِ اولیٰ پر ہم کلام ماسبق میں عرض کر چکے ہیں۔

پیر نصیر الدین گولڑوی فتویٰ کفر کی زد میں

مسئلہ نمبر ۱۶

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کافروں کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں، (نور العرفان:
 ص ۶۸۸، مکتبہ اسلامیہ)

جبکہ پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں:

ہم بجا طور پر انبیاء اولیاء کو اور علماء راہنہ کی صف میں کھڑا نہیں کر سکتے اور نہ ایسا کرنے
 کے حق میں ہیں، البتہ ان کے اس سارے تبلیغی عمل اور اس خدمتِ مسلسل کے باوجود بھی ان عالی طبقات

کو اللہ نہیں کہا اور نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ غیر اللہ اور من دون اللہ ہی کی صف میں آئیں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر انبیاء اور اولیاء ہی کے ساتھ اصنام والا سلوک شروع کر دیا جائے مثلاً ان کی عبادت کی جانے لگے، ان کو سجدہ کیا جائے اور ان کے ساتھ ایسے عقائد وابستہ کر دیئے جائیں جن کی وحی الہیہ میں ممانعت ہو تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو اس کی اجازت دے گا یا خود انبیاء یا اولیاء یا کوئی اور انسان ہو جس کے ساتھ بھی اصنام کے پرستاروں والے عقائد وابستہ کر دیئے جائیں وہ انسان ہوتے ہوئے خود اصنام کی صف میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر بطریق اولیٰ غیر اللہ اور من دون اللہ کے الفاظ کی زد میں اسی طرح آتا ہے، جس طرح اصنام آتے ہیں جیسا کہ جناب عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کے سلسلے میں قرآن مجید نے ان کے پرستاروں کے عقائد باطلہ کی کھلے الفاظ میں تردید فرمائی اور من دون اللہ میں شمار کیا، اگر عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کو اپنے ہی حکم میں رکھتا یعنی درجہ الوہیت میں اپنا شریک بنا لیتا تو ان کے عقیدت مندوں کے عقائد باطلہ کو یوں رد نہ فرماتا اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخَذُونِي وَآحِيَ الْهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ الخ کا خطاب عتاب آمیز نہ فرماتا۔

مزید برآں دیکھیں کہ جب قیامت کے دن مشرکین و کافر خداوند کونین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے بندوں مجھے (عیسیٰ کو) اور میری ماں مریم علیہا السلام کو معبود بنا کر پوجو؟ یہاں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کے لئے لفظ میں من دون اللہ استعمال فرما رہا ہے معلوم ہوا کہ جب مسئلہ اثبات توحید اور نفی شرک میں کلام ہو تو ہر وہ چیز جس کی پوجا کی جاتی رہی ہو چاہے وہ پرستش شدہ غیر اس پر راضی ہو یا نہ، اُس کو من دون اللہ کہا جائے گا اگر وہ غیر یادہ شخص اس پرستش پر راضی تھا تو پھر..... کے بد نصیب گروہ سے ہوگا ورنہ..... کے خوش نصیب زمرے میں ہوگا۔

جو لوگ ابھی تک بضد ہیں کہ من دون اللہ کا لفظ مقبولانِ خدا پر استعمال نہیں ہو سکتا کیا وہ بہ اعتبار مرتبہ پیروں فقیروں کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر سمجھتے ہیں؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

بلکہ لفظ دون کا معنی ہی اس چیز کا تقاضا کرتے ہیں کہ جب اس کا مضاف الیہ لفظ اللہ ہو تو پھر ساری مخلوق من دون اللہ میں آ سکتی ہے، (اعانت اور استعانت کی شرعی حیثیت: ص ۹۹، ۱۰۰)

ہم نے تفصیل سے پیر نصیر کی عبارت لکھ دی ہے جو کہ صراحۃً مفتی احمد یار نعیمی گجراتی کے فتویٰ کفر کی زد میں آتا ہے اب بریلویوں سے گزارش ہے کہ اپنے گھر کو بچانے کے لیے کس کو کافر کہیں گے، مفتی احمد یار نعیمی کو یا پیر نصیر الدین کو؟؟

کیا سیدہ کا غیر سید سے نکاح درست ہے؟

مسئلہ نمبر ۷۱

باقی جھگڑوں کی طرح اس مسئلہ میں بھی جھگڑا طول پکڑ گیا، یہاں تک کہ فریقین نے ایک دوسرے کی تکفیر کر ڈالی۔

نفس مسئلہ یہ ہے کہ کیا سید زادی کا نکاح غیر سید سے ہو سکتا ہے؟؟
بریلویت کا ایک طبقہ جس میں گولڑہ شریف کے سادات، علی پور سیدان وغیرہ کے سادات ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ یہ نکاح درست نہیں۔
دوسری طرف پیر نصیر الدین گولڑوی، عطا محمد بندیا لوی، حافظ محمد یونس چشتی وغیرہ کا نظریہ اس کے برخلاف ہے۔

پہلے گروہ کا نظریہ

ہم کہتے ہیں کہ افسوس تو ہے ان لوگوں پر جو ایسی جلیل القدر ہستیوں کی تحریر کو سمجھنے اور اس سے بہ اعماقِ نظر دیکھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں، کیونکہ قبلہ پیر صاحب (مہر علی شاہ) رحمۃ اللہ علیہ واضح تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا کی پناہ چہ جائیکہ مدعی موذت ایسا کرے یعنی جو شخص دعویٰ تو کرے محبتِ اہل بیت کا اور پھر نکاح کے جواز کا فتویٰ دے کر اہل بیت کی توہین بھی کرے، ایسے مفتی سے خدا کی پناہ ہی ہے، (حسب و نسب: ص ۱۴۱)

آپ نے فرمایا کہ اس فتویٰ (جواز) دینے والے نے ہتک حرمتِ اہل بیت کر کے تمام مسلمانوں

پر ظلم کیا ہے اور یہ نکاح بھی بوجہ ہنگ حرمتِ اہل بیت منعقد نہیں ہوا، (حسب ونسب: ص ۱۴۲)
اس ملفوظ میں صراحۃً موجود ہے کہ حضرت قبلہ پیر (مہر علی شاہ) صاحب نے جو جواز کا فتویٰ دینے
والے ہیں ان کو گستاخ، بے ادب ازلی بد بخت فرمایا ہے، مزید یہ بھی فرمایا کہ ہم انہیں دیکھنا نہیں چاہتے،
(حسب ونسب: ص ۱۴۰)

یہ تھے قدوة السالکین، زبدۃ العارفین، محی الملتہ فہیم السنۃ، حامی شریعت امیر الملت الحاج الحافظ پیر
سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ جنہوں نے مدینہ منورہ کے کتوں کے احترام کرنے کی
بھی تعلیم دی ہے، آپ بھی زیر بحث مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو لوگ غیر سید ہو کر سیدزادیوں سے
نکاح کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو کیسے مسلمان کہہ سکتے ہیں، (حسب ونسب: ص ۲۱۱)

اسی لئے محدث علی پوری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جو غیر سید سیدزادیوں کے ساتھ نکاح کر لیتے
ہیں وہ اپنے آپ کو مسلمان کیسے کہلا سکتے ہیں؟ یعنی ایک طرف تو وہ نماز میں آلِ رسول پر درود پڑھتے
ہیں، جس میں ادب کا مظاہرہ ہے دوسری طرف سیدزادی کے ساتھ نکاح کر کے بے ادبی کا ارتکاب
کرتے ہیں، ایسے آدمی سے اسلامی تصورات کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ (حسب ونسب: ص ۲۱۲، ۲۱۳)

سادات کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے اس کو غیر سید خون کے ساتھ ملوث نہیں ہونے دینا
چاہئے، اس میں کسی قسم کا ادب نہیں، بلکہ خون کی ملاوٹ سے سنگین بے ادبی ہے، (حسب ونسب: ص ۲۱۹)
اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب فرض ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ادب بھی فرض ہے، (حسب
ونسب: ص ۲۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کرنا لازم اور ضروری ہے، (حسب ونسب:
ص ۲۲۸)

جو مسئلہ زیر بحث ہے یہ کوئی معمولی نہیں ہے، بلکہ نہایت ہی نازک ہے ظاہر میں یہ ایک فقہی جزئیہ
معلوم ہوتا ہے، لیکن جہاں جا کر آخر میں اس کی تان ٹوٹی ہے وہاں یہ ایک عقیدہ کا مسئلہ بن جاتا ہے،
نسبِ رسول کے معاملہ میں تھوڑی سی کوتاہی بھی انسان کو ایمان سے کوسوں دور لے جاسکتی ہے، (حسب
ونسب: ص ۲۳۲)

صاحب کتاب نے نکاح کو سنگین بے ادبی قرار دے کر آگے نبی پاک ﷺ کی عزت و عظمت اور توقیر کے متعلق صفحات لکھے ہیں، وہ آپ بھی پڑھ لیں:

حدیث پاک میں ہے لا تؤدی المرأة حق ربها حتی تؤدی حق زوجها، یعنی عورت اپنے رب کے حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کے حقوق ادا نہ کرے، اس سے ظاہر ہے کہ مرد کی یہ کوئی شرعی ذمہ داری نہیں ہے کہ اگر سید زادی کے ساتھ اس نے نکاح کیا ہے تو وہ اس کی جوتی اٹھائے پھرے اور نہ ہی یہ حقوق نکاح میں داخل ہے، اس کو نکاح کے آداب میں شمار کرنا ایک مضحکہ خیز بات ہے، مرد کتنا ہی شریف کیوں نہ ہو وہ اپنی بیوی کے جوتے اٹھانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے اور نہ ہی اٹھائے گا۔

سائل کا یہ سمجھنا کہ اگر سید زادی نے غیر کفو میں غیر سید کے ساتھ نکاح کر لیا اور وہ علامہ شعرانی کے پیش کردہ آداب معاشرت کے مطابق سید زادی کے ساتھ زندگی گزارے تو سید زادی اور سادات کی توہین نہ ہوگی، ایک ناقص بلکہ غلط خیال ہے، یہ ادب نہیں ہے کہ پہلے سید زادی کے ساتھ غیر سید نکاح کرے پھر اس کا ادب کرنا شروع کر دے۔

سادات کا نسب حضور ﷺ کے ساتھ ملتا ہے اس کو غیر سید خون کے ساتھ ملوث نہیں ہونے دینا چاہئے، اس میں کسی قسم کا ادب نہیں ہے، بلکہ خون کی ملاوٹ سے سنگین بے ادبی ہے۔

قارئین حضرات! پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے واقعہ میں پڑھ چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اولاد پاک تو کجا حضور ﷺ کے شہر کے جو کتے ہیں ان کا ادب و احترام لازم ہے، جب سائل نے ادب کی بحث چھیڑ دی ہے تو اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے قارئین حضرات اہل بیت اطہار کے ادب کے سلسلہ میں بھی کچھ پڑھ لیں! تو لیجئے پڑھیے کہ ادب کو اسلام نے مرکزی حیثیت دی ہے، اگر ادب نہ ہو تو دل میں تعظیم پیدا نہیں ہوتی، تعظیم نہ ہو تو انسان عبادات و احکامات اور معاملات کی تعمیل نہیں کرتا، جب تعمیل نہ ہوگی تو قرب خداوندی حاصل نہیں ہوگا، اسی لئے قرآن پاک میں نبی ﷺ کے ادب و احترام کے انداز اور طریقے بتائے گئے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کے محبوب بنو تو پہلے نبوت و رسالت کا احترام کرو تا کہ تمہیں محبت کی نعمت سے سرفراز کیا جائے، اگر اس سلسلہ میں تم نے بے پرواہی سے کام لیا تو یاد رکھو تمہارے تمام اعمال صالحہ ضائع اور اکارت ہو جائیں گے، چنانچہ فرمایا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو اس بے ادبی سے کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ ضیاء القرآن میں ہے کہ آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے آہستہ آہستہ کلام کرنے کو اپنا معمول بنالیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا میں دم واپسیں حضور سے آہستہ آہستہ بات کروں گا، جب کوئی حضور سے ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ پہنچتا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف ایک خاص آدنی بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب بتاتا اور ہر طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا، صحابہ کرام جو پہلے بھی سراپا ادب و احترام تھے، اس آیت کے نزول کے بعد مزید محتاط ہو گئے۔

حضرت ثابت بن قیسؓ جو قدرتی طور پر بلند آواز تھے اس آیت کے نزول سے ان پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی، گھر میں بیٹھ رہے دروازہ کو قفل لگا دیا اور دن رات زار و قطار روناشروع کر دیا، مرشد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب ایک دور و ز ثابت کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں دریافت کیا، عرض کیا گیا انہیں تو دن رات رونے سے کام ہے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے بلا بھیجا اور رونے کی وجہ پوچھی، غلام اطاعت شعار نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آواز اونچی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے میری تو عمر بھر کی کمائی غارت ہو گئی۔ اس دل نواز آقانے تسلی دیتے ہوئے یہ مژدۂ جانفزا سنایا۔ اما تر ضی ان تعیش حمیداً و تقتل شہیداً و تدخل الجنة۔ ”یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہید قتل کیے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ“ عرض کیا اپنے رب کریم کی اس نوازش بے پایاں پر بندہ راضی ہے۔ علامہ ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ اس حدیث کے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب مسلمان کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا تو مسلمانوں کے قدم ڈگمگانے لگے، حضرت ثابت اور حضرت سالم نے آپس میں کہا کہ عہد رسالت میں ہم کفار سے اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے، دونوں نے اپنے لئے گڑھا کھودا اور اس میں جم کر دشمن پر تیروں

کی بوچھا شروع کر دی، حتیٰ کہ دونوں نے جام شہادت نوش کیا، اس روز حضرت ثابت نے ایک نفیس اور قیمتی زردہ پہن رکھی تھی، ایک شخص آپ کے نقش کے پاس سے گذرنا تو اس نے وہ زردہ اتار لی اور جا کر چھپا دی، اسی شب حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، خبردار! یہ خیال نہ کرنا کہ یہ محض خواب ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں، سنو! میں کل جب مقتول (شہید) ہوا تو ایک آدمی میرے پاس سے گذرا اور میری زردہ اتار لی، اس کی رہائش گاہ پڑاؤ کے آخری کنارہ پر ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے خیمے کے نزدیک ایک گھوڑا چر رہا ہے جس کے پاؤں میں ایک لمبی رسی بندھی ہے۔ اس شخص نے میری زردہ پر ایک دیگچہ الٹا رکھ دیا ہے، اس کے اوپر اونٹ کا کجاوہ ہے تم صبح حضرت خالد کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ میری زردہ اس شخص سے لے لیں، دوسری بات یہ ہے کہ جب تم مدینہ طیبہ پہنچو تو حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ ثابت پر اتنا قرضہ ہے وہ ادا کر دیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو حضرت خالد کے پاس گیا اور اپنا خواب سنایا، حضرت خالد نے وہ زردہ وہاں سے تلاش کر لی اور حضرت صدیقؓ نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا، (کتاب الروح: ص ۲۰)

جن خوش نصیبوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حبیب مكرم ﷺ کا ادب ہوتا ہے ان کی رفعت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے، یقیناً اتنا بلند مرتبہ ادب رسول سے ہی ملا ہے۔

معارف القرآن میں ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے شرائط لکھے جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا لکھو! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قریش کے نمائندہ سہیل نے یہیں سے بحث شروع کر دی اور کہا کہ لفظ رحمن اور رحیم ہمارے محاورات میں نہیں ہے، آپ یہاں وہی لفظ لکھیں جو پہلے لکھا کرتے تھے یعنی ”باسمک اللہم“ آپ نے اس کو بھی مان لیا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھو کہ یہ وہ عہد نامہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، سہیل نے اس پر بھی ضد کی اور کہا کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو ہرگز بیت اللہ سے نہ روکتے، صلح نامہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہونا چاہئے جو کسی فریق کے عقیدہ کے خلاف ہو، آپ صرف محمد بن عبد اللہ لکھوائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی منظور فرما کر حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اسے مٹا کر ”محمد بن عبد اللہ“ لکھ دو۔

حضرت علی نے باوجود سراپا اطاعت ہونے کے عرض کیا میں تو یہ نہیں کر سکتا کہ آپ کے نام کو مٹا دوں، نیز حضرت اُسید بن خضیر اور سعد بن عبادہ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ حضورؐ کے نام کو ہرگز ہرگز نہ مٹائیں، اگر قریش نہیں مانتے تو ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

آخر کار حضور ﷺ نے صلح نامہ کا کاغذ خود اپنے دست مبارک میں لیا اور آپ نے یہ لکھ دیا۔ ہذا مافاضی محمد بن عبد اللہ و سہیل بن عمرو اصلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یا من فیہ الناس و یکف بعضهم عن بعض، یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو نے دس سال کے لیے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے جس میں سب لوگ محفوظ رہیں، ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔ (معارف القرآن: ج ۸/ ص ۶۱)

یہ تھانوت اور رسالت کا حقیقی ادب جس کا ثبوت عملی طور پر حضرت علی المرتضیٰ نے پیش کیا کہ حکم رسول کے باوجود نام رسول کو نہیں مٹایا۔

صاحب معارف القرآن ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا یا بلند آواز سے اس طرح گفتگو کرنا جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے محابہ کیا کرتے ہیں ایک قسم کی بے ادبی گستاخی ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی (المتوفی ۵۴۳ھ) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا (ظاہری) حیات میں تھا، اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ روضہ شریف کے سامنے بھی بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کے خلاف ہے اور صاحب معارف القرآن یہ بھی لکھتے ہیں کہ علمائے کرام اور مشائخ چونکہ انبیائے عظام کے وارث ہیں لہذا ان کا ادب و احترام بھی لازم ہے، جب حضور ﷺ کی وجہ سے علماء اور مشائخ کا ادب ضروری ہے تو پھر حضور ﷺ کی اولاد جو حضور کے حکم میں ہے ان کا ادب و احترام بس از حد ضروری ہے جب کہ ان کے ادب و احترام پر نصوص شرعیہ بھی وارد ہو چکے ہیں۔ صاحب رشتہ الصادی لکھتے ہیں کہ ادب رسول سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت کا بھی ادب و احترام کیا جائے علامہ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ میں اہل بیت سے بغض نہیں رکھتا اور اولاد رسول کا ادب کرتا ہوں، کیونکہ جو حکم اصل کے لیے ثابت ہوتا ہے وہ فرع کے لیے بھی ہوتا

ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کا ادب فرض ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ادب بھی فرض ہے۔

ینابیع المودہ ص ۷۹ میں ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک اپنے والد کے دور حکومت میں حج کرنے کے لیے گیا تو جب طواف کعبہ شروع کیا اور حجر اسود کو چومنے کا ارادہ کیا تو لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ حجر اسود کو بوسہ نہ دے سکا اور پیچھے ہٹ گیا اور اس کے لیے ایک کرسی رکھی گئی جس پر بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا، اس کے ساتھ ملک شام کے وزراء اور امراء بھی تھے، اسی اثنا میں امام زین العابدین علیہ السلام کعبہ کا طواف کرنے کے لیے تشریف لے آئے، امام زین العابدین علیہ السلام بہت خوبصورت تھے، لوگ آپ کو دیکھتے ہی رہ جاتے تھے، آپ نے طواف شروع کیا جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو تمام لوگ آپ کے ادب و احترام کے لیے پیچھے ہٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو ایک شامی آدمی نے ہشام بن عبد الملک سے دریافت کیا یہ کون ہستی ہے جس کے ادب و احترام کے لیے لوگ حجر اسود سے پیچھے ہو گئے ہیں؟ ہشام نے کہا! مجھے پتہ نہیں ہے، یہ اس نے تجاہل عارفانہ اس لیے کیا تا کہ شامی لوگ امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف میلان نہ کریں، ہشام کے قریب فرزدق (بہت بڑا شاعر) موجود تھا اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ کون ہیں، شامی نے کہا فرزدق بتائیے یہ کون ہیں تو فرزدق نے امام زین العابدین کی شان میں ایک بلیغ و فصیح قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے ۔

هذا الذي يعرف البطحاء وطائته

والبيت يعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہیں جن کو سرزمین بطحاء پہچانتی ہے اور خانہ کعبہ اور حل و حرم بھی جانتا ہے۔

فرزدق نے کہا کہ اگر ہشام بن عبد الملک کہتا ہے کہ میں ان کو نہیں پہچانتا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، یہ وہ ذات ہے جس کو خانہ کعبہ، حل و حرم جانتا ہے تمام سرزمین بطحاء جانتی ہے، بلکہ عرب و عجم جانتے ہیں، تو نے دیکھا نہیں جب یہ حجر اسود کو بوسہ سینے لگے تو حجر اسود نے خود ان کے ہاتھوں کو چوم کر اپنے آپ کو معطر کر لیا ہے تو بتا تو سہی دنیا میں کون ہے جس کی گردن میں ان کی نعمتوں کے ہار نہیں ہیں، یہ وہ ہیں جن کی محبت فرض عین ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر صریح ہے، اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہی تو مقدم ہے یہ اللہ کی زمین پر تمام سے بہتر ہیں، ان کے ساتھ نہ کوئی شرافت میں برابر ہے اور نہ سخاوت

میں، یہ مصیبت کے وقت لوگوں کی امداد فرماتے ہیں۔

جب ہشام نے یہ مدح بھرا قصیدہ سنا تو حکم کیا کہ فرزدق کو قید کر دیا جائے فرزدق کو مقام عسفان میں قید میں ڈال دیا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے جب یہ سنا تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے، فرزدق نے یہ رقم واپس امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دی اور یہ بھی عرض کیا کہ میں نے آپ کی تعریف اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا کے لیے کی ہے، کوئی انعام کے حصول کے لیے نہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے پھر یہ رقم واپس فرزدق کو عطا فرمادی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ انا اهل البيت اذا وهبنا شيئاً لانسعيده، جب ہم اہل بیت (رسول) کوئی چیز ہبہ کرتے ہیں تو واپس نہیں لیتے، فرزدق نے یہ قبول کر لیا۔

طوافِ کعبہ عبادت ہے، اہل بیت کا ادب جیسے کہ دیگر معاملات میں لازم ہے اسی طرح عبادت میں بھی لازم ہے، یہی وجہ ہے تھی کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے تو تمام لوگ حجرِ اسود سے پیچھے ہو گئے جس سے ظاہر ہوا کہ اہل بیت اطہار کا ادب ہر صورت میں لازم اور ضروری ہے۔

حضرت علی بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں علویوں (سادات) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا، اُن میں سے ایک سید کو میں نے دیکھا جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے تھا وہ بے ہوش پڑا ہے اور اس نے قے کی ہوئی ہے اور مٹی میں لتھڑا ہوا ہے تو میں نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ اب اس سال اس سید کو اس کا مقرر کردہ وظیفہ اور روزینہ نہیں دوں گا، جب وہ میرے پاس آیا اور وظیفہ کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا کہ فلاں دن میں نے تمہیں فلاں مقام پر بے ہوش پڑا ہوا دیکھا تھا، تمہاری حالت ٹھیک نہیں تھی لہذا تم چلے جاؤ تمہارا روزینہ اور وظیفہ ہم نے بند کر دیا ہے، وہ سید واپس چلا گیا، جب میں رات کو سویا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہیں، میں بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں، میں تو آپ پر کثرت سے درود بھی پڑھتا ہوں اور آپ کی اولاد پاک سے احسان بھی کرتا رہتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل تو نے میرے ایک فرزند کو اپنے دروازہ سے خالی واپس کیوں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کو بُرے کام میں مشغول دیکھا تھا، میں نے اس کا وظیفہ اس لیے

بند کیا تھا تا کہ گناہ پر اس کا معاون نہ بنوں، حضور ﷺ نے فرمایا تو اسے میری وجہ سے دیتا تھا یا اس کو اس کی وجہ سے۔ میں نے عرض کیا حضور کی وجہ سے، تو حضور ﷺ نے فرمایا میری وجہ سے اس کا پردہ بھی رکھنا چاہئے تھا کیونکہ وہ میری اولاد سے ہے، میں نے عرض کی حضور مجھے یہ بات بسر و چشم قبول ہے، جب میں صبح بیدار ہوا تو اس سید کی تلاش میں میں نے ایک آدمی کو بھیجا۔ جب وہ آدمی ان کو لے کر آیا تو میں نے ان کو اندر بلایا اور دس ہزار درہم ان کی نذر کیے اور ان کو ادب و احترام سے نوازا اور ساتھ یہ بھی عرض کیا اگر کسی چیز کی ضرورت پڑے تو ہم کو بتا دیا کریں اور پھر ان کو واپس تشریف لے جانے کے لیے عرض کیا، انہوں نے کہا یہ بات تو بتا دیجئے کہ کل تو آپ نے مجھے جواب دے دیا، آج مجھے آپ بہت نواز رہے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میں نے کہا آج رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کے متعلق یوں فرمایا ہے، سید نے جب یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پھر کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد کبھی معصیت اور گناہ نہیں کروں گا اور نہ ہی کبھی میرے نانا پاک (رسول اللہ ﷺ) کو میری طرف سے مداخلت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، چنانچہ اس کے بعد انہوں نے کبھی گناہ نہ کیا، (رفقۃ الصاوی: ص ۶۳)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور کی اولاد کا ادب حضور کی وجہ سے کرنا لازم اور ضروری ہے، کسی مسلمان کو یہ خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ سادات جب عمل اچھے نہیں کرتے تو ہم ان کا ادب و احترام کیوں کرتے ہیں، ہم ان کا ادب و احترام حضور ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں، چنانچہ یہ حضور ﷺ کی اولاد و عزت ہیں، لہذا ہم مسلمانوں پر ان کا ادب بھی لازم ہے۔ امام احمد بن حنبل نے مطلق حکم فرمایا ہے کہ اہل بیت رسول اور اولاد رسول کا احترام فرض ہے، محی الدین ابن عربی کے پاس اگر کوئی سید تعلیم کے لیے آتا تو اس کو بلند جگہ پر بٹھاتے اور خود نیچے بیٹھتے، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ابن عباس کے پاس تشریف لاتے تو ابن عباس امام زین العابدین کے ادب کے لیے کھڑے ہو جاتے، حضرت عبداللہ بن حسن المثنی جب عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ راشد) کے پاس آتے تو عمر بن عبدالعزیز خود نیچے بیٹھتے اور ان کو بلند جگہ پر بٹھاتے، علامہ ابوبکر ابن شہاب الدین شافعی الحضری اپنی کتاب ”رفقۃ الصاوی“ کے خطبہ میں فرماتے ہیں: تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے اپنے نبی کے اہل بیت کو عظیم مفاخر و مناقب سے آراستہ کیا

اور انہیں عظیم مظاہر و مواہب کی وجہ سے قربت سے نوازا، انہیں اتنا بلند کیا کہ اس کی انتہا کو کوئی زبان اور کسی کا قلم بیان نہیں کر سکتا، اپنے ارادہ ازلی سے اس کریم خاندان کو پاکیزگی بخشی اور اعلیٰ مراتب و مناصب پر پہنچایا، فتنوں کی طغیانی کے وقت انہیں سفینہ نجات بنایا، امت کے لیے انہیں پناہ گاہ ٹھہرایا جب کہ فتنوں کے جھکڑ چلیں، ہدایت کے ستارے بنایا جب کہ مصائب کی راتیں سیاہ پڑ جائیں، انہیں ان کے نانا ”رسول اللہ“ کی قرابت ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کی وجہ سے اور ان کے باپ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے واسطے سے سکرم و محترم بنایا، ہم اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر حمد کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو آل نبی اور اہل بیت کی تعظیم و ادب کی توفیق دی۔

جب اہل بیت کا ادب و احترام ہر طرح سے فرض ہے تو کسی غیر سید کو سادات کی لڑکی سے نکاح نہ کرنا چاہئے، (حسب و نسب: ص ۲۱۸ تا ۲۲۹)

اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ

جواز کا فتویٰ دینے والے گستاخ رسول، اہل بیت کے بے ادب، بد بخت اور مسلمان بھی نہیں کہلا سکتے بے دین ہیں!!

دوسرے گروہ کا نظریہ

پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ سادات کرام یا کوئی دوسرا اعلیٰ نسب خاندان اپنی کوئی بیٹی کسی دوسرے کم درجہ خاندان کے کسی فرد کو نہیں دینا چاہتا تو نہ دے اسے کون ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے؟ مگر خدا را از روئے شریعت محمدیہ حرام اور ناجائز تو نہ کہے کیوں کہ ایسا سوچنا یا عقیدہ رکھنا کفر ہے، ہماری کتب عقائد میں یہ تصریح موجود ہے اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے ملفوظات مہریہ میں بھی مرقوم ہے کہ جس طرح تحلیل ماحرم اللہ کفر ہے اسی طرح تحریم ماحل اللہ بھی کفر ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی کسی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا کفر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی حلال کردہ چیز کو حرام سمجھنا اور کہنا بھی کفر ہے، (طریق الفلاح: ص ۲۷۵)

[مصدقہ: عرفان شاہ مشہدی، مفتی منیب الرحمان، غلام مصطفیٰ رضوی]

مولوی عطاء محمد بند یا لوی لکھتا ہے:

غیر کفو میں نکاح سیدہ کا ممتنع الا نعتقاد ہونا روافض اور شیعوں کا مذہب ہے، (سیف العطاء: ص ۱۴۲) اب جن لوگوں کا یہ عقیدہ یا خیال ہے کہ سیدہ فاطمہ کا نکاح غیر کفو میں ولی اقرب کی رضا مندی کے باوجود بھی منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لیے زوجین کا جنسی تعلق العیاذ باللہ زنا ہوتا ہے اور اولاد حرام کی ہوتی ہے، ان پر یہ بات واضح ہو کہ یہ عقیدہ جو انہوں نے اپنا رکھا ہے یہ روافض اور اہل تشیع کا عقیدہ ہے، اگر شیعہ کا یہ عقیدہ کسی کو قبول ہے تو پھر ان کے سارے عقائد کیوں قبول نہیں، پھر چشتی گولڑوی کہلانے کی بجائے اپنے نام کے ساتھ رافضی لکھ دیا کریں یا شیعہ مذہب کے حوالے سے اپنا تعارف پیش کرے، (سیف العطاء: ص ۱۴۲)

خلاصہ کلام یہ کہ سادات فاطمیہ کا حضرت اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ کے اس فتوے پہ سند پکڑنا کہ سادات فاطمیہ کی لڑکیوں کا برضاے اولیاء بھی کسی عجمی سے نکاح مطلقاً حرام یا ناجائز ہے، نہ یہ حضرت کا فتویٰ کا منشاء ہے، نہ ائمہ اربعہ کا اس سلسلے میں کوئی قول ہے نہ کوئی حدیث صحیح اور نہ اجماع صحابہ و تابعین سے ایسے نکاح کی حرمت یا عدم جواز پر کوئی ثبوت ملتا ہے، لہذا حلال رشتوں کو خود ساختہ اور من گھڑت قاعدہ سے حرام کہنا سمجھنا اور اس کی اشاعت کرنا خود بھی کفر ہے اور دوسرے کو بھی کفر کی دعوت دینے کے مترادف ہے، جیسا کہ حضرت گولڑوی قدس سرہ کے ایک ملفوظ کو کسی کتاب میں نقل کیا گیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے کہ تحلیل ما حرم اللہ کفر ہے اسی طرح تحریم ما احل اللہ بھی کفر ہے، لہذا برائے نکاح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حلال کردہ رشتوں کو حرام کہنا یا یہ عقیدہ رکھنا تحریم ما احل اللہ کے تحت آتا ہے جو صریحاً کفر اور انکار شریعت ہے، غیر کفو میں رشتہ نہ دینا مگر دینے کو حلال سمجھنا اور بات ہے، جو موجب کفر نہیں مگر اسے حرام سمجھ کر نہ دینا حلال کو حرام بنانا ہے جس کی شرعاً ایک مسلمان کو اجازت نہیں اور یہ یقیناً ایسا عقیدہ ہے جو موجب کفر و ضلالت ہے، (سیف العطاء: ص ۲۵۸، ۲۵۹)

پڑھ لیا قارئین کرام آپ نے اس گروہ کا فتویٰ اس پر۔
کفر والحاد وغیرہ بے شمار تحفے اس گروہ نے ان کو عطاء کئے ہیں۔
حافظ محمد یونس چشتی صاحب لکھتے ہیں:

ہر چہار رسائل (جو عدم جواز پر پہلے گروہ نے لکھے تھے) کے مصنفین نے تعظیم آل رسول کریم ﷺ کی آڑ میں حدیث رسول خیر الانام ﷺ، نیز اسوۂ رسول ﷺ کے ساتھ سنگین مذاق کیا..... وہ خود اس مسئلہ میں قول رسول ہاشمی و قریشی کے حق میں کس قدر بے ادبی کے مرتکب رہے ہیں کہ ایک ہاشمی غیر فاطمی نیز قریشی..... کو سیدہ کا غیر کفو قرار دے کر عجمی اقوام نیز عجمی کمین اقوام مثلاً نائی مسلمی، موچی لوہار ترکھان وغیرہم کی صف میں کھڑا کر دیا، (سیف الاعوان: ص ۲۰)

آگے لکھتے ہیں، مؤلفین اربعہ کا یہ موقف باطل ہے اور فقہ حنفی کے منافی رسول کریم ﷺ کی قوم کو عجمی اقوام کے صفوف میں شامل کرنا یہ کیسی فقاہت ہے، کیونکہ عجمی سیدہ کا کفو نہ ہو اس طرح ایک قریشی اور ایک ہاشمی غیر فاطمی بھی سیدہ کا کفو نہ ہوا تو اس جہت سے قریشی اور عجمی مساوی ہو گئے اس طرح ہاشمی غیر فاطمی اور عجمی بھی اس جہت سے کہ دونوں سیدہ کے غیر کفو میں مساوی ہو گئے تو یہ درحقیقت قوم رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے، یہ ہے کَر مَافَر، (سیف الاعوان: ص ۱۹۹)

القصہ! دوسرے گروہ کے نزدیک بھی پہلا گروہ گستاخ رسول و اہل بیت ہے۔

ایک ضمنی مسئلہ

اسی ضمن میں ایک بات اور حاضر خدمت ہے:

پہلے گروہ والے لوگوں میں یہ سوچ بھی ہے کہ نکاحِ امّ کلثومؓ سیدنا عمرؓ کے ساتھ نہیں ہوا، یہ سب جھوٹ ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

ہم اس بات کے کہنے میں کوئی تاثر نہیں کرتے کہ یہ امّ کلثوم کے نکاح والا واقعہ اگرچہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے، لیکن یہ موضوع ہے..... راویوں نے اس کو اختراع اور وضع کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بنیادی طور پر حضرت امّ کلثوم علیہا السلام کا حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ نہ نکاح ہوا ہے اور نہ ہی بڑھاپے میں حضرت عمرؓ نے ایک نابالغہ سیدہ (امّ کلثوم) کے ساتھ نکاح کیا ہے اور نہ ہی رشتہ مانگا ہے جب بنیادی طور پر نکاح ہی نہیں ہوا تو مسائل کا اس کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ سیدہ کا اگر ولی راضی ہو جائے تو غیر سیدہ کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے، صراحتہ غلط ہے، (حسب ونسب: ص ۱۹۰)

جبکہ دوسرے گروہ والے لوگ کہتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا انکار شیعہ ذہنیت کے صاحب ہمارے ہی اپنے لوگ ہیں، جو اہل سنت والجماعت ہونے کے باوجود مائل بہ تشیع ہیں اور ایسے حضرات کی ماشاء اللہ کوئی کمی نہیں، (سیف الاعوان: ص ۱۲۷)

دوسرا ضمنی مسئلہ

دوسرے گروہ کے افراد میں آپس میں بھی کچھ لڑائی جھگڑا ہے، وہ اس طرح کہ: حافظ محمد یونس چشتی لکھتے ہیں (پہلے گروہ نے) ایک ہاشمی غیر فاطمی نیز قریشی..... کو سیدہ کا غیر کفو قرار دے کر عجمی اقوام اور کمین اقوام کو مثلاً نائی مسلی، موچی، لوہار، ترکھان وغیرہم کی صف میں کھڑا کر دیا۔ (سیف الاعوان: ص ۲۰)

یعنی نائی مسلی، موچی، لوہار، ترکھان وغیرہ کمین لوگ ہیں۔
جب کہ پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں:

عالی نسب ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انسان کسی کم سے کم تردد رجے کے انسان کی بھی عزت کرے، ریا کاری کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ وہ بھی اسی طرح کا ایک انسان ہے۔
لوہار موچی تیلی میراثی جیسے غیر اسلامی اور خود ساختہ طبقات میں انسانوں کی تقسیم کرنا ایک شریف النفس کا کام نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ شریف النفس کہلانے کا مستحق نہیں، بلکہ وہ خود کو جس نسب سے منسوب کر رہا ہے اس سے اس کی اپنی نسبت بھی مشکوک لگتی ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے اصل باپ دادا کا سراغ لگائے، (نام و نسب ص ۲۰۲)

حق چار یار یا حق سب یار؟

مسئلہ نمبر ۱۸

دیگر مسائل کی طرح رضا خانی علماء اس میں بھی افراط و تفریط کا شکار ہیں، فاضل بریلوی نے جو مشن ان کے سپرد کیا تھا تکفیر امت کا وہ یہ لوگ بخوبی بھار رہے ہیں، چنانچہ:

مولوی عطاء محمد صاحب بند یا لوی جو اس ماضی قریب کے بہت بڑے بریلوی گزرے ہیں، وہ کہتے ہیں ابھی نام نہاد مفتی (گولڑہ شریف کے مفتی) کے اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے ہوں گے کہ اہل سنت یہ نعرہ لگاتے تھے ”نعرہ تحقیق حق چار یار“ اور یہ نعرہ اہل سنت کی علامت تھی، لیکن مفتی مذکور یہ نعرہ لگانے سے منع کرتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ باطن رافضی ہے اور تقیہ کے طور پر بظاہر اہل سنت کہلاتا ہے، مفتی مذکور کی منع نعرہ پر دلیل یہ ہے کہ اس نعرہ سے یہ لازم ہے کہ چار یار کے سوا کوئی صحابی حق پر نہیں، اس جاہل مفتی کو یہ معلوم نہیں کہ یہ تب لازم آتا جب اس نعرہ میں حصر کا کلمہ ہوتا مثلاً یوں ہوتا کہ نہیں حق مگر چار یار یا یہ ہوتا کہ حق پر صرف چار یار ہیں حالانکہ اس نعرہ میں حصر کا کوئی ایسا کلمہ نہیں، علم اصول میں ہے کہ محض کسی کے ذکر سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی، اس نعرہ کا تو صرف یہ معنی ہے کہ چار یار حق پر ہیں دوسرے اصحاب کے حق پر ہونے کی نفی نہیں ہے، اگر اس جاہل مفتی کی منطق تسلیم کر لی جائے تو مفتی جب یہ کلمہ پڑھتا ہے (محمد رسول اللہ) تو لازم آئے گا کہ محمد ﷺ کے سوا کوئی رسول اللہ نہیں ہے تو اب مفتی اپنی اس منطق کے لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ان سب خرابیوں کا سبب جہالت ہے، لہذا نعرہ تحقیق حق چار یار سے کوئی منافق رافضی ہی منع کرے گا، (سیف العطاء: ص ۱۴۱، ۱۴۲)

اس تکفیر کی شمشیر تلے صرف گولڑہ کا مفتی ہی نہیں آتا، بلکہ پاکستانی معروف رضا خانی عالم سید عبدالقادر جیلانی جن کی ثقاہت کی گواہی پیر محمد چشتی پشاور، میاں عبدالخالق بھر چونڈی شریف، مفتی محمد خان قادری لاہوری نے دی ہے۔

چنانچہ ان کے ایک ادارہ سے کتاب چھپی ہے ”روئید مناظرہ“ کے ص ۳ پر ہے آج سے تقریباً

ایک سال قبل جامع المعتقل والمعتقل وارث علوم مرتضویہ امین فیوض قادریہ حضرت مفکر اسلام سید عبدالقادر جیلانی دامت برکاتہ برطانیہ سے وطن واپس آئے، موضع علی پور فراش اسلام آباد کے چند احباب نے آپ کی خدمت میں گزارش پیش کی کہ آپ ہمارے ہاں خطاب کے لئے تشریف لائیں، کچھ لوگ اس فتنے کو ہوادے رہے ہیں کہ نعرہ حیدری شیعہ کی علامت ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، حضرت مفکر اسلام نے یہ درخواست قبول فرمائی اور عظیم الشان کانفرنس میں نہایت مدلل خطاب فرمایا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے مقام و مرتبے کے حوالے سے کتاب و سنت کی روشنی میں مسلک اہل سنت بیان فرمایا، معتبرات میں سے یہ ثبوت فراہم کیا کہ حضرت علی شیر خدا کی بے مثل جرأت و جوانمردی کے اظہار پر آپ کے نام کا نعرہ دو در رسالت مآب میں بھی لگایا جاتا رہا ہے اور نعرہ تحقیق کے حوالے سے آپ نے ایک مضبوط تمہید کے بعد فرمایا کہ میرا اس نعرے کے جواب سے اختلاف ہے، چونکہ یہ نعرہ اظہار عقیدہ کے لیے لگایا جا رہا ہے جواب میں اگر حق چار یا رکھا جائے تو عقیدہ اہل سنت کی مکمل ترجمانی نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر خلافت مراد ہو تو اہل سنت کے نزدیک امام حسن علیہ السلام یا نجوین خلیفہ راشد ہیں، جواب حق بیخ یا رہونا چاہئے اور اگر مراد صحابہ کی حقانیت ہو تو حضور علیہ السلام کے تمام صحابہ اہل حق ہیں ہدایت کے ستارے ہیں، سورہ انفال کی آیت نمبر ۷۴ میں اللہ پاک نے فرمایا، اولئک ہم المؤمنون حقاً، (تمام صحابہ سچے مومن ہیں)

لہذا ”حق سب یا“ کہا جائے، کیونکہ یہ آیت قرآن کریم کی عام آیت ہے اور عموم کتاب اللہ کی تخصیص کے لئے خبر مشہور یا خبر متواتر چاہئے ہوتی ہے، صرف چار کی تخصیص کی دلیل موجود نہیں ہے اس لئے حق سب یا قرآنی نعرہ ہے، تو اب عطاء محمد بند یا لوی کے فتویٰ کی زد میں جیلانی صاحب بھی آگئے۔ عبدالقادر جیلانی صاحب آگے کہتے ہیں:

حق پہلے کہنے سے معنی یہ نکلتا ہے کہ صرف یہی چار حق ہیں حصر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ محصور کے اندر جس چیز کو ثابت کیا جائے غیر سے اس کی نفی ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کو ان چار کے لئے ثابت کرنے سے باقیوں کو نکالا گیا ہے، (روئید مناظرہ: ص ۲۰) آگے کہتے ہیں:

جب کہیں حق چار یا تو قواعد کے مطابق حق کا ان چار میں حصر لازم آتا ہے کہ صرف یہی چار حق ہیں باقی کوئی حق نہیں، ہمیں اس سے اختلاف ہے ہم کہتے ہیں کہ سب صحابہ حق پر ہیں صرف چار حق پر نہیں یہ چار سب حق والوں کے سردار ہیں، ہمیں ان کے حق ہونے پر اعتراض نہیں باقیوں کو نکالنے پر اعتراض ہے، جو آدمی حق چار یا رکانہ لگا تا ہے غیر شعوری طور پر اسے یہ پتہ نہیں کہ میں نے چار یا رکانہ جو مؤخر کیا ہے اور حق کو مقدم کیا ہے اس سے حصر لازم آتا ہے، (روئید ادا منظرہ: ص ۲۲)

یعنی بریلوی حضرات جو یہ نعرہ لگانے والے ہیں وہ باقی صحابہ کو حق نہیں مانتے تو جیسے روافض صرف تین چار کو مانتے ہیں ویسے یہ بھی۔

تکفیر یزید

مسئلہ نمبر ۱۹

یزید پلید امت میں اپنے کردار کی وجہ سے ہمیشہ ہی مطعون و مشکوک رہے گا، مگر ہمیں یہاں یہ بات ثابت کرنی ہے کہ بریلوی حضرات اس وجہ سے بھی آپس میں گتھم گتھا ہیں اور ان کی لڑائی دیکھنے والی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے یزید کافر ہے اور اسے کافر نہ کہنے والے غلطی بلکہ باطل نظریہ پر ہیں اور یزید یہ بھی کہتا ہے خارجی ٹولہ نام نہاد مفتی وغیرہا۔

ملاحظہ فرمائیں:

صاحب نبراس کا یہ کہنا کہ عداوت دنیاوی سے کفر لازم نہیں آتا یہ غلط ہے، وہ عام لوگوں کا حکم ہے، اہل بیت کا یہ حکم نہیں، اہل بیت رسول کے احکام علاحدہ ہیں اس سے ثابت ہوا کہ امام حسن کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا، پھر امام حسین کا کر بلا میں شہید ہو جانا یہ عداوت دینی امر پر مبنی تھی صاحب نبراس کا یہ کہنا کہ یہ دنیاوی عداوت تھی غلط ہے بلکہ یہ دینی عداوت تھی جس کی وجہ سے یزید کافر ہوا، (حسب ونسب: ص ۱۵۳، ج ۲)

امام غزالی اور صاحب نبراس وغیرہ نے جو کہا کہ یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت نہ کرنی چاہئے وہ صرف

غلط ہی نہیں بلکہ باطل ہے، (حسب و نسب: ص ۱۶۰ ج ۲)

جناب مفتی احمد یار نعیمی نے جو تفسیر نعیمی میں لکھا ہے کہ یزید پلید پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں وہ

بھی مردود ہے، (حسب و نسب: ص ۱۵۸ ج ۲)

سید افتخار الحسن زیدی غصہ میں برستے ہوئے کہتے ہیں:

اس کے کفر والحاد کو چھپا کر اس کے مسلمان ہونے کا اعلان کرو، (کفر یزید: ص ۱۷)

آگے یوں برستے ہیں:

یزید کو کافر کہنے والے سچے ہیں یا مسلمان سمجھنے والے، (کفر یزید: ص ۳۰)

میں چند کتابوں ہی سے ملعون یزید کا کافر و لعنتی ہونا ثابت کر کے اپنے غلط انداز فکر کی وجہ سے غلط

راستے پر چلنے والوں کو سیدھا راستہ دکھانے کی پوری پوری کوشش کروں گا، (کفر یزید: ص ۶۳)

شیخ محقق کا فیصلہ

کاش یہ ارباب تاویل جانتے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اس بارے میں ناطق ہیں ان میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور ایذاء و اہانت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض

و عداوت اور ایذاء و اہانت کا موجب ہے، حالانکہ یہ سب کفر، موجب لعن اور غلودنارِ جہنم ہے بلاشبہ یہ اس

آیت کا موجب ہے، (کفر یزید: ص ۶۵، ۶۸)

شیخ محقق کے قول کے مطابق یزید بھی اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو پھر اس کے کافر ہونے سے انکار

کیوں؟ (کفر یزید: ص ۶۷)

میرے سیدھے سادھے پکے و سچے سنی و بریلوی بھائی و دوست یزید کو پکا اور سچا مسلمان کہنے

والے مولویوں کے دامنِ مکر و فریب میں آ کر اپنی اصل سنیت و بریلویت کی سفید چادر کو داغدار نہ کریں،

(کفر یزید: ص ۸۸)

ہمارے بزرگانِ دین میں سے کسی نے بھی یزید کو مسلمان اور غیر لعنتی نہ کہا اور ہمارے محدثین

و مفسرین بھی اس کو کافر و لعنتی کہتے چلے آ رہے ہیں۔

لیکن آج کل کے یہ نام نہاد مفتی خدا جانے کم ظرفی کی تاریکیوں اور اتنی تنگ ظرفی کی ظلمتوں کے کس گڑھے میں گر چکے ہیں کہ جہاں سے ان کو روشنی کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں دیتی، (کفر یزید: ص ۹۲) یہ خارجی ٹولہ تو یزید کو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند کہہ کر اسے جہنمی بنانے کی کوشش کر رہا ہے، (کفر یزید: ص ۱۱۸)

کیا ایسا ملحد و بے دین اور باطل پرست اور شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی مغفرت کا مستحق ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ (کفر یزید: ص ۱۲۵، ۱۲۶)

سوال:

یہ کہنا کہ امام حسین علیہ السلام حق پر تھے اور یزید غلطی پر تھا یا یزید لعنتی ہے یا کافر ہے یہ تو ایک نظریاتی اور تاریخی مسئلہ ہے، لہذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

سائل کو غلط فہمی ہوئی ہے، یہ مسئلہ نظریاتی یا صرف تاریخی نہیں ہے جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو، بلکہ یہ مسئلہ مسلمانوں کے نزدیک فقہی و کلامی اور عقیدے کا مسئلہ ہے، عقیدہ دین ہوتا ہے، (حسب و نسب: ص ۱۶۰)

دوسری طرف آئیے!

احمد سعید کاظمی صاحب کہتے ہیں:

سوال:

کسی نے مجھ سے پوچھا کہ قتلِ حسینؑ سے پہلے یزید اور اس کے ساتھی مومن تھے یا نہیں؟

جواب:

میں اس کو قتلِ حسینؑ کے بعد بھی کافر نہیں کہتا کیوں کہ میرے امام ابو حنیفہؒ نے اس کو کافر نہیں کہا، کفر و ایمان کی بحث الگ ہے، ہمارے نزدیک کافر اور مومن کے درمیان کا کوئی واسطہ نہیں یا آدمی مومن ہوگا یا کافر ہم فاسق کو بھی ایمان سے خارج نہیں کہتے اور میں سمجھتا ہوں کہ یزید قتلِ حسینؑ سے پہلے بھی فاسق تھا اور قتلِ حسینؑ کے بعد بھی، اگر کوئی چاہے تو میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، ابوداؤد شریف کی حدیث

موجود ہے میں بتا سکتا ہوں، (خطباتِ کاظمی: ج ۳/ ص ۳۰۰)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

جن لوگوں کے نزدیک یزید کا کفر ثابت نہیں ہے وہ اگرچہ سخت ترین عذاب کا مستحق ہے، لیکن بالآخر اس کی مغفرت ہو جائے گی اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف درج ذیل ہے:

ہمارے امام اعظمؒ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کیا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال و عبدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ (سورہ مریم آیت نمبر ۵۹، ۶۰) اور توبہ تادمِ غرغره مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے، (نعمۃ الباری شرح بخاری: ج ۵/ ص ۷۹۸)

اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ فاضل بریلوی کے نزدیک اس کی بخشش ہو جائے گی۔

ضمناً یہ بات بھی عرض خدمت ہے علمائے دیوبند کا موقف بھی غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے اور یہی ہمارا موقف و مشرب ہے جو آگے ہم عرض کرنے والے ہیں۔

سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اس بحث میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۱ھ کی درج ذیل عبارت بہت عمدہ ہے۔

یزید نے اس غزوہ کے بعد جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے جیسے حضرت حسین بن علیؑ کی شہادت، مدینہ منورہ پر تخریب کاری اور توڑ پھوڑ اور شراب پینے پر اصرار وغیرہ اگر خدا نے چاہا تو وہ ان کو معاف کر دے گا یا سزا دے گا جیسا کہ دیگر تمام گناہ گاروں کے بارے میں حکم ہے، (رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری صحیح البخاری: ج ۱/ ص ۳۴ مکتبہ رحمانیہ)

شیخ سلیم اللہ نے بھی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے اور اس کو سب سے بہترین اور معتدل قول قرار دیا ہے (کشف الباری کتاب الجہاد والسیر: ص ۲۸۷ مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اسی عبارت پر اعتماد کیا ہے اور ان کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے اور بہت مختصر لکھا ہے، (انعام الباری: ج ۷/ ص ۱۰۶۷ مکتبہ الحراء کراچی) (نعمۃ الباری شرح بخاری: ج ۵/ ص ۷۹۹)

یہ اہل السنۃ دیوبند کا موقف ہے جس کو بریلوی اکابر نے بھی مانا ہے، باقی رشید ابن رشید وغیرہ کتابوں سے ہمارا نہ کل تعلق تھا اور نہ آج ہے۔

استادِ کل بریلویہ مولوی عطاء محمد بندیا لوی لکھتے ہیں:

مفتی ماجن کے مبنی بر جہالت دلائل

امر چہارم: بے خبر مفتی نے یزید کے متعلق کہا کہ یزید لعنتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مفتی نے یزید پر لعنت شخصی کی اور یہ بھی خلاف تحقیق ہے، دلائل ملاحظہ ہوں: شرح عقائد نسفی میں ہے: وَاِنَّمَا اختلفوا فی یزید بن معاویۃ حتی ذکر فی الخلاصۃ کتاب معتمد فی الفقہ الحنفی انہ لایجوز اللعن علیہ لان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہی عن لعن المصلین ومن کان من اہل القبۃ۔ محولہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی لعنت شخصی معتمد کتبِ احناف کے لحاظ سے ناجائز ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھنے والوں کی لعنت سے منع فرمایا اور جو لوگ کعبہ شریف کو اپنا قبلہ مانتے ہیں ان کی لعنت سے منع فرمایا، علامہ تفتازانی نے چونکہ یزید کی لعنت کا قول کیا تو صاحبِ نیر اس نے اس کا رد کیا، ملاحظہ ہو: انّ الشارح بنی کلامہ علی جواز لعن الفاسق وان لم یتحقق موته علی الکفر وهذا خلاف التحقيق والذی حققہ المحققون ان اللعن ثلثۃ اقسام احدها اللعن بالوصف العام نحو لعن اللہ علی الکفار والیہود وهذا جائز، ثانیہا اللعن علی الشخص المعین الذی صح موته علی الکفر باخبار الشارع کفر عون وابی جہل وابلیس وهو جائز، ثالثہا علی شخص لم یعلم موته علی الکفر وهو بحسب الظاہر مؤمن او کافر لجواز ان یوفق اللہ سبحانہ وتعالیٰ الکافر الاسلام ودلیلہم ان الشارع نہی عن اللعن وشدد علیہ ففی الحدیث لایکون المؤمن لعاناً رواہ الترمذی وقال من لعن شیئاً لیس لہ باہل رجعت اللعنة علیہ رواہ الترمذی ثم ند صح عنه اللعن بالوصف العام وعلی الشخص الهالک علی الکفر فوجب الاقتصار علیہما وبقی القسم الثالث محظوراً لاسیما اذا کان الشخص مؤمناً علی الظاہر لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام سباب المسلم فسوق رواہ البخاری، فاحفظ ولا تکن من الذین لا یراعون

قواعد الشرع ويحكمون بان من نهى عن لعن يزيد فهو من الخوارج نعم قبح افعاله مشهور وحب اهل البيت واجب ولكن النهى عن لعنه ليس للقصور في حبهم بل لقواعد الشرع۔ اس طویل عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تفتازانی نے جو یزید کی شخصی لعنت کا قول کیا ہے، یہ اس پر مبنی ہے کہ جس فاسق کی موت یقینی طور پر کفر پر نہیں ہے اس فاسق پر شخصی لعنت جائز ہے اور یہ بات خلاف تحقیق ہے تو یزید پر لعنت شخصی خلاف تحقیق ہے، اگرچہ وہ فاسق تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محققین کے نزدیک لعنت کی تین قسمیں ہیں: قسم اول لعنت وصف عام پر جو کہ شرع شریف میں وارد ہے، جیسے اللہ کی لعنت کفار اور یہود پر، خلاصہ یہ کہ اس وصف عام پر لعنت جائز ہے اور جس وصف عام پر شرع میں لعنت نہیں کی گئی، ہم بھی اس وصف عام پر لعنت نہیں کر سکتے، بہر حال اس وصف عام پر لعنت جائز ہے جو شریعت میں وارد ہے۔ دوم: اس شخص معین پر لعنت جس کے کفر پر موت کی خبر شارع نے دی ہے، شارع سے مراد اللہ جل شانہ اور آنحضرت ﷺ ہیں، جیسے فرعون، ابوجہل اور ابلیس کی موت، ان تینوں کی موت کفر پر قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہے، لعنت شخصی کی یہ قسم بھی جائز ہے۔ قسم سوم: اس شخص پر لعنت جس کی موت کفر پر یقینی طور پر ثابت نہیں ہے یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس شخص کی موت کفر پر ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے، ایسے شخص پر لعنت شخصی ناجائز ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اور ظاہر کے لحاظ سے مومن ہو یا کافر اس لیے کہ ہو سکتا ہے، اس کافر کو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمادی ہو اور اس کی موت اسلام اور ایمان پر ہوئی ہو تو جاہل مفتی نے یزید کی لعنت شخصی پر یہ دلیل دی کہ یزید شراب کو حلال جانتا تھا، یہ دلیل جہالت پر موقوف ہے، کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یزید شراب کو حلال جانتا تھا تو زیادہ سے زیادہ کافر ہوگا، لیکن جس کافر کی موت کفر پر یقینی صورت میں معلوم نہیں ہے اس پر لعنت شخصی منع اور ناجائز ہے اور یزید کی کفر پر موت کی خبر نہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمائی اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے۔ قارئین کرام! غور فرمائیے کہ گاندھی اور نہرو یقینی طور پر کافر تھے، لیکن ان پر بھی لعنت شخصی جائز نہیں، اس لیے کہ ان کی موت کفر پر یقینی طور پر معلوم نہیں ہے، نہ تو شارع جل جلالہ، اور نہ ہی شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے کفر پر ان کی موت کی اطلاع ہمیں دی، مختصر یہ کہ قسم اول و دوم جائز اور صرف آخری ناجائز ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ نے سختی کے ساتھ لعنت سے منع

فرمایا، ترمذی شریف میں ہے کہ مومن لعنت نہیں کرتا تو نام نہاد مفتی نے جو یزید پر لعنت شخصی کی تو مذکورہ بالا حدیث ترمذی کے مطابق اپنے ایمان کا حکم معلوم کرے، نیز ترمذی شریف میں ہے کہ اگر کسی شے پر لعنت شخصی کی، جب کہ وہ شے لعنت کی اہل اور مستحق نہ تھی تو وہ لعنت لوٹ کر لعنت کنندہ پر پڑ جاتی ہے اور لعنت کنندہ ملعون ہو جاتا ہے، اب نادان مفتی غور کریں کہ انہوں نے یزید پر شخصی لعنت کی، جب کہ مفتی کو یقیناً معلوم نہیں کہ یزید کی موت کفر پر ہے تو اب اگر یزید لعنت کا اہل نہ ہوا تو نادان مفتی خود ملعون ہو جائے گا، اس سے نادان زیادہ کون ہوگا، جو خود اپنے ملعون ہونے کی سعی کرے، اس کے بعد صاحب نبراس نے فرمایا: کہ جو آدمی یزید پر لعنت شخصی کرتا ہے وہ قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتا اور جو آدمی اس کو لعنت یزید سے منع کرتا ہے اسے وہ خارجی کہتا ہے، اس کا یہ رویہ غلط ہے، ہاں یزید کے بُرے اور قبیح افعال مشہور ہیں اور ہم اس کو فاجر کہتے ہیں، اہل بیت آحضرت ﷺ کی محبت واجب ہے اور یزید پر لعنت نہ کرنا قواعد شریعت کی رعایت ہے اور اس سے محبت اہل بیت میں قصور اور کوتاہی ثابت نہیں ہوتی۔ علامہ شامیؒ نے بھی یزید کی لعنت شخصی پر صاحب نبراس کی طرح بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو، شامی میں ہے: حقیقة اللعن المشہورة هي الطرد عن الرحمة وهي لا تكون الا للكافر ولذا لم تجز علي معين لم يعلم موته علي الكفر بدليل وان كان فاسقاً مشهوراً كيزيد علي المعتمد بخلاف نحو ابليس وابي لهب وابي جهل فيجوز۔

مقبولان حق کی خانقاہوں میں اللہ کی رحمت سے دوری کی باتیں ناز بیاباں

محترم قارئین! علامہ شامیؒ کی محولہ بالا عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ لعنت کا حقیقی معنی کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور رحمت الہی سے دور صرف وہ کافر ہے جس کی کفر پر موت پر دلیل ثابت ہے، دلیل سے مراد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان یا پھر آحضرت ﷺ کا ارشاد، یعنی جس آدمی کا قرآن حکیم میں ذکر ہے کہ اس کی موت کفر پر ہے یا آحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اس کی موت کفر پر ہے، ایسے معین آدمی پر نام لے کر لعنت شخصی جائز ہے اور اگر کسی خاص شخص کی موت کفر پر دلیل سے ثابت نہیں

ہے تو اس پر لعنتِ شخصی جائز نہیں، خواہ وہ بڑا سرکش اور یزید کی طرح فاسق ہی کیوں نہ ہو، بلاشبہ یزید بڑا سرکش اور فاسق تھا، لیکن چونکہ قرآن یا حدیث سے کفر پر اس کی موت ثابت نہیں، لہذا معتمد اور محقق یہ ہے کہ یزید پر لعنتِ شخصی جائز نہیں اور جن کی موت کفر پر کتاب و سنت سے ثابت ہے ان پر لعنت جائز ہے، جیسے ابلیس، ابولہب اور ابو جہل۔ تو مفتیؒ مذکور نے یزید پر لعنتِ شخصی کی ہے، یہ مذہبِ احناف اور قولِ معتمد اور تحقیق کے خلاف ہے، حیرت ہے کہ مشائخِ کرام کے دربار، جہاں رحمتِ الہی نازل ہوتی ہے وہاں لعنت اور رحمتِ الہی سے دوری کی باتیں کی جاتی ہیں، اس لیے آج کل کے ایسے خطیبوں اور مقررین کو بندہ موضوعاتِ کبیر کہتا ہے۔

ساری بحث کا خلاصہ نکلا پہلے گروہ کے نزدیک دوسرا ٹولہ خارجی و باطل نظریہ پر ہے، تنگ نظر، غلط راستے پر، نام نہاد مفتی وغیرہ ہیں۔

اور دوسرے طبقہ کی تحریر سے پہلا طبقہ اپنے ایمان کی فکر کرے کہ مسلمان ہیں بھی یا نہیں؟

پیر نصیر الدین گولڑوی

مسئلہ نمبر ۲۰

آج کل یہ بھی نزاع کا سبب بنے ہوئے ہیں اہل بدعت میں ان پر بھی کافی لے دے ہے، بعض ان میں کے ان کو گستاخِ کافر و مرتد و بے ایمان کہتے ہیں اور بعض ولی اللہ، قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرنے والا وغیرہ تو آئیے تماشا لحاظ فرمائیں:

جو تعریف کرتے ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیں:

مولوی عبدالحکیم شریف قادری نے انہیں قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرنے والا قرار دیا ہے، دیکھئے (نور

نور چہرے: ص ۸)

روئید امدناظرہ گستاخ کون جو کہ مفتی حنیف قریشی نے شائع کروائی ہے، اس کے ص ۴۳ پر لکھا

ہے، چراغِ گولڑہ شریف حضرت قبلہ پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب گولڑویؒ۔ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

بریلوی نے ان کو علمی و روحانی شخصیت اور ان کے نام کو یوں لیا ہے: حضرت صاحب زادہ پیر سید نصیر الدین گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ۔ (افضلیتِ غوثِ اعظم: ص ۶)

استاد البریلویہ جناب عطاء محمد بندیا لوی صاحب یوں رقمطراز ہیں: شاہ غلام نصیر الدین نصیر اطال اللہ بقاءہ زید مجدہ وسلم ربہ۔ (سیف العطاء: ص ۱۹۷)

عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں: عصر کے وقت حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تشریف لائے، (ذکر عطاء فی حیات استاد العلماء: ص ۷۱۲)

یہی استاد البریلویہ جن کو تمام اہل بدعت استاد المناطقہ کہتے ہیں ان کی سوانح حیات میں ہے جب آپ آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ حاضر ہوتے تو جب آپ پیر سید نصیر الدین گیلانی نور اللہ مرقدہ کو ملتے تو آپ ان کے قدموں پر ہاتھ لگاتے اور پھر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے یہ ہمیشہ آپ کا معمول تھا، (ذکر عطاء: ص ۴۱۱)

اسی کتاب میں ہے:

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں صاحبزادہ نصیر الدین صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی استقامت نے قرونِ اولیٰ کے متدین اور متصلب علماء کرام کی یاد تازہ کر دی، (ذکر عطاء: ص ۳۵۰)

مولانا عبدالرازق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

استاذی المکرم (اشرف سیالوی) کا پیر نصیر الدین رحمۃ اللہ کا نام لے کر تحریر میں مخالفت کی وجہ سے پیر صاحب کے معتقدین کی مخالفت کی وجہ تو بہت واضح ہے انہوں نے تو بغیر کسی تحقیق کے کہ کسی بات صحیح ہے مخالفت شروع کر دی ادھر پیر صاحب استاذی المکرم کا نام لے کر مخالفت کر رہے تھے استاذی المکرم کے شاگرد اور پیر صاحب کے گھریلو تنازع کی وجہ سے ان کے مخالفین ان کے خلاف محاذ قائم کر بیٹھے۔

نقصان دونوں بزرگ ہستیوں کا ہوا کہ پیر صاحب کو بھی لوگ وہابی کہنے لگے اور استاذی المکرم کو بھی گستاخ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دے دیا۔

میں مرید تھا حضرت پیر غلام محی الدین المعروف بابو جی ابن سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ کا اپنے پیر و مرشد کے خاندان کے ہر فرد سے محبت و عقیدت رہی آپ کے گھرانے کے اختلاف میں کسی کا

فریق تو نہ بنا، لیکن اپنے حضرت کے پوتے پیر نصیر الدین رحمہ اللہ کو اپنے دادا جان رحمۃ اللہ کا شبیہ سمجھ کر ان کا محبت تھا آپ کو دیکھنے کے لئے تقریباً ہر ماہ میں دو مرتبہ گولڑہ شریف حاضری ہوتی رہی۔ (ارفع الدرجات: ص ۱۳)

دوسری طرف:

سعید اسد جیسے لوگ اور مفتی اقتدار نعیمی وغیرہم حضرات ہیں جن کے نزدیک یہ بے دین تھا، تفصیل کے لئے دست و گریباں کی دوسری جلد ملاحظہ فرمائیں۔

صرف اتنا عرض ہے کہ مولوی سعید احمد اسد کے سامنے کسی نے پیر نصیر الدین گولڑوی کا کلام پڑھا تو وہ کہنے لگے: پیر نصیر الدین آخری عمر میں وہابی ہو گیا تھا اور شیعہ بھی، (کلب ہمارے پاس موجود ہے)۔

حسام الحرمین کے منکرین یا حسام الحرمین کی زد میں رضا خانی

مسئلہ نمبر ۲۱

قارئین گرامی قدر! فاضل بریلوی نے بڑی بے دردی سے اور سفاکانہ ظالمانہ طرز سے حق کا خون کرنے کی کوشش کی۔ خون تو نہ ہوا مگر یہ بڑے صاحب سب کی نظر میں آگئے کہ یہی ہیں جو متشدد بھی ہیں، جیسا کہ ان کی طبیعت میں شدت کا اقرار ان رضا خانی ملاؤں کو بھی ہے، ہم اس تشدد پر صرف اتنی بات کہیں گے جو میرے پیارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء ﷺ نے فرمائی کہ ہلک المتنطعون کہ متشدد لوگ تباہ و برباد ہو گئے، (مسلم شریف)

فاضل بریلوی کی بربادی کے لئے کیا یہی کم ہے کہ اُس کے اپنے اُس پر چار حرف دکھا رہے ہیں کہ ہم یہ اُن پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں، وہ بایں طور کہ فاضل برلے نے حسام الحرمین میں قطب الارشاد فقہیہ

انففس مجدد العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کسی وجہ کے ایک فتویٰ اپنی طرف سے گھڑ کر ان کے نام لگا کر تکفیر کر دی۔

ہمارے اکابر عرصہ دراز تک اس موڑ پر چیختے چلاتے رہے، مگر رضا خانی ملاؤں نے ابرل کی بات کو نصِ قطعی کی طرح سمجھا اور ہمیں ہی جھوٹا سمجھتے رہے، مگر خدا نے ایسا ان کی عقلوں پر پردہ ڈالا کہ ایک پیر صاحب رضوان داؤدی صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے اس جھوٹ سے نقاب نوج ڈالا، مگر اس سے پہلے اس نقاب کو اتارنے میں عبدالحکیم شرف قادری نے بھی کاوش کی مگر منافقانہ! کہ فاضل بریلوی بھی ہاتھ سے نہ جائے اور وہ من گھڑت فتویٰ بھی ذکر نہ کیا جائے، انہوں نے حسام الحرمین کے مقدمہ میں یہ بات لکھی ہے کہ ہمارا اصل اختلاف ان گستاخانہ عبارات پر ہے اور تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارت کو ذکر کیا اور وہ فتویٰ جو فاضل برلے نے گھڑا تھا اسے نسیا منسیا کر دیا، کیونکہ وہ سمجھتے تو تھے کہ فاضل صاحب جھوٹے ہیں، مگر کہنے کی اور لکھنے کی ہمت نہ کر سکے۔ رضوان داؤدی صاحب نے بھی پتھر کو کچھ ہٹایا مگر مکمل طور پر یہ نہ کہہ سکے کہ فاضل برلا جھوٹا ہے مگر العاقل تکفیه الاشارة کے انداز سے بات سمجھا دی کہ فاضل صاحب صرف جھوٹے ہی نہیں بلکہ جھوٹوں کے پیشوا ہیں۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے صاف بات یہ لکھی ہے کہ ہمارا دیوبندیوں سے اختلاف صرف انہیں تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی تین عبارتوں پر ہے اگر یہ عبارت نکال دی جائیں تو اختلاف ختم ہو جائے گا اور ہم انہیں اہل سنت مان لیں گے۔

حوالے آگے آئے ہی چاہتے ہیں:

مگر میرا تبصرہ کرنے کو جی چاہ رہا ہے کہ داؤدی صاحب پہلے اہل سنت کا خطاب آپ سے ہم نے لے رکھا ہے یا مانگا ہے؟ یا آپ کوئی سنیت کی آماجگاہ یا ادارہ ہیں جس کو آپ سند دیں گے وہی بنے گا۔ آپ اپنی خیر منائیں کہ آپ اپنی مزعومہ سنیت میں باقی نہیں رہیں گے یہ تو آگے آیا چاہتا ہے۔ دوسرا آپ یہ بھی مان چکے ہیں کہ اہل السنۃ دیوبند کے عقائد و نظریات اور اعمال بالکل درست ہیں۔ داؤدی صاحب یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ اب ہمارا گھر تنگ ہو رہا اور ان شاء اللہ چند سالوں تک یہ تکفیری سلسلہ تمہارا نہیں چل سکے گا۔

خیر اب عبارات دیکھئے اور پھر ہم ان مقررین کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔

اصولی اختلاف

بریلوی و دیوبندی (اہل السنۃ والجماعۃ) کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطرے تین کفریہ عبارتیں ہیں، جن کو بیان نہیں کیا جاتا اس لیے عوام کو بھی الا ماشاء اللہ اس کا علم ہوگا وہ تین عبارتیں یہ ہیں، (آگے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہیں)

پھر آگے لکھتے ہیں:

بریلوی فقیہان عظام

معرفت کتاب کا مسودہ نہیں بلکہ پہلا ایڈیشن بریلوی مفتیان عظام کو بھیجا گیا، تاکہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں بریلوی و دیوبندی کے درمیان اصولی اختلاف کی تصدیق ہو سکے جس کو عوام بھول چکی ہے۔ کثیر بریلوی مفتیان عظام نے اپنے اپنے تاثرات و تقریظات کے ذریعے اس اصولی اختلاف کی نہ صرف یہ کہ تصدیق و تائید فرمائی، بلکہ مستحبات اور فروعی مسائل پر عوام کے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے خلاف جاہلانہ قول و فعل پر ناپسندیدگی اور دکھ کا اظہار بھی کیا تاثرات و تقریظات کا عکس اس کتاب میں موجود ہے جو کہ پڑھنے کے لائق ہے، (معرفت ص ۸، ۹، ۱۰)

کچھ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ یہ باتیں ہمارے ساتھ غلط منسوب ہیں، اگر ایسی بات ہے تو اپنی کتابوں سے یہ عبارات حذف کر دیں تو بریلوی اور دیوبندی دونوں اہل سنت و جماعت ہیں، (معرفت ص ۱۰۱)

مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے، مفتیان عظام کا ہی حق

بتا ہے کہ اس معاملے کو جیسے بتائیں ویسے عوام کرے، کیونکہ علم ان کے پاس ہے اور عوام کو بولنے کا حق نہیں۔ (معرفت ص ۱۰۳)

عوام کو چاہئے کہ اپنے اپنے علماء سے پوچھیں کہ اگر یہ کافر کا فروالی بات ان تین عبارتوں پر مبنی ہے اور ان تین کا حل ۱۱۰ سال میں نہیں نکلا تو کیوں؟ کیا آج اجماع امت نہیں ہو سکتا کہ ان تین عبارتوں کو نکال دیا جائے اور مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے لئے حل بنایا جائے، (معرفت ص ۱۰۴)

بریلوی و دیوبندی عوام کو یہ علم ہونا چاہئے کہ:

اہلسنت و جماعت (بریلوی و دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلاف تین عبارتوں پر کفر کے فتاویٰ لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان حائل ہیں، اس لئے بریلوی حضرات دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، (معرفت ص ۱۰۸)

بریلوی حضرت کو بھی چاہئے کہ اصولی اختلاف کا حل نکالنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے دیوبندی علماء سے مسلسل خط و کتابت کریں اور ان تین کفریہ عبارات کو حذف کرنے کے لئے دیوبندی حضرات کو آسان تجاویز دیں جس پر کوئی بھی سیاست نہ ہو سکے، (معرفت ص ۱۱۱)

بریلوی علماء کرام سے بات ہوتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تین باتیں کفریہ ہیں، (معرفت ص ۱۱۵)

یہ ہم نے حوالہ جات کے ڈھیر لگا دیئے ہیں کہ اصل اختلاف ان بریلوی اکابر کے نزدیک صرف تین عبارت پر ہے اور بس!! فقط یہی تین عبارت تا حال اختلاف کا موجب ہیں اگر ان کو نکال دیا جائے یا تصفیہ کر لیا جائے تو بقول ان کے جھگڑا ختم کرنے کے لئے یہ تیار ہیں، (اگر ہم بالفرض نکال بھی دیں پھر بھی انہوں نے نہیں ماننا)

اب آئیے ہم ان کے مصدقین کی طرف چلتے ہیں:

(۱) مولوی غلام حسین قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لکھتے ہیں:

معرفت نامی یہ کتاب مینارہ نور سے کم نہیں، (معرفت ۱۲۰)

(۲) مفتی احمد یار صاحب..... صدر مدرس اشرف المدارس اوکاڑہ نے بھی اس کتاب کی تصدیق

و تقریظ لکھی، (معرفت ص ۱۲۱)

- (۳) مفتی ظہیر احمد بابر صاحب..... نور المساجد چیچہ وطنی، (ص ۱۲۲)
- (۴) دارالافتاء جامعہ تبلیغ الاسلام مفتی آباد فیصل آباد جو کہ زیر سرپرستی محمد کریم سلطانی صاحب چل رہا ہے، مفتی محمد عرفان اسعد فاضل بحیرہ شریف نے بھی تصدیق لکھی ہے، (معرفت ص ۱۲۴)
- ہم سرسری نام ہی گنوا دیتے ہیں:
- (۵) مفتی محمد انس افضل..... مدرّس جامعہ اسلامیہ فیروزہ قلعہ کاروالہ سیالکوٹ۔
- (۶) مفتی غلام مصطفیٰ رضوی صاحب..... رکن اسلامی نظریاتی کونسل ملتان۔
- (۷) مفتی صابر حسین سعیدی صاحب..... جامعہ غوثیہ مہریہ نوریہ کبیر والا شلع خانیوال۔
- (۸) مفتی محمد ابراہیم صاحب..... مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر سندھ۔
- (۹) مفتی عبدالستار قادری صاحب..... دارالعلوم لعل شاہ بازار قلندر سہوت شریف۔
- (۱۰) مفتی جمیل احمد صاحب..... دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔
- (۱۱) محمد فرمان ذیشان قادری..... طوبی اسلامک ریسرچ سینٹر ریسرچ اسکالر کراچی۔
- (۱۲) سید عقیل انجم قادری..... جنرل سیکرٹری (JUP) مدیر ماہنامہ افتخار کراچی۔
- (۱۳) مفتی فتح محمد..... جامعہ فیض العلوم نقشبندی نبی بلوچستان۔
- (۱۴) مفتی عبدالحفیظ الحسنی..... احسن المدارس بھکر۔
- (۱۵) مفتی محمد شریف سعیدی..... جامعہ سعیدیہ مظفر گڑھ۔
- (۱۶) مفتی غلام اکبر صاحب..... مدرسہ فیض رضا رحیم یار خان۔
- (۱۷) مفتی شرف الدین صدیقی..... جامعہ محمدیہ غوثیہ ضیاء العلوم راولپنڈی۔
- (۱۸) مفتی محمد اکرام اللہ جنیدی..... جامعہ جنیدیہ غوثیہ پشاور۔
- (۱۹) مولانا امیر بخش لاگو..... جامعہ انوار العلوم میرگہور خان شاہوانی کوئٹہ۔
- (۲۰) مولانا رحم دل حلیمی..... جامعہ اسلامیہ خواجہ ابراہیم پک پاسی بلوچستان۔
- (۲۱) مولانا عبدالغفار حلیمی..... قلات بلوچستان۔
- (۲۲) مفتی کفایت اللہ..... کبل ضلع سوات۔

- (۲۳) مفتی قادر بخش قاسمی..... خضدار بلوچستان۔
- (۲۴) مفتی حافظ عبداللہ قادری..... کوٹلی کبل سوات۔
- (۲۵) مولانا احمد رضا حسینی..... پنجگور بلوچستان۔
- (۲۶) مفتی اختر منیر عزیزی..... پشاور۔
- (۲۷) مولانا محمد حنیف قادری..... جھنگ۔
- (۲۸) مولانا شمس الدین جامعہ غوثیہ منظور یہ..... مسلم کوٹ بھکر۔
- (۲۹) مفتی محمد عبدالوکیل قادری..... مردان۔
- (۳۰) مفتی محمد یاسر شفیق کرمی..... ضلع نوشہرہ۔
- (۳۱) مفتی نذیر احمد عباسی..... مری۔
- (۳۲) مفتی محمد سرفراز قادری..... ڈیرہ اسماعیل خان۔
- (۳۳) علامہ محمد ایوب قاسمی..... سہون شریف جامشورو۔
- (۳۴) غلام مجتبیٰ غفوری..... ہری پور۔
- (۳۵) مفتی محمد سبطین وارث سعیدی..... گوجرہ۔
- (۳۶) مفتی مسعود احمد..... کھاریاں۔

ان کے ایڈریس اور نمبروں کی تفصیل کے لئے معرفت کے ص ۱۱۶ تا ۱۱۹ اور آگے ان کی تصدیقات کے عکس کو ملاحظہ فرمائیں۔

اب بات کھل کر سامنے آ گئی یہ بات بڑی محقق اور بڑی مضبوط اور پختہ ہے، یہ حضرت قطب الارشاد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر فاضل بریلوی نے جھوٹ بولا ہے کہ ایک فتویٰ انہوں نے دیا کہ خدا جھوٹا ہے (العیاذ باللہ)، اور اس بنیاد پر فاضل بریلوی نے حضرت کو کافر کہہ ڈالا۔ جب کہ اصل میں وہ فتویٰ فاضل بریلوی نے خود لکھا تھا اور وہ فتویٰ اس کے اپنے گلے میں فٹ آیا۔

یہ رضوان دادودی، اس کے مرید حاجی ذوالفقار سمیت، چالیس اکابر بریلویہ کہتے ہیں صرف تین عبارتیں اختلاف کی بنیاد ہیں تو ثابت کر دیا ان کی باتوں نے کہ فاضل بریلوی جھوٹا تھا اور خواہ مخواہ ایک

ولی اللہ کو کافر کہا اس نے۔

اس جرم کی پاداش میں خدا کی طرف سے اسے یہ سزا ملی کہ خود کافر ہو گیا، کیونکہ فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

جنہیں تم کافر کہہ رہے ہو اگر وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں جب کہ ان کا ظاہر بھی بتاتا ہے کہ وہ کلمہ گو ہیں اور اسلام کی ضروریات کے قائل ہیں، جن باتوں سے تم ان کو کافر کہہ رہے ہو وہ خود کو اس سے بیزار سمجھتے ہیں لیکن تم نے اپنی نفسیاتی ہوس پر کافر کہہ دیا تو یقین کرو کہ پھر تم خود کافر ہو گئے، پھر جو آخرت میں کافر کا انجام برباد ہے تمہارا انجام بھی برباد ہے، (مسلمان کو کافر نہ کہو ص ۵)

مسلمان کو کافر کہنے کی جرات وہی کر سکتا ہے، جسے اپنے انجام بد کا خطرہ و خوف نہیں، (مسلمان کو کافر نہ کہو ص ۱۰)

خدا اور رسول (جل جلالہ و صل اللہ علیہ وسلم) اس شخص پر کتنا ناراض ہوتے ہیں، جو شعار اسلامی سے مُذَبِّن مسلمان کو محض اپنے نظریہ کے خلاف دیکھ کر کافر مشرک بدعتی کے فتوے چالو کر دیتے ہیں، (مسلمان کو کافر نہ کہو: ص ۴۳)

حالانکہ یہ نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہی ہے جو فاضل بریلوی کا ہم عقیدہ نہ ہو تو وہ کافر ہے، (انوار شریعت: ج ۱/ ص ۱۲۰)

تو خدا کی ناراضگی بھی انہی لوگوں پر اور کافر بھی خود اپنے فتوے سے یہ ابتداء میں فقیر نے حدیث نقل کی ہے کہ کسی کو کافر کہے اور درحقیقت کافر نہ ہو تو وہ کفر (شرک لعنت وغیرہ) لوٹ کر قاتل کو کافر وغیرہ بنا دیتا ہے، بہر حال ان لوگوں کا مسلمانوں کو کافر و مشرک کہنا بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا معجزہ ہے، جو آپ نے صدیوں پہلے ان کے متعلق خبر دی جو آج ہمارے دور میں اس معجزے کا بطریق اتم ظہور ہے۔

مبارک ہو تمہیں اے خوش بخت سینو!

حدیث مذکور میں جہاں شرک و کفر کے ظالم مفتیوں کے متعلق پیشینگوئی فرمائی، وہاں یہ بھی واضح فرما دیا کہ جنہیں مشرک کہا جائے گا وہ مشرک نہیں بلکہ سچے پکے مسلمان ہوں گے، (مسلمان کو کافر نہ کہو: ص ۴۶)

لوجی ثابت ہو گیا کہ یہ رضوی ٹولہ خود ہی ایمان سے فارغ ہے نہ کہ اہل السنۃ دیوبند! اور یہ بات ان مفتیوں وغیرہ نے ثابت کر دی کہ فاضل بریلوی نے انہیں بلا ثبوت کافر کہا (کیونکہ ان لوگوں نے باقی عبارات نقل کی ہیں مگر اس عبارت کو حسام الحرمین سے نقل نہیں کیا جو منسوب بہ حضرت گنگوہی قدس سرہ ہے، اس سے معلوم ہو گیا کہ انہوں نے فاضل بریلوی کو حضرت گنگوہی کی طرف عبارت منسوب کرنے میں خائن و بددیانت و مکار فریبی سمجھا ہے تو پھر فاضل بریلوی فتویٰ تکفیر کی زد میں خود آیا، نہ کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز۔

اب اگر مصدقین کہیں کہ جی ہم نے تو پڑھی نہیں یا اس قسم کی دوسری تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کے گھر کی مستند و معتبر کتاب میں ہے۔

جو کوئی کسی غیر کے کفر سے رضا مندی کرے وہ کافر ہے اور جو کسی کے کفر کو پسند کرے راضی ہو وہ بھی کافر ہے، پس اس قدر کافی ہے اور ان مولوی صاحبان کی نسبت جنہوں نے اس رسالہ کی تصدیق کی ان پر لازم ہے کہ وہ سب آٹھوں کے آٹھوں صدقِ دل سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوں اور تجدید نکاح کریں اور آئندہ کے لئے جب کبھی کسی کتاب کی تصدیق کر کے تقریظ لکھیں تو تمام کتاب کو بالاستیعاب پڑھ کر اپنے دستخط کیا کریں، صرف ٹائٹل پیج پر ہی اعتبار نہ کر لیا کریں جو ندامت اور خجالت کا موجب ہو، (انوارِ آفتاب صداقت: ص ۶۷۹)

دیکھ لیا آپ حضرات نے کہ بڑے آپ کے تو اس عذر کو نہیں مانتے کہ پوری کتاب ہم نے نہیں دیکھی، صرف چند مقامات سے دیکھا تھا وہ تو محض تقریظ لکھنے کو ہی اگر کتاب میں غلط اور کفر ہو تو کافر بنانے کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو فاضل بریلوی کو کافر بنانے میں آپ سارے شریک ہیں اور دوسری طرف یہ دیکھیں کہ فاضل بریلوی نے حسام الحرمین میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعلق عبارت منسوب کر کے فاضل صاحب نے آخر میں یہ جا کر کہا ہے کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ (ملخصاً حسام الحرمین) مگر تمہاری معرفت نے تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کو ان پر لگنے والے الزام سے بری کر دیا اور کہہ دیا کہ صرف یہی تین عبارات متنازعہ ہیں اگر ان کو نکال دو تو تم اہلسنت ہو گے اور ہمارا جھگڑا بھی ختم ہو جائے گا، تو مطلب یہی ہوا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز پر فاضل بریلوی کا الزام محض ہے، جب کہ وہ کہتا

ہے ان کو کافر نہ کہنے والے کافر ہیں (ملخصاً حسام) تو معرفت کی ساری ٹیم ہی کفر کے گھاٹ اتر گئی۔
رضا خانیت کو ہم سے گلہ نہ ہونا چاہئے، بلکہ اپنے آپ سے گلہ رکھیں، اُن کے کرتوت ہی اس قسم کے ہیں خدا ان کو سمجھ عطا فرمائیں۔

معرفت کی کچھ اور نوازشات

ذکر شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج (رواج ہے) جس سے تجدیدِ حزن (غم تازہ کرنا) و نوحہ باطلہ جھوٹا رونا مقصود اور اکاذیب و موضوعات سے تلویت موجود (خود ساختہ اور جھوٹے واقعات بیان کرنا) خود حرام ہے، (معرفت ص ۱۷)
یہ سب کچھ آج کل رضانیوں میں ہے:

المیہ اس بات کا ہے کہ عوام آج کل نبی کریم ﷺ کے میلاد کو جشن کی طرح مناتے ہیں، مگر عبادت کی طرح نہیں، حالانکہ عبدالفطر وعید الاضحیٰ کے دن میرے نبی کریم ﷺ نے پانچ نمازوں کے علاوہ ایک نماز زائد پڑھی اور ہم عید میلاد پر ایک نماز بھی نہیں پڑھتے جو کہ جائز نہیں (صوفی صاحب آپ لوگوں نے پڑھی ہے اور آپ پڑھتے بھی ہیں) جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، پہاڑیاں بنائی جاتی ہیں، میلاد منایا گیا اور پھر اسی جگہ پر گانے گائے گئے، میلاد کو پریشانیوں کا حل سمجھ لیا گیا اور نبی کریم ﷺ کی باقی تعلیمات پر عمل ختم ہو گیا، میلاد کو لوگ بسنت اور ویلنٹائن ڈے کی طرح مناتے ہیں، یعنی یہ خوشی کا تہوار بن گیا اور ایمانی بات ختم ہو گئی، جیسے ایک جگہ پر لوگوں نے خانہ کعبہ کا بڑا سا ماڈل بنایا، طواف شروع ہو گیا، وہاں دودھ کی سبیل لگائی، لوگوں نے پیسے پھینکنے شروع کر دیئے، کچھ ملاؤں سے بات کی تو کہنے لگے ان کو اب آ کر نبی کریم ﷺ بھی نہیں سمجھا سکتے، نعوذ باللہ (معرفت ص ۲۹)
یہ تقریباً ہر جگہ ہوتا ہے، ملاؤں سے مراد بریلوی ملاں ہیں۔

آج کل ایسے جاہل پیر اور مرید بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ان پر فرض ہے، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ جائے ہم ہمیشہ نماز میں رہتے ہیں، ایسے بھی پیر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نمازی نہیں جتنی بنانے آئے ہیں، ایسے پیر بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری نماز تو مدینہ پاک میں ہوتی

ہے، روٹی پاکستان میں کھاتے ہیں اور نماز کہتے ہیں مدینہ پاک میں ہوتی ہے! (معرفت ص ۴۳)
اکثر مزارات پر چرس کے اڈے ہیں اور اگر ان کے خلاف بولا جائے تو کہتے ہیں کہ دیکھو مولوی صاحب اولیائے کرام اور مزارات کے خلاف بول رہے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ قبر پر قبضہ کرنے والا گروہ بھی ہے، جیسے لعل شہباز قلندر بری امام شمس سبزواری سخی سرور رحمہم اللہ اور دیگر کئی مزارات پر شیعوں کا قبضہ ہے، (معرفت ص ۴۵)
سینکڑوں آستانے و گدئی نشین (ڈاڑھی منڈھے فاسق اور بے علم) گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں اور لاکھوں ان کے مرید ہیں، (معرفت ص ۵۲)

ہماری عوام اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے جو گندے گندے بالوں کے باباؤں کے پاس جا رہی ہے اور جادوؤں، ٹوٹکے، رمل، فالنامے، اعمال سفلیہ، غلط تعویذات، غلط الفاظ، ستاروں کے اثرات کے فرق کو نہیں جانتی وہ اپنی عزت اور ایمان بھی بعض اوقات کھو چکے ہوتے ہیں، (معرفت ص ۶۰)
جیسے ایک پیر صاحب کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ میں نے بریلویوں کو ثابت کر دیا ہے کہ میں بریلوی ہوں ورنہ جوان کے مزاج کے مطابق نہ چلے اس کو دیوبندی اور وہابی بنا دیتے ہیں، (معرفت ص ۹۵)

”قادیانیت کے ہمنوا رضا خانی علماء“

مسئلہ نمبر ۲۲

اہل بدعت کے مابین ایک اختلافی مسئلہ چلا کہ آنحضرت ﷺ ولادت باسعادت کے چالیس سال بعد نبی بنے یا پہلے نبی تھے؟ اس میں مولوی اشرف سیالوی اور اس کے ہمنوا لوگوں نے پہلا موقف اختیار کیا اور بہت سے رضوی حضرات دوسرے قول کی طرف گئے۔

اس پر تفصیل سے ہم نے لکھا تھا، چند حوالے یہاں بھی عرض خدمت ہیں:

پہلے گروہ میں سے ایک آدمی مفتی غلام حسن قادری نے ایک رسالہ ترتیب دیا، اس میں وہ رقم طراز ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے بارے میں آخری نبی ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروریاتِ دین میں سے ہے،

جب کہ پہلے نبی ہونے کا عقیدہ ضروریاتِ مذہب میں سے بھی نہیں، بلکہ مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کے مخالفین (یعنی دوسرا طبقہ) سے بھی پوچھو تو یہی کہیں گے کہ پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضور علیہ السلام ہیں، لہذا سوچنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کے بارے میں خاتم النبیین ہونے جیسے قطعی عقیدے کو کمزور تو نہیں کر رہے، (ایک غلط فہمی کا ازالہ: ص ۵)

اب مسئلہ کیا ہے میں اس کو نزاعِ لفظی نہ کہوں تو کیا کہوں؟ یا پھر فریقِ مخالف درپردہ ختمِ نبوت کے عقیدے کو کمزور کر کے قادیانیت کو نادانستہ طور پر تحفظ دے رہا ہے، اگر بات دلائل کی کرنی ہے تو ان حضرات کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر نبوت جیسے مسئلہ پر بھی دھونس اور دھاندلی سے کام لینا ہے تو کل کلاں کوئی اور مرزا قادیانی پیدا ہو سکتا ہے، (ایک غلط فہمی کا ازالہ: ص ۸)

دیکھ لیا قارئین کرام آپ نے کہ رضا خانی حضرات قادیانی مذہب کو کیسے سپورٹ کرنے والے ہیں، جو کہ خود ان کی زبانی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

سیالوی صاحب کی سوانحِ حیات میں ہے:

جب لوگ مذہبی چال بازوں کی چال بازی کا شکار ہو رہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے وہ عنقریب ہی انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا بریلوی کے افکار اور سیدی محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاس ان حضرت شیخ الحدیث (سیالوی) نے ختمِ نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے 415 صفحات کی یہ کتاب لکھی۔

یعنی تحقیقات لکھی، (حجۃ الاسلام کا سیالوی نمبر: ص ۲۶۲)

یعنی چالیس سال سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننا، قادیانیت کا راستہ ہموار کرنا ہے، (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ اس قوم کو سمجھ کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

اس مسئلہ کی بنیاد پر طرفین کے علماء نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے، (کتب کا مطالعہ فرمائیں)

کل تک تو رضا خانی حضرات کہتے تھے کہ تم ختمِ نبوت کے منکر ہو مگر نکلے یہ خود

لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ کفر (العیاذ باللہ)

مسئلہ نمبر ۲۳

مفتی غلام حسن قادری لاہوری صاحب لکھتے ہیں: بڑے ہی افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سوال کی شکل میں، میں نے لاہور کے تقریباً تمام (بریلوی) مدارس میں ایک فرضی سوال کی صورت میں بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ مذکور فی السؤال شخص کافر ہے اور ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے، اگر میرا ذہن شریر و شرارتی ہوتا تو میں اگلے دن اشتہار شائع کر دیتا کہ لاہور کے تمام مفتیوں نے امام اعظمؒ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، (العیاذ باللہ)

بہر حال مفتیانِ کرام سے گزارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اور دین نے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضرور دیں اور خواہ مخواہ ہر کسی کو کافر بنانے کا وسیلہ ترک کریں اور اپنے جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کو نصیحت ہے) تن من دھن کی بازی لگا رہے ہوں ان کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا، یعنی آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرو نفرت نہ دلایا کرو۔

بہر حال ملاحظہ فرمائیں، اے مفتیانِ دین متین کتاب کا نام ہے:

عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان للمؤرخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی بالقرقویہ ۹۴۳ھ مؤلف السیرۃ الشامیۃ، (سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

فتویٰ بلا تبصرہ

(ترجمہ) ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا، جہنم سے نہیں ڈرتا اور نہ خدا سے ڈرتا ہے، مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع و سجده

کے نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ وہ سچا ولی اللہ ہے۔

اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کر دی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے وہ خدا سے امید اور خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنی یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر ظلم سے ڈرنے کا خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے، مردار کھانا سے مراد مچھلی کھاتا ہے، بغیر رکوع و سجود والی نماز سے مراد نماز جنازہ ہے، بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے اللہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور نبی پاک ﷺ کو بھی دیکھے بغیر نبی و رسول مانتا ہے، حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد سے پیار کرتا ہے، یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں، یعنی وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ ان کو، تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں، (ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ: ص ۱۰، ۱۱، ۱۲)

جب آپ نے اس کو ملا حظہ فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ مفتی غلام حسن قادری صاحب نے جب اپنے بریلویوں کا امتحان لیا تو سونی صد فیل ہوئے اور اس سوال پر سب نے کفر کا فتویٰ دیا اور یہ بھی کہا جو اسے مسلمان کہے وہ بھی کافر ہے۔

حالانکہ امام اعظم نے اس کے اقوال کی بہترین تشریح فرمادی ہے اور کہا کہ وہ ولی اللہ ہے تو بریلویوں نے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کافر کہہ ڈالا، (العیاذ باللہ)

قارئین گرامی قدر! اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس فرقہ کے نزدیک صرف وہی مسلمان ہیں اور دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں، جیسے یہ لوگ امام اعظم ابو حنیفہؒ پر فتویٰ لگانے میں جاہل اور عجلت پسند ہیں، ویسے ہی یہ لوگ وقت کے ابو حنیفہؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابر اہل السنۃ دیوبند پر بھی فتویٰ لگانے میں جھوٹے اور جاہل و فریبی ہیں، ہم ان لوگوں سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنے فتویٰ کی گن کو سنبھال کر رکھیں اور یہ گن تکفیر والی چونکہ فاضل بریلوی نے سب کو دے رکھی ہے، اس لیے وہ بھی مسلک سے مجبور ہیں ورنہ ان کو نکال دیا جائے گا، بہر حال رضا خانی مسلک کو چھوڑنا ہی دانش مندی ہے، ورنہ

دنیا میں کوئی مسلمان نہیں بچتا۔

میرا رضا خانی حضرات کو ایک چیلنج ہے کہ دنیا میں کوئی ایک رضا خانی دکھاؤ جو سونی صد فاضل بریلوی کے فتاویٰ جات سے اتفاق رکھتا ہو، دنیا میں احمد رضا کے علاوہ کوئی نہیں، کئی عقائد میں مختلف ہیں، کئی اعمال و افعال میں، بہر حال رضا خانی مذہب قابل عمل رضا خانی حضرات کے نزدیک بھی نہیں ہے، اس لیے وہ اس کو ترک کر چکے ہیں۔

ورنہ انجام بھی ہوگا کہ اپنے اکابر کو تو تم کافر کہہ ہی چکے ہو، امت کے اکابر اور اولیاء بھی تمہاری شمشیر تکفیر بے تدبیر سے نہیں بچ سکیں گے، اس لیے میرا مشورہ یہ ہے ع
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

شلوار یا چادر کو ٹخنوں کے نیچے رکھنا؟

مسئلہ نمبر ۲۴

سیف الرحمان پیرا رچی کہتے ہیں:

مسئلہ اسبال پر میری تحقیق ہے کسی بھی مرد کے لئے شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا شرعاً جائز نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تکبیر سے کپڑا لمبا کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ بہت ساری احادیث مبارکہ اس سلسلے میں پیش کی جاسکتی ہیں، میرا مشورہ ہے کہ تمام اہل اسلام رسوم اور رواجات کو چھوڑ کر سنت نبوی ﷺ کو اپنائیں، اسی میں ان کی دونوں جہانوں کی بہتری کا راز مضمر ہے، (سہ ماہی انور رضا: ۲۰۰۸ کا تیسرا شمارہ ص ۵۲) مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

ٹخنوں سے نیچے ازار لگانے والے کی نماز قبول نہیں:

(ترجمہ) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا تو اسے

مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا جا وضو کر، تو وہ شخص گیا اس نے دوبارہ وضو کیا پھر واپس آیا تو آپ نے فرمایا جا پھر وضو کر، تو اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے کہ حضور نے مجھے وضو کا ارشاد فرمایا، پھر حضور خاموش ہو گئے بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ازار لٹکا کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

اس حدیثِ مصطفیٰ ﷺ سے دو امور ثابت ہوئے کہ ازار لٹکا کر نماز پڑھنے والے کی نماز عند اللہ قبول نہیں دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ ایسے شخص کے ساتھ حضور ﷺ بھی خطابِ نجات نہیں فرماتے۔

ٹخنوں سے نیچے ازار کو لٹکانے والا دیدار خداوندی سے محروم ہوگا:

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تہ بند گھسیٹنے والے کی طرف نہیں دیکھے گا۔

جو شخص کیڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکائے دوزخی ہے:

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کیڑا ازار کا ٹخنوں سے تجاوز کرے تو وہ دوزخی ہے۔

پاجامے کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والا منافق ہے:

(ترجمہ) حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا منافق کی علامت اپنے پاجامے کو لمبا کرنا ہے تو جس شخص نے اپنے پاجامے کو لمبا کیا حتیٰ کہ قدموں کے نیچے گھسیتا ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو اس کے لیے دوزخ ہے۔

(ترجمہ) ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے جو پاجامہ یا تہ بند ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔

(ترجمہ) عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہ دیکھے گا جس نے تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر کھینچا۔

(مقیاس الخلافت: ص ۶۷ تا ۶۹)

قارئین گرامی قدر! ان بریلوی اکابر نے کوئی چھوٹ نہیں دی کہ آدمی تکبر کی وجہ سے تو نہیں کر سکتا مگر بغیر تکبر کے لٹکا سکتا ہے، کیونکہ ابوداؤد شریف کی حدیث طیبہ ان کے سامنے تھی کہ وایاک واسبال الازار فانها من المخلیۃ وان اللہ لایحب المخلیۃ، (ابوداؤد شریف: ج ۲ / ص ۲۱۰) کہ چادر کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچو، کیونکہ یہ تکبر ہے اور خدا تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

اب کوئی کیسے اجازت دے سکتا ہے کہ بغیر تکبر کے لٹکانے کی اجازت ہے۔

بعض فقہاء کے کلام کا مقصود اتنا ہے کہ انجانے اور بے خبری میں چادر بعض دفعہ لٹک جاتی ہے تو یہ تکبر کی وجہ سے نہیں اور بعض دفعہ جسم کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ چادر نیچے ہو جاتی ہے تو یہ بھی تکبر میں داخل نہ ہوگا۔

باقی بریلویوں کا یہ کہنا کہ بغیر تکبر کے ہم لٹکاتے ہیں، پر لے درجے کی خیانت اور دجل و فریب ہے۔ القصہ پہلا طبقہ کہتا ہے چادر یا شلوار کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا جہنمی، دوزخی، منافق، نماز قبول نہیں ہوتی، خدا کی نظر رحمت سے محروم، مصطفیٰ کریم ﷺ کے خطاب مبارک سے نا اہل وغیرہ بے شمار مصائب میں مبتلا ہے، دوسری طرف چند حضرات میدان میں کود پڑے کہ جائز ہے۔

چنانچہ مفتی وقار الدین صاحب لکھتے ہیں:

بنیت تکبر ایسے کپڑے پہننا جس سے پیروں کے ٹخنے چھپ جائیں مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر کی نیت نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے عالمگیری میں ہے: اسبال الازار اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراهۃ تنزیہ۔ یعنی کسی آدمی کا اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا اگر بغرض تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، (وقار الفتاویٰ: ج ۲ / ص ۲۴۴)

یہی سبق غلام رسول سعیدی نے بھی رٹ لیا اور سنا دیا اور دیگر اہل بدعت بھی یہی کہتے ہیں، ہم نے اس کا مفہوم پیچھے واضح کر دیا ہے کہ فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر تکبر کے رکھنا جائز ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بے خبری، انجانے اور غفلت میں اگر ایسا ہو گیا تو گنجائش ہے، یہ مطلب نہیں کہ آدمی کہے کہ میں تو نیچے رکھتا ہوں اور تکبر سے خالی ہوں، جب اللہ کے نبی ارشاد فرماتے ہیں ایسا کرنا تکبر ہے تو پھر

کسی اور کی وضاحت کی کیا ضرورت باقی ہے۔

لہذا بہت سارے رضا خانیوں کو مولوی عمر چھروی کا تحفہ قبول فرمالینا چاہئے اور ان کی مرضی ہے کہ
چھروی صاحب کے خاندان کا شکریہ ادا کریں یا نہ!

سبز عمامہ

مسئلہ نمبر ۲۵

رضا خانیوں میں اس مسئلہ پر بھی خاصی جنگ ہے اور طعن و تشنیع ہے، آئیے ملاحظہ فرمائیے:
مولوی ابوداؤد صادق صاحب لکھتے ہیں کہ عمامہ سفید رنگ کا ہو اور اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش
نہ ہو، آنحضرت ﷺ کا عمامہ شریف اکثر اوقات سفید رنگ کا ہوتا تھا، ویسے بھی آپ سفید لباس کو بہت
پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ کا ایک ارشاد ہے کہ لوگو! سفید کپڑوں کو اختیار کرو تم میں سے جو زندہ ہیں وہ بھی
سفید کپڑے پہنیں اور جن کا انتقال ہو جائے ان کو بھی سفید کپڑوں میں کفناؤ، (دعوتِ عمل: ص ۹۴)
دوسری جگہ لکھتے ہیں:

امیرِ دعوتِ اسلامی کی جملہ من مانی و خود پسندی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ خود اور ان کی دعوتِ اسلامی
نمائشی و علامتی طور پر باقی لباس تو سفید استعمال کرتے ہیں، لیکن وہ اور ان کی جماعتِ عمامہ شریف سفید
کے بجائے سبز عمامہ کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے دعوتِ اسلامی کا علامتی نشان سمجھا جاتا ہے۔

جبکہ بقول محققین عمامہ بھی سفید ہی سنت ہے اور دوسرے رنگ کا عمامہ باندھنا بطور جواز ہے، لیکن
دعوتِ اسلامی کے ماحول میں لیبل تو سنتوں بھرے اجتماع کا لگایا جاتا ہے، لیکن ایسے اجتماعات میں سفید
کی بجائے سبز عماموں کی کثرت اور نماز میں سنتِ مکتبرین کے بجائے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے دونوں
سنتوں سے محرومی کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا جاتا ہے، جب کہ خود امیرِ دعوتِ اسلامی بھی سفید عمامہ کی سنت کی
بجائے آوری کی بجائے اپنی من مانی سے سبز عمامہ باندھنے کو ہی ذاتی و جماعتی طور پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی
طرح امیرِ دعوتِ اسلامی کی ذاتِ قول و فعل کے تضاد میں بھرپور طور پر ملوث و مبتلا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ،

(مکتوب مولانا ابوداؤد بنام مولانا ابوالبلال امیر دعوتِ اسلامی: ص ۲۱، ۲۲)

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں: لباس سفید رنگ کا پسند تھا، اکثر عمامہ قمیص اور تہبند استعمال فرماتے تھے کبھی سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے، (رسائل نعیمیہ: ص ۱۷۹)

مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

ہمیشہ آپ سفید عمامہ استعمال فرماتے رہے ہیں، آپ کا جنگی عمامہ لوہے کے خود سے میلا اور سیاہ ہو چکا تھا، (مقیاس خلافت: ص ۹۲)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی ایک جگہ لکھتے ہیں:

عمامہ سنت کے مطابق چاہئے کہ ٹوپی پر باندھا جائے مع شملہ کے ہو، عام دنوں میں سات ہاتھ ہو جو جمعہ کی نماز میں بارہ ہاتھ، شملہ آدمی کی پیٹھ تک ہو، سفید ہو یا سیاہ مگر سرخ رنگ کا نہ ہو، عمامہ کے تفصیلی مسائل عالمگیری وغیرہ میں ملاحظہ کرو، (مرآۃ شرح مشکوٰۃ: ج ۶/ ص ۱۲۱)

مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

سبز عمامہ پہننا جائز ہے اسے سنت کا درجہ دینا غلط ہے، (لباس رسول کی تفصیل: ص ۱۰)

مفتی وقار الدین صاحب لکھتے ہیں:

اس وقت دینداری کے نام سے ایک جماعت کام کر رہی ہے اس کا ہر ممبر سبز رنگ کا عمامہ باندھتا ہے وہ قادیانیت اور دوسرے گمراہ فرقوں کا مجموعہ ہے، ان پر سب نے کفر کا حکم لگایا ہے، سبز رنگ کا عمامہ باندھنا ان سے مشابہت ہوگی لہذا یہ ناجائز ہے، حدیث میں فرمایا ہے من تشبہ بقوم فہو منهم (ابوداؤد: حصہ ۲۱، کتاب اللباس باب ما جاء فی الاقبیۃ، ص ۲۰۳ مکتبہ حقانیہ ملتان) یعنی جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

لہذا اہل سنت کو ان بے دینوں کی مشابہت سے بچنا چاہئے ورنہ ان بے دینوں کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے بہانہ مل جائے گا کہ وہ جاہلوں کو دکھا کر یہ بتائیں گے کہ ہمارے مذہب کے ماننے والے اتنے ہو گئے، اس لئے اس رنگ کے عمامہ سے بچنا چاہئے، دیندار جماعت والے اپنا مذہب پھیلانے میں دن رات مصروف ہیں اور اپنی مسجدیں بھی بنارہے ہیں نیوکراچی میں ابھی حال ہی میں ایک

نئی علاحدہ مسجد بنائی ہے، (وقار الفتاویٰ: ج ۲/ ص ۲۵۴)

دوسرا گروہ جو روایات سبز عمامہ کی پیش کرتا ہے اس کے متعلق بھی بریلوی اکابر کی سن لیں!
مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت ابورمہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سبز رنگ چادروں میں ملبوس دیکھا، (ترمذی شریف)۔ اس سے مراد ایسی چادر ہے جس میں سبز دھاریاں تھیں اگرچہ یہ جگہ خالص سبز ہونے کا بھی احتمال رکھتی ہے، لیکن دیار عرب میں یہی معنی مشہور و معروف ہیں اور زرد رنگ بھی اسی معنی میں ہے کہ زرد رنگ کی دھاریاں تھیں، (لباس رسول ﷺ کی تفصیل: ص ۳۲)
مولوی حبیب اللہ اویسی صاحب لکھتے ہیں:

”عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو آپ ﷺ نے دو سبز چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔“

سبز چادر میں حلتہ الحمراء یعنی سرخ جوڑے کی طرح سبز دھاریاں تھیں جو شخص حلتہ الحمراء سے مراد گہرا سرخ جوڑا سمجھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ یہاں بھی گہرا سبز رنگ کہے حالانکہ محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، (لباس مصطفیٰ ﷺ: ص ۲۴، ۲۵)

شمال ترمذی میں ابورمہؓ سے یوں مروی ہے رأیت النبی ﷺ بردان اخضر ان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف پایا تو آپ ﷺ نے دو سبز خنط چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے جب برد سے مراد خطوط والی چادر ہے تو بردان کے بعد اخضر ان کی قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ برد میں سبز خطوط ہیں، اگر حدیث میں برد اخضر سے محض سبز چادر مراد ہو تو یہ برد نہیں رہے گی، (لباس مصطفیٰ ﷺ: ص ۹۴)

معلوم ہو گیا کہ لباس سے مراد یہ ہے سبز رنگ کی دھاریاں تھیں مکمل سبز مراد ہونا یہ عرف عرب کے خلاف ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے پکڑی بھی لباس میں شامل ہے۔

جیسا کہ ابوداؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:

لباس کے متعلق چند ضروری گزارشات کے بعد اب ہم مختصراً کیفیتِ لباس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں، ہمارے اسلامی دُوری لباس میں عمامہ (پگڑی) کا مقام بہت اہم ہے، (دُعوتِ عمل: ص ۸۷)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

لباس سفید رنگ کا پسند تھا، اکثر عمامہ، قمیص اور تہبند استعمال فرماتے تھے، کبھی سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے، (رسائلِ نعیمیہ: ص ۱۷۹)

دیگر بھی کئی کتب بریلویوں کی پیش کی جاسکتی ہیں کہ یہ بھی لباس میں شامل ہے تو لباس جب سبز دھاری دار ثابت ہوا عمامہ بھی شامل ہونے کی وجہ سے سبز دھاری دار ہی ہوا۔

مولوی محمد اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

اگر پہنوبھی تو وہ جو پسندیدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ پہننا چاہئے محبت تب کہلاتا ہے، آپ پسند فرماویں سفید کپڑے اور تم پسند کرو سیاہ تو محبت کے خلاف ہے، (مقیاسِ خلافت: ص ۸۹)

معلوم ہوا کہ دعوتِ اسلامی والوں کا سفید رنگ کو سبز کر لینا پسندیدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اور یہ لوگ محبت بھی بقول اچھروی صاحب نہیں ہو سکتے۔

اب آئیے مولوی مفتی غلام سرور قادری لاہوری کی سنیں!

ماہنامہ البر لاہور ۱۹۹۳ء نومبر کے شمارہ میں انہوں نے ایک مضمون لکھا تھا وہ من و عن نقل ہے:

صرف سفید عمامہ سنت ہے

اور کسی بھی رنگ کا جائز مگر دعوتِ اسلامی والے بھائیوں کی طرح کسی خاص رنگ کو اپنا شعار و علامت ٹھہرا کر اپنے آپ کو اس سے مشہور و متعارف کرانا ممنوع و ناجائز ہے۔

از قلم استاذ العلماء پیر طریقت حضرت مفتی غلام سرور قادری خلیفہ سیدنا مفتی اعظم ہند (انڈیا) و مفتی عرب ضیاء الدین مدنی رحمہما اللہ (مدینہ منورہ) بانی و شیخ الحدیث (دارالعلوم) جامعہ رضویہ (ٹرسٹ)

سینئرل کمرشیل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور، پاکستان۔ فون: ۵۸۳۶۲۶۱، ۵۸۳۶۲۶۲۔
سنتِ مصطفیٰ ﷺ:

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے خالی ٹوپی بھی پہنی ہے اور خالی عمامہ بھی اور ٹوپی اور عمامہ دونوں اکٹھے بھی پہنے ہیں اور عمامہ کے سلسلے میں حضور ﷺ کی سنت سفید عمامہ ہے، اگرچہ کسی دوسرے رنگ کا سیاہ و سبز عمامہ بھی جائز ہے۔

سنت: اس کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے اکثر اوقات کیا اور کبھی کبھی اسے ترک فرمایا ہو، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے:

انّ النبی ﷺ واظب علیہا حتی صار ت عادۃ لہ ولم یترکھا الاّ احیاناً۔ (فتاویٰ شامی: ج ۱/ ص ۱۰۳)

یعنی سنت وہ کام ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو، حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کی عادتِ کریمہ ہو گیا ہو اور آپ ﷺ نے اسے نہ چھوڑا ہو مگر کبھی کبھی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ جو کام آپ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو یعنی اکثر اوقات وہ آپ ﷺ کا عمل رہا ہو اور کبھی کبھی اسے چھوڑ دیا ہو اسے سنت کہا جائے گا، جہاں تک سفید پگڑی کا تعلق ہے تو چونکہ آپ نے اسے اکثر اوقات استعمال کیا، اس لیے سنت اسے ہی کہا جائے گا، سیاہ اور سبز پگڑی چونکہ آپ نے کبھی کبھی استعمال کی، تا کہ اس کا جواز قائم ہو جائے اس لئے اسے جائز تو کہا جائے گا مگر سنت نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی مستحب، حدیث و فقہ کی کسی بھی کتاب میں سیاہ یا سبز پگڑی کے بارے میں سنت یا مستحب کا لفظ استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی کہیں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اسے ہمیشہ استعمال کیا اور نہ ہی یہ لفظ ہے کہ آپ نے اسے اکثر اوقات استعمال کیا، جو حضرات سبز پگڑی کو سنت قرار دے رہے ہیں وہ سنت کے معنی پر تو غور فرمائیں، اس عمل کو سنت نہ کہیں گے جو آپ نے امت کے لئے جواز قائم کرنے کو کبھی کبھی کیا ہو۔

زعفرانی رنگ کا لباس:

یوں تو آپ ﷺ نے پیلے رنگ کے کپڑے بھی پہنے ہیں، چنانچہ طبرانی میں ہے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنے باپ جعفر سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے زعفرانی

رنگ میں رنگا ہوا عمامہ پہنا ہوا ہے اور زعفرانی رنگ میں رنگی ہوئی چادر اوپر اوڑھی ہوئی ہے۔
اور یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے، (مستدرک امام حاکم: ج ۴/ ص ۱۸۹)۔

امام ابن سعد طبقات میں اپنی سندوں سے (۱) حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قمیص، اوپر کی چادر اور عمامہ کو زعفرانی رنگ میں رنگتے تھے۔ (۲) حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عمامہ سمیت تمام کپڑوں کو زعفرانی رنگ کے ساتھ رنگتے تھے۔
(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ طبرانی کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ
كان احب الصبغ الى رسول الله ﷺ الصفرة۔ (الحاوی: ج ۲/ ص ۱۰۵)
کہ حضور اکرم ﷺ کو زیادہ پیلا رنگ پسند تھا۔

مطلب یہ کہ سفید کے بعد رنگوں میں سبز بھی پسند تھا اور پیلا بھی، کیونکہ آپ کا لباس بالعموم سفید تھا اور جواز کے لئے آپ نے مختلف رنگ استعمال فرماتے، لہذا ان کو جائز اور سفید کو سنت کہیں گے جیسا کہ شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ کے رسالہ میں ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

مولانا مفتی رضاء المصطفیٰ ظریف قادری صاحب مدظلہ العالی گوجرانوالہ کے اشتہار میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے رسالہ شریفہ سے وہ عبارت نقل کی گئی ہے جس سے زیر بحث مسئلہ کا مکمل فیصلہ ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

”پس در بستن سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر و دستار مبارک آنحضرت ﷺ در اکثر اوقات سفید بود و گاہ سیاہ و احیاناً سبز“، (کشف الالتباس: ص ۲)

پس پگڑی باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو، اس میں کسی قسم کا دوسرا رنگ شامل نہ ہو اور حضور ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ سنت خالص سفید پگڑی ہے، اس میں کسی قسم

کارنگ نہ ہونہ سیاہ نہ سبز اور نہ براؤن وغیرہ، کیونکہ حضور ﷺ اکثر اوقات سفید دستار ہی باندھتے تھے اور بیانِ جواز کے لئے آپ نے کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی باندھی۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے صرف سفید عمامہ کو سنت کہا ہے، کیونکہ یہ آپ کا اکثر اوقات کا عمل تھا اور سیاہ و سبز کے لئے لفظ سنت استعمال نہیں کیا، بلکہ فرمایا کہ آپ کا یہ عمل کبھی کبھی کا تھا، لہذا سیاہ و سبز پگڑی کو جواز سے اوپر (سنت و مستحب) کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ حق کے متلاشی کے لئے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ ایک حوالہ ہی کافی ہے کہ آپ نے سفید عمامہ کو ہی سنت اور حضور ﷺ کا اکثر اوقات کا عمل قرار دیا۔ اب جو لوگ آپ کے نقش قدم پر چلنے کے دعویدار ہیں وہ اپنی علامت اس عمل کو ہی بنائیں گے جس کے لئے لفظ سنت آیا ہے جو حضور ﷺ کا اکثر اوقات کا عمل تھا، اسے اپنی علامت نہیں بنائیں گے جس کے لئے نہ تو لفظ سنت استعمال ہوا ہے اور نہ ہی اُسے آپ نے اکثر اوقات کیا۔

امام غزالیؒ

اس کے بعد اشتہار میں ایک حوالہ احیاء العلوم کا دیا گیا ہے اس میں پگڑی کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اس قدر ہے کہ ”آپ کو سبز کپڑے پسند تھے“ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ حضرت مفتی محمد رضا المصطفیٰ ظریف القادری صاحب نے جیسے حضرت شاہ صاحب کی عبارت کا وہ حصہ چھوڑ دیا تھا جس سے سفید عمامہ کا سنت ہونا ثابت ہوتا تھا، ایسے ہی انہوں نے امام غزالی کی اس سے آگے والی عبارت بھی چھوڑ دی، جس سے ان کے کلمہ نظر کی نفی ہوتی تھی وہ عبارت یہ ہے:

”وکان اکثر لباسہ البیاض“ (احیاء العلوم: ج ۲/ ص ۳۷۲) کہ حضور ﷺ کا اکثر اوقات

کا لباس سفید ہوا کرتا تھا۔

اسی سے بھی واضح ہو گیا کہ سنت لباس سفید ہی ہے اگرچہ رنگ دار بھی جائز ہے، مگر سنت اسے ہی کہا جائے گا جو آپ کا اکثر اوقات کا عمل ہو، جیسا کہ شاہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے سنت سفید عمامہ کو ہی قرار دیا ہے۔

سفید لباس کا حکم

سفید لباس کی اہمیت اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اکثر اوقات میں سفید لباس استعمال فرمایا، بلکہ امت کو بھی سفید لباس پہننے کا حکم فرمایا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

البسوا الثياب البيض فانها اطهر و اطيب و كفنوا فيها موتاكم۔ (مسند احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و مستدرک و طبرانی کبیر و دارقطنی) یعنی سفید لباس پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستر ہے اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دو۔

اس حدیث میں سفید لباس پہننے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، اس میں پگڑی بھی شامل ہے کیونکہ وہ بھی لباس کا ایک حصہ ہے، لہذا اس حدیث شریف کی رو سے سفید پگڑی کے استعمال کا حکم رسول اللہ ﷺ کا ٹھہرا، اسی لئے آپ اکثر اوقات سفید عمامہ ہی باندھتے تھے اور محض اس لئے کہ امت کے لئے رنگ دار پگڑی جائز ہو جائے کبھی سیاہ اور کبھی سبز پگڑی باندھ لی، لہذا سفید پگڑی سنت اور رنگ دار جائز ہوگی، چنانچہ امام نووی علیہ الرحمۃ المجموع میں فرماتے ہیں:

”يجوز لبس الثوب الابيض والاحمر والاصفر والاخضر والمخطط وغيره من ألوان الثياب لا خلاف في هذا ولا كراهة في شئ منه قال الشافعي والأصحاب وأفضلها البيض لحديث ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال ”البسوا من ثيابكم فانها اطهر و اطيب و كفنوا فيها موتاكم، (رواه ابوداؤد و الترمذی و قال حدیث حسن صحیح)۔

سفید، سرخ، پیلا، سبز اور دھاری دار وغیرہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ اس سے کسی میں کراہت۔ امام شافعی اور ان کے شاگردوں نے فرمایا اور سب سے افضل سفید لباس ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو کیونکہ سفید کپڑے تمہارے (پروردگار کے نزدیک) سب سے بہتر کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دو، اسے امام ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

وعن سمرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ البسوا البياض فانها اطهر واطيب
وكفنوا فيها موتاكم۔ (رواه النسائي والحاكم في المستدرک وقال حديث صحيح۔ (المجموع: ج ۴/ ص ۴۵۲)
اور حضرت سمرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سفید کپڑے پہنا کرو بلاشبہ وہ زیادہ
ستھرے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دیا کرو، امام نووی سفید لباس کو افضل فرماتے ہیں کیونکہ
حدیث میں سفید لباس کو افضل فرمایا گیا اور ظاہر ہے جو افضل ہوگا سنت وہی ہوگا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ

امام الحدیث والفقہاء علی بن سلطان القاری الہمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ او پر والی حدیث کہ ”سفید لباس پہنو
پس بے شک وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو“ کی شرح کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ

”سفید لباس کے پہننے کا اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ سفید لباس طبعی اور شرعی لحاظ سے سب سے بہتر
لباس ہے، اس لئے زندگی اور موت کے بعد اس کے پہننے کا حضور ﷺ نے حکم فرمایا جن بعض صوفیہ نے
نیلے یا کسی اور رنگ کے لباس کو اختیار کیا دراصل انہوں نے معاشی و مالی طور پر قناعت کا لحاظ کیا، کیونکہ
رنگ دار کپڑے کو بہت دنوں بعد دھونے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کہ سفید لباس انسان کے باطن کی
حسد، کینہ، بغض و عداوت اور دیگر بُری عادات سے پاکیزگی کا پتہ دیتا ہے، کیونکہ انسان کا ظاہر اس کے
باطن کا عنوان (ٹائٹل) ہے، سفید لباس محفلوں میں شرکت نماز باجماعت کے لئے مسجدوں کی حاضری،
علماء اور بڑوں کی ملاقات کے لئے افضل ہے“، (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج ۴/ ص ۴۶۶)

اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب لباس سفید ہے

امام عبدالرؤف مناوی شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

فقد جاء في عدة احاديث ان احب الالوان الى الله البياض وذاك يوجب القطع يكونه
افضلها ويترد النظر بين الاصفر والاخضر وينتجه ترجيح الاخضر“، (شمائل للمناوی:

ج ۱/ ص ۱۲۰) یعنی کئی ایک حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ سفید ہے اسی سے قطعاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سفید لباس سب سے افضل لباس ہے اور اس کے پیلے اور سبز رنگ کے درمیان سوچنے کی بات ہے کہ ان میں کون سا افضل ہے تو سبز رنگ کو پیلے کے اوپر ترجیح کی دلیل پائی جاتی ہے۔

نیز ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا لباس بالعموم سفید ہی ہوتا تھا، (شرح شمائل: ج ۱/ ص ۱۲۱)

لہذا ثابت ہوا کہ سنت یہی ہے کہ ہمارا لباس مکمل سفید ہو، اگرچہ رنگ دار بھی جائز ہے، مگر سنت سفید ہی ہے، نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سفید لباس کے اختیار کرنے کی جو ترغیب دی گئی ہے، اس لئے دی گئی ہے کہ اہل آخرت (جنتیوں) کے لباس کی یاد تازہ ہو، (شرح شمائل: ج ۱/ ص ۱۲۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنتیوں کا لباس سفید ہوگا اور یہ جو بعض مقامات میں آیا ہے کہ سبز لباس جنتیوں کا ہوگا، اس سے مراد خالص سبز نہیں بلکہ سبز دھاریوں والی اوپری چادر مراد ہے یعنی جنتیوں کا لباس سفید ہوگا اور ان کی اوپروڑھنے والی چادر سبز دھاریوں والی ہوگی، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز دھاریوں والی چادروں پر سبز چادروں کا اطلاق آیا ہے حالانکہ وہ خالص نہ ہوتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرخ سبز چادریں

اور یہ جو حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ یا سبز چادر اوڑھتے تھے، خصوصاً عیدین یا وفود کی ملاقات کے موقع پر محدث و فقیہ اسلام حضرت علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ اور علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ چادریں نری سرخ یا نری سبز نہیں ہوتی تھیں، بلکہ ان میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی تھیں، کیونکہ آپ نے نری سبز چادر کبھی نہیں اوڑھی، حوالہ ملاحظہ ہو، حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

المراد بالحمرة كون خطوطه حمرا فان البرد لا يكون الا بخطوط حمرة وصفرة او نحوهما على ما هو معلوم لغة وعرفاً، (مرقاۃ: ج ۴/ ص ۴۲۶) یعنی اور سرخ چادر سے مراد سرخ

دھاریوں والی چادر ہے کیونکہ عربی زبان میں اور عرب کے عرف میں برداسی چادر کو ہی کہتے ہیں جس میں سرخ اور پیلی یا اسی طرح کے کسی اور رنگ کی دھاریاں ہوں۔

امام حافظ ابن قیم الجوزیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

البرد الاخضر هو الذی فیہ خطوط خضر وهو كالحلة الحمراء سواء، (زاد المعاد:

ج ۱/ ص ۱۴۵) یعنی سبز چادر سے مراد وہ چادر شریف ہے جس میں سبز دھاریاں ہوتی تھیں اور وہ من عن سرخ چادر کی طرح ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جہاں حضور ﷺ کی چادروں کے بارے میں سبز رنگ کا ذکر آتا ہے اس سے خالص سبز رنگ کی چادریں مراد نہیں ہیں، بلکہ سبز دھاریوں والی چادریں مراد ہیں اور جنتیوں کے لباس میں جو آتا ہے کہ ان کا لباس سبز ہوگا اس سے بھی یہی مراد ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے جمع الرسائل شرح شاکل میں لکھا ہے کہ سفید لباس اس لئے افضل قرار پایا کہ اس سے اہل آخرت کے لباس کی یاد تازہ ہوتی رہے، لہذا معلوم ہوا کہ جنتیوں کا لباس تو سفید ہوگا اور اوپر کی چادر جیسے حضور ﷺ اوڑھتے تھے سبز دھاریوں والی ہوگی۔

رنگ دار لباس کا حکم

لہذا سفید لباس افضل جس میں سفید پگڑی کا افضل ہونا خود بخود ثابت ہو گیا، اس لئے اسے سنت کہا گیا اور اس کے علاوہ سیاہ و سبز پگڑی جائز ٹھہری، مگر سنت نہ ہوئی، کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیشہ سبز پگڑی نہیں باندھی، بلکہ ہمیشہ سفید باندھی ہے، مگر کبھی کبھی اسے ترک کر کے سیاہ و سبز باندھی، اسی لئے سیاہ و سبز پگڑی جائز مگر سفید سنت ٹھہری، جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ ”در مستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بے آمیزش رنگ دیگر“ (رسالہ کشف الالتباس: ص ۴) کہ دستار باندھنے میں سنت یہ ہے کہ دستار سفید ہو اس میں کسی دوسرے رنگ کی ملاوٹ نہ ہو، معلوم ہوا کہ رنگ دار پگڑی سنت نہیں، سفید ہی سنت ہے، پھر رنگ دار اگرچہ جائز ہے، مگر کسی رنگ کو ہمیشہ کے لئے اس طرح اختیار کرنا کہ اسی رنگ کے حوالہ سے شہرت ہو جائے اور اسی رنگ کے ذریعہ اس کی شخصی یا جماعتی پہچان و علامت بن جائے، جیسا کہ ہمارے

محترم محمد الیاس قادری صاحب اور ان کے پیروکاروں نے سبز پگڑی کے ذریعے اپنی شہرت اور اپنی جان پہچان قائم کر لی ہے یہ ممنوع و ناجائز ہے، کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

کسی مخصوص علامت یا لباس سے اپنے آپ کو مشہور و متعارف کرانا ممنوع ہے:

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

من لبس ثوب شهرة في الدنيا البسه الله (تعالیٰ) ثوب مذلة يوم القيامة، (مسند امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ) یعنی جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے محدث و فقیہ اسلام امام علی بن سلطان القاری مکیؒ (م ۱۰۱۴ھ) اپنی مشہور کتاب مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای ثوب تکبر و تفاخر و تجبر او ما يتخذہ المتزهد ليشهر نفسه بالزهد او ما يشعر به المستيد من علامة السيادة كالثوب الاخضر او ما يلبسه المتفقه من لبس الفقهاء والحال انه من جملة السفهاء، (ج ۴ / ص ۴۳۰) یعنی جس نے تکبر و فخر و جابرانہ انداز کا لباس پہنایا اپنے آپ کو زہد و نیکی سے مشہور و معروف کرنے کے لئے کوئی مخصوص لباس اختیار کیا یا اپنی بزرگی کی نمائش کے لئے سبز رنگ کا کپڑا اپنی علامت ٹھہرایا یا عالم دین نہ تھا، مگر علماء کی وضع قطع اختیار کی تو ایسے شخص یا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا یعنی وہ قیامت کے دن ذلیل و رسوا ہوگا۔

لیجئے قارئین! حدیث مذکورہ کی روشنی میں عمدۃ المحدثین حضرت علامہ امام علی بن سلطان قاری مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانِ عالی شان آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تکبر اور فخر کے طور پر لباس پہنے یا اپنے زہد و تقویٰ کے اظہار کے لئے کسی خاص رنگ کو اپنی علامت ٹھہرالے یا لوگوں میں اپنی سیادت و بزرگی کے اظہار و تعارف کے لئے سبز کپڑا پہچان بنالے یا عالم نہ ہوتے ہوئے عالموں جیسی وضع قطع بنالے (یہ وہاں کے لئے ہے جہاں علماء اپنی شان علمی کے اظہار کے لئے کوئی مخصوص قسم کا لباس پہنتے ہوں، تاکہ لوگ ان کو اس مخصوص عالمانہ لباس سے پہچان کر ان سے شریعت کے احکام سیکھیں، جیسے سعودی عرب اور بعض دیگر ممالک کے علماء جبہ پہنتے ہیں) تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

ذلت کا لباس پہنائے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ ہمارے مہربان جناب مولانا محمد الیاس قادری صاحب اور ان کے پیروکاروں کا اپنی شہرت و پہچان کے لئے سبز عمامہ اختیار کرنا اور اس کے مقابلہ میں حضور اکرم ﷺ کی سنت سفید عمامہ کو ترک کرنا درست نہیں ہے۔

نیز حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”در بعض کتب معتبرہ نوشتہ اند کہ شخصے خود را اکثر اوقات بلباس سیاہ و سبز مشہور رنگ داند کہ مکروہ و ممنوع است“، (کشف الالتباس: ص ۲) یعنی بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو سیاہ یا سبز رنگ سے مشہور نہ کرے کہ یہ مکروہ و ممنوع ہے۔

لہذا دعوتِ اسلامی والے بھائیوں کا اپنے آپ کو سبز عمامہ سے مشہور و متعارف کرنا ممنوع و ناجائز ٹھہرا۔ حضرت ابی رمثہ اور حضرت یعلیٰ بن امیہ اور امام شرعانی (رضی اللہ عنہم) تینوں کے حوالوں کا سبز پگڑی سے کوئی تعلق نہیں، البتہ سبز چادر کا ذکر ہے تو ہم پہلے زاد المعاد کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ اس سبز چادر سے خالص سبز مراد نہیں، بلکہ سبز دھاریوں والی چادر مراد ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

و بردہائے سبز بردیست کہ در اں خطوط سبز باشندہ آنکہ سبز خالص، (شرح سفر السعاده: ص ۴۳۱) یعنی حضور ﷺ کی سبز چادریں وہ تھیں جن میں سبز دھاریاں تھیں نہ کہ خالص سبز۔

اور شرح شامل ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ کی سبز چادروں سے مراد وہ سبز چادریں ہیں جن میں سبز دھاریاں تھیں، (شرح شامل: ج ۱/ ص ۱۱۷)

لہذا اس سے بھی سبز پگڑی کا ثبوت لینا بے محل ہے۔ اسی طرح امام عبدالرؤف منادی کی شرح شامل میں ہے ”وخطوط خضر“ کہ حضور ﷺ کی سبز چادر سے مراد سبز دھاریوں والی چادر ہے، (ج ۱/ ص ۱۱۷) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ آپ کو سب سے زیادہ سفید کپڑا پسند تھا اور اس کے بعد سبز دھاریوں والی چادر پسند تھی۔

امام بخاری کی حدیث کا تعلق بھی پگڑی سے نہیں دوپٹے سے ہے، محترم مفتی رضاء المصطفیٰ صاحب نے غیر متعلقہ حوالہ بھی شامل کر دیا ہے، بحث تو سبز پگڑی کی تھی مگر سبز دوپٹے کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی

محض اشتہار کو بڑا کرنے کے لئے غیر متعلقہ باتیں بھی لکھ دی گئیں۔

لباسِ جبرئیل علیہ السلام

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک حدیث لائی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل سبز لباس میں آئے، اس سے بھی صرف سبز عمامہ کو بطور شعار ثابت نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جبرئیل ہوں یا دوسرے ملائکہ ان کا مختلف رنگوں کے لباس میں زمین پر آنا ثابت ہے، یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہی سبز لباس میں آتے ہوں، بلکہ ان کا سفید لباس میں آنا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث میں ثابت ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں ہے کہ جبرئیل حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو نہایت ہی سفید لباس پہنے ہوئے تھے، (مشکوٰۃ شریف: ص ۳)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سفید لباس میں آئے۔
لأنه خير الالوان و جمع الثياب اشعارا بان جميعها كذا الك، (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ملخصاً ج ۱/ ص ۴۴) کیونکہ سفید رنگ سب سے بہتر رنگ ہے اور یہ کہ جبرئیل علیہ السلام کے تمام کپڑے سفید تھے۔
ملا علی قاری نے ”خير الالوان“ یعنی سب سے بہتر رنگ سفید، کہہ کر واضح کر دیا کہ سفید لباس کو جو شرف حاصل ہے وہ کسی رنگ کے لباس کو حاصل نہیں ہے۔

جنگِ اُحد میں لباسِ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جنگِ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں طرف دو آدمی دیکھے جن کا لباس سفید تھا، میں نے اس سے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے، جنہوں نے نہایت سخت لڑائی کی، (مدارج النبوت: ج ۲/ ص ۹۱)

اس سے بھی دونوں فرشتوں کا سفید لباس میں آنا ثابت ہوا۔

جنگ بدر کے دن فرشتوں کا لباس سفید تھا

امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ:

كانت سيما الملائكة يوم بدر عمام بيض الا جبرئيل فانه كانت عليه عمامة صفراء،

(البدایۃ والنہایۃ: ج ۳/ ص ۲۸۱)

بدر کے روز جبرئیل کے سوا سب فرشتوں کی نشانی سفید پگڑیاں تھیں اور جبرئیل کی پگڑی پیلے رنگ کی تھی۔

اور جنگ حنین میں سبز پگڑیوں والی روایت بھی معتبر نہیں، چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں خود لکھتے ہیں کہ:

”در بعض روایات آمدہ کہ سرخ“ (ج ۲/ ص ۹۳) یعنی بعض روایات میں سرخ آیا ہے۔

اور لکھتے ہیں کہ سیاہ پگڑی بھی مذکور ہے، لہذا تطبیق یوں ہوگی کہ جنگ حنین میں بعض فرشتوں کی

پگڑیاں سفید تھیں بعض کی سیاہ، بعض کی سرخ اور بعض کی سبز، (مدارج النبوت: ج ۲/ ص ۹۳)

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ

مگر زیادہ روایات میں سفید اور سرخ عماموں کا ذکر آتا ہے، چنانچہ امام المؤرخین امام محمد بن عمر

واقدی متوفی (۲۰۷ھ) اپنی کتاب ”المغازی“ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

وكان سيما الملائكة يوم حنين عمام حمراء، (كتاب المغازی: ج ۳/ ص ۹۰۵، ۹۰۶)

جنگ حنین کے دن فرشتوں کی پگڑیاں سرخ رنگ کی تھیں۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حنین کے دن فرشتوں کی سبز پگڑیوں والی روایت معتبر نہیں ہے، کیونکہ امام

واقدی امام المؤرخین ہیں اور تاریخ میں حجت ہیں۔

سیرت ابن ہشام وابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہما

اسی طرح امام المؤرخین امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی (۲۴۱ھ) ”سیرت نبویہ“ معروف بہ

سیرت ابن ہشام میں سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

كان سيماء الملائكة يوم بدر عمامهم بيضا قد ارسلوها على ظهورهم ويوم حنين عمامهم حمرا، (ج ۲/ ص ۷۱) یعنی جنگ بدر کے روز فرشتوں کی نشانی سفید پگڑیاں تھیں، جن کے شملے انہوں نے اپنی پٹھوں پر چھوڑ رکھے تھے اور جنگ حنین میں سرخ تھیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت

محترم مفتی محمد رضا المصطفیٰ صاحب ظریف القادری نے اپنے اشتہار میں مصنف ابن ابی شیبہ سے بھی ایک روایت نقل فرمائی کہ سلیمان بن ابی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو پایا کہ وہ سوتی سیاہ و سفید اور سبز رنگ کے عمامے باندھتے تھے، (مصنف: ج ۸/ ص ۲۲۱)

مفتی صاحب نے یہاں سے بڑی کھینچ تان کے ساتھ سبز عماموں کا سنت ہونا حتیٰ کہ اسے حضور ﷺ و خلفائے راشدین تک کی سنت ہونا ثابت کیا ہے، حالانکہ اس سے جواز کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا، اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین اولین مختلف رنگ کے عمامے باندھتے تھے، مگر یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سبز عمامے باندھتے تھے اور دوسروں کو بھی سبز رنگ کے عمامے باندھنے کی ترغیب دیتے تھے، ہمارے احباب دعوتِ اسلامی والوں نے صرف سبز عمامہ کو نہ صرف اختیار کر لیا ہے، بلکہ سفید عمامہ جو حضور ﷺ اکثر باندھتے تھے اسے ترک کر دیا ہے، شاہ عبدالحق صاحب نے تو سنت صرف سفید عمامہ کو قرار دیا ہے اور باقی کو جائز، مگر ہمارے احباب نے سفید عمامہ کی سنت کو مستقل ترک کر کے ہمیشہ کے لئے سبز عمامہ اختیار کر لیا ہے، جس سے حضور ﷺ کی ایک سنت (سفید عمامہ) متروک ہو گئی ہے، سوال یہ نہیں ہے کہ سبز عمامہ جائز ہے یا نہ؟ جواز میں تو شک نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سنت سفید عمامہ کو مستقل طور پر ترک کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سبز عمامہ اختیار کرنا اور دوسروں کو بھی سفید عمامہ کی سنت سے محروم کر کے سبز عمامہ باندھنے پر مجبور کرنا، یہ کہاں سے جائز ہوا؟ اس خاص طرزِ عمل کا کیا ثبوت ہے؟ کبھی کبھی سبز عمامہ باندھنے پر تو کسی کو اعتراض نہیں، مگر اعتراض کی بات یہ ہے کہ سفید عمامہ جسے حدیث میں سفید لباس کے پیرایہ میں افضل اور سنت کہا گیا ہے، اسے ترک کر کے

سبز عمامہ کو اختیار کر لیا گیا ہے، جب کہ سفید عمامہ کے بعد سبز کے مقابلہ میں سیاہ عمامہ کی روایات زیادہ ملتی ہیں، بلکہ خود حضور ﷺ کا اکثر حدیثوں میں سیاہ عمامہ، پیلے رنگ کا اور زعفرانی عمامہ باندھنا آتا ہے اور صحابہ کا بھی سیاہ عمامہ باندھنا بکثرت حدیثوں میں آتا ہے، خود اسی مصنف میں جس کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا موجود ہے:

(۱) نبی کریم ﷺ اپنے کپڑوں کو حتیٰ کہ عمامہ کو زعفرانی رنگ سے رنگتے تھے، (مصنف: ج ۸/ص ۱۸۵)

(۲) زبیر بن عوام (عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) پیلے رنگ کا عمامہ سر پر لپیٹے ہوئے تھے تو فرشتے نازل ہوئے انہوں نے بھی پیلے عمامہ باندھ رکھے تھے، (مصنف: ج ۸/ص ۱۸۶)

(۳) حضرت خریث فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، (ج ۸/ص ۲۳۳)

(۴) حضرت ابو جعفر انصاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؒ کو دیکھا جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے انہوں نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، (ج ۸/ص ۲۳۴)

(۵) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا، (ج ۸/ص ۲۳۴)

(۶) مروان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؒ کو دیکھا کہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، (ج ۸/ص ۲۳۴)

(۷) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا عمامہ سیاہ تھا، (ج ۸/ص ۲۳۴)

(۸) وردان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ٹوپی کے بغیر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، (ج ۸/ص ۲۳۵)

اسی سے معلوم ہوا کہ ٹوپی کے بغیر خالی عمامہ بھی درست ہے۔

(۹) عثمان بن ابی ہند کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبیدہ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ج ۸/ص ۲۳۵)

(۱۰) حضرت ملحان بن ثردان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمارؓ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا،
(ج ۸/ص ۲۳۵)

(۱۱) حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۱۲) جابر کہتے ہیں کہ مجھے اس نے بتایا جس نے حضرت علیؓ کو دیکھا آپ نے سیاہ عمامہ باندھا
ہوا تھا، (ج ۸/ص ۲۳۶)

(۱۳) ابو صخرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کے سر پر
سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)

(۱۴) ابن ابی نجر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۱۵) حضرت سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداءؓ پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۱۶) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا،
(ج ۸/ص ۲۳۷)

(۱۷) شعیبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۱۸) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (عشرہ مبشرہ میں سے
ہیں) پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۱۹) حضرت حسین بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پر سیاہ عمامہ دیکھا،
(ایضاً)

(۲۰) حضرت حسین بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ پر سیاہ عمامہ دیکھا، (ایضاً)
(۲۱) حضرت ابوزین کہتے ہیں حضرت امام حسینؓ نے ہمیں جمعہ کا خطبہ دیا ان پر سیاہ عمامہ تھا،
(ایضاً)

(۲۲) حضرت سلیمان بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابونصرہ کو دیکھا ان پر سیاہ عمامہ تھا،
(ایضاً)

(۲۳) حضرت صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شعبی پر سفید عمامہ دیکھا، (ایضاً)

(۲۴) حضرت عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؓ پر سفید عمامہ دیکھا، (ایضاً)
 (۲۵) حضرت حُرَیثؓ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 میں نے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا، (مصنّف: ج ۸/ ص ۲۳۹)
 اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں طوالت کے خوف سے ہم انہیں نقل کرنے سے قاصر ہیں، سفید کے بعد
 اکثر صحابہ کا سیاہ عمامہ باندھنا ثابت ہے، مگر ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی جس سے اس قدر کثرت سے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سبز عمامہ باندھنا ثابت ہوتا ہو!

مفتی صاحب کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے

جس حدیث سے مفتی صاحب نے کھینچ تان کی سبز عمامہ کو مسنون ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے
 بنیادی طور پر وہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے معتبر نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی جریر بن حازم
 ہے، اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ”جریر کثیر الغلط“ کہ جریر حدیث کی
 روایت میں بہت غلطیاں کرتے تھے، امام ابن حبان فرماتے ہیں ”کان یخطی“ کہ وہ روایت کرنے
 میں خطا کر جاتے تھے، امام مساجی فرماتے ہیں کہ ”حدث باحدیث وہم فیہا“ کہ جریر نے کئی ایک
 ایسی حدیثیں روایت کیں جن میں وہم کا شکار ہو گیا، امام احمد نے فرمایا ”حدث بالوہم بمصر ولم
 یکن یحفظ“ وہ مصر میں کئی ایک حدیث روایت کرنے میں وہم میں مبتلا ہوئے اور وہ حدیثیں حفظ نہیں
 رکھتے تھے، امام بیہقی بن سعید فرماتے ہیں ”وکان یہم فی الشئ“ کہ وہ حدیث کے روایت کرنے میں
 وہم کا شکار ہو جاتے تھے اور امام ازدی فرماتے ہیں کہ ”ولم یکن بالحافظ“ کہ وہ حدیثوں کے حافظ
 نہ تھے اور امام بیہقی حمانی نے کہا کہ جریر حدیثوں میں ”تدلیس“ کرتے تھے، (تہذیب التہذیب:
 ج ۲/ ص ۷۰، ۷۱، ۷۲)

لہذا جناب مفتی محمد رضاء المصطفیٰ کی مہاجرین کے بارے میں سبز پگڑیوں کے باندھنے سے متعلق
 نقل کردہ حدیث حجت نہ رہی اور اس حدیث کی روشنی میں انہوں نے کھینچ تان کر سبز پگڑیوں کے سنت
 ہونے کا جو دعویٰ فرمایا تھا وہ بھی خارج ہو گیا۔

اور ہمارا موقف کہ سفید پگڑی سنت اور کسی دوسرے رنگ کی جائز، مجہد تعالیٰ دلائل سے ثابت ہو گیا اور یہ کہ سفید کے علاوہ کسی بھی رنگ کی پگڑی کو اپنا مخصوص شعار بنا کر اسے اپنی شخصی یا جماعتی پہچان اور شہرت کا ذریعہ بنانا جیسے دعوت اسلامی والے بھائیوں نے بنا رکھا ہے، ممنوع و ناجائز قرار پایا۔

سیاہ عمامہ

سبز عمامہ کے مقابلہ میں سیاہ کی احادیث و روایات اس قدر بہ کثرت ہیں اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اس قدر بہ کثرت سیاہ عمامہ باندھنا ثابت ہے کہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ سفید عمامہ کے بعد سیاہ عمامہ حضور ﷺ و صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیائے کرام کو زیادہ محبوب تھا، یہاں تک کہ سیاہ عمامہ کا استعمال اہل اسلام کی علامت بن گیا، چنانچہ امام شمس اللہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۹۰ھ) ”المبسوط“ میں فرماتے ہیں کہ

وامام السواد من علامات المسلمين جاء في الحديث ان النبي ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه عمامة سوداء وقال ﷺ اذا لبست اقمي السواد فابغوا الاسلام، (المبسوط: ج ۱۰/ ص ۹۹) یعنی سواد (سیاہ کپڑا) مسلمانوں کی علامات میں سے ہے، حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر انور پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا جب میری امت سیاہ کپڑا استعمال کرے تو (اس میں) اسلام کو ڈھونڈو۔

یعنی امت جب اس نیت سے کہ حضور ﷺ نے سیاہ عمامہ پہنا، سیاہ عمامہ باندھے تو ان میں اسلام کو ڈھونڈو یعنی ان میں اسلام موجود ہوگا، کیونکہ کسی عمل کو حضور ﷺ کی نسبت سے اختیار کرنا اسلامی جذبہ پر مبنی ہے جب اسلامی جذبہ ہوگا تو اسلام موجود ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ہی سیاہ عمامہ باندھا جائے، کیونکہ سیاہ یا سبز یا کسی بھی دوسرے رنگ کا عمامہ یا دوسرا لباس جائز تو ہے مگر سنت نہیں ہے سنت صرف سفید عمامہ اور سفید لباس ہے، اس لئے اسے افضل کہا گیا، چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں فرمایا کہ عمامہ میں سنت سفید عمامہ ہے اگرچہ دوسرے رنگ کا عمامہ بھی جائز ہے، چنانچہ علامہ محدث محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۵۲ھ) اپنی کتاب ”الدعامة المعروفة احکام

سنۃ العمامۃ“ میں لکھتے ہیں کہ:

الافضل فی لونہا اعنی العمامۃ هو البیاض لعموم الاخبار الدالۃ علی فضلہ کحدیث احمد والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ والحاکم وصحّحہ واقروا لطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ بن جندب والدارقطنی فی الافراد عن ابن عمر رفعاه ”البسوا الثیاب البیض فانہا اطہر واطیب“ (الدعامة: ص ۸۳)، یعنی عمامہ میں افضل سفید رنگ کا عمامہ ہے حدیثوں کے عموم کی وجہ سے جو سفید عمامہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، جیسے مسند امام احمد اور ترمذی کی حدیث ہے جسے امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا اور امام نسائی وابن ماجہ اور حاکم کی حدیث ہے جسے امام حاکم نے صحیح کہا اور اسے برقرار رکھا اور طبرانی کی کبیر میں حضرت سرہ بن جندب سے اور دارقطنی کی افراد میں حضرت ابن عمر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس پہنو کہ سفید لباس زیادہ پاکیزہ اور زیادہ سہرا ہے۔ اس بھی ثابت ہوا کہ عمامہ سفید ہی افضل اور سفید ہی سنت ہے، اس کے بعد علامہ محدث محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہ جو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ:

”البسوا الثیاب البیض“ ای آثروا ندبا الملبوس الابيض علی غیرہ من نحوہ ثوب و عمامۃ وازار و رداء فانہا اطہر، (الدعامة: ص ۸۴) یعنی ”سفید کپڑے پہنو“ اس کا مطلب ہے مستحب کے طور پر دوسرے رنگ کے کپڑوں کے مقابلہ میں سفید کپڑے، سفید عمامہ، سفید تہبند اور سفید چادر کو ترجیح دو، پس بے شک سفید کپڑے زیادہ پاکیزہ ہیں۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ دوسرے کپڑوں کو بالعموم سفید عمامہ کو بالخصوص دوسرے رنگ کے عمامہ پر ترجیح دو۔

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضور ﷺ نے تو سبز وغیرہ رنگ کے عمامہ کے مقابلہ میں سفید عمامہ کو ترجیح دینے کا حکم دیا، مگر ہمارے مہربان مولانا محمد الیاس قادری صاحب اور ان کے پیروکار دعوت اسلامی والے بھائی لوگوں سے سفید عمامہ سے ہٹا کر ان کو سبز عمامے بندھواتے پھر رہے ہیں، حالانکہ حضور ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اس رنگ کے عمامہ کے باندھنے کی ترغیب دیتے جس کے باندھنے کو حضور ﷺ نے ترجیح دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ مہربان ایک طرف سے تو محبت مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ

فرماتے ہیں اور دوسری طرف سے حضور ﷺ کے حکم کے برعکس بھی کر رہے ہیں۔

سفید عمامہ افضل

حدیث کبیر السید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ الدعامہ میں امام عبدالرؤف مناوی کی شرح شامل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام عبدالرؤف مناوی نے فرمایا کہ:

الافضل فی لونہا یعنی العمامۃ البیاض وصحة لبس المصطفیٰ للسواد ونزل اکثر الملائکۃ یوم بدر بعمائم صفر لایعارضہ لانہ لمقاصد ومصالح اقتضاها خصوص ذالک المقام بینہ بعض الاعلام فالینافی عموم الخبر الصحیح الامر بہ بلبس البیاض وانہ خیر الالوان فی الحیاة والممات، وقال فی درالعمامة ثم الافضل فی لون العمام البیاض، (الدعامہ: ص ۸۴) یعنی عمامہ میں افضل و سب سے بہتر رنگ سفید ہے اور نبی کریم ﷺ کا سیاہ عمامہ باندھنا اور اکثر فرشتوں کا بدر کے روز پہلے رنگ کے عمامے باندھ کر آنا سفید عمامہ کے افضل ہونے کے خلاف نہیں جاتا، کیونکہ مختلف مقامات پر مختلف رنگ کے عمامے کسی نہ کسی خاص حکمت و مقصد کے تحت ہوا کرتا ہے، جیسا کہ بعض علماء نے اس کو بیان فرمایا لہذا مختلف رنگ کے عمامے اس حدیث صحیح کے عموم کے خلاف نہیں جاتا جس میں رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس (عمامہ وغیرہ) کا حکم فرمایا اور بلاشبہ انسان کے لئے زندگی اور موت میں سفید لباس سب سے بہتر ہے اور درالعمامہ میں فرمایا کہ پھر عمامہ میں سب سے بہتر رنگ سفید ہے۔“

استخراج مسائل

امام عبدالرؤف مناوی و محدث محمد بن جعفر کتانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق سے درج ذیل مسائل

معلوم ہوئے:

افضل سفید عمامہ ہے:

(۱) ایک یہ کہ افضل سفید عمامہ ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ حضور ﷺ اور فرشتوں نے سیاہ اور دیگر رنگ کے عمامے بھی باندھے ہیں۔

(۳) تیسرا یہ کہ یوم بدر میں اکثر فرشتوں نے پیلے رنگ کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

(۴) چوتھا یہ کہ حضور ﷺ اور فرشتوں نے جو کبھی کبھی رنگ دار عمامے باندھے وہ خاص خاص

مواقع پر باندھے علی العموم نہیں اور خاص خاص مصالح و مقاصد کو ملحوظ رکھ کر باندھے۔

(۵) پانچواں یہ کہ حضور ﷺ نے علی العموم سفید لباس ہی پہننے کا حکم دیا۔

(۶) چھٹا یہ کہ زندگی اور موت دونوں میں سفید لباس ہی افضل ہے۔

(نوٹ: کتاب میں دو صفحہ (صفحہ نمبر ۱۶۶، ۱۶۷) نہیں تھا اس لئے نہیں لکھا گیا)

السلطان الاشراف تميز الهم عن غيرهم وان لم يكن النبي ﷺ فعل ذالك۔ (نسیم

الرياض ج ۲ ص ۷۱۳)، یعنی سادات کی نشانی بنایا گیا تاکہ سادات اور غیر سادات میں امتیاز ہو جائے،

اگرچہ نبی کریم ﷺ نے بذات خود سبز عمامہ پہننے کا کام نہیں کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ سبز عمامہ خود حضور ﷺ نے استعمال نہ کیا، جب کہ شاہ عبدالحق صاحب نے

لکھا ہے کہ استعمال کیا ہے، تاہم سبز عمامہ کا معاملہ مشکوک ہو گیا، ہمارے کرم فرما تو سبز عمامہ کو کھینچ تان کر

سنت قرار دیتے پھر رہے ہیں، جب کہ شاہ عبدالحق صاحب نے واضح فرما دیا کہ سنت صرف سفید عمامہ ہے

اور ان کے بعد کے تمام حوالہ جات سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ سفید عمامہ سنت اور افضل ہے سبز عمامہ

اگرچہ جائز ہے مگر سنت نہیں ہے، اس کے مقابلہ میں سفید عمامہ ہی سنت ہے جب کہ امام خفاجی فرماتے ہیں

کہ حضور ﷺ نے سبز عمامہ باندھنے کا کام کیا ہی نہیں ہے، یہ سبز عمامہ کارواج ملک اشرف کے زمانہ میں

پڑا اور وہ بھی صرف آل رسول ﷺ سے تعلق رکھنے والے (سادات) کے لئے مخصوص تھا۔

سبز عمامہ کی سنت اور شریعت میں کوئی اصل نہیں

امام کتانی اہلسنت کے مؤرخین و محدثین و فقہاء و علماء نے واضح لکھا ہے کہ یہ عمامہ اشرف کے لئے

سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اصل ہے، چنانچہ امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ ”الدامۃ“

میں لکھتے ہیں کہ:

انّ هذه العمامم الخضراء ليس لها اصل في الشرع ولا في السنّة ولا كانت في الزمن القديم وانما حدثت سنة ثلاث و سبعين و سبع مائة بامر الاشرف شعبان بن حسن، (الدعامة: ص ۹۵)، یعنی سبز پگڑی کی کوئی اصل نہیں، نہ شرع میں اور نہ ہی سنت میں اور نہ ہی زمانہ قدیم میں تھی یہ سبز پگڑی کی علامت ۳۷۷ھ میں بادشاہ اشرف شعبان بن حسن کے حکم سے معرض وجود میں آئی۔

یعنی اشرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل (سادات) کے لئے سبز پگڑی کی علامت کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور نہ ہی زمانہ قدیم میں شریفوں کے لئے علامت کے طور پر اس کا کوئی وجود نظر آتا ہے۔

اس کا شریفوں (سادات) کے لئے علامت قرار پانا بدعت ہے، جو بادشاہ اشرف شعبان بن حسن کے حکم سے بنائی گئی۔

(۲) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کتاب ”السفینۃ القادریۃ“ کی شرح میں سید العلماء محمد المنلا

فرماتے ہیں کہ:

واعلم ان تعلیم الاشراف بالعمامة الخضراء ليس لها اصل في الشرع ولا في السنّة ولا كانت في الزمان القديم وانما حدثت في سنة ثلاث و سبعين و سبع مائة بامر الملك الاشرف شعبان بن حسين، (شرح سفینہ قادریہ: ص ۳۹)، یعنی معلوم ہو کہ اشراف کو سبز عمامہ کے باندھنے کی تلقین کرنا بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے نہ شریعت میں اور نہ ہی سنت میں اور نہ ہی یہ سبز پگڑی کی علامت زمانہ قدیم میں تھی، بلکہ یہ بدعت تو بادشاہ اشرف شعبان بن حسین کے حکم سے معرض وجود میں آئی۔

سبز عمامہ بدعت ہے

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ جس کی اصل نہ سنت میں ہو اور نہ شریعت میں وہ بدعت ہوتی ہے، لہذا کسی گروہ کا سبز عمامہ کو دینی و مذہبی اعتبار سے اپنی علامت و پہچان بنانا جیسے ہمارے دعوۃ اسلامی والے بنائے پھر رہے ہیں بدعت و ناجائز ہے، کیونکہ سنت و شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۳) امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

واما العلامة الخضراء فلا اصل لها وانما حدثت سنة ثلاث وسبعين وسبع مائة
بامر الملك شعبان ابن حسين۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ: ص ۱۶۸)، یعنی شریفوں کے لئے سبز پگڑی
کی علامت کی کوئی بنیاد نہیں، یہ سبز پگڑی کی بدعت بادشاہ شعبان بن حسین کے حکم سے ۳۷۳ھ میں
نکالی گئی ہے۔

یہاں سے واضح ہو گیا کہ سبز پگڑی کو بطور خاص علامت ٹھہرا کر استعمال کرنا بدعت ہے، جو
۳۷۳ھ میں ایک بادشاہ کے حکم سے پیدا کی گئی، لہذا ہمیں سبز پگڑی کو اجتماعی طور پر استعمال نہیں کرنا
چاہئے، کیونکہ یہ عمل بدعت ہے اور ایک بادشاہ سے منسوب ہے۔

(۴) امام جلال الدین سیوطیؒ بھی یہی فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

هل يلبسون العلامة الخضراء؟ والجواب ان هذه العلامة ليس لها اصل في الشرع
ولا في السنة ولا كانت في الزمن القديم وانما حدثت في سنة ثلاث وسبعين وسبع مائة بامر
الملك الاشرف شعبان بن حسين، (الحاوی للفتاویٰ: ج ۱/ ص ۳۳)، یعنی کیا شریف لوگوں کو سبز
پگڑی اپنی علامت کے طور پہننا چاہئے؟ جواب یہ ہے کہ اس سبز پگڑی کی علامت کی شریعت اور سنت
میں کوئی اصل نہیں اور نہ ہی زمانہ قدیم میں تھی اور سبز پگڑی کی علامت ۳۷۳ھ میں بادشاہ اشرف شعبان
بن حسین کے حکم سے معرض وجود میں آئی۔

امام سیوطیؒ علیہ الرحمۃ کے اس حوالہ سے بھی واضح ہو گیا کہ بزرگوں یا سادات وغیرہم کسی بھی طبقہ کے
لوگوں کے ساتھ اپنا تشخص و امتیاز قائم کرنا اور اسے اپنی مشہوری و پہچان بنانا بے اصل و بے بنیاد کام ہے،
جس کی شریعت اور سنت مصطفیٰ ﷺ میں کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی زمانہ قدیم میں صحابہ و تابعین و تبع
تابعین کے دور میں اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی سبز پگڑی بطور علامت باندھنے کا تصور
نہیں ملتا، یہ بدعت ملک اشرف شعبان بن حسین کے حکم سے ۳۷۳ھ میں ظہور میں آئی۔

کسی ایک رنگ کو ہمیشہ کے لیے اختیار نہ کریں

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح شرعۃ الاسلام میں فرماتے ہیں:

وبالجملة لا بأس للنساء لساتر الالوان وللبرجال بالاحضر والازرق والاسود ونحوها غير الاحمر والاصفر واعلم انه يستحب ان يلبس المصبوغ احيانا خلافا للمجوس لانهم يلبسونه اى المصبوغ دائما لا احيانا.... الخ۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ج ۱/ ص ۳۸۶)، یعنی اور حاصل یہ کہ عورتیں تمام رنگ استعمال کر سکتی ہیں اور مرد سبز، نیلا اور سیاہ وغیرہ نہایت سرخ و پیلے کے سوا ہر رنگ استعمال کر سکتے ہیں اور معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کے لئے رنگ دار کپڑا کبھی کبھی پہننا مستحب ہے ہمیشہ نہیں، مجوسیوں کے برعکس، کیونکہ مجوس رنگ دار کپڑا ہمیشہ استعمال کرتے نہ کہ کبھی کبھی۔

اب دوسرے گروہ کی سنیے!

انہوں نے کتابیں لکھیں سبز عمامہ کے جواز پر اور اس میں سے بعض نے یہ نام رکھا: ”سبز عمامہ سے کذاب جل اٹھے“۔

ایک رسالہ فیض احمد ایسی صاحب نے بھی لکھا: ”سبز عمامہ کا جواز“۔ وہ لکھتے ہیں:

اسے بدعت و حرام اور مکروہ کہنا دین میں فتنہ انگیزی ہے، (سبز عمامہ کا جواز: ص ۶)

ایسی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: عمامہ سنت ہے خواہ کسی رنگ کا ہو، اگرچہ افضل سفید رنگ ہے،

(سبز عمامہ کا جواز: ص ۵)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں: اس طرح بھی سبز عمامہ کا مسنون ہونا ثابت ہے، (سبز عمامہ کا جواز: ص ۱۸)

ایسی صاحب کا دماغ بھی ٹھکانے پر نہیں، کیونکہ یوں بھی کہہ دیتے ہیں، اسے سنت سمجھنا غلط ہے،

اب خود ہی سنت کہہ رہے ہیں۔

ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں دورِ حاضر میں جن صاحبان نے سبز عمامہ کو بدعت و حرام کہا انہوں نے

شریعتِ مطہرہ پر افتراء اور خود کو مستحق سزا بنایا ہے، (سبز عمامہ کا جواز: ص ۷)

یہ ظلم عظیم ہے کہ صرف سبز عمامہ کو بدعت اور حرام گردانا جائے، (ایضاً ص ۱۰)
اسے بدعت و ناجائز کہنا بجائے خود جرم اور بدعت و ناجائز ہے، بلکہ ظلم عظیم ہے، (سبز عمامہ کا
جواز: ص ۱۱)

مفتی غلام سرور صاحب پر کسی ٹیڈی مجتہد کا سایہ پڑ گیا ہے یا انہیں دعوتِ اسلامی سے کوئی رنجش ہے،
جس کی وجہ سے وہ سبز عمامے کو عدم جواز کے علاوہ بدعت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں، (ایضاً ص ۳۲)
خلاصہ یہ نکلا کہ منکرین بھی مجرم اور قائلین بھی، قائلین کو مانعین برا کہیں اور مانعین کو قائلین۔

نض کا مخرج

مسئلہ نمبر ۲۶

پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

باقی رہا جوازِ صلوٰۃ وہ بلحاظِ عموم بلوی عام دونوں صوتوں (آوازوں) میں (مشابہ بادل ہو یا مشابہ
بظاء ہو) ہو جائے گا، گو قائلین تشابہ بصوت الظاء بکثرت ہیں اور مشابہت بصوت الدال المہملہ کم، مگر
علتِ عام دونوں جگہوں میں پائی جاتی ہے، پس ترجیح کی وجہ نہیں مگر قلت و کثرت قائلین۔

لہذا اگر بایں لحاظ بصوت ظاء عدم تمیز و عدم تعارف مخارج پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ اکثر
فقہائے کرام بصورت تشابہ صوت الظاء عدم فسادِ صلوٰۃ کے قائل ہوئے ہیں، بکذا حکم الکتاب واللہ اعلم
بالصواب۔ (فتاویٰ مہریہ: ص ۱۵۲)

پیر صاحب کے احترام کے پیش نظر بریلوی طبقہ کے بہت سے افراد اس نظریہ کے حامل ٹھہریں گے،
مگر رضوی حضرات تو امت مسلمہ کو کافر کہنے کی ٹھانی ہے ان کی بھی سن لیجئے!

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ یہ اہل حق ضاد کی جگہ ظا پڑھتے ہی کیوں ہیں؟ کیا انہیں قرآن میں لفظی و معنوی
تحریف کرتے ہوئے کوئی خدا کا خوف دامنگیر نہیں ہوتا، بلکہ یوں کہیے کہ غیر قرآن کو قرآن قرار دینے میں

اور جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں انہیں کوئی حیا نہیں آتی۔
(توضیح البیان: ص ۶۸، بحوالہ اتمام البرہان: ص ۳۱ حصہ دوم)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

جو آدمی ضاد کی جگہ ظا پڑھنے اور اصحاب الجنتہ کی جگہ اصحاب النار پڑھے اس کی امامت تو بہر حال جائز نہیں (خواہ عمداً پڑھے یا سہواً) اگر عمداً پڑھتا ہے تو کافر ہو گیا، (توضیح البیان: ص ۷۱، ۷۲، بحوالہ اتمام البرہان: ص ۲۴ حصہ دوم)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

ضاد کی جگہ ظا پڑھنا خالص کفر ہے اور وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا کا مصداق ہے، (توضیح بیان: ص ۷۱ بحوالہ اتمام: ص ۲۲ حصہ دوم)

اسی طرح کی باتیں خزائن العرفان ص ۳ تفسیر الحسنات ج ۱/ ص ۱۲۷، اور دیگر کئی کتب بریلویہ میں موجود ہیں۔

اب فیصلہ رضا خانی حضرات خود کریں گے کہ درست بات کس کی ہے، ویسے یہ بات حقیقت ہے فقہائے کرام کی باتوں کو یہ لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

جو لوگ ض و اور ظا کے مخرج میں فرق کر سکتے ہوں تو وہ تو کریں، بقیہ لوگ عمومِ بلوئی کی وجہ سے معذور تصور کئے جائیں گے، مگر رضا خانی حضرات خواہ مخواہ قوم و ملک کو تباہ کرنے کی اور فساد کی راہ ڈالنا چاہتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ حرف ض کی جگہ حرف ظا پڑھنا ان جیسے لوگوں کیلئے فقہاء جائز تصور نہیں کرتے، مگر ظا و حرف ض کی صفات ملتی جلتی ہے، اس لیے ایک دوسرے کے مشابہ ہو جانا یہ علاحدہ امر ہے، ہم اہل بدعت پر حیران ہیں کہ ض و اور دال کا نہ تو مخرج ایک ہے اور نہ صفات میں اشتراک ہے، مگر پھر بھی دال کے مشابہ پڑھتے ہیں اور ظا کے ساتھ توح ض کی صفات کا مشترک ہونا پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی مسلم ہے (دیکھئے فتاویٰ مہریہ) تو اگر ہم اس کے مشابہ قرار دیں تو ناراض ہونے لگتے ہیں شاید ان لوگوں میں عقل و دانش ہے نہیں یا اسے استعمال کرنے کی زحمت گوارا نہیں!

اہل بدعت سے اختلافات کی نوعیت

مسئلہ نمبر ۲

برادرانِ اہل السنۃ!

اہل بدعت کے اور اہل السنۃ کے مابین اختلاف کی کئی نوعیتیں ہیں:

(۱) عقائد کا۔

(۲) ان کی عبارات کا۔

(۳) اہل السنۃ والجماعت دیوبند پر الزامات کا۔

(۴) بدعات کا۔

پہلا اختلاف یہ ہے کہ اہل بدعت نے چند عقائد وہ گھڑے ہیں، جن سے اہل السنۃ والجماعت کے اسلاف و اخلاف کا دامن پاک ہے اور قرآن و سنت میں ایسے عقائد کی کوئی گنجائش نہیں۔

مثلاً۔ علم غیب۔

حاضر و ناظر۔

انکار بشریت۔

مقتارِ کل۔

استعانت بغیر اللہ۔

یہ عقائد خمسہ ان لوگوں نے گھڑے ہیں اور امتِ مسلمہ کو پریشان کرنا شروع کیا ہوا ہے، ہم اس پر بہت تفصیل سے گفتگو نہیں کرتے، بلکہ خلاصہ عرض کر کے پھر ان کی تاویلات کا جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں، تاکہ یہ لوگ آئندہ تاویلات کا سہارا لے کر خود کو بچا کر امت کو گمراہ نہ کریں۔

اب ہم ایک ایک عقیدہ پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں:

علمِ غیب

خدا جل مجدہ نے اپنے علمِ مبارک کی بات قرآنِ پاک میں کی ہے اور مخلوق کے علم کی بات بھی کی ہے، مگر آپ دیکھنے پورے قرآن مجید میں کئی جگہ خدا جل مجدہ نے صرف اپنے لیے عالم الغیب، یعلم الغیب وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں، جس سے پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ علمِ غیب صرف خدا جل مجدہ کو ہی ہے اور بس اور انبیائے کرام کو جو علم دیا اس کے متعلق یہ فرمایا: ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک....، وما کان اللہ لیطلعکمہ.... فلا ینظر علی غیبہ احداً.... الخ۔ یعنی جو دیا اس کو انباء غیب، اظہار غیب اطلاع غیب وغیرہ فرمایا علمِ غیب نہ فرمایا، کیونکہ علمِ غیب کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ: ”یہ وہ علم ہوتا ہے جو کسی کا عطا کردہ نہیں ہوتا بلکہ از خود ہی ہوتا ہے“

جیسا کہ یہ بات علامہ شامیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے رسائل ابن عابدین، اور تفہیمات الہیہ میں درج کر دی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسا ملکہ ہوتا، جس کی بنا پر موصوف سے کچھ بھی غائب نہیں رہتا شرق و غرب شمال و جنوب، فرشِ تاعرش وغیرہ کچھ بھی اس کی نگاہ سے غائب نہیں ہوتا، وہ ہر وقت جانتا ہے، ہر ایک کو جانتا ہے، ہر ایک بات کو جانتا ہے، ہر ایک کی اس کو خبر ہوتی ہے، کائنات کا کوئی ذرہ بھی اس کی نظر سے چھپ نہیں سکتا۔

ظاہر بات ہے کہ جب خدا جل مجدہ کا علمِ مبارک از خود ہے حصولی نہیں، عطائی نہیں اور اُس سے کائنات چھپی ہوئی بھی نہیں، جیسا کہ قرآنِ پاک میں اس نے خود خبر دی ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے اس نے اپنے علم کے لئے یہ الفاظ بولے تو معلوم ہوا کہ عالم الغیب بھی وہی ہے علمِ غیب بھی اسی کے پاس ہے، کوئی اور علمِ غیب نہیں رکھتا اور نہ کسی کو ہو سکتا ہے، اس لئے نہ یہ عطائی ہو سکتا ہے اور نہ اس کے اجزاء ہو سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض حضرات کی عبارتوں میں ایسے الفاظ آ جاتے ہیں تو ان کی مراد اخبارِ غیبیہ ہوتی ہیں، علمِ غیب نہیں ہوتا۔

شاید ہمارے حضرات کو اہل بدعت یہ جواب دیں کہ ہماری عبارات میں علمِ غیب اخبارِ غیبیہ کے

معنوں میں ہے تو گزارش ہے جب آپ لوگوں کے ہاں یہ بات طے ہے کہ نبی پاک ﷺ کے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیا گیا تھا کہ جس سے ہر وقت ہر بات کی آپ کو خبر ہوتی تھی تو پھر یہ تو اخبار نہ رہی، یہ بات عبدالماجد بدایونی نے ”تصحیح العقائد“ میں لکھی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اخبارِ غیبیہ منتہی ہوتی ہیں اور علم غیب تو غیر منتہی ہوتا ہے تو بریلوی حضرات کے علماء نے صاف تصریح سے لکھا ہے

تیرے تو وصف عیبِ تنہائی سے ہیں بڑی

حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(حدائقِ بخشش: ج ۱/ ص ۷۷)

فاضل صاحب نے بڑی جرأت سے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے اوصافِ کریمہ اور صفاتِ عالیہ تنہائی نہیں ہیں بلکہ غیر تنہائی ہیں۔

تو اب ہم ان اہل بدعت سے پوچھتے ہیں کہ فاضل صاحب تو جیسے خدا کا علم لا متناہی ہے، ویسے آپ ﷺ کے علم اور تمام صفات کو لا متناہی کہہ رہے ہیں، اب بتائیں اخبارِ غیبیہ تو نہ ہوئیں یہ تو علم غیب ہی آپ لوگوں نے مانا! ایک جگہ لکھتا ہے:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائقِ بخشش: حصہ دوم ص ۱۲۶)

فاضل صاحب نے کس قدر بے باکی سے کہہ دیا ہے کہ آپ سے جب خدا ہی نہیں چھپا تو پھر اور کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ علم غیب ہی مانتے ہیں نہ کہ اخبارِ غیبیہ اور یہ اختلاف صرف لفظی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ بعض اہل بدعت نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے کہہ دیا کہ بعض علم غیب مانتے ہیں، تاکہ ہمیں یہ تاویلات بچا جائیں۔

میں اہل علم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بھی زرا اُن کا دھوکہ ہے، کیونکہ بات یہ ہے کہ وہ تو غیر

متناہی اور سب کچھ جاننا مانتے ہیں تو ہم کیسے ان کے دوسرے جملے پر کہ ”بعض مانتے ہیں“ اعتبار کریں؟ اور ان کے اکابر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

اگر کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیا جائے کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں تو ایسا فاسد و باطل عقیدہ اس امر کو مستلزم ہوگا کہ اس نبی کا عقیدہ توحید ناقص ہے، چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ کے متعلق یہ کفریہ عقیدہ ہو کہ عالم ماکان و مایکون کو فلاں چیز کا علم نہیں۔ (تحفظ عقائد اہلسنت: ۸۴۹، ۸۵۰، اظمیر الدین قادری برکاتی)

اور مولوی عطاء محمد بند یا لوی لکھتا ہے:

اگر کسی بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے، چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہو سکتی ہے؟ (ذکر عطاء: ص ۹۱)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کی دلیل ہے، لہذا اس عالم کا جتنا زیادہ کسی کو علم ہوگا اتنی ہی اس کی توحید کامل ہوگی اور جس کو تھوڑا علم ہوگا اس کی توحید ناقص ہوگی، اس لیے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم ہے، لہذا آپ ﷺ کی توحید کامل اور مکمل ہے اور اگر کسی نام نہاد مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم کی فلاں چیز کا علم حضور ﷺ کو عطا نہیں ہوا یا آپ ﷺ فلاں فلاں چیز کو نہیں جانتے تو گویا وہ شخص حضور اکرم ﷺ کی توحید کو العیاذ باللہ ناقص اور غیر مکمل خیال کرتا ہے۔ (ذکر عطاء: ص ۳۸۷)

مفتی فیض احمد ایسی صاحب لکھتے ہیں:

کون ایسا بدقسمت ہوگا جو قرآن کے خلاف کہے کہ حضور ﷺ کو فلاں شے کا علم نہیں، (علم غیب کا ثبوت: ص ۱۸)

اب اہل بدعت سے ہم پوچھتے ہیں تمہاری یہ تاویل تو کارگر نہ ہوئی، اب اہل بدعت نے ایک اور

تاویل گھڑی کہ ہم جو کئی سمجھتے ہیں یہ مخلوق کے مقابلے میں، خالق کے مقابلے میں ہم بعض ہی سمجھتے ہیں۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جتنے حوالے اہل بدعت کے گھر سے پیش کئے ہیں ان میں تو یہ
صراحت تو چھوڑا اشارہ ہی نہیں، باقی اگر بریلوی سچے ہیں تو ایسی فہرست تیار کر دیں کہ خدا تو ان باتوں کو
جانتا ہوا ورنہ نبی پاک ﷺ نہ جانتے ہوں! اہل من مبارز!!

مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ بات کہنا کہ حضور ﷺ کو فلاں شے کا علم نہیں یہ بقول بریلویہ کفری عقیدہ ہے
اور نبی ﷺ کی توحید کو ناقص کہنا ہے، قرآن وحدیث کے خلاف بدقسمتی وغیرہا بہت کچھ ہے۔

مسئلہ علم غیب اور فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم

حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بے حد احتیاط و خیال رکھنے کے باوجود اس عقیدے کے حامل کی تکفیر
کرتے ہیں، (ایک بات مزید بھی خیال میں رکھی جائے کہ جب تک کوئی مفتی کما حقہ اُن کی کتب سے
واقف نہ ہو وہ اپنی رائے کی معذوری ظاہر کرے ورنہ اس سے بھی نقصان ہوگا جیسا کہ شاید حضرت شاہ
عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے روافض کے مسئلہ کے متعلق ارشاد فرمائی ہے کہ جو آدمی ان کی کتب سے
واقف نہیں اس کی بات ہم ان کے متعلق نہیں سنتے، یہی بات ہر فرقہ اور فتنہ کے بارے میں سمجھی جائے)
اور یہ بات احتیاط اور تحفظ دین کی ہے نہ کہ تشدد اور بے احتیاطی کی۔
حضرات فقہائے کرام نے کیا کچھ لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

علامہ قاضی خان رحمہ اللہ لکھتے ہیں ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور
بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں،
حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے، کیونکہ اُس کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی پاک ﷺ علم
غیب رکھتے ہیں، حالانکہ آپ کو علم غیب اُس وقت نہ تھا جب آپ دنیا میں زندہ تھے تو موت کے بعد کیسے
جانتے ہیں، (فتاویٰ قاضی خان: ص ۸۸۳)

اسی کے قریب قریب بحر الرائق: ج ۳/ ص ۸۸، فتاویٰ عالمگیری: ج ۲/ ص ۲۹۴، مسامرہ علی
مسایرہ: ج ۲/ ص ۸۸، شرح فقہ اکبر: ص ۱۸۵، شرح شفاء: ج ۱/ ص ۴۶۹، خلاصۃ الفتاویٰ:

ج ۴/ص ۳۵۴، فتاویٰ بزازیہ: ص ۳۲۵، عمدۃ القاری: ج ۱۱/ص ۵۲۰، فتاویٰ برہانیہ: ج ۱/ص ۱۲۳، مالاپڈ منہ: ص ۱۷۶، ارشاد الطالین: ص ۲۰، مجموعۃ الفتاویٰ: ج ۴/ص ۳۳۱، اور بھی دیگر کئی کتب میں یہ بات موجود ہے، تفصیل کے لئے ازالۃ الريب حضرت مولانا سرفراز خان صفدری کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات فقہاء کرام نے باوجود احتیاط اور اعتدال کے تحفظِ دین کی خاطر ان کو پوری شرعی رعایت دینے کے باوجود بھی کافر کہا ہے۔

اہل بدعت چند تاویلات اس جگہ بھی کر لیتے ہیں:

(۱) علامہ شامیؒ نے تو تاویل کی ہے۔

علامہ شامیؒ نے تاویل کی، مگر وہ تمہیں مفید نہیں، کیونکہ وہ لکھتے ہیں شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ چونکہ انبیائے کرام کو بعض غیب کی خبریں دی جاتی ہیں، لہذا یہ بھی بتا دیا جائے گا، مگر میں اپنے قارئین کو عرض کروں گا کہ ہم پیچھے تفصیل سے اس پر کلام کر آئے ہیں کہ اہل بدعت کُلّی علم کے قائل ہیں، لہذا اُن کو یہ تاویل کام نہ دے گی۔

(۲) تکفیر فقہاء مجتہدین سے نقل کریں۔

تو گزارش ہے کہ امام شتاد بن حکیم (المتوفی ۱۰۲۰ھ) کا ایک موقع پر ایک مخصوص قسم کا جھگڑا اپنی بیوی سے پیش آیا، بیوی نے اُن پر الزام لگایا کہ آپ نے ایسا کیا، شداؤؒ نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا جب بیوی بھند ہوئی تو شتاد نے کہا: کیا تو غیب جانتی ہے؟ وہ بولی ہاں غیب جانتی ہوں، شداؤؒ کے دل میں اس سے شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت امام محمدؒ کو خط لکھا، انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی کافر ہو چکی ہے، لہذا نکاح کی تجدید ہوگی، (فتاویٰ قاضی خان: ج ۴/ص ۸۸۳)

یہ تو مجتہد اور اجل الفقہاء میں ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ امام محمدؒ نے ذاتی اور عطائی کا فرق بھی نہیں کیا تو جتنے بھی فقہاء نے تکفیر کی ہے ان میں سے کوئی بھی ذاتی عطائی کا فرق نہیں کرتا، جب بہت سے فقہاء تکفیر کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کی تاویل ان کے لئے نہیں کرتے تو آج بھی تحفظِ دین کی خاطر تاویل کے بجائے تکفیر کی جائے۔

مسئلہ علم غیب کی مزید توضیح

غیب کی تعریف دیکھئے، تو بھی مسئلہ واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ غیب کہتے ہیں جو حواس ظاہری و باطنی سے حاصل نہ ہو۔

تو اگر دیکھا جائے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا دیگر کا علم تو سارا کا سارا حواس ظاہری کان آنکھ، وغیرہ یا باطنی دل و دماغ سے حاصل ہوتا ہے تو اسے غیب کیونکر کہا ہے، اس لیے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اخبارِ غیبیہ بتلائی ہیں، علم غیب نہیں کہہ سکیں گے، کیونکہ اس کا معنی ہے غیب جاننا اور غیب جب حواس ظاہری و باطنی کے ذریعے سے جانا ہی نہیں جاسکتا تو پھر غیب جاننے کا کیا مطلب، اطلاع غیب، انباء غیب، اظہار غیب، اخبار غیب وغیرہ الفاظ شریعت کے دیئے ہوئے ہیں اور اس سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ جو یہ باتیں غیب کی کر رہے ہیں وہ عطا شدہ ہیں کسی کی از خود یا اپنی نہیں ہیں بلکہ عطا شدہ ہیں۔

پیر مرعلی شاہ صاحب پہلے غیب کی تعریف کرتے ہیں کہ

پہلے غیب کے معنی بتائے جاتے ہیں، غیب نام ہے اُس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے ادراک اور علم بدیہی اور استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے، جو کہ ان آیات میں مراد ہے، پس اگر اس علم غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کے لئے یا کسی غیر کے لئے اس قسم کے دعوے کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے، مگر جو خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا علم ضروری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پر حوادث کا انکشاف فرما دیتے ہیں تو یہ علم علم غیب میں داخل نہیں، (اعلاء کلمۃ اللہ: ص ۱۱۴)

دوسری طرف سے دیکھئے:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن کہتا ہے اٰمَنَ الرَّسُولُ.... الْاٰیۃِ رَسُوْلِ اٰیْمَانٍ لَّاۤیۡۤہِٗٓ
اور ایمان بالغیب کو دوسری طرف متقیوں کی شرائط میں گنا گیا ہے، ھٰدٰی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ
یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۝ مُتَّقِیْنَ لِّرَبِّہُمْ لَئِنْ اٰتٰہُمْ مِنْ شَیْءٍ لَّا یَسْتَفْخِرُوْا فِیْہِ ۝ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُ اللّٰہُ ۝ اُولٰٓئِکَ
یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۝ مُتَّقِیْنَ لِّرَبِّہُمْ لَئِنْ اٰتٰہُمْ مِنْ شَیْءٍ لَّا یَسْتَفْخِرُوْا فِیْہِ ۝ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُ اللّٰہُ ۝ اُولٰٓئِکَ
انبیاء علیہم السلام متقی بھی ہوتے ہیں، مومن بھی ہوتے ہیں۔

مومن ہونے کا ذکر تو قرآن میں ہے جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اور متقی ہونے کا ذکر بخاری شریف میں ہے، انا اتقاکم باللہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی ہوں الخ۔
تو متقی کے شرائط میں یہ بھی ہے کہ ایمان بالغیب رکھتا ہو، اب دیکھیں اگر کہا جائے کہ نبی سے کچھ بھی غیب نہیں تو پھر ایمان بالغیب ختم ہوا اور جب ایمان بالغیب ختم ہوا تو متقی کی شرائط میں شرط ختم ہو گئی اور شرط گئی تو مشروط بھی ختم۔

تو یہ بات بہت بڑی بے ادبی کی ہے، نبی علیہ السلام کے تقویٰ پر حملہ ہے!
غیب کا دائرہ کتنا ہی تنگ کیوں نہ ہو جائے مثلاً بہت ساری خبریں رب نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو دی ہیں، مگر بہت سی ایسی بھی ہیں جو نہیں دی۔
جنت جنم دکھائی، پہلوں پچھلوں کے علوم سے نوازا، مگر ہر بات، ہر ہر ذرہ کا علم، ہر ہر لمحہ کی خبر نہ بتائی، قرآن پاک میں شعر گوئی کے علم سے نفی کی گئی، انبیاء میں بعض کے تفصیلی حالات نہ بتانے کی خبر دی گئی۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنا مرضی غیوب پر اطلاع ہو جائے، مگر بالکل غیب کا پردہ ختم ہو جائے یہ نہیں ہوگا، کیونکہ ایمان بالغیب کا ختم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تقویٰ کی پہلی شرط ہی نہیں اور جب شرط نہیں ہے تو آپ ﷺ متقی کیونکر بلکہ سارے متقیوں کے قائد و امام، پیشوا کیونکر ٹھہر سکتے ہیں، بہر حال یہ مسئلہ متحہ ہو گیا کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے یہ خدا کے علاوہ کسی کو نہیں، خدا نے ساری مخلوق کو حسب مراتب علوم دیئے ہیں، اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں مگر کسی کو عالم الغیب یا علم غیب کا حامل نہیں کہا جاتا، ورنہ سب کو عالم الغیب کہنا چاہئے، ہاں کوئی چھوٹا ہوگا اور کوئی بڑا جیسے مشرکین نے خدا سے عطائی الوہیت مخلوق کو مانی اور پھر بڑا اور چھوٹا خدا کی تقسیم کر لی، معلوم ہوتا ہے یہ سوچ مشرکین ہی سے آئی ہے، اللہ محفوظ رکھے، آمین۔

مسئلہ علم غیب میں بریلوی اپنی تحریروں کی روشنی میں کافر ثابت ہوتے ہیں۔
دیکھئے! اس قسم کی مباحث پڑھ کر خدا تعالیٰ کے منتقم ہونے کا مشاہدہ ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اولیائے کاملین اور اہل اللہ کو ان حضرات نے کافر و مرتد کہا تو یہ خدائی جنگ و انتقام ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی

فتاویٰ جات سے کافر و مشرک ٹھہرے، حدیث قدسی میں آتا ہے: من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب، (بخاری شریف)، یعنی جو میرے اولیاء سے دشمنی لے گا میں اُس کے خلاف جنگ چھیڑ دوں گا۔

دلیل نمبر ۱:

فاضل بریلوی مسئلہ علم غیب پر اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں:

بے شک حضرت عزت عزت عظمت نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا، روزِ اوّل سے آخر تک سب ماکان و مایکون انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں سے جو دانہ کہیں پڑا سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، (علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۲۴)

اور خود ہی اپنے اوپر فتویٰ یوں لگایا کہ فلاسفہ کا پہلے عقیدہ نقل کیا اور پھر اس پر ردّ کو اس طرح پر نقل کیا کہ ان پر فتویٰ سنا دیا، وہ اس طرح کہ فاضل صاحب لکھتے ہیں (فلاسفہ کہتے ہیں) کوئی ذرّہ ذراتِ عالم سے ان (معتول عشرہ) پر مخفی رہنا ممکن نہیں، (آگے ردیوں کرتے ہیں) یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادہ کی جلّ و علا قال تعالیٰ، لا یعزب عنہ مثقال ذرّۃ فی الارض ولا فی السماء، نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اس کا غیر خدا کے لئے ثابت کرنا قطعاً کفر [ہے] (فتاویٰ رضویہ: ج ۲/ ص ۱۴۴)

دلیل نمبر ۲:

مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ قیامت تک ہونا ہے ان سب کا علم بتا دیا، اسے علم غیب کُلّی کہتے ہیں، (اصول مناظرہ)

جبکہ بریلویوں کا رئیس اتحریر ارشد القادری کہتا ہے:

جہاں تک مطلقاً ذاتی اور کلی علم غیب کا سوال ہے تو وہ ہمارے نزدیک بھی غیر خدا کیلئے ثابت کرنا شرک ہے، (زیر وزر: ص ۴۹)

دلیل نمبر ۳:

پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں:

علام الغیوب عالم الغیب والشہادہ جیسے مختص باللہ الفاظ کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا ممنوع فی الاسلام ونازوا ہے، (اصول تکفیر: ص ۲۸۴)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص الفاظ کو غیر اللہ کے لئے بولنا کفر ہے، جیسے رحمٰن و قدوس وغیرہا، (اصول تکفیر: ص ۲۲۳)

معلوم ہوا کہ عالم الغیب کے الفاظ کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ وہ بھی خدا کے ساتھ مختص چشتی صاحب کہہ رہے ہیں!

جبکہ فاضل بریلوی وغیرہ اکابر بریلویہ کی مستند معتبر کتاب انوار آفتاب صداقت کہتی ہے:

سوال: جو شخص باوجود نقشبندی اور حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر ملامت کرے اس کے پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جانے اور آپ کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھے ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا مسلمان اور پکا ایمان و ایقان سنی حنفی محبت رسول

کریم ﷺ ہے، (انوار آفتاب صداقت: ص ۵۰۰)

مفتی نظام الدین دلائل دینے کے بعد کہتا ہے، آپ کی ذات و صفات کا اوّل ہی سے عالم الغیب ہونا ثابت ہوا یا نہیں؟ (کشف المغیبات: ص ۲۳)

مولوی عبدالحامد بدایونی صاحب لکھتے ہیں:

محدثین و متقدمین علمائے کرام کے نزدیک حضور ﷺ عالم غیب تھے، (تصحیح العقائد: ص ۴۹)

مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

مضمون طویل ہو جانے کا خیال نہ ہوتا تو اس کے برعکس یعنی حضور انور کو عالم الغیب نہ سمجھنے والوں پر نحوست کے نمونے پیش کرتا، (علم غیب کا ثبوت: ص ۱۷)

اہل بدعت کی مصدقہ کتاب میں ہے رسول اللہ (ﷺ، ازناقل) کا عالم الغیب ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے، (ازالۃ الضلالۃ: ص ۱۴)

بریلوی حضرات کے مناظر سعید احمد صاحب کے خطبات میں ہے:

حضور عالم الغیب، (سعید احمد اسدی کی تقریریں: ص ۲۳۵)

اہل بدعت کی مصدقہ کتاب میں مولوی عبدالحق عتیق از ہری بریلوی لکھتا ہے:

وہ عالم غیب ہوتا ہے، (شہود شاہد: ص ۹۴)

محمد حسن صاحب مجددی سجادہ نشین درگاہ ٹنڈوسائیں داد لکھتے ہیں:

ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ آپ (نبی اکرم ﷺ) عالم الغیب تھے، (العقائد الصیحہ: ص ۳۲)

اسی طرح آئینہ اہلسنت ص ۴۱۳، استمداد از عباد الرحمن ص ۹۲، کشکول اویسی، رؤسیف یمانی، انوار شریعت ص ۱۵۷ وغیرہ کئی کتب میں یہ بات موجود ہے۔

تو یہ سب فتاویٰ کی زد میں آتے ہیں!

مولوی اللہ دین سن پورہ لاہور لکھتے ہیں:

عالم الغیب اسی ذات کو کہا جاتا ہے جو عالم الغیب بالذات ہو، یہ شان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص

ہے مخلوق کے بارے میں عقیدہ رکھنا فقہاء نے کفر قرار دیا ہے، (تنویر الخواطر: ص ۳۴)

مولوی عبد المجید خان سعیدی لکھتا ہے:

یہی فلسفہ عالم الغیب کے لفظوں میں ہے اس میں علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی کا بیان ہے جو

کسی کے لئے ماننا الہ ماننا ہے۔ (علم الہی ﷺ: ص ۲۰)

ایک تو بریلویوں کا نبی پاک ﷺ کو عالم الغیب ماننا ثابت ہو گیا اور دوسرا خود کشی بھی ثابت ہو گئی

مذہبی خود کشی کی اس سے بدترین مثال دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔

دلیل نمبر ۴:

مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

جب آپ کے علم غیب کئی صحیح حدیثیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں تو ان سے انکار کرنا اور تاویلات فاسدہ کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا ایہ ایمان سے خارج ہونا ہے، (مقیاس حنفیت: ص ۷۹-۳) جبکہ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

عطاء الہی سے بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع، (خالص الاعتقاد: ص ۲۳) اور (حیات صدر الافاضل: ص ۷۸) اور (تقدیس الوکیل: ص ۱۹۶) اور (مواعظ نعیمیہ ص ۲۶۳)۔
اب دیکھئے فاضل بریلوی اور دیگر بریلوی جو امت کے فتاویٰ سے بچنے کے لئے بطور تقیہ یہ لکھ رہے ہیں اپنے مولوی کے فتوے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوئے۔

دلیل نمبر ۵:

فاضل بریلوی کہتے ہیں:

ملکہ شعر گوئی حضور کو عطا نہ ہوا، (ملفوظات: ص ۲۰۹)

جبکہ دیگر جید حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اگر کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیا جائے کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں تو ایسا فاسد و باطل عقیدہ اس امر کو مستلزم ہوگا کہ اس نبی کا عقیدہ توحید ناقص ہے، چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے متعلق یہ کفری عقیدہ ہو کہ عالم ماکان و مایکون کو فلاں چیز کا علم نہیں، (تحفظ عقائد اہلسنت: ص ۸۳۹، ۸۵۰)

فاضل صاحب گئے جدھر سے آئے تھے، یعنی انگریز کفر کے گڑھ سے آئے تھے وہیں مسلک

والوں نے پہنچا دیا ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

دلیل نمبر ۶:

بریلوی حضرات کے جدید زمان مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

یہ عقیدہ نہ بنالینا کہ نبی ﷺ کو علم غیب ماکان و مایکون یعنی اگلا و پچھلا نہیں ورنہ یاد رکھو کملی والے

کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے گا، پھر ہاتھ نہ آئے گا آپ کی سفارش سے بھی محروم ہو گے اور وہ اپنے اس عقیدے پر اپنے اعمال سبھی ضائع کر چکے، (مقیاسِ حنفیت: ص ۲۶۵)

دوسری طرف:

رضا خانی حضرات کے محدث محمود رضوی صاحب لکھتے ہیں علم ماکان و مایکون ایک فردی مسئلہ ہے، اگر کوئی حضور سے بغض و عناد کی بنا پر نہیں، بلکہ دلائل کی روشنی میں آپ کیلئے علم ماکان و مایکون کا اثبات نہ کرے تو ہمارے اکابر علمائے اہلسنت ایسے شخص کو گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے، (علم غیب رسول: ص ۴۸)

ایک تو رضوی نے جھوٹ بولا، کیونکہ اتنے حوالے ہم نقل کر آئے ہیں کہ یہ تو کفر و ایمان کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے، بہر حال عمر اچھروی کا پہلے نمبر پر فتویٰ کہ ماکان و مایکون کے منکر کو شفاعت سے محرومی، عمل کا ضیاع وغیرہ سب چھوٹ دینے والے رضوی کے سر آ جائے گا۔

دلیل نمبر ۷:

مفتی حنیف قریشی صاحب لکھتے ہیں حضور ﷺ کی پسند کو ناپسند کرنے والا کافر ہے، (نمازی ممتاز حسین قادری: ص ۲۹۱)

جبکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کو اپنی طرف علم غیب کی نسبت ناپسند معلوم ہوئی، (جاء الحق: ص ۱۲۲)

تو جتنے بریلوی لوگ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو علم غیب ہے تو وہ سب قریشی و نعیمی فتوے کے تحت آ جائیں گے۔

دلیل نمبر ۸:

فاضل بریلوی وغیرہ بریلوی اکابر کی کتب میں ہے:

رسول اللہ کا علم اوروں سے زائد ہے، اہلبیت کا علم معاذ اللہ اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں، (خالص الاعتقاد: ص ۶، عقائد صحابہ رسائل اولیہ: ج ۲/ ص ۵، مشرک کی حقیقت: ص ۱۳۲، اور کفر یہ کلمات کے بارے

میں سوال وجواب: ص ۲۴۵) اب صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ شیطان کے علم کو نبی پاک ﷺ کے علم مبارک سے وسیع مانتے ہیں وسیع تر نہیں مانتے یعنی زیادہ مانتے ہیں بہت زیادہ نہیں مانتے۔

جبکہ دوسری طرف مذہبی خود کشی کا عالم یہ ہے کہ شیطان کا علم نبی کریم ﷺ کے علم غیب سے زیادہ ماننا خالص کفر ہے، (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب: ص ۲۲۳)

جو شخص کہے فلاں کا علم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے، (شرک کی حقیقت ص ۱۲۰) ایک رضوی لکھتا ہے: سخت ترین توہین اور ایسا تحریر کرنے والا قطعاً مرتد ہے، (افتخارِ اہلسنت:

ص ۲۲)

تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے حضرات کو خود ہی مرتد کہہ رہے ہیں!

دلیل نمبر ۹:

شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

علم غیب کَلِّی کی چابیاں اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، (عقائد و نظریات: ص ۸۷) مفتی احمد یار نعیمی اس آیت قل لا یعلم من فی السموات.... الایہ کی تشریح میں لکھتے ہیں اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا، (۲) کَلِّی غیب کوئی نہیں جانتا، (جاء الحق: ص ۹۶)

محمد خان قادری کہتا ہے ان پانچ چیزوں کا علم کَلِّی بھی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، (معارفِ رضا: بابت

مئی، جون ۲۰۰۹)

مولوی ارشد القادری لکھتا ہے: مطلقاً ذاتی اور کَلِّی علم غیب کا سوال ہے تو وہ ہمارے نزدیک غیر خدا

کے لئے ثابت کرنا شرک ہے، (زیروزبر: ص ۴۹)

جبکہ ان سب پر مولوی محمد عمر اچھروی صاحب فتویٰ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں اللہ کے کَلِّی سے متصف

کر کے اپنی ذات پر قیاس کرنا اللہ کے علم کو محدود کرنا اور صراحۃً شرک ہے، (مقیاسِ حقیت: ص ۲۹۶)

دلیل نمبر ۱۰:

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

علم جبکہ مطلق ہو خصوصاً غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ بھی ذاتی علم مانے وہ یقیناً کافر ہے، (ملفوظات اعلیٰ حضرت: ص ۳۱۷)

جبکہ بریلوی حضرات یوں کہتے ہیں:

نبی اللہ کی پیدائشی نظر علم غیب پر ہوتی ہے، (مقیاس حقیقت: ص ۳۲۱)

انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں، (مواعظ نعیمیہ: ص ۱۹۳)

تو یہ لوگ فاضل بریلوی کی زد میں آئے اور ایمان سے محروم ٹھہرے!

دلیل نمبر ۱۱:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا، (نور العرفان: ص ۷۵۱)

اور یہ بریلوی نبی پاک ﷺ کے لئے بھی علم غیب ماننے ہیں۔

مگر فاضل بریلوی کہتا ہے:

وہ (صفت) جو غیر مسلم کے لئے ہو سکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں، (ملفوظات: ص ۳۷۸)

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی پاک ﷺ کا علم غیب کمال نہیں ہے اور کاظمی صاحب نے کمالات کے انکار پر ضلالت کا فتویٰ صادر کیا ہے، دیکھئے الحق المبین: ص ۲۹۶)

تو یہ اپنے ہی فتوے سے سارے ہی گئے!!

ہم نے یہ گیارہ (۱۱) دلیلیں پیش کی ہیں اور العاقل تکفیه الاشارة یعنی عقلمند کو اشارہ کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے اشارے سے کام نہیں لیا بلکہ گیارہ دلیلیں بتادی ہیں، ہم اہل بدعت کے لئے ایک اصول عرض کرتے ہیں، کیونکہ ان باتوں سے تو وہ فتاویٰ جات کی زد میں آتے ہیں اور کافر و مرتد ٹھہرتے ہیں،

(العیاذ باللہ)

ہم یہ کہتے ہیں نبی پاک ﷺ کی شایان شان جتنا علم تھا وہ آپ کو عطا فرما دیا گیا اس پر آؤ اور فیصلہ کر لو اور نبی پاک ﷺ کے لئے علم غیب کے ثبوت سے باز رہو اور اس بات سے یقیناً تمہیں بھی

انکار نہ ہوگا جو ہم نے کہی ہے، جو علم نبی پاک ﷺ کی شایان شان تھا وہ ہتمام و بکمالہ عطا فرمادیا، مگر علم غیب جو خاصہ خداوندی ہے وہ خدا کسی کو بھی عطا نہیں فرماتا۔

اس سے مطلب بھی پورا ہو جائے گا تمہارا اور قرآن و سنت پر ایمان بھی خراب نہ ہوگا اور فقہائے کرام کے تکفیری فتاویٰ جات سے بھی بچ جاؤ گے اور یقین سے کہتا ہوں کہ اس بات میں نبی پاک ﷺ کی توہین تمہارے اصول و ضوابط سے بھی نہیں ہے۔

زندگی چار دن کی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ غلط عقیدہ و نظریہ مسلک سمجھ کر آپ لگے رہیں اور قیامت میں اور قبر میں سوائے شرمساری کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے۔

ہم تمہاری خیر خواہی کی بات کرتے ہیں، اللہ ہم سب کو نبی پاک ﷺ کی محبت میں حد اور دائرہ میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جیسا کہ علامہ خریوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں لکھا ہے نبی پاک ﷺ کی تعریف بشرکی سی کرو، یعنی حد انسانی سے تجاوز نہ کرو اور خدا کی سی نہ کرو کہ حدِ صمدانی تک لے جاؤ، (شرح قصیدۃ البردہ شریف: تحت شعر دعاء مدعۃ النصاری)

مسئلہ حاضر و ناظر

مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر تقریباً ایک بات ہے، مگر ہم چند باتیں یہاں بھی عرض کر دیتے ہیں، باقی خصائص کی طرح یہ بھی خدا جل مجدہ کی خاصیت ہے کہ وہ اپنی شان سے ہر جگہ موجود ہے اور حاضر و ناظر ہے، ساری کائنات اس کی نگاہ میں ہے، کوئی ذرہ کوئی پتہ، پہاڑ کا کوئی ریزہ، سمندروں کے قطرات تک خدا کی نظر سے پوشیدہ نہیں، وہ سب کو بیک وقت دیکھتا ہے کسی سے بھی غافل نہیں، نہ انسانوں سے نہ حیوانوں سے نہ حشرات سے نہ نباتات سے نہ نوریوں سے نہ عرشیوں سے نہ فرشیوں سے قرآن پاک میں کئی جگہوں پر یہ باتیں آپ کو مل جائے گی کہ وہ ہر جگہ موجود ہے، ہر ایک کے ساتھ شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے وغیرہ، کئی آیات اس کی خصوصیت کو بیان کر رہی ہیں مگر اہل بدعت نے نہ جانے کیوں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا تو انکار کر دیا، جیسا کہ جاء الحق میں تفصیل سے لکھتے ہیں اور مخلوقات کو حاضر و ناظر

مان لیا۔

زیادہ زور تو نبی پاک ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر لگاتے ہیں مگر باقی انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاء کو ہر جگہ حاضر و ناظر منوانے کی کوشش میں بھی بہر حال مصروف رہتے ہیں اور ان کی یہ کوشش جس کی مہربانی کا نتیجہ ہے اسے ”ابلیس و شیطان“ کہتے ہیں، وہ اس کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرتے ہیں کہ وہ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، یہ بات کئی کتابوں میں موجود ہے، آخر جس کی تحریک پر یہ بات شروع کی تھی اس کا بھی تو حق بنتا تھا!!

اس عقیدہ باطلہ کے رد پر دلائل تو کتابوں میں موجود ہیں، مگر میری مراد کچھ اور ہے میں وہ نقل کرتا ہوں: علماء وفقہائے کرام نے فتویٰ دیا تھا کہ من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر، (فتاویٰ بڑا زیہ)، یعنی جو کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر رہتی ہیں اور (سب کچھ) جانتی ہیں تو وہ کافر ہو گیا۔ مگر اہل بدعت کو چسکہ یہ پڑ گیا کہ ہر جگہ غلط تاویل کر کے بچ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں بھی انہوں نے سچی نام رادی، وہ یہ کہ کہنے لگے جی، یہ وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو خدا تعالیٰ کی صفت کی طرح مانا جائے، یعنی خدا تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر مانیں تو پھر کافر آدمی بنے گا ورنہ نہیں، تو گزارش یہ ہے کہ یہ جو تمہارے علماء نے لکھا ہے خدا کی طرح حاضر و ناظر مانو (حوالے آگے آتے ہیں) تو پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ خدا کی طرح ہم نہیں مانتے اور دوسری بات تو یہ ہے کہ خدا کو تو تم حاضر و ناظر مانتے ہی نہیں پھر یہ تاویل کیوں کرتے ہو کہ خدا کی طرح مانے تو کافر ورنہ نہیں یہ سب دھوکے اور فراڈ ہیں، بحمد اللہ ہم سب دھوکے اور فراڈ توڑنا جانتے ہیں۔

کبھی یہ بہانہ بناتے ہیں کہ عرض اعمال کی بنیاد پر ہم حاضر و ناظر سمجھتے ہیں تو یہ بھی نرا مغالطہ ہے۔ کبھی تاویل یوں کی جاتی ہے کہ ہم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ روضہ پاک سے دیکھتے ہیں یہ بات بھی اہل بدعت کے اکابر کو نہیں بچا سکے گی، کیونکہ اولیسی صاحب لکھتے ہیں: بعض کا خیال ہے کہ حضور ﷺ صرف روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں، بلکہ سید دو عالم ﷺ اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں، (کشکول اولیسی ص: ۲۷۲) یہی بات حاضر و ناظر رسول اللہ ﷺ میں ص ۹۳ پر لکھی ہے۔

مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

ہمارا کیسا صاف عقیدہ ہے کہ مصطفیٰ ﷺ ہر جگہ ہر مکان حاضر و ناظر ہیں، (مقیاس مناظرہ:

ص ۲۰۴)

بریلویوں کی معتبر و مستند کتاب میں لکھا ہے:

”(سوال) جو شخص باوجود نقشبندی اور حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر

ملامت کرے اس کے پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جانے اور آپ کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھے ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(جواب) ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا مسلمان پکا باایمان سنی حنفی اور محب رسول کریم ﷺ

ہے، یہی شرعاً اس کے لئے حکم ہے، (انوار آفتاب صداقت: ص ۴۴۱ حصہ اول)

یہ کتاب فاضل بریلوی کی مصدقہ ہے، لہذا یہ تمام بریلویوں کو سر آکھوں پر رکھنی چاہئے۔

فاضل بریلوی نے ایک حیا سوز واقعہ نقل کر کے (چلو! ہم وہ واقعہ بھی ہدیہ قارئین کرتے ہیں):

سیدی احمد سلیماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے

ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہئے، عرض کیا حضور وہ اس وقت سوئی ہوئی

تھی فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال رہی تھی عرض کیا، حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا وہ سو رہی تھی

کوئی پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا ہاں! ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اُس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں

ہر آن ساتھ ہے، (ملفوظات: ص ۱۸۴، ۱۸۵ اشاکر پبلی کیشنز لاہور)

یہاں سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) بریلوی پیر اپنے مریدین کی بیویوں سے ہمبستری کا سارا تماشا آکھوں سے دیکھتے ہیں۔

(۲) پیر کسی وقت بھی مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے، تو جو قوم یہ کمال مانے کہ پیر ہر جگہ ہر وقت

موجود ہے وہ اس کمال میں نبی کو کیوں پیچھے رکھے گی، جب پیر کو مانا ہے تو نبی کو بدرجہ اولیٰ مانتے ہیں۔

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں، خدا تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے، (جاء

الحق: ص ۱۶۱)

پھر آگے لکھتے ہیں:

خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہے، (جاء الحق: ص ۱۶۲)
 معلوم ہوا کہ چونکہ خدا کا جسم نہیں، اس لیے بریلوی اس کو حاضر و ناظر ہر جگہ نہیں مانتے اور
 آپ ﷺ کا جسم مبارک ہے تو اس لیے ہر جگہ حاضر و ناظر بھی مانتے ہیں۔
 القضاہ ہم نے کئی دلائل سے عرض کیا کہ یہ ہر جگہ حاضر و ناظر سرکارِ طیبہ ﷺ کو اپنے جسم مبارک
 کے ساتھ مانتے ہیں۔

ہماری اس تفصیل پہ دیگر کئی تاویلات کہ علم کی بنیاد پر یا روح کی بنیاد پر یا اطلاع کی بنیاد پر سب ہی
 ختم ہو جاتیں ہیں کیونکہ بریلوی ذمہ داران کا عقیدہ ہر جگہ جسم مبارک سے حاضر و ناظر کے ماننے کا ہے تو
 للہ و پیچو کے اقوال کا کیا اعتبار!!

مسئلہ حاضر و ناظر کی مزید تشریح

ویسے ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ قرآن و سنت کو یہ لوگ کیونکر جھٹلاتے ہیں، جب کہ صراحۃً قرآن
 شریف میں ہے وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ یعنی اور آپ وہاں موجود نہ تھے یعنی حاضر نہ تھے۔
 قصہ مریم علیہا السلام کے متعلق بھی خدا نے فرمایا آپ وہاں موجود نہ تھے۔
 اور سرکارِ طیبہ ﷺ نے اپنے لئے غائب کا لفظ استعمال فرمایا، جیسا کہ فرمایا الشاہد یری
 ما لا یری الغائب، اس میں اپنے لئے غائب کا لفظ استعمال فرمایا۔

اور آپ نے جنازہ کی دعا پڑھی اور پڑھائی اور جنازوں میں بھی پڑھتے رہے اللہم اغفر لحینا
 ومیتنا وشاہدنا وغائبنا، یعنی اے اللہ ہمارے زندہ و میت، حاضر و غائب کی بخشش فرما۔

یعنی اے خدا جو ہم میں سے غائب ہیں ان کی بھی بخشش فرما، نبی پاک ﷺ تو اپنے سے غائب
 لوگوں کو سمجھتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے، صحابہ کرام کی زندگی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کو حاضر
 و ناظر نہ سمجھتے تھے، مثلاً بخاری شریف ج ۱ ص ۴۲ پر ہے: صحابی رسول حضرت عاصمؓ شہید ہونے سے

پہلے کہتے ہیں اللہم اخبر عنا نبیک، یعنی اے اللہ! ہمارے اس واقعہ کی خبر اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیدے یا پھر سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا شہادت سے پہلے یہ کہنا کہ میرا سلام اے خدا اپنے نبی تک پہنچا دے وغیرہ کئی روایات ایسی مل جائیں گی کہ صحابہ کرامؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ہر جگہ پر سمجھتے نظر نہ آئیں گے اور خدا کو ہر جگہ موجود مانتے نظر آئیں گے۔

اہل بدعت اس عقیدے میں اتنا آگے ہوئے یوں بھی کہنے لگے کہ زوجین کے جفت کے وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں، (مقیاس حنفیت: ص ۲۸۲)

کبھی یوں کہتے ہیں:

تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو ہم کام کرتے ہیں نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے وہ بھی پوشیدہ نہیں، (جاء الحق: ص ۷۲ شان حبیب الرحمان)

تو بات چل رہی تھی کہ فقہائے کرام نے غیر اللہ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے والوں پر کفر کا ارشاد فرمایا ہے! خاتم المحققین حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

اعتقاد اینکه کسی غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر و عالم خفی و جلی در ہر وقت و ہر آن است اعتقاد شرک است، در فتاویٰ بزاز یہ فی نو سیند تزوج بلا شہود و قال خدائے و رسول خدا و فرشتگان را گواہ کردہ یکفر لانہ اعتقد ان الرسول و الملک یعلمان الغیب و قال علماء نامن قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر، (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ: ج ۴/ ص ۳۳۱)، یعنی کسی کا یہ اعتقاد رکھنا کہ غیر خدا حاضر و ناظر عالم خفی و جلی ہر وقت اور ہر آن ہے یہ عقیدہ شریک ہے، فتاویٰ بزاز یہ میں لکھا ہے کہ کسی آدمی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں وہ آدمی کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے عقیدہ رکھ لیا ہے کہ رسول اور فرشتے علم غیب رکھتے ہیں اور ہمارے علماء نے کہا ہے جو یہ کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے، اسی فتویٰ کو کہ ارواح مشائخ کو حاضر سمجھنے والا کافر ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے البحر الرائق ج ۵/ ص ۱۲۲ پر بھی نقل کیا ہے۔

امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کافی سارے فقہائے کرام کے نام لکھنے کے بعد لکھا ہے، اسی طرح دیگر معتبر اور مستند فقہائے احنافؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ

رکھتا ہو کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب حاصل تھا یا آپ ﷺ حاضر و ناظر تھے تو وہ قطعاً کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

حضرات! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ حضرات فقہائے احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ وہ بغیر کسی خوف اور لومۃ لائم کے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب تسلیم کرتا ہے، تمام ذمہ دار اور محقق علمائے احناف سو فیصدی اس پر متفق ہیں اور یہی اکابر علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے، جیسا کہ فیوضِ قاسمی اور فتاویٰ رشیدیہ سے ظاہر ہے، (آنکھوں کی ٹھنڈک: ص ۷۲)

القصد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بریلوی حضرات نبی پاک ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر فی کل مکان و وقت و حین (یعنی ہر وقت ہر لمحہ ہر جگہ حاضر و ناظر) مانتے ہیں، لہذا ان کے علماء و پیر حضرات کے متعلق یہی فتویٰ صادر فرمایا جائے اور باقی حضرات کو مسئلہ سمجھایا جائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ اسی رستی سے ان کو بھی باندھا جائے گا۔

اس مسئلہ کی وجہ سے بریلویوں کا ایک دوسرے کو کافر کہنا

چونکہ بریلوی مذہب شتر مرغ والا ہے، اس لیے یہ کسی ایک جگہ نہیں نکلتے اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ طرز غیر مقلد نہ رکھتے ہیں، اس سے ہر بریلوی اپنی اپنی بولی بولنے لگ گیا ہے، مگر پھر بھی وہ بچ نہیں سکتے، جو طرز بھی رکھیں وہ کسی نہ کسی بریلوی بدعتی کی زد میں ضرور آ جاتے ہیں یا اس وجہ سے اہل حق کو ان کے اصل عقیدہ پر اطلاع نہ ہو سکے۔

دلیل نمبر ۱:

مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

بلاشبہ آپ کے جسم اطہر سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی جگہ نہ محل اور نہ مکان نہ عرش نہ کرسی نہ قلم نہ جنگل نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین نہ برزخ نہ قبر، (مقیاسِ حقیقت: ص ۲۸۶)

مفتی احمد یار نعیمی وغیرہ کئی حضرات کی تصریحات ہم پیچھے پیش کر آئے ہیں، جب کہ دوسری طرف

دیکھیں تو بریلویوں کی شاخ سیفی حضرات لکھتے ہیں:

کوئی اس تصور شیخ کو شرک تصور نہ کرے، کیونکہ شرک تب ہوگا جب کوئی یہ خیال کرے کہ شیخ حاضر و ناظر ہے کیونکہ حاضر و ناظر صرف اللہ کی ذات ہے، (السیف الصارم: اکتوبر ۲۰۱۱ء ص ۲۲)

معلوم ہوا کہ خدا کے علاوہ کسی کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے، ہر وقت ہر لمحہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العالمین ہی کی شان ہے، (رسائل میلاد مصطفیٰ ص ۵۶۷)

یعنی میلاد وغیرہ میں قیام اگر سرکار طیبہ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کیا گیا تو شرک ہے۔

اہل بدعت کا مستند فتاویٰ ”فتاویٰ مسعودیہ ص ۵۲۹“ پر ہے:

واضح ہو کہ یا رسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہتیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک ہے۔

تو معلوم ہو گیا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھا جائے تو بریلوی حضرات خود ہی شرک کا فتویٰ بھی لگاتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

نمازی جس طرح اللہ کو حاضر و ناظر جانے اسی طرح محبوب ﷺ، (تفسیر نعیمی: ج ۱/ ص ۵۸)

سورۃ نمبر ۱ آیت نمبر ۶)

تقریباً یہی بات مولوی مفتی محمد امین فیصل آبادی نے ”حاضر و ناظر رسول اللہ ﷺ“ کے ص ۳۴ پر اور محمد ظفر عطاری نے ”حق پر کون“ کے ص ۷۰ پر لکھی ہے۔

جبکہ انوارِ شریعت کا مؤلف نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

ہر جگہ ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند حاضر و ناظر سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے،

(انوارِ شریعت: ج ۲/ ص ۲۴۳)

مولوی ابولکیم محمد صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:
 جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ جیسا علم مانے اور اللہ جل جلالہ ہی کی طرح حاضر و ناظر
 جانے، پس اہل سنت کے نزدیک کافر ہے، (انوارِ احناف: ص ۲۰۰)
 مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:
 بڑا زیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفتِ الہیہ ہے،
 (جاء الحق: ص ۱۶۷)

یعنی خدا کی طرح کوئی مانے تو کافر ہوگا۔
 مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتے ہیں:
 اللہ کی ذات و صفات میں شریک ٹھہرانا شرک ہے، (ضیاء الاسلام)
 مولوی مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:
 شرک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی بھی مخلوق کو شریک ٹھہرانا، اسی کو شرک کہتے ہیں۔
 (عقائد اہل سنت: ص ۳۲)
 تو بریلویوں کے اکابر مشرک ٹھہرے!!

دلیل نمبر ۳:

مولوی ظہیر الدین قادری برکاتی لکھتا ہے:
 حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لئے ٹی وی بہت معاون ہو سکتا ہے، (تحفظ عقائد اہل سنت: ص ۵۶۷)
 مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:
 ٹیلی ویژن میں غور کرنے سے نئے ذہنوں کے لئے یہ مسئلہ باسانی واضح ہو جاتا ہے، (صحابہ کرام کا
 عقیدہ حاضر و ناظر: ص ۱۳)

اور تقریباً یہی بات مفتی محمد صدیق ہزاروی نے عقائد و عبادات ص ۱۹ میں لکھی ہے۔
 جبکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:
 حضور کی شان میں ہلکے لفظ استعمال کرنا، ہلکی مثالیں دینا کفر ہے، (نور العرفان، پارہ ۱۵،

آیت ۴۸، حاشیہ ۶)

اور بریلویوں کی معتمد و مستند کتاب الصوارم الہندیہ میں ہے:
جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں،
(الصوارم الہندیہ: ص ۷)

ٹٹی وی کی قباح و شاعت پر اہل بدعت کو بھی اشکال نہیں تو وہاں فبیح چیزوں سے نبی پاک ﷺ
کے حاضر و ناظر کو تمثیل و تشبیہ دی جا رہی ہے تو فتاویٰ اپنے گھر کے گھر ہی میں کام آ گئے!!
دلیل نمبر ۴:

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔

خوارج کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں، (نور العرفان: ص ۵۱۹)
جبکہ مفتی صاحب نے آیت کریمہ اِنَّہٗ یُرِکْمَہٗوْ وَ قَبِیْلَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَہُمْ جو کہ
شیطان اور اس کی جماعت کے متعلق اتری ہے اس کو انبیاء و اولیاء پر فٹ کیا ہے۔
وہ اس طرح کہ عنوان باندھا ہے، محبوبانِ خدا دور سے دیکھتے سنتے اور مدد کرتے ہیں اور نیچے اُن
آیات کی فہرست دی ہے جو ان کے گمان میں ان کا مدعا ثابت کرتی ہیں اس میں یہ آیت بھی لکھی ہے،
(دیکھئے نور العرفان: ص ۱۰۰۷)

اب مفتی صاحب بزرگوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو دور سے دیکھنے اور سننے والا ثابت کرنے کے
لیے شیطان کے متعلق اترنے والی آیت کو فٹ کر رہے ہیں تو اپنے ہی فتوے سے گئے۔

دلیل نمبر ۵:

مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

انبیاء و اولیاء کو اصنام پر قیاس کرنا اور ان کے متبعین اور اطاعت گزاروں کو بت پرستوں پر قیاس
کرنا یہ خالص خارجیت ہے، (گلشنِ توحید و رسالت: ج ۲/ ص ۱۳۹)
جبکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

جب رب نے گمراہ گر کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا، (نور العرفان: ص ۱۸۴)

مسلمانوں کو بت پرستوں پر قیاس کرنا خارجیت ہے تو شیطان پر نبی الانبیاء ﷺ کو قیاس کرنا کیا ہے؟ خارجیت سے اوپر کا درجہ ہے؟ یا کون سی سنیت ہے؟؟

دلیل نمبر ۶:

بریلویوں کے چوٹی کے مناظر مولوی اللہ دتہ صاحب نے حاضر و ناظر کو نبی پاک ﷺ کے لئے کمال قرار دیا ہے، دیکھئے (بھیڑ نما بھیڑیئے: ص ۱۶)

اور بریلویوں کے خطیب خان قادری صاحب نے اس کو آپ ﷺ کے فضائل میں سے قرار دیا ہے، دیکھئے (عقائد اسلام: ص ۳۵)

جب کہ دوسری طرف مولوی عبد السمیع رامپوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: تماشا یہ ہے کہ اصحابِ محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ نہیں کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس میں بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے، (انوارِ ساطعہ: ص ۳۵۹)

اب آپ دیکھیں کہ یہ فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب میں شیطان کو اس فضیلت و کمال میں بڑھادیا گیا ہے!!

جبکہ اہل بدعت کے علامہ کاظمی صاحب یوں لکھتے ہیں:

کسی نبی کے معجزات اور کمالات میں کسی غیر نبی کو نبی سے بڑھ چڑھ کر ماننا تو بہینِ نبوت ہے، (مقالات کاظمی: ج ۲/ ص ۳۲۳)

تو آپ خود دیکھ لیں اس عقیدہ کی وجہ سے یہ لوگ اپنے ہاتھوں ہی اسلام سے دو نظر آ رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۷:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوتِ قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کفِ دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے.... الخ، (جاء الحق: ص ۱۳۸)

یہی مفتی صاحب پھر شیطان کی توصیف کے لئے قلم اٹھاتے ہیں کہ: رب نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں، (جاء الحق: ص ۸۵) دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ابلیس کی نظر تمام جہان پر ہے کہ وہ بیک وقت سب کو دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ارادوں، بلکہ دل کے خطرات (خیالات) سے خبردار ہے کہ نیک ارادے سے باز رکھتا ہے اور بُرے ارادے کی حمایت کرتا ہے، (تفسیر نعیمی: ج ۳ / سورۃ ۲، آیت ۲۶۸، ۱۱۴) اب تیسری عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں، فاضل بریلوی لکھتے ہیں: وہ (صفت) جو غیر مسلم کیلئے ہو سکتی ہے (وہ صفت) مسلم کے لئے کمال نہیں، (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم/ ص ۳۴۱)

اب ان تینوں عبارتوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے کہ حاضر و ناظر کا مفہوم مفتی احمد یار نعیمی شیطان و نبی پاک علیہ التحیۃ والصلوات کے لئے ایک جیسا مانتا ہے اور فاضل بریلوی نے یہ بتا دیا کہ یہ کمال نہیں!!

اب میں رضا خانی حضرات سے پوچھتا ہوں مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے نبی پاک ﷺ کے کمال کا انکار کر دیا تو کوئی فتویٰ ہے؟ تو کاظمی صاحب نے قریب قریب اس پر فتویٰ لگا یا وہ یوں کہ حضور ﷺ کے کمالاتِ علمی کا انکار کرنا اہل سنت کے نزدیک بدترین جہالت و ضلالت ہے، (مقالات کاظمی: ج ۲/ ص ۲۹۶)۔ اب انکار جو مفتی صاحب نے کیا اس سے تو بریلوی مسلک میں آپ کے علمی کمال کا انکار ہوا تو یہ فتویٰ پھر قبول فرمائیے!!

انکارِ بشریت

بریلوی حضرات درحقیقت بشریت کے منکر ہیں، بعض جگہ صراحت کہہ جاتے ہیں اور بعض جگہ اشارہ کہہ جاتے ہیں۔

حالانکہ مخلوق میں بشریت کا مقام سب سے زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے، یہی بشریت کا شرف ہے کہ اس کو خدا جل مجدہ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ نبی پاک ﷺ کو اسی بشریت میں جلوہ افروز ہونا تھا، خدا نے اسے یہ اعزاز بخشا کہ اسے اشرف المخلوقات بنایا، اسے تمام مخلوقات سے زیادہ عزت والا بنایا، اسے خلافت کے لئے منتخب فرمایا، اسے سب سے زیادہ احسن بنایا، وغیرہ ذالک۔

مگر شیطان کو یہ بات کب گوارا تھی، وہ راندہ درگاہ جو ہوا ہے اس کا قصور یہ بھی تھا کہ اس نے نبی علیہ السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی بشریت کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور معمولی جانا اور اپنی ناریت کو افضل سمجھنے لگا، آج بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی بشریت مبارکہ مقدسہ کو حقیر سمجھتے ہیں اور اُن کی بشریت کا انکار کر کے اُن کو نوری خلقت سمجھنے لگتے ہیں اور یہی حال مشرکین مکہ کا تھا جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی بشریت کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو نبی نہ مانا، اگر ان کی بشریت کو اعلیٰ و ارفع درجے کی مانتے تو پھر قبولِ حق کے لئے کوئی مانع نہ ہوتا۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اولاً شیطان کا کام تھا بعد میں کفارِ مکہ کی سوچ تھی اور آج نام نہاد مسلمانوں کی ہے!!

اب سوچنے کی بات ہے کہ سب سے زیادہ مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کی عزت و عظمت کا خیال رکھنے والے صحابہ کرام ہیں، مگر وہ بھی نبی پاک ﷺ کو بشر کہتے بھی رہے اور سمجھتے بھی رہے، جیسا کہ شامل ترمذی میں باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ میں روایت ہے کہ اُماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان بشرًا من البشر، یعنی آپ ﷺ بشر تھے۔

ابوداؤد ج ۲ / باب کتابۃ العلم کتاب العلم کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ ارشاد

فرماتے ہیں، میں نبی پاک ﷺ کی ہر بات لکھتا تھا، فہنہنی قریش مجھے قریشی صحابہ کرام نے روکا اور کہا کہ تو نبی پاک ﷺ سے جو سنتا ہے لکھ لیتا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں باتیں غصے میں بھی کرتے ہیں اور خوشی میں بھی..... الخ۔ اسی طرح حضرات براء بن عازبؓ کا ارشاد گرامی شامل ترمذی ص ۱ پر موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ میانے قدم کے آدمی تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور آپ بشر تھے، (دارمی شریف: ص ۲۳)

اور ذمہ دار حضرات فقہائے کرام اور دیگر علماء نے اس بشریت کو قطعی چیز جانا ہے، ملاحظہ فرمائیں: شیخ ولی الدین عراقی سے سوال ہوا کہ کیا نبی پاک ﷺ کے بشر ہونے اور عربی ہونے کو جاننا صحیح ایمانی کے لئے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، یہ صحیح ایمانی کے لئے شرط ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ نوع بشر میں سے تھے یا فرشتوں میں سے یا جتنا میں سے یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عرب تھے یا عجم سے تھے، تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ شخص تکذیب قرآن کا مرتکب ہے اور اسلام جو بات خلف عن السلف کہتا چلا آیا ہے اور جس چیز کا دین میں سے ہونا بالضرورت معلوم ہو چکا ہے یہ شخص اُس کا منکر ہے، (غایۃ الموعظ: ج ۲/ ص ۱۹ بحوالہ فرقہ بریلویت) اور یہی بات روح المعانی ج ۲/ ص ۴۳۳ سورہ ۳، آیت ۱۶۲ پر بھی موجود ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومن قال لا ادري ان النبي ﷺ كان انسياً او جنياً يكفر كذا في الفصول العمادية۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج ۲/ ص ۲۸۵ باب فی احکام المرتدین)، یعنی جو آدمی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ نبی پاک ﷺ انسان ہیں یا جن تو وہ کافر ہو جائے گا، اسی طرح فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ حاشیہ الطحاوی میں ہے:

ويشترط لصحته الايمان به ﷺ معرفة اسمه اذ اكونه بشرا من العرب وكونه خاتماً النبيين اتفاقاً لوريد ذالك القواطع المتواتره۔ (حاشیہ الطحاوی ص ۱۰)، یعنی نبی پاک ﷺ پر

ایمان کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نام کو پہچانے، کیونکہ اس کے بغیر آپ ﷺ کی معرفت پوری نہیں ہوتی اور یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ عرب میں سے بشر ہیں اور آخری نبی ہیں بالاتفاق، کیونکہ یہ باتیں دلائل قطعیہ متواترہ سے ثابت ہیں۔

جو حوالہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں تقریباً وہی حوالہ زرقانی شرح مواہب میں موجود ہے اور علامہ خریوٹی جو صوفی بزرگ ہیں انہوں نے عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدہ بردہ میں فمبلغ العلم فیہ انہ بشر کے تحت تقریباً یہی بات لکھی ہے اور البحر الرائق ج ۵/ ص ۱۲۱ میں اجمالی طور پر اسی بات کا ذکر ہے۔ ان سب حوالہ جات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آپ ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ کیسے مختلف تاویلین کر کے بشریت کے منکر پر جو فتویٰ ہے اس سے بچنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تو وہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ جی ہم بشر مانتے ہیں، کہتے نہیں ہیں۔ حالانکہ صریح حوالہ جات موجود ہیں کہ یہ لوگ بشریت مانتے بھی نہیں ہیں ملاحظہ فرمائیں مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں: ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ بشریت کی ابتداء و اظہار فی الخارج حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی حضور اکرم ﷺ کی ابتداء سب مخلوق سے مقدم تھی، (مقیاس نور: ص ۳۳) خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں: جو سب سے پہلے بشر (ابو البشر) سے بھی پہلے ہوا اس کو کیسے بشر مانا اور کہا جاسکتا ہے، (انوارِ قمریہ: ج ۱/ ص ۹۴)

یہی بات مفتی عبدالجبار خان سعیدی نے مصلحانہ کاوش ص ۱۵۱ پر بھی لکھی ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

ان کو بشر ماننا ایمان نہیں، (تفسیر نعیمی: ج ۱/ ص ۱۰۰ مکتبہ اسلامیہ، ص ۱۲۸ نعیمی کتب خانہ لاہور) مولوی ظہیر الدین قادری لکھتے ہیں:

جو آدم کی آدمیت سے پہلے ہو وہ بشر کیسے کہلائے گا، (تحفۃ عقائد اہلسنت: ص ۶۷۵)

یہ ذمہ دار حضرات ہیں کوئی عام آدمی نہیں ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ یہ بشریت کو ماننا بھی گوارا

نہیں کرتے۔

اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

مصطفیٰ ﷺ کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا آپ ﷺ کی حقیقتِ بشریہ ہونے کے منافی ہے، (مقیاسِ نور: ص ۷۳) ع

نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائقِ بخشش: ج ۵/ ص ۱۶۲ احمد رضا)

کبھی تاویل یہ ہوتی ہے کہ ہم بشر مانتے ہیں، جب پوچھا جائے کہ کیسے تو کہتے ہیں لباسِ بشر میں مانتے ہیں، یعنی آپ ہیں تو نور مگر آئے لباسِ بشری میں۔

تو گزارش یہ ہے کہ اہل بدعت کی مصدقہ تفسیر تبیان القرآن ج ۲/ ص ۵۳ پر مرقوم ہے کہ بعض لوگ سیدنا محمد ﷺ کو انسان اور بشر نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور ہے اور بشریت آپ ﷺ کی صفت یا آپ ﷺ کا لباس ہے۔

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتے ہیں:

اس کو لباس سے تعبیر کرنا مناسب نہیں ورنہ پھر کسی بشر کو بشر نہ کہیں گے، (فتاویٰ مظہریہ: ص ۳۶۹) مفتی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب لباسِ بشر کہا جائے تو لباس کہنے سے بشریت کی نفی ہوتی ہے، جیسا کہ سعیدی صاحب لکھ چکے ہیں تو پھر کوئی بشر بھی بشر نہ رہے گا، بلکہ سب کی بشریت کا انکار ہو جائے گا۔

یہ بات اہل بدعت کے پیش نظر رہنی چاہئے کہ تمہارے اکابر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب کفر نے دیکھا کہ..... کہا اے لوگو! محمد بشر گر نہیں، محمد کے روپ میں ہمارا خدا ہی ہمارے سامنے آ گیا، بلکہ یوں کہو کہ محمد دراصل خدا ہیں قالبِ انسانی میں ہمارے سامنے آ گئے ہیں، جس نے بشری پیکر میں جلوہ نمائی کی، جنہوں نے آدمی کا لباس اختیار کر کے ہماری زمین پر تشریف ارزانی کی ہے، (تحفۃ عقائد اہلسنت: ص ۶۸۱) بقول تمہارے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ مشرکین مکہ سے چلا ہے اور آج تمہارے اندر ہے۔

تو لباسِ بشریت کا قول بھی مسئلہ اکابرِ بریلویہ کی تحریر کے مطابق انکارِ بشریت ہے نہ کہ اقرار

بشریت !!

کبھی تاویل یہ کرتے ہیں کہ تمہارے اکابر نے بھی یہ بات اپنی کتابوں میں لکھی ہے کہ اہل بدعت بشریت کے قائل ہیں۔

جواباً گزارش یہ ہے کہ بالکل لکھی ہے، مگر اہل بدعت کہ، مثل منافقین دورِ رخ تھے، ایک مسلمانوں کے سامنے اور ایک اپنوں کے سامنے۔ مسلمانوں سے جا کر کہتے ہم تمہارے ہیں اپنوں سے کہتے کہ نہیں ہم تو ان سے مذاق کرتے ہیں اصل تو تمہارے ہیں۔

یہی حالت تمہاری ہے ہمارے سامنے کہتے ہو کہ بشر تھے مگر جب اپنے ہم مسلک لوگوں میں جاتے ہو تو صراحتہ کہہ دیتے ہو کہ بشر نہ تھے بلکہ صرف لباسِ بشریت میں آئے تھے نور من نور اللہ، تو اگر منافقین کو آپ مسلمان مان لیں، مومن مان لیں تو ہم بھی آپ کو قائلینِ بشریت مان لیں گے!!

کبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس لیے منع کرتے ہیں کہ بشر کہنے میں کمالات سے انکار کا پہلو نکلتا ہے وغیرہ ذالک تو گزارش ہے کہ

اگر واقعی ایسا ہوتا تو خدا تعالیٰ خود بھی ناکہتا اور نا ہی نبی پاک ﷺ سے کہلو اتا اور نا ہی صحابہ کرام کو کہنے کی اجازت دیتا۔ جیسے کہ لفظ رَاعِنَا اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا اس سے خدا نے منع فرما دیا، یونہی اگر لفظ بشر میں بھی تو بین ہوتی تو خدا منع فرما دیتا، بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ اس آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ.... الایۃ، کو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مشابہات میں سے قرار دیا ہے، اس لئے ہم تو بشر نہیں کہتے کہ مشابہات کے پیچھے وہ لگتے ہیں جن کے دلوں میں کج روی ہوتی ہے اور فتنہ و فساد میں لگے رہتے ہیں۔

جواباً گزارش ہے نبی پاک ﷺ کی بشریت صرف اسی آیت سے تو ثابت نہیں ہو رہی ہے، دیگر بہت سی آیات آپ کی بشریت اور انسانیت کو ثابت کر رہی ہیں مثال کے طور پر:

(۱) قل سبحان ربی هل كنت الا بشر ارسولاً۔ الایۃ

آپ کہہ دیں میرا رب پاک ہے میں نہیں مگر بشر رسول۔

(۲) ان او حینا الی رجل منه۔ الایۃ

کافر تعجب کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی کی۔

(۳) اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم۔ الایۃ

تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ اس نے ان میں رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے۔

(۴) وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم۔ الایۃ

اور انہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر آدمی تھے ہم نے ان کی طرف وحی کی۔

(۵) اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلاً ومن الناس۔ الایۃ

اللہ ملائکہ اور انسانوں میں رسالت کے لئے چنتا ہے۔

(۶) انی خالق بشرٍ من طین۔ الایۃ

میں بشر کوٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔

یہ سب آیات تو انبیائے کرام علیہم السلام کی بشریت و انسانیت کو ثابت کر رہی ہیں، چلو! ان کو مان لو اور بشریت کے قائل ہو جاؤ، باقی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جو کہنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آیت کا مفہوم یوں لیا جائے میں بشر ہوں تمہارے جیسا، تو بات سمجھ سے بالاتر ہے، کیونکہ آپ ﷺ تخلیق سے لے کر وفات اور بعد وفات و محشر ہر جگہ میں ہم سے تو بڑھ کر ہیں مثلاً ہماری پیدائش عام مٹی سے آپ کی پیدائش جنت الفردوس کی مٹی سے، ہم سوئیں تو وضو لٹا ہے آپ ﷺ سوئیں تو نہیں لٹتا، ہماری تھوک سے لوگ نفرت کرتے ہیں مگر آپ کا لعاب مبارک محبت و پیار سے قبول کیا جاتا ہے، ہمارے پیشاب و پاخانے سے بو آتی ہے مگر سرکارِ طیبہ ﷺ کے فضلات پاک و خوشبودار ہیں، ہمارا پسینہ بودار اور آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو ایسی آتی ہے کہ مشک و عنبر کو بھی پیچھے چھوڑتی ہے تو پھر بتلائیں کہ واقعہ یہ بات کہ تمہارے جیسے ہیں تشابہات میں سے ہوئی یا نہ؟ اگر مفہوم یوں لیں جیسا کہ ہمارے اکابر نے سمجھایا ہے میں بشر ہوں جیسے تم بشر ہو۔ اس کی مثال یوں ہوگی کہ کسی ادارے کا پرنسپل مالی یا چوکیدار کو بلا کر کہے میں بھی سرکاری ملازم ہوں جیسے تم ملازم ہو، تو اب یہ آیت بالکل بے غبار ہو جائے گی اور کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہے گا۔

باقی شیخ دہلویؒ نبی پاک ﷺ کی بشریت مبارکہ کے قائل ہیں وہ اس طرح کہ شیخ لکھتے ہیں:

احادیث صحیحہ میں مختلف طریقوں سے واقع ہوا کہ ہر آدمی کی پیدائش اُسی مٹی سے ہوئی ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے تو ضرور پیدائش صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مٹی سے ہوئی، (تاریخ مدینہ: ص ۲۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے اپنے رسول بھیجے، (تکمیل ایمان مترجم: ص ۱۰۹ مکتبہ نبویہ لاہور)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

نبوت مردوں سے ہی مختص ہے، (تکمیل الایمان: ص ۱۱۵)

یا ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفسِ بشریت میں مساوات کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

جیسا کہا ہے۔

مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انبیائے کرام علیہم السلام نفسِ انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب متحد ہیں، تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے ہے، (مکتوبات امام ربانی: ج ۱/ مکتوب نمبر ۲۶۶)

شیخ اکبر لکھتے ہیں:

اعلم انہ لا اعتبار للشخص من حیث هو انسان فلا فضل ولا شرف فی الجنس بالحکم الذاتی وانما يقع التفاضل بالمراتب فالانبياء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم ما فضلوا الخلق الا بہا۔ (بحوالہ ارفع الدرجات، از مولوی عبدالرزاق بھتر الوی: ص ۱۱۲)، یعنی یقین کر لو بے شک کسی شخص کا بحیثیت انسان (حیوان ناطق) ہونے کے افضلیت و اشرفیت میں کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ جن میں سب برابر ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر فضیلت باعتبار مراتب کے ہے۔

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کہا تم اپنی زبان سے خود کہہ دو کہ میں تو صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں)

اور اس کے بعد فرمایا یوحی الی میری طرف وحی کی جاتی ہے یعنی نفسِ بشریت میں عموم و اشتراک ہے

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جاتی ہے، (تبیان القرآن: ج ۷/ ص ۲۳۱)

مفتی احمد یار نعیمی کا قلم بھی لکھ گیا:

ہم میں اور نبی میں وجہ الہی کا فرق ہے وہ صاحبِ وحی ہیں ہم نہیں، (نور العرفان: ص ۸۴۲ نعیمی کتب خانہ لاہور)

مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنایا جاتا، (تحقیقات: ص ۹۱)

مولوی مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

اس نے انسانی رشد و ہدایت کی خاطر باقاعدہ طور سے یعنی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ورود انبیاء فرمانا شروع کر دیا اور وہ بھی اسی بشری کیفیت و ہیئت کے ساتھ جس طرح ایک عام انسان کی کیفیت و ہیئت ہوا کرتی ہے، اس کا بنیادی مفاد بھی یہی تھا کہ عوام اپنے فطری انداز و مزاج کی روشنی میں انبیاء کرام کی صداقت کو آسانی سے تسلیم کر سکیں، (عقائد اہلسنت: ص ۱۳۰)

بریلوی حوالوں کی وضاحت آگے آتی ہے۔

ایک تاویل یہ بھی کی جاتی ہے کہ جیسے خدا کو خالق الخنازیر والکلاب نہیں کہا جاتا، اسی طرح آپ ﷺ کو بشر نہیں کہا جاتا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اتنی عظمت و کرامت والی شے کو خنزیر اور کتوں جیسا بُرا سمجھا جا رہا ہے العیاذ باللہ۔ بات یہ ہے ہم تو بشریت کو عظمت و کرامت و فضیلت کی چیز سمجھتے ہیں، مگر شیطان کا انجکشن جس کو لگا ہوا ہو گا وہ ضرور اس میں حقارت و خست دیکھے گا جیسا کہ ہم شروع میں لکھ آئے ہیں۔

اصل میں اہل بدعت انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کو اپنی بشریت کی طرح سمجھتے ہیں کہ جیسے ہم چور ڈاکو دیگر خرافات و معصیات میں ملوث ہیں تو کیا ایسی بشریت انبیاء کی ہو سکتی ہے۔

بات یہ ہے کہ ایسی بشریت کی بات کون کر رہا ہے ان کی بشریت اعلیٰ و اذکی و اطیب و ارفع و ادولی ہے، بات یہ ہے ایک کپڑا قرآن پاک کا غلاف ہے اور ایک مولوی صاحب کے اور عام آدمیوں کے وجود پر ہے اب ہیں تو سب ہی کپڑے، مگر قرآن پاک کے غلاف کے مقابلہ میں کوئی ان کپڑوں میں سے نہیں آ سکتا، بے شک ہے تو وہ بھی کپڑا مگر اس کو جب قرآن پر موجود ہے بغیر وضو ہاتھ نہ لگے گا معلوم ہوا

کہ باقی کپڑے اس کی شان و مقام بلند کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

یونہی! یا قوت پتھر تو ہے مگر قیمتی اور شان والا ہونے میں کوئی پتھر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ہم اسی پر ایک آپ کو عجیب بات عرض کرتے ہیں:

حضرت محمد ابوالموہب شاذلیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے مجلس میں یہ نعت پڑھی۔

محمّد بشر لا کالبشر

بل هو یا قوت بین الحجر

ترجمہ: پیارے محمد ﷺ بشر ہیں لیکن حضور ﷺ کی مثل کوئی بشر نہیں، آپ ﷺ تو ایسے شان والے ہیں جیسے پتھروں میں یا قوت۔

تو مجھے (حضرت محمد ابوالموہب شاذلیؒ کو) نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد غفر الله لك ولكل من قالها معك، یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیرے ساتھ جتنے یہ نعت شریف پڑھنے والے تھے سب کو بخش دیا، اس کے بعد حضرت ابوالموہبؒ اپنے آخری دم تک ہمیشہ ہر مجلس میں نعت شریف پڑھتے رہے، (رسائل میلاد نور مجسم: ص ۱۱۰)

اور یہی اہل السنّت دیوبند کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، مگر آپ کی شان و مقام و عظمت و رفعت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا!!

بشریت کے مسئلے میں بریلوی اپنی تحریروں سے کافر

دلیل نمبر ۱:

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی حقیقت نوری ہے، مگر آپ ﷺ لباس بشریت میں تشریف لائے، یہ عقیدہ اُن کی تقریباً ساری کتابوں میں مرقوم نظر آئے گا چند ایک حاضر ہیں:

(۱) مقالات کاظمی: ج ۱/ ص ۷۵	(۲) مقیاس نور: ص ۱۳
(۳) نور العرفان: ص ۱۹	(۴) تسکین الخواطر: ص ۱۱۷

(۵) مقیاسِ حنفیت: ص ۲۳۴	(۶) انوارِ قمریہ: ص ۹۴
(۷) عقائد اہل سنت، مشتاق نظامی، ص ۲۲	(۸) رسائلِ نعیمیہ: ص ۷۸
(۹) مواظظِ نعیمیہ: ص ۱۱۹	(۱۰) نور والا حاضر و ناظر غیب دان مختار کل نبی: ص ۱
(۱۱) عقائد اہلسنت قرآن وحدیث کی روشنی میں، از ابوالحسن محمد حبیب الرحمان نیازی: ص ۹	

ان کے علاوہ بے شمار کتب میں یہی عقیدہ آپ کو لکھا مل جائے گا۔

جب کہ دوسری طرف دیکھیں تو اکابر بریلویہ کی مصدقہ کتاب تبیان القرآن میں لکھا ہے:
 بعض لوگ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو انسان اور بشر نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور ہے اور بشریت آپ کی صفت یا آپ کا لباس، (تبیان القرآن: ج ۲/ ص ۵۳۴)
 یعنی لباسِ بشریت کہنے والے بشریت کے منکر ہیں، بشریت کو نہیں مانتے تو ثابت ہوا کہ یہ سب لوگ بشریت کو نہیں مانتے اور آگے آئیں!

مفتی احمد یار گجراتی نے بڑی ڈھٹائی سے لکھا کہ اُن (نبیوں) کو بشر ماننا ایمان نہیں، (تفسیر نعیمی: ج ۱/ ص ۱۰۰ مکتبہ اسلامیہ)

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے ملفوظات میں لکھا ہے:

جو ذاتِ اقدس سے پہلے بشر (ابو البشر) سے بھی پہلے موجود ہو تو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہے، (انوارِ قمریہ: ص ۹۴)

اور یہی بات مفتی عبدالجید خان سعیدی نے مصلحانہ کاوش کے ص ۱۵۱ پر لکھی ہے اور مولوی ظہیر الدین قادری برکاتی صاحب لکھتے ہیں: جو آدم کی آدمیت سے بھی پہلے ہو وہ بشر کیسے کہلائے گا، (تحفظ عقائد اہلسنت: ص ۶۷۵)

مولوی محمد عمر اچھروی کہتا ہے:

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ بشریت کی ابتدا و اظہار فی الخارج حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی، حضور اکرم ﷺ کی ابتداء سب مخلوق سے مقدم تھی، (مقیاسِ نور: ص ۳۳)، یعنی حضور ﷺ بشر نہ ہوئے، یہ سب بشریت کے منکرین اکٹھے کھڑے ہوئے ہیں، اب فتویٰ بھی ہمارے گھر سے نہیں،

بلکہ اُن کی منہ مانگی مراد حاضر ہے، لو بھی!

جو تا بھی اپنا اور سر بھی اپنا!

جو شخص انبیاء و رسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے، وہ درج ذیل حضرات کے نزدیک دائرۃ اسلام سے

خارج ہے:

(۱) انوارِ رضا: ص ۱۳۸	(۲) انوارِ کنز الایمان: ص ۸۵۱
(۳) جمالِ کرام: ج ۱/ ص ۷۳	(۴) المیزان کا احمد رضا: ص ۱۳۳
(۵) ضیائے حرم کا اعلیٰ حضرت نمبر: ص ۱۵۸	

مفتی صدیق ہزاروی صاحب لکھتے ہیں:

انبیائے کرام بشر تھے اور ان کے بشر ہونے کا انکار کفر ہے، (عقائد و عبادات: ص ۱۲، نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ سے انکار کیوں: ص ۹، روئیدادِ مناظرہ گستاخ کون: ص ۱۲۳)

مولوی ابولکیم محمد صدیق خانی لکھتا ہے:

حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرنے والا کافر ہے، (انوارِ احناف: ص ۱۸۲)

مفتی محمد امین صاحب لکھتے:

جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بشریت کا منکر ہے وہ تو مسلمان ہی نہیں، (مقامِ مصطفیٰ: ص ۳۳) -

افسوس کہ مفتی صاحب نے اب حوالہ نکال دیا ہے

جنہیں دیکھ کر شرما ئیں یہود

تو یہ سب ہی اپنے آپ کو ہی کافر کہنے پر تلے ہوئے ہیں، خدا تعالیٰ عقل و فہم عطا فرمائے، آمین۔

دلیل نمبر ۲:

بہت سارے بریلوی حضرات نے امتِ مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے نبی پاک ﷺ کے لئے

بشریت کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جیسے یوں لکھا:

حضرت مخلوق و بشر ہیں، (فاضل بریلوی علماء مجاز کی نظر میں: ص ۵۷)، اسی طرح ملتے جلتے الفاظ

(۲) شانِ حبیب الرحمان: ص ۱۰۰

(۱) مواعظِ نغمیہ: ص ۱۸

(۳) جاء الحق: ص ۱۷۶	(۴) تحقیقات: ص ۹۶
(۵) توضیح العقائد: ص ۷۶	(۶) نور علی نور: ص ۴۸
(۷) انوارِ رضا: ص ۷۷	(۸) انوارِ کنز الایمان: ص ۳۵۱
(۹) نبوتِ مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ: ص ۱۱۴	(۱۰) بہارِ شریعت: ص ۱
(۱۱) کتاب العقائد: ص ۹	(۱۲) رسائلِ اعلیٰ حضرت: ص ۸۳

وغیر ہائے کتابوں میں آپ کو یہ لکھا ہوا مل جائے گا، مگر جب یہی لوگ دوسری کروٹ لیتے ہیں تو پھر یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں:

”بشر کہنے والا کافر ہے“

(۱) شہنشاہِ کل: ص ۴۲، ۴۵	(۲) نور العرفان: ص ۴۲۸، ۴۳۶
(۳) رسائلِ نعیمیہ: ص ۴۶۸	(۴) رشد الایمان: ص ۴۵
(۵) خزائن العرفان: ص ۵	(۶) ضرورتِ مرشد: ص ۲۳۵
(۷) محمد اوّل صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۱۷۷، ۱۸۴	(۸) انوارِ سینہ، حصہ عقائد: ص ۱۱۷، ۱۱۸
(۹) خیر بشر کی نوری بشریت: ص ۵۷، ۶۶، ۳۸	

وغیر ہائے کتب میں موجود ہے۔

کبھی یوں کہتے ہیں:

”انبیاء کو بشر کہنا کفار اور ابلیس کا ثبوت ہے“

(۱) ابلیس تا دیوبند: ص ۴۵	(۲) تحفۃ عقائد اہلسنت: ص ۱۷۰
(۳) علم قرآن: ص ۱۳۹	(۴) حق پر صرف سنی: ص ۴۱
(۵) حق پر کون: ص ۲۱۰	(۶) محمد اوّل صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۱۷۷
(۷) خیر بشر کی نوری بشریت: ص ۵۷	

تو یہ سب فتوے بشمول فاضل بریلوی ان سب بریلوی حضرات کی گردن میں فٹ آ گئے اور ان

سب کے لئے ایمان لیوا ثابت ہوئے!!

دلیل نمبر ۳:

بریلوی حضرات جو لباسِ بشریت کا قول کرتے ہیں اُن کے قول کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ حضور کی خلقت نور سے اور بشریت ایک لباس ہے، (مقالاتِ کاظمی: ج ۱/ ص ۷۵) سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی خلقت نور سے ہے مٹی سے نہیں۔

جب کہ فاضل بریلوی صاحب نبی پاک ﷺ کا فرمان لکھتے ہیں:

انا و ابو بکر و عمر خلقنا من تربة واحدة، یعنی میں اور ابو بکر و عمر ایک ہی مٹی سے بنے، (فتاویٰ افریقہ: ص ۹۰، نوری کتب خانہ، بشیر برادر: ص ۸۲، اکبر بک سیلرز: ص ۸۸)

اب معلوم ہو گیا کہ فاضل بریلوی کا عقیدہ اور ہے اور باقی لباسِ بشریت کا قول کرنے والوں کا عقیدہ اور ہے اور یہ بات بھی مد نظر رہنی چاہئے کہ جو احمد رضا کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے، (الصوارم الہندیہ: ص ۱۳۸، فتاویٰ صدر الافاضل: ص ۱۳۴، انوارِ شریعت: ج ۱/ ص ۱۴۰)

اب بتائیں کہ وہ تمام لوگ جو لباسِ بشریت کا عقیدہ رکھے بیٹھے ہیں اور خلقتِ نور سے مان رہے ہیں، وہ سب اپنوں ہی کے فتوے سے اسلام و ایمان سے فارغ ہو چکے یا....!!

دلیل نمبر ۴:

بعض لوگوں کے یوں بخت خراب ہوئے کہ نبی مکرم ﷺ کی بشریت مبارکہ کو خنزیر وغیرہ کی مثالیں سنا کر انکار کروانے لگے مثلاً خود ہی سوال نقل کرتے ہیں اور پھر جواب دیتے ہیں:

(سوال) جب حضور بشر ہیں تو انہیں کہنے میں کیا حرج ہے؟

(جواب) یہ قاعدہ شرعی اصول میں ہے کہ کسی ایک شے کا ہونا اور بات ہے اور اس پر کسی شے کا اطلاق نہ ہونا اور بات ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر شے کا خالق ہے، یہاں تک کہ خنزیر اور کتے، بٹے کا (مگر یوں کہا نہیں جائے گا)، اسی طرح بشریت انبیاء، العیاذ باللہ، (ابلیس تا دیوبند: ص ۴۶، رسائل اویسیہ: ج ۵)

مولوی اشرف جلالی صاحب لکھتے ہیں:

ایک محترک یہ ہے کہ جب ایک لفظ ہے تو اس کو بولنے میں کیا حرج ہے، (یعنی حضور علیہ السلام جب بشر ہیں تو بولنے میں کیا حرج ہے) کوئی لفظ ہوتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا، کیا یہ سب کا عقیدہ نہیں کہ خنزیر کا خالق بھی اللہ ہے، (مفہوم قرآن بدلنے کی واردات: ص ۱۸۷)

اب دیکھیں کہ کیسے نبی پاک ﷺ کی پاک بشریت کے لئے مثال خنزیر، کتے، بِلے کی لائی جاتی رہی ہے کہ جیسے خدا خالق الخنازیر ہونے کے باوجود کہا نہیں جائے گا اسی طرح نبی پاک ﷺ کو بھی بشر ہونے کے باوجود بشر کہا نہیں جائے گا، (العیاذ باللہ)

اب آئیے دیکھئے بریلویوں کے گھر کو دوسری طرف سے!
جب رذائل کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے تو اس سے توہین و تنقیص کے معنی نکلتے ہیں، (الصوارم الہندیہ: ص ۷)

حضور کی شان میں ہلکے لفظ کا استعمال کرنا، ہلکی مثالیں دینا کفر ہے، (نور العرفان: ص ۳۴۵، پارہ نمبر ۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۸)
جانوروں کے ساتھ کسی جنس کا ذکر کیا جائے تو یہ اُس کی توہین ہے، (روئیداد مناظرہ گستاخ کون: ص ۵۴)

اب بتائیں یہ ایسی وجہ نبوت کی توہین کر کے گستاخ رسول بنے یا نہ؟

دلیل نمبر ۵:

لباسِ بشریت کا قول آپ دیکھ چکے ہیں کہ اہل بدعت کے گھر میں کثیر الاستعمال ہے، مگر دوسری جانب بھی دیکھیں کہ پیر کرم شاہ بھیروی لکھتا ہے:

شیطان ایک عجبی سردار کے لباس میں نمودار ہوا، (ضیاء القرآن: ج ۵/ ص ۱۸۳)

لباسِ انسانی میں شیطان کو بھی مان رہے ہیں۔

ایک اور ذمہ دار عالم اپنے مسلک کے وہ لکھتے ہیں:

(کافروں نے کہا) اے لوگو! محمد بشر ہرگز نہیں محمد کے روپ میں ہمارا خدا ہی ہمارے سامنے آ گیا، بلکہ یوں کہو کہ محمد دراصل خدا ہیں قالبِ انسانی میں ہمارے سامنے آ گئے ہیں جس نے بشری پیکر میں جلوہ

نمائے کی ہے جنہوں نے آدمی کا لباس اختیار کر کے ہماری زمین میں تشریف ارزانی کی ہے۔ (تحفظ عقائد اہلسنت از ظہیر الدین قادری برکاتی ص ۶۸۱)

تو اب ہمیں معلوم ہوا کہ رضا خانی حضرات کے پاس جو عقیدہ ہے کہ آپ کی حقیقت تو نور ہے اور لباس بشریت میں تشریف لائے وہ مشرکین مکہ سے عقیدہ آیا ہے، (العیاذ باللہ)۔

دلیل نمبر ۶:

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

انبیاء کی بشریت اُن کا کمال ہے، (جاء الحق: ص ۱۷۹)

جب کہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرکارِ طیبہ ﷺ کی بشریت مبارکہ کے انکار کرنے پر ساری رضا خانیت جماعت لگی ہوئی ہے۔ جسے آپ باحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تو کاظمی صاحب بول اٹھے جن کا مقصود یہ تھا کہ انبیاء کے کمالات کا انکار کرنا ضلالت ہے، (تفصیل کے لئے دیکھیں، الحق البین: ص ۷۰)

تو نعیمی اینڈ کمپنی سب ہی فتوے کی زد میں آ گئے!!

ہم اور بھی دلائل عرض کر سکتے ہیں، مگر مقصود صرف تذکیر اور خیر خواہی ہے اللہ کریم سمجھ عطا فرمائے،

آمین۔

تو اگر اس مسئلہ میں بھی یوں مان لیا جائے کہ نبی پاک ﷺ کو خدا نے مٹی (اگرچہ وہ بھی جتّ الفردوس کی تھی) سے پیدا فرمایا، لہذا آپ نوع بشری انسانی میں تشریف لائے، اس لئے آپ بشر و انسان ہیں، مگر آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے کوئی بھی آپ جیسا نہیں ہے آپ ساری نوع انسانیت کے بڑے ہیں، سب کے سردار ہیں، آپ کے مقام و مرتبہ کی انتہا ہماری نظر کوتاہ سے بالا ہے، آپ کی شان سب انبیاء و اولیاء اور مقام والوں سے بلند ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ ہی کی بدولت نوع انسانیت کو عظمت و شرافت اور کرامت کا یہ اعزاز ملا، اگر آپ نوع انسانی میں تشریف نہ لاتے تو نوع انسانی کو اعزاز نہ ملتا اور ظاہر بات یہ ہے کہ کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہونا چاہئے، کوئی مسلمان بھی نبی پاک ﷺ کو اپنے جیسا بشر کیسے مان سکتا ہے، ہمارا تو نظریہ ہے کہ ہم اپنے جیسا تو ملا عمر، شیخ اسامہ بن لادن مرحوم و مغفور مقلدِ اسلام مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم اکابر و اسلاف کو بھی نہیں مانتے، ہم رحمت

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے اپنے جیسا مان سکتے ہیں، یہ محض پیٹ کا دھندا ہے کہ لوگوں کو لڑا لڑا کر اپنی روزی کا چکر چلایا جاتا ہے ورنہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، آپ کی محبت و الفت اور عقیدت و موڈت ہمارے اکابر دیوبند میں دیکھی جائے تو برصغیر میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس کے لئے مطالعہ کیا جائے، ”علماء دیوبند، بارگاہ رسالت میں“، ”اکابر دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں“، ”اکابر دیوبند کیا تھے؟“، ”اکابرین دیوبند کیا ہیں“، ”مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم“۔



حجی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ

مسئلہ نمبر ۲۸

قارئین گرامی قدر! دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی اہل بدعت آپس میں جنگجو اور باہم دست و گریباں ہیں، ہم یہ سارا تماشا اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔
اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام نے نماز کے کچھ آداب بھی بیان فرمائے ہیں اور ادب کی تعریف یہ لکھی ہے:

”الادب ما فعله الرسول ﷺ مَرَّةً او مَرَّتَيْنِ وَلَمْ يُوَاطَّبْ عَلَيْهِ“ یعنی ادب وہ ہے جس کو رحمت عالم ﷺ نے ایک دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر بھیشگی نہ فرمائی ہو۔

یہ مرقی الفلاح میں لکھا ہے اور حاشیۃ الطحاوی میں بھی بات نقل کی گئی ہے۔

مزید وضاحت کے لیے دیکھئے حاشیۃ الطحاوی ص ۲۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

آگے نماز کے مختلف آداب نقل کرتے ہوئے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر امام محراب کے قریب ہو تو مقتدی اور امام حجی علی الفلاح پر اٹھیں، (مرقی الفلاح مع حاشیہ: ص ۲۷۶)

تو بات صرف اتنی تھی کہ یہ ایک ادب ہے جس کو رسول پاک ﷺ نے حیات مبارکہ میں ایک دو مرتبہ کیا ہے اور آپ نے خود اس پر مواظبت نہیں فرمائی تو آج اس پر عمل نہ کرنے والوں پر کس دلیل کی بنیاد پر فتویٰ زنی کی جاتی ہے؟ جبکہ ان کو چھوڑنا بھی دلیل کی بنیاد پر ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے، امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی شروع اقامت سے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ایک آدمی (غالباً) حجی علی الفلاح پر کھڑا ہوتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

لیکن اہل بدعت سے یہ سوال ہے کہ تمہاری بہار شریعت کے اندر نماز کے مستحبات میں گیارہ نمبر مستحب یہ ہے کہ حجی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے مگر بارہ نمبر مستحب یہ ہے کہ جب مؤذن کہے قد قامت

الصلوۃ تو اس پر نماز شروع کر دینی چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک مستحب پر اتنا زور کہ جو نہ کرے اس کو زجر و توہین اور رہا دوسرا مستحب تو اس کی دھجیاں خود صاحب بہار شریعت نے اڑا دی ہیں کہ مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونی پر شروع کرے، (بہار شریعت: ص ۲۵۶)

اور آج کل کسی بھی بریلوی کا اس پر عمل نہیں تو ان پر معافی کیوں؟؟

باقی ہمارے پاس اس کے ترک کی وجہ، دلیل ہے وہ یہ کہ اہل بدعت نے اس کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور حوالہ آگے آ رہا ہے کہ جب کسی عمل کو یہاں تک بڑھا دیا جائے کہ لوگ اسے واجب و سنت سمجھنے لگیں حالانکہ وہ عمل مباح (و مستحب) ہو تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔

القضہ یہ کہ بہار شریعت جو مولوی احمد رضا کی مصدقہ ہے اس میں جی علی الفلاح پراٹھنے کو مستحب شمار کیا گیا ہے، (بہار شریعت: ص ۲۵۶)

اور وقار الفتاویٰ ج ۲ / صفحہ ۵۱ پر اور دیگر بریلوی کتب میں اس کو مستحب کہا گیا ہے، حالانکہ اصولی بات یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر کراہت تنزیہی بھی لازم نہیں آتی، جیسا کہ فتاویٰ میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے، (دیکھئے فہارس فتاویٰ رضویہ: ص ۱۱۵)

اسی طرح فتاویٰ نوریہ ص ۴۶، ۷۳ میں ہے کہ

”ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی“

اس طرح کے اقوال دیگر بریلوی کتب میں بھی مل جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ یہ مستحب کیسے رہا کیوں کہ تم لوگوں نے اس کے تارک کو مکروہ تحریمی کا مرتکب ٹھہرایا ہے۔ مفتی افتدرا احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

پس ان دلائل سے یہ تو ثابت ہوا کہ مخجگانہ جماعت کی تکبیر بیٹھ کر سننا لازم ہے، کھڑے ہو کر سننا مکروہ تحریمی ہے، (العتاویۃ الاحمدیہ: جلد ۱ / ص ۷۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ان احادیث اور ان کی شروع سے ثابت ہوا کہ تکبیر بیٹھ کر سننا واجب ہے تمام فقہاء کے نزدیک،

انہیں احادیث کے اقتضاء اور دلالت کی بناء پر تکبیر کے لئے نہ بیٹھنا اور کھڑے ہو جانا مکروہ تحریمی ہے،
(العطایہ الاحمدیہ: ج ۱/ ص ۷۶)

مفتی وقار الدین صاحب لکھتے ہیں:

تیسری صورت جس میں امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ جی علی الصلاۃ یا جی علی
الفلاح پر کھڑا ہونا امام و مقتدیوں کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے، (وقار
الفتاویٰ: ج ۲/ ص ۴۹)

اب سوال یہ ہے کہ مستحب تھا تو ترک مکروہ کیسے ہو گیا؟ اصل بات یہ ہے کہ تم اس کو واجب سمجھتے ہو
اس لئے تو اس کے ترک کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہو۔

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے، (فتاویٰ رضویہ قدیم: ج ۲/ ص ۹۱، باب الاذان والاقامہ)

فاضل بریلوی صاحب نقل فرماتے ہیں:

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس

لیے کہ ان دونوں کیلئے دلیل ضروری ہے..... الخ، (فتاویٰ رضویہ: ج ۲۲/ ص ۱۸۰)

یعنی کسی شے کو شرع پاک نے حرام و مکروہ نہ قرار دیا ہو تو اسے حرام یا مکروہ قرار دینا خدا پر جھوٹ

باندھنا ہے۔

اب ہم رضا خانیوں سے پوچھتے ہیں کہ شرع پاک کی جس دلیل سے کراہت و حرمت ثابت ہوتی

ہے ایسی کوئی دلیل لائیں، ورنہ تسلیم کریں کہ رضا خانیوں کے خاں صاحب نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اور

اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں!!

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا

واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا منصب ہے، (شرح صحیح

مسلم: ج ۱/ ص ۱۳۰۱)

تو چونکہ مکروہ بھی واجب کا ہم مرتبہ ہوتا ہے، اس لیے ہمارا رضا خانیوں کے متعلق گمان یقین میں بدل جاتا ہے کہ یہ لوگ خانصاحب کو بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ رضا خانیو! ہمت کرو اور ایسی دلیل دو کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ثابت ہو کہ یہ اقامت کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔

هل من مبارز!!

اب آئیے ذرا اس مکروہ کی تفصیل کی جانب چلتے ہیں!

مفتی وقار الدین صاحب لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک مکروہ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے، مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے اور سزا کے اعتبار سے حرام کی طرح ہے، یعنی دونوں پر آخرت میں جہنم کی سزا ہے، (وقار الفتاویٰ: ج ۲/ ص ۵۷)

بہارِ شریعت میں ہے مکروہ تحریمی یہ واجب کے مقابل ہے، اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے، اگرچہ اس کے کرنے کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے، (بہارِ شریعت: ص ۷۲ حصہ دوم ص ۸)

مفتی عبدالواحد قادری صاحب لکھتے ہیں:

مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلائل شرعی سے بطور دلیل ظنی ثابت ہو، یہ واجب کے مقابل ہے، اس کا فاعل مستحق عذاب اور گناہ گار ہوتا ہے مگر اس کا گناہ حرام سے کم ہے، اگر کسی عبادت میں واقع ہو تو عبادت کو ناقص بنا دیتی ہے، لہذا اس عبادت کا اعادہ عند الشرع مطلوب ہے، (فتاویٰ یورپ: ص ۱۶۹، ۱۷۰)

امام احمد رضا نمبر میں لکھا ہے:

مکروہ تحریمی جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلائل ظنی ہو، اُس کا انکار کفر نہیں، لیکن اس کا فعل موجب استحقاق عذاب ہو خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً، (امام احمد رضا نمبر: ص ۱۹۸)

قارئین گرامی قدر!

دیکھ لیا آپ نے کہ یہ لوگ جی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو واجب سمجھنے لگے ہیں، ہمارا سوال یہ ہے، اس (جی علی الصلاۃ یا جی علی الفلاح) سے پہلے اٹھنے والے مکروہ تحریمی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے مستحق عذاب نار ہوئے تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ

ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے اسی طرح قیس بن ابی حازم اور حماد نے سعید بن ابی مسیب اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ جب مؤذن (اقامت میں) اللہ اکبر کہے تو قیام واجب ہے اور جب وہ جی علی الصلاۃ کہے تو صفیں برابر کی جائیں اور جب لا الہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر کہہ دے، (اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟ از سراج احمد سعیدی: ص ۳۴)

امام مالک (بن انس الاصحی م ۱۷۹ھ) اور جمہور علماء کا میلان اسی طرف ہے کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی کوئی حد متعین نہیں، البتہ عام علماء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مؤذن جب اقامت شروع کرے تو لوگ کھڑے ہو جائیں، (ایضاً ص ۲۴)

ابتدائے اقامت کے وقت کھڑے ہونا، اس کی تائید ابن شہاب زہری کی حدیث سے ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پر نہیں آتے جب تک صفیں درست نہ ہو جائیں، (فتاویٰ ملک العلماء: ص ۱۰۴)

کیا یہ سب حضرات رضا خانی فتوؤں کی زد میں آ گئے!! (العیاذ باللہ)۔ کچھ تو خوف خدا ہونا چاہئے، باقی اگر کوئی رضا خانی کہے کہ کراہت کا فتویٰ ہمارا نہیں، بلکہ ما قبل کتب سے ہے تو اس کا جواب یاد رکھیں کہ حضرات مجتہدین کا فتویٰ تو نہیں، سب سے اول قہستانی نے یہ بات نقل کی ہے اور وہیں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہے وہ کوئی فقیہ نہیں، تفصیلی جواب آگے آئے گا، وہ تو بحیثیت انسان خطا کر گیا، مگر تمہیں تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس خطا کا وبال کہاں تک ہے تم تو احتراز کرو۔

القصہ یہ سفر رضا خانی حضرات سے مستحب سے شروع ہوا کہ جی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، چلتے چلتے سنت بن گیا۔

مفتی محمد اشرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

شروع اقامت میں کھڑے ہونا خلاف سنت ہے، (امام و مقتدی جماعت کے لئے کب کھڑے

ہوں: ص ۳)

مولوی سراج احمد سعیدی لکھتے ہیں:

مؤذن کے اقامت کے لئے کھڑے ہوتے ہی لوگوں کا کھڑے ہو جانا امحاء سنت کے سوا کچھ نہیں، (اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں: ص ۴۱)

واجب بنانے پر مزید حوالے

مفتی اقتدار احمد صاحب لکھتے ہیں:

قانون شریعت مطہرہ کے مطابق نماز کی تکبیر جس کو عربی میں اقامت کہا جاتا ہے تمام نمازیوں کا بیٹھ کر سننا واجب ہے خواہ مقتدی ہوں یا امام، (العطایا الاحمدیہ جلد: ۱/ ص ۷۴)

بعض رضا خانی قلم کاروں کو شوق اٹھا کہ اپنے مسلک پر احادیث لائیں، جیسا کہ مفتی اشرف، سراج احمد سعیدی صاحب، اقتدار احمد نعیمی صاحب وغیرہ نے کیا ہے، ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے، (نمازی کے پاس باواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں؟ ص ۳۸)

اور بھی سن لیں امام مالکؒ خود فرماتے ہیں: میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی کما تر۔ عن عون المعبود وفتح الباری وقال مالک فی المؤطا، لم اسمع فی قیام الناس حین تقام الصلوة بحمد محدود امام مالک نے مؤطا میں فرمایا کہ نماز میں لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس کے متعلق میں نے کوئی حدیث نہیں سنی، (فتاویٰ ملک العلماء: ص ۱۰۱)

واجب قرار دینے کے لئے ایک اور حوالہ سنئے، مولوی ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

اسی طرح صاف اور صریح روایت کتاب الآثار میں بھی ہے:

قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا طلحة بن مطرف عن ابراهيم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ينبغي للقوم ان يقوموا فيصنفوا قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة، یعنی امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ نے خبر دی انہوں نے فرمایا مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی کہ

وہ ابراہیم غنمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن حنی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جائیں پس صف درست کریں امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

امام محمد کے الفاظ دونوں حدیثوں میں یسبغی ہیں اور ہر علم والا جانتا ہے کہ یہ لفظ یسبغی متاخرین کے محاورہ و عرف میں مندوبات میں زیادہ استعمال ہوتا ہے اور متقدمین کے محاورہ و عرف میں اس کا استعمال عام ہے جو واجب تک کو شامل ہے، (فتاویٰ ملک العلماء: ص ۹۹)

کہنا یہ چاہتے ہیں بہاری صاحب کہ یہ واجب ہے حنی علی الفلاح پر کھڑا ہونا۔ حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ واجب تو وہ ہوتا ہے جو بقول تمہارے جس فعل کا لزوم ثبوت یا دلالت ظنی ہو، (المیزان امام احمد رضا نمبر: ص ۱۹۸)

یہاں کون سی دلیل تھی جس سے اس کام کا لازمی ہونا ثابت ہو رہا تھا، جس بنیاد پر امام محمد اس کو واجب فرما رہے ہیں!!

یہ امام محمد پر بہتان اور صریح جھوٹ ہے، صرف اپنے کام کو واجب بنانے کے لئے امام محمد پر جھوٹ بولا گیا ہے اور بس۔ خلاصۃ البحث یہ ہے کہ ایک مستحب کام کو واجب قرار دیا گیا، کتب فتاویٰ و متون میں مستحب تو قرار دیا گیا ہے مگر کسی نے بھی واجب قرار نہیں دیا۔

اب سنئے فقہاء کی بھی! حاشیۃ الطحاوی میں ہے:

وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکرہ بعد الصلاة لان الجهلة یعتقدون انها سنّة او واجبة وکل مباح یؤدی الیہ فهو مکروه، (حاشیہ ص ۵۰۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یہی بات علامہ شامی نے فتاویٰ شامی میں سجود تلاوت کے بعد سجود شکر کی بحث میں بھی نقل کی ہے۔ اہل بدعت کے دوسرے گروہ کی بھی سنئے:

قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لئے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہئے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے، (شرح صحیح مسلم: جلد ۱/ ص ۱۱۰۱)

جورضا خانی یہ پیش کرتے ہیں کہ شروع اقامت میں کھڑے ہونا مکروہ تحریمی ہے وہ ذرا خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کی بھی سن لیں، شاید عقل و دانش سے ذرہ نصیب ہو جائے، وہ کہتے ہیں:

حمد و صلاۃ کے بعد بعض طلباء نے تکبیر و اقامت کے وقت بیٹھ جانا اختراع کیا ہے، خواہ وہ پہلے کھڑے ہی کیوں نہ ہوں اور ہمیشہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں، سند میں فقہاء کا قول و یقوم الامام و المؤمن بقولہ حی علی الفلاح پیش کرتے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر شروع ہونے سے قبل بیٹھا ہو نیز یہ حکم نہ تو اس شخص کے لئے ہے جو تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہوا اور نہ ہی اس کے لئے جو شروع تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو۔

جب اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نوافل عبادات اور مساجد میں انتظار کے لئے بیٹھنے میں انتہائی حریص تھے تو حَیَّ عَلَہ کے وقت کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا تا کہ صفیں سیدھی کی جاسکیں، لیکن موجودہ دور اور اسلاف کرام کے دور کے لوگوں میں انتہائی بُعد ہے، یہ لوگ توسستی و کاہلی میں تیز پانی کی طرح بہتے ہیں نہ تو رکعات نماز کے رہ جانے کا خیال کرتے ہیں اور نہ تکبیر تحریمہ کے ثواب کا کوئی اتاپتہ، نماز کے آخری وقتوں میں آتے ہیں، اُن میں افضل وہی (سمجھا جاتا) ہے جس کو ایک یا دو رکعتیں ملی، ست لوگوں کے لئے وہ حکم نہیں ہے جو اللہ کی طرف بھاگنے، اطاعت کی طرف سبقت کرنے اور نیکی کی طرف تیزی سے جانے والوں کا ہے۔ الحاصل مکبر کے حی علی الصلاۃ کہتے وقت قیام تو مندوب ہے، شروع تکبیر کے وقت بیٹھ جانا نہیں اور نہ یہ ثابت ہے، (ضیائے حرم کا شیخ الاسلام نمبر: ص ۱۸۹)

فتاویٰ نوریہ ملاحظہ فرمائیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایسا نمازی جو اقامت نماز کے دوران مسجد میں آیا، جب کہ امام بھی آچکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے کہ حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہو، کیونکہ اس وقت قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے، حالانکہ مستحب کا موقوف علیہ بھی مستحب ہوتا ہے،

بینوا ما جور بن من رب العالمین۔

المستفتی: محمد اجل نوری عفی عنہ

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو

رکعت نماز ادا کر لے اور یوں بھی آیا ہے کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ)، اس حکم کی بناء پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور کے نزدیک تحیۃ المسجد مستحب مؤکد ہے، بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے اس بات کی تصریح بھی فرمائی ہے کہ سنت ہے۔

(تبیین الحقائق للزیلعی جلد ۱ ص ۱۷۳، عینی علی الہدایۃ جلد ۲ ص ۸۲۸، طحطاوی علی الدر جلد ۱ ص ۲۸۶، شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص ۵۵۸، نیز فتاویٰ ظہیریہ سے اس کے ص ۵۵۰ اور رافعی علی الشامیہ جلد ۱ ص ۹۰ میں ہے والنظم للزیلعی تحیۃ المسجد سنۃ، تنویر الابصار تحریرا اور در المختار اور شامی تشریحاً جلد ۱ ص ۶۳۵ نیز طحطاوی علی الدر تقریراً جلد ۱ ص ۲۸۶ میں ہے والنظم للغزی ص ۱۱۶ نور الايضاح تصریحاً اور مراقی اور طحطاوی تفصیلاً ص ۲۳۶ میں ہے سن تحیۃ المسجد بحر الرائق اور شامی میں ہے وقد حکى الاجماع على سنيها شرح الاشباہ میں ہے وهو سنة اجماعاً شامی میں ہے (قوله كتب الشارع نے هاش الخزانن (اسم شرحه الكبير للتنوير) الخلاصة حيث ذكر انها مستحبة او شرح الاشباہ میں ہے وانما اطلق المصنف عليها الاستحباب لا شتعال السنة على الاستحباب)

جو کسی بھی سنت یا فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے جس سے پہلے بیٹھنا تاکیدی مستحب، بلکہ سنت کے خلاف غیر اولیٰ ہے، لہذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے ادا نماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے لہذا حدیث لا تقوموا حتیٰ ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام نہ کرے، رہا سائل کا استدلال کہ ہمارے نزدیک جی علی الفلاح پر قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے لہذا قعود بھی مستحب ہوا، تو یہ محض باطل ہے، کیونکہ یہ قیام مستحب تو مقدمہ ہے اسی قیام کا جو بحکم قَوْمُوا لِلّٰہِ قَائِدَتَیْنِ نماز فرض میں فرض ہے، حالانکہ مفرد یا امام و مقتدی پر فرض نماز سے قبل قعود قطعاً فرض نہیں، بلکہ مفرد کے لئے تو کسی نے مستحب تک بھی نہیں کہا تو معلوم ہوا کہ قیام قعود پر موقوف نہیں ورنہ قعود بھی قیام کی طرح فرض ہوتا، و لم یقل به احد اور یہیں سے واضح ہوا کہ مضمرات شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کا ایسے داخل مسجد کے لئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے اور صحیح نہیں، اس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مذکورہ کی صریح

خلاف ورزی ہے، جو ہمارے کسی بھی امام کا قول ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا، لہذا مقبول نہیں اور ہندیہ اور در المختار وغیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کر دینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔ (شامیؒ کے مجموعۃ الرسائل الثلاثین جلد ۱ ص ۱۳ سے ص ۱۵ تک ہے)

قلت وقد يتفق نقل قول في النحو عشرين كتابا من كتب المتأخرين ويكون القول خطأ
اخطا به أول واضح له فيأتي من بعده وينقله عنه وهكذا ينقله بعضهم عن بعض كما وقع
ذالك (الی ان قال) ولهذا الذي ذكرناه نظائر كثيرة اتفق فيها صاحب البحر والنحر
والمنع والدر المختار وغيرهم وهي سهو منشأها الخطائي النقل او سبق النظر الخ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی کتاب کا مصنف کوئی غلط بات سہواً درج کر دیتا ہے اور بعد میں آنے والے یوں ہی نقل کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کے بیس کے قریب کتابوں میں نقل ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ بھول ہوتی ہے اور اس کی بکثرت نظیریں ہیں جن میں بحر و نحر اور مخ و در المختار وغیرہ کئی مؤلفین نے نقل میں اتفاق کیا حالانکہ وہ بھول اور سہو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ)

والله ورسوله أعلم جل جلاله ربی و حده و صلى الله على حبيبہ الذی لا نبی بعده

حرره الفقير ابو الخير محمد نور الله النصیحی غفر له

(فتاویٰ نوریہ: جلد ۱/ ص ۳۰۲ تا ۳۰۵)

فتاویٰ مظہریہ میں ہے:

حج علی الفلاح کے اوپر کھڑے ہونے کے متعلق کوئی ایک بھی حدیث میری نظر سے نہیں گذری، بلکہ بعض احادیث اس کے مخالف بادیۃ النظر میں معلوم ہوتی ہیں، مثلاً جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو حضور ہماری صفوف برابر کرتے ہیں جب برابر ہو جاتی تھیں تب تکبیر فرماتے تھے۔

اگر صفوف سیدھی ہو جاتی ہیں تو اُسی وقت کھڑا ہونا چاہئے اور سیدھی نہ ہوتی ہوں تو اوّل ہی کھڑا ہونا چاہئے کہ صفوف کے سیدھے نہ ہونے میں کراہت ہے اور حج علی الفلاح پر نہ کھڑے ہونے میں کراہت نہیں..... الخ، (فتاویٰ مظہریہ: ص ۹۸)

خلاصۃ الکلام یہ نکلا کہ پہلا گروہ دوسرے گروہ کو کھڑا ہے اور دوسرا گروہ پہلے کو!!

پہلا طبقہ اپنی غلطی پر مصر ہے ویسے بھی پہلے گروہ کے اپنے جال اور پھندے میں پھنسنے کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔

ہم اختصار کے پیش نظر چند دلائل کا سرسری جائزہ لیتے ہیں!

رضا خانی حضرات بعض روایات پیش کرتے ہیں، ان کے متعلق گزارش یہ ہے کہ فقہائے کرام نے ان روایات سے جو بھی سمجھا ہے وہ یہی ہے کہ حجتی علی الفلاح پر کھڑے ہونا مستحب ہے اور وہ تمہیں مفید نہیں، کیونکہ تم اب معاملہ واجب سے بھی بڑھا کر کر رہے ہو، واجب کہہ بھی رہے ہو اور یہ ہمیں مضرت نہیں کیونکہ فقہاء کا ہی اصول ہے امر مستحب کے ساتھ جب یہ معاملہ ہو تو ترک ضروری ہے، کما مزر۔

جو فقہاء کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں کہ امام مخراب کے پاس ہو تو پھر مقتدی اور امام حجتی علی الفلاح پر کھڑے ہوں تو ان کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہیں ہونی چاہئے اور اگر اس سے پہلے کوئی کھڑا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اور فقہاء کی باتیں کہ کھڑا ہونا پہلے سے مکروہ ہے تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ یہ قہستانی صاحب سے نقل ہوتی چلی آ رہی ہے اور وہ کوئی بڑے فقیہ نہیں تھے بلکہ ضعیف درجہ کے ہیں جیسا کہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

فقہاء میں ایک درجہ بہت ضعیف ہے، (شرح صحیح مسلم: جلد ۲/ ص ۸۹۷)

علامہ عصام الدین قہستانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

یہ اپنے زمانے میں صرف کتابوں کی خرید و فروخت کرتے تھے اور اپنے ہم عصر علماء کے درمیان نہ ہی بطور فقیہ مشہور تھے اور نہ ہی فقہ کے علاوہ کسی اور علم کے ماہر تھے۔

اس بات کی تائید اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہر کچی پکی بات اور صحیح اور ضعیف بات، بغیر تصحیح اور تدقیق کے جمع کر دیتے ملاحظہ ہو: وقال المولى عصام الدين فى حق القهستانی: [انه.... لا يعرف الفقه ولا غيره بين ارانه ويؤيده انه يجمع فى شرحه بين الغث والسبين، والصحيح والضعيف من غير تصحيح ولا تدقيق، فهو كحاطب الليل جامع بين الرطب واليابس فى النيل، وهو العوارض فى ذم الروافض.... الخ]، (النافع الكبير على جامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الاول فى ذكر طبقات الفقهاء والكتب،

ص ۲۷، ادارة القرآن، کراتشی)

قہستانی صاحب کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والقہستانی“ کجارف سیل و حاطب لیل، (تنقیح فتاویٰ الحامدیہ، کتاب الحظر والاباحۃ: ۳۵۶/۲، حقانیہ، و کذا فی عمدة الرعاہ علی شرح الوقایۃ: ص ۱۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: ”قہستانی“ ہر محقق اور غیر محقق مسائل جمع کرنے والے ہیں (جارف سیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس و خاشاک کو بہا لاتا ہے، اسی طرح قہستانی نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے (معتبر اور غیر معتبر) مسائل جمع کر دیے ہیں اور حاطب لیل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہو تو اسے کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چن رہا ہے، اسی طرح قہستانی نے بھی اپنی کتاب میں ہر طرح کے مسائل جمع کر دیے ہیں اور اسے کوئی خبر نہیں کہ اس نے کیسے جمع کیے ہیں، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ عمدہ ہیں یا غیر عمدہ، محقق ہیں یا غیر محقق) اسی موضوع سے متعلق دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال 60010

ضروری عرض یہ ہے کہ اقامت کے وقت حی علی الصلاۃ کا انتظار کرنا چاہئے یا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا چاہئے؟ ہمارے علاقے کی مسجدوں میں حی علی الصلاۃ کا انتظار کیا جاتا ہے، پہلے کھڑے ہونے پر تنقید کرتے ہیں، کیا حی علی الصلاۃ تک انتظار کرنے کی کوئی دلیل موجود ہے یا نہیں؟ براہ کرم اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب 60010

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa Id:462-462/Sd=8/1436-U

اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جانا چاہیے، حی علی الصلاۃ کا انتظار نہ کرنا چاہیے، آپ کے

علاقے کی مسجدوں میں جو جی علی الصلاۃ تک انتظار کیا جاتا ہے اور اس سے پہلے کھڑے ہونے والوں پر تنقید کی جاتی ہے یہ صحیح نہیں ہے، یہ طریقہ ایک خاص باطل فرقے کا اپنا گھڑا ہوا ہے، قرآن و حدیث اور فقہی عبارتوں سے اس مردِ جہل و تعصب کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نوٹ: اس سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کا ایک مفصل و مدلل فتویٰ منسلک کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔
۳۱۹/ن = ۴۶۳/ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دارالافتادہ دارالعلوم دیوبند درج ذیل سوالات کے بارے میں:

(۱) امام اور مقتدیوں کو اقامت کے وقت کب کھڑا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث، فقہ حنفی اور تعامل امت کی رو سے صحیح کیا ہے؟

(۲) نیز اس سلسلہ میں بریلوی مکتب فکر والوں کے یہاں جو طریقہ رائج ہے یعنی اُن کا امام اقامت سے پہلے مصلے پر آکر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اقامت کہنے والا اقامت شروع کرتا ہے اور جب وہ جی علی الفلاح پر پہنچتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اس طریقہ کو عملی طور پر لازم پکڑتے ہیں اور جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں اُن پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، بلکہ اختیار و قدرت کی صورت میں زبردستی بٹھا دیتے ہیں تو یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا تو جروا۔

مستفتیان: حافظ معین الدین، عبدالرزاق سابق پردھان و دیگر مسلمانانِ اہل حق، موضع تیلی والا، تحصیل ڈوئی والا، ضلع دہرہ دون، اتر اکھنڈ
۳۰۸/ن = ۴۶۳/ص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وبالله التوفیق: (۱) نماز باجماعت میں امام اور مقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ اقامت کہنے والا امام کو نماز کے لیے تیار دیکھ کر اقامت شروع کرے، اس کے بعد امام مصلے پر پہنچ جائے اور مقتدی حضرات بھی کھڑے ہو کر صفیں درست کرنا شروع کر دیں، پھر جب

اقامت پوری ہو جائے اور صفیں بھی درست و صحیح ہو جائیں تو امام نماز شروع کر دے۔

ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ وغیرہم سے اسی طرح ثابت ہے اور اگر امام یا کوئی مقتدی تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو اور وہ شروع اقامت سے کھڑا نہ ہو کر جی علی الفلاح پر یا اس سے پہلے کھڑا ہو جائے تو یہ بھی درست ہے خلاف ادب نہیں ہے، پس فقہائے کرام نے جی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا جو ادب ذکر کیا ہے یہ ابتدائے اقامت سے جی علی الفلاح تک ممتد ہے، جو شخص شروع اقامت میں یا اس کے بعد جی علی الفلاح تک کسی بھی وقت کھڑا ہو گیا تو وہ ادب و مستحب ہی پر عمل کرنے والا ہوگا اس کے خلاف کرنے والا نہ ہوگا، البتہ امام کے مصلے پر پہنچنے کے بعد بلا وجہ بیٹھ نہ رہنا چاہئے۔

اور اگر کوئی شخص جی علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھا رہے تو البتہ یہ خلاف ادب و خلاف مستحب ہے، یہ تو اس صورت میں ہے جب امام مسجد میں حاضر ہو اور اگر امام مسجد میں نہیں ہے اور اقامت کہنے والے نے امام کو حجرہ میں تیار سمجھ کر یا مسجد کی طرف آتا ہوا دیکھ کر اقامت شروع کر دی تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو آتا ہوا نہ دیکھ لیں، اگر امام کا حجرہ مسجد کی جہت قبلہ میں ہو اور امام آگے سے آئے۔

اور اگر امام پیچھے سے آئے تو اظہر قول کے مطابق امام جس صف سے گذرتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے، یہاں تک کہ جب وہ مصلے پر پہنچے تو سارے لوگ کھڑے ہو چکے ہوں۔ الحاصل ایسا نہیں ہے کہ ہر صورت میں امام اور مقتدی سب لوگ صرف جی علی الفلاح ہی پر کھڑے ہوں، کیونکہ اقامت کے کسی لفظ سے امام اور مقتدیوں کا قیام مربوط و وابستہ نہیں ہے، کذا فی فتح الباری: ج ۲ / ۱۵۷، ط دار السلام، الریاض۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ۲ / ۲۵۷، ۲۵۸ مطبوعہ دار السلام الریاض) میں امام قرطبی (المفہم: ۲ / ۲۲۱، ۲۲۲ مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق) کے حوالے سے زیر بحث مسئلہ سے متعلق روایات میں تطبیق اور ان کی صحیح مراد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت بلالؓ حضرت نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی تاک میں رہتے تھے اور جوں ہی (مسجد میں موجود) دیگر اکثر لوگوں سے پہلے آپ ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے اقامت شروع فرما دیتے تھے، پھر جب لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور آپ ﷺ ابھی اپنے مصلے پر کھڑے نہ ہونے پاتے تھے کہ ساری صفیں

درست ہو جایا کرتی تھیں۔ دیگر شراح حدیث مثلاً قاضی عیاضؒ، ابی، سنوسیؒ، امام نوویؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے بھی زیر بحث مسئلہ سے متعلق احادیث میں یہی تطبیق اور خلاصہ ذکر فرمایا ہے دیکھئے (اکمال المعلم: ۲/ ۵۵۶، ۵۵۷ مطبوعہ دار الوفا، اکمال اکمال المعلم، مکمل اکمال الإکمال: ۲/ ۲۹۱، ۲۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، المنہاج مع الصحیح لمسلم: ۱/ ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند بحوالہ قاضی عیاض رحمہ اللہ، عمدۃ القاری: ۵/ ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت اور فتح الملہم مع التکملة: ۴/ ۲۰۳، ۲۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت بحوالہ فتح الباری) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ اس کی تائید مصنف عبد الرزاق کی اس روایت سے ہوتی ہے جو عبد الرزاق نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابن شہاب زہریؒ سے نقل کی ہے کہ صحابہ کرامؓ مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک حضور ﷺ کے مصلے پر پہنچنے سے پہلے ساری صفیں درست ہو جایا کرتی تھیں، (فتح الباری: ۲/ ۱۵۸)

اور علامہ سید احمد طحاویؒ نے در مختار کے حاشیہ میں فرمایا: ہمارے فقہائے کرام نے یہ جو فرمایا ہے کہ امام اور لوگ حتیٰ علی الفلاح پر کھڑے ہوں، اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بیٹھے نہ رہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں، لہذا اس سے پہلے کھڑے ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، (حاشیہ در مختار: ۱/ ۲۱۵، مطبوعہ مکتبہ اتحاد دیوبند)، بلکہ بہتر ہے تا کہ پہلے سے لوگ نماز کے لیے تیار ہو جائیں اور صفیں بھی درست ہو جائیں، کیوں کہ نماز میں صفیں سیدھی رکھنا نہایت اہم بلکہ سنت مؤکدہ ہے، احادیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، دیکھیے، (مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف: ۹۷-۹۹ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

اور امام محمدؒ نے اپنی کتاب کتاب الصلاۃ میں فرمایا: میں نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز کے لیے اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب کبتر حتیٰ علی الفلاح کہتا ہے تو امام صاحب نے فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ ایک شخص شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جاتا ہے، تب بھی یہی ارشاد فرمایا: لا حرج، کچھ حرج نہیں۔ (یہ نسخہ ابھی مخطوط ہے، حضرت فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن

گنگوہیؒ نے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں دیکھا تھا) بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۴۹۶، سوال نمبر ۲۲۸۲، مطبوعہ ادارہ صدیق ڈائجیل گجرات) نص الطحطاوی فی الحاشیہ علی الدر ہکذا: (قوله: والقیام لإمام ومؤتم الخ) مسارعة لامثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التأخیر لا التقديم، حتی لو قام أول الاقامة لا بأس اه، وكلمة ”لا بأس“ هنا مستعملة فی المندوب، لأنها ليست مطردة لما تركه أولى، بل تستعمل فی المندوب أيضاً إذا كان المحل مما يتوهم فيه البأس أي الشدة، خاصة إذا تأيد ذلك الأمر بالأحاديث النبوية - علی صاحبها الصلاة والسلام - وأقوال الصحابة وعملهم وعمل السلف والخلف كذا حققه الحصكفي وابن عابدين الشامي فی الدر المختار وحاشيته رد المحتار (كتاب الطهارة: ۱/ ۲۴۱، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۳/ ۶۵، باب الجنائز فی شرح قول الدر: ”ولا بأس برش الماء عليه“ ۱۴۳: ۳ و كتاب الجهاد، باب المغنم وقسمته: ۶/ ۲۵۷ ط مكتبة زكريا ديوبند)، ومثلها كلمة ”لا جناح“ بل قد استعملت هذه في سورة البقرة (رقم الآية: ۱۵۸) بمعنى الوجوب كما في رد المحتار لابن عابدين الشامي (۶/ ۲۵۷)، وكلمة ”لا حرج“ أيضاً، لأنها بمعناها - نیز عثبیہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا کہ قرب قیامت کے وقت جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے تو لوگ اس وقت (اس مسجد میں جہاں نزول فرمائیں گے) کھڑے ہو کر اقامت سن رہے ہوں گے، جیسا کہ ابی اور سنوی نے (اکمال اکمال المعلم: ۱/ ۱۶۶ اور مکمل اکمال الاکمال: ۱/ ۱۶۶ میں بحوالہ عثبیہ) ذکر کیا ہے۔

(۲) اب سے تقریباً ڈیڑھ صدی پیشتر ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو بریلوی فرقہ سے جانا جاتا ہے، اس نے زیر بحث مسئلہ میں احادیث شریفہ، تصریحات و تشریحات فقہائے کرام اور تعامل امت کو یکسر نظر انداز کر کے بعض مجمل و مبہم فقہی عبارات سے ایک نیا مطلب نکال کر اور اس میں اپنی طرف سے مزید کچھ باتیں بڑھا کر اسے اپنے لیے بطور شعار و علامت اختیار کر لیا ہے اور وہ اس میں غلو و تشدد کا رویہ رکھتا ہے، یعنی اس فرقہ کے یہاں امام اقامت شروع ہونے سے پہلے لازمی طور پر مصلے پر آکر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اقامت کہنے والا اقامت کہتا ہے، پھر جب وہ حی علی الفلاح پر پہنچتا ہے تو امام اور

مقتدی سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص دورانِ اقامت آئے تو امام کی موجودگی کی صورت میں بھی امام اور دیگر مقتدیوں کی طرح وہ بھی بیٹھ جاتا ہے اور اس کے خلاف کبھی بھی ان میں سے کوئی شخص اقامت کے شروع میں نہیں کھڑا ہوتا اور جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں یہ لوگ ان پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں اور اسی طریقہ کو مستحب بلکہ لازم و ضروری سمجھتے ہیں تو یہ طریقہ بلاشبہ بدعت و ناجائز ہے، کیونکہ اس طریقہ میں امام کا اقامت سے پہلے مصلے پر آ کر بیٹھ جانا تو بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے، بلکہ احادیث، فقہی نصوص اور تعاملِ امت کے خلاف ہے، نیز اس میں ایک ہی جزو کو مستحب سمجھنا اور شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو امام کی موجودگی میں بھی مکروہ قرار دینا، بلکہ اس فرقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ رضویہ (کتاب الصلاة: ۲/ ۳۹۱ مطبوعہ رضا آفیش، ممبئی ۳) میں علی الاطلاق کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو مکروہ قرار دینا، یہ سب امور بالکل غلط و من گھڑت ہیں، کیونکہ صحابہ کرامؓ وغیرہم کا معمول امام کی آمد پر شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو جانے کا تھا (جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا) اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ اقامت کھڑے ہو کر ہی سنی جائے گی اور مبسوط سرخسی (۱/ ۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) میں حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں (مصلے پر) آ کر کھڑے ہوتے تھے، فأنه - أي: فان عمر رضي الله تعالى عنه - بعد فراغ المؤذن من الإقامة كان يقوم في المحراب، نیز نمبر ۱ میں فقہائے کرام کی وہ تصریحات گزر چکی ہیں، جن سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام کی آمد کے بعد شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جانا بلا کسی کراہت کے جائز ہے اور یہ خلافِ مستحب و ادب بھی نہیں ہے، بلکہ ادب و مستحب کے عین مطابق ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے اب تک تمام اسلامی شہروں بالخصوص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے، جس کا مشاہدہ وہاں حج یا عمرہ کے لیے جانے والے حضرات کرتے چلے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بریلوی مکتب فکر کا یہ طریقہ گھڑا ہوا اور ناجائز و بدعت ہے، قرآن و حدیث اور فقہی عبارات سے اس پورے مجموعہ پر کوئی ثبوت نہیں ہے، لہذا اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے اس پر عمل کی اجازت نہ ہوگی، مرقاة المفاتیح (۳/ ۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت) میں علامہ طیبیؒ کے حوالے

سے ہے: من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، فقط، والله تعالى أعلم۔

محمد نعمان سیتا پوری غفرلہ

معین مفتی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند ۲۸/۳/۱۴۳۶ھ، مطابق ۲۰/۱/۲۰۱۵ء، سہ شنبہ

الجواب صحیح۔

محمود حسن بلند شہری غفرلہ

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

وقار علی غفرلہ

زین الاسلام قاسمی الہ آبادی،

محمد مصعب عفی عنہ

فخر الاسلام عفی عنہ

محمد اسد اللہ غفرلہ

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

نبوت اور ختم نبوت

مسئلہ نمبر ۲۹

الحمد لہلہ والصلوۃ علی اہلہا۔ اما بعد!

برادران گرامی قدر۔ بہت دنوں سے خواہش تھی کہ ایک مضمون جو ذہن میں گردش کر رہا ہے اس کو سپرد قلم کر دیا جائے تاکہ امت مسلمہ کے لئے فائدہ مند ہو مگر نہ لکھ سکا اب تاخیر ایزدی سے چند باتیں آپ کی خدمت میں رکھنے لگا ہوں۔ اللہ کریم مدد و نصرت فرمائے۔

گزارش یہ ہے کہ من عادی لی و لیا فقد آذنت بالحرب حدیث شریف کتنی بار پڑھی۔ مفہوم و مطلب بھی اپنے اکابرین و اساتذہ سے سمجھا مگر عملی نمونہ اور مشاہدہ تب ہو جب رضا خانیت کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آنے والی سطور سے آپ لوگ بھی مشاہدہ کر لیں گے یہ لوگ منکرین نبوت اور ختم نبوت

ہمیں کہتے تھے خدا نے انہی کے گھر سے ان کے اکابر کو کھلوادیا۔ فللہ الحمد۔

جہاں تک نبوت اور ختم نبوت کا تعلق ہے تو اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ خدا نے اپنے برگزیدہ بندوں کو خلقت کی راہنمائی اور راہبری کے لئے چنا اور پسند کیا۔ وہ اپنے اپنے زمانہ میں تشریف لا کر خلقت کو سیدھی راہ دکھاتے رہے نبوت کا مبدا اور ابتدا تو سرکار طیبہ ﷺ ہی ہیں انہی سے آغاز ہوا اور دنیا میں بعثت سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی اور سلسلہ نبوت چلتے چلتے آنحضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ پر ختم ہو گیا۔

اس کی حکمتیں تو خدا ہی جانتا ہے مگر ہمیں سمجھ یہ آتی ہے کہ سرکار سے سلسلہ نبوت کو شروع فرما کر بعثت جناب آدم سے شروع کی گئی۔

یہ یوں ہے کہ۔ جیسے کوئی بادشاہ ہوا اور وہ کہیں کام پر چلا جائے دوسرے ملک اور تو اپنی جگہ نائب مقرر کر کے جاتا ہے۔

یہاں بھی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات تشریف لاتے رہے مگر سارے نائبین تھے اور اصل و ذاتی نبوت تو رحمت و دعاء عالم ﷺ کی تھی جیسا کہ سیدنا الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ذوق ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اصل ہے اور باقی انبیاء کی نبوت بالعرض یعنی آپ ﷺ کو نبوت خدا نے بغیر واسطہ کے دی ہے اور باقی ساری انبیاء کو نبوت سرکار طیبہ ﷺ کے واسطہ سے ملی ہے۔ اسے کہتے ہیں بالذات اور بالعرض۔

اس کی مثال یوں بھی ہو سکتی ہے سورج کی وجہ سے روشنی چاند ستاروں کو ملتی ہے اس لیے سورج کا وجود اول ہوگا ہاں ظہور آخر، جیسے رات کو چاند ستاروں کی چمک سورج کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ نظر تو نہیں آ رہا مگر جب نظر آتا ہے تو سب روشنی کے علمبردار چھپ جاتے ہیں اور اس کے ظہور کے بعد کسی اور روشنی کے مینار کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ یوہیں سرکار کی روح پر فتوح کو نبوت کا تاج سجایا گیا عالم ارواح میں پھر آپ ہی کی وجہ سے کم و بیش ۱۲۴۰۰۰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کو نبوت ملی پھر آخر میں سرکار طیبہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے بعد اب کسی اور نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہ رہی۔

اللہ نے یہ شان و مرتبہ نبی پاک ﷺ کو عطا فرمایا کہ آپ وجود نبوت میں اول ہیں مگر آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ یوں آپ اول بھی ہیں اور آخر بھی۔

یہاں ایک بات کا اظہار ضروری ہے کہ خدا نے اس سفارت اور نبوت کے لئے انسانوں سے ہی بعض برگزیدہ انسانوں کو ہی کیوں چنا؟

خدا تعالیٰ کی ذات نہایت و غایت تقدس والی ہے جب کہ عالم انسان غایت ظلمت میں ہیں اب ایسی ذوات قدسیہ کی ضرورت ہے جو خدا سے احکامات کو لے کر بندوں تک پہنچا سکیں۔ ظاہر ہے فرشتے قدسیت میں تو معروف ہیں مگر ہمارے تک احکامات پہنچانا ان کے بس میں نہیں اس لیے کہ موانست، مجانست نہیں۔

جبکہ جن جنکی طبیعت میں شرارت اور فطرت میں شعلہ پن ہے وہ احکامات کو نہ لے سکتے تھے اور نہ ہی پہنچا سکتے تھے کہ مخلوق خدا ویسے جنوں سے ڈرتی ہے تو پھر ظاہر ہے انسانوں میں سے ہی ان ذوات قدسیہ کا چناؤ ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا اور عصمت کی چادر اوڑھا دی اور جن کی عزت و شان و شوکت و سطوت پر کسی قسم کا دھبہ اور داغ نہیں جو کہ عصمت کی چادر کو بد نما کرے۔

تو یہ خدا سے احکامات کو لے کر مخلوق خدا تک پہنچاتے تھے ان کے لئے احکام لینا بھی درست اور آگے دینا بھی درست کیوں کہ آگے بھی انسان اور یہ بذات خود بھی انسان تو انسانوں کے اعلیٰ طبقہ اور مرتبہ و مقام میں انسانیت کے سارے طبقے مل کر مقابلہ نہ کر سکیں، اس قدر عظمت و رفعت ماننے کے باوجود کہ آپ سے بڑھ کر شان و مقام و مرتبہ قدر و منزلت میں خدا کی کل خدائی میں کوئی نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا۔ بقول شاعر

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر رضا خانی الٰہی عقل والے اور ہیر پھیر کے ماہرین اور مشاقین نے امت کو انگریز کی ایماء پر توڑنے کا پروگرام بنایا اور لنگوٹ کس کر میدان میں اتر پڑے لگے ہر ایک کو کافر و مشرک اور گستاخ و بے ادب و بے ایمان بنانے۔ (اعاذنا اللہ منہم)

سوسال سے زائد یہ لوگ اسی تکفیر کے دودھاری خنجر سے امت مسلمہ کا ناحق قتل عام کرتے رہے

مشہور زمانہ ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔

خدا کی ماران پر ایسی پڑی کہ آپس میں ہی اپنے بزرگوں کو نبوت اور ختم نبوت کا منکر سمجھنے لگے اور کہنے لگے۔

ہم نے جتنا ہوسکا اس کو اکٹھا کر دیا۔ اگر کسی صاحب کے پاس اس سے زیادہ حوالہ جات ہوں تو مزید اس کو بڑھایا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور اپنے دین عالمی خدمت کے لئے ہمیں قبول فرمائے اور یہی اسی کی مہربانی ہے اور توفیق و عنایت ہے کہ ہم دین کی خدمت کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ مزید ترقیاں نصیب فرمائے۔

رضا خانی حضرات کے گھر ایک مسئلہ چل پڑا کہ آیت مغفرت ذنب میں معنی کیا ہونا چاہئے بعض لوگوں نے رضا خان صاحب فاضل بریلوی والا معنی کیا کہ آپ کے سبب سے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کرے اور بعضوں نے یہ کہا کہ آپ کے بظاہر اور صورتاً گناہ اللہ معاف کرے اور بعض نے خلاف اولیٰ کے الفاظ استعمال کیے اور بعضوں نے صراحتہ گناہ کی نسبت آپ کی طرف کی۔

رضا خان کی فکر والے افراد نے باقی تراجم والوں کو کان پکڑا دیئے اور انہیں نبوت کا منکر قرار دیا۔ آئیے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہمارے سامنے تحقیقات غلام مہر علی موجود ہے اس میں دیوبندی مذہب کا مصنف غلام مہر علی چشتیاں کا رہنے والا یوں لکھتا ہے قرآن مجید کے کسی لفظ کا ترجمہ معنی یا کسی نجی گفتگو میں اپنی طرف سے آپ کے لئے گناہ یا گناہ گار کا لفظ بولنا آپ ﷺ کی نبوت کا انکار و کفر ہے۔ (معرکۃ الذنب ص ۱۲ تحقیقات غلام مہر علی ص ۲۲۰)

آگے لکھتے ہیں:

جو شخص کسی مقدس نبی کو گناہ گار سمجھتا ہے یا لکھتا ہے خواہ بتاویل گناہ سمجھے، لکھے یا بتائے وہ نبی کی نبوت کا منکر ہے تو نبی کی نسبت لفظ ذنب کا معنی باضافت حقیقہ الی النبی گناہ نہیں ہوسکتا۔ (تحقیقات غلام مہر علی ص ۲۲۷)

یہ ترجمہ کہ اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے سراسر عصمت رسول سے بغاوت و جہالت و شقاوت ہے نبی کی نبوت کا انکار اور کفر ہے۔ (ایضاً ص ۲۲۸) نبی کے لئے گناہ کا لفظ بولنے والا اس کی نبوت کا

منکر اور کافر ہے۔ (تحقیقات ص ۳۳۸)

چونکہ آپ کے نزدیک حضور ﷺ کے کل کام پسندیدہ نہ تھے بلکہ بعض خلاف اولیٰ ناپسندیدہ تھے لہذا آپ کی پھدی ملعون ہذا لامۃ اللہ بخش نیر و الطاف حسین کے نزدیک معاذ اللہ حضور ﷺ کی نبی نہ تھے۔ (تحقیقات غلام مہر علی ص ۷ رسالہ جوابات رضویہ)

خلاف اولیٰ ناپسندیدہ کام کو پسندیدہ و بہتر نبی پر الزام لگایا اور السعید میں آپ ﷺ کے لئے اتنی دفعہ ثابت کیا کہ شائد اتنی دفعہ کلمہ بھی نہ پڑھا ہوگا اور خود اپنے استاد یا مرشد کے فیصلہ کہ نبی کلی امور میں پسندیدہ ہوتے ہیں کے نتیجہ میں منکر نبوت مصطفیٰ ﷺ ہو کر اپنے انجام کو پہنچے۔ (جوابات رضویہ ص ۱۸)

آپ لوگ حضور ﷺ پر عمر بھر ناپسندیدہ خلاف اولیٰ کاموں کا الزام لگا کر آپ ﷺ کی نبوت کے منکر ہو کر تجدید ایمان و نکاح کا بند و بست بھی کر لیجئے۔ (جوابات رضویہ ص ۲۴)

حامد سعید صاحب آپ اور اللہ بخش نیر اور الطاف سعیدی میری بیعت ٹوٹنے کی فکر کی بجائے (کاظمی صاحب کے نزدیک ناپسندیدہ کام نہ کر سکنے کے حوالہ سے) حضور ﷺ کے لئے ناپسندیدہ کام ثابت کر کے آپ ﷺ کی نبوت کے انکار کی سزا میں اپنے ایمان اور نکاح ٹوٹنے کی فکر کریں (جوابات رضویہ ص ۲۸)

تو بقول کاظمی صاحب جب نبیوں نے اپنے ظالم ہونے کا اقرار کر لیا تو معاذ اللہ اپنے نبی ہونے کی نفی کر دی۔ (جوابات رضویہ ص ۹۰)

حضور ﷺ کے لئے خلاف اولیٰ ثابت کرنے والا جاہل ملا اللہ بخش نیر بفیصلہ کاظمی صاحب منکر نبوت مصطفیٰ ﷺ ہو کر مرتد قرار پا کر ملعون بھی ٹھہرا اور رشدی کی معنوی اولاد بھی۔ (جوابات رضویہ ص ۲۹)

ترجمہ البیان میں خلاف اولیٰ ناپسندیدہ سب کاموں کا مرتکب لکھنا یہ نص قطعی کا انکار ہے یا حضور سرور انبیاء ﷺ کی نبوت کا انکار ہے۔ (جوابات رضویہ ص ۳۳)

سعیدی حضرات کاظمی صاحب کی مار سے اپنی بیعت بلکہ ایمان کی فکر کریں کیونکہ کاظمی صاحب کے نزدیک نبی ہوتا ہی وہ ہے جس کا ہر کام اولیٰ پسندیدہ ہو مگر بعض سعیدی حضور ﷺ کے لئے خلاف اولیٰ نہ بہتر و ناپسند کام ثابت کر کے آپ ﷺ کی نبوت کے ہی منکر ہو کر مرتد ہو رہے ہیں۔ (جوابات رضویہ ص ۳۳)

(رضویہ ص ۶۸)

خلاصہ یہ ہے کہ سرکار طیبہ ﷺ کے لئے یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہونے یا یوں کہنا کہ آپ ﷺ کے خلاف اولیٰ معاف ہوئے یہ انکار نبوت اور کفر و ارتداد اور قائل منکر نبوت اور کافر و مرتد ہے۔

اب دیکھئے کون کون لوگ اس انکار نبوت کے اعزاز کو حاصل کرتے ہیں:
فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے۔ (فضائل دعا ص ۸۶)

مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ۔
(الکلام الاوضح ص ۶۲)

مولوی سردار احمد لائل پوری فرماتے ہیں:

جب نازل ہوئی آیت نبی کریم ﷺ پر آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے الخ۔
(فوائد دورہ حدیث شریف ص ۷۸)

جناب احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے:

تا کہ اللہ آپ کیلئے معاف فرمادے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے بظاہر خلاف اولیٰ سب کام (جو آپ کے کمال قرب کی وجہ سے محض صورتہ ذنب ہیں حقیقتہ حسنات الابرار سے افضل ہیں) (التصدیقات ص ۲)

تقریباً پاک وہند کے ۱۲۰ علماء بریلویہ نے اس کی تصدیق کی۔

دیکھئے ”التصدیقات لدفع تلبیسات“

ابوالخیر زبیر حیدر آبادی پر جب اختلاف ہوا تو اشرف سیالوی کو ثالث چنا گیا اس نے جو فیصلہ لکھا

اس میں ہے:

جن چیزوں سے آپ نے منع فرمایا لیکن بعد ازاں ایسا کیا بھی تاکہ معلوم ہو کہ یہ چیزیں حرام نہیں تو اس خلاف اولیٰ کے ارتکاب کو ذنب سے تعبیر کیا گیا اور وہ بھی معاف کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ (فیصلہ مغفرت ذنب ص ۳۵)

اس فیصلہ کی تصدیق کرنے والے پاک و ہند کے ۲۰۴ علماء بریلویہ ہیں دیکھئے ”فیصلہ مغفرت ذنب“۔

تو یہ سب کے سب منکر نبوت ہوئے اور جب نبوت کے منکر ٹھہرے تو ختم نبوت کے منکر بھی بن گئے۔ باقی رہی یہ بات غلام مہر علی چشیاں کا معتبر ہے یا غیر معتبر، تو اس کا جواب اتنا ہے کہ اس کی کتاب تحقیقات غلام مہر علی میں تصدیقات بھی کئی بریلوی علماء کی ہیں۔

اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں شرف قادری صاحب نے جن کو مفتی منیب صاحب سند اور حجت قرار دیتے ہیں مسلک بریلویہ کیلئے وہ یوں تعریف کرتے ہیں فاضل جلیل مولانا مہر علی۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۶۶)

اور پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

آپ نہ صرف ایک معروف اور ممتاز سنی خطیب ہیں بلکہ ایک زبردست مناظر ہیں آپ کی تصنیف دیوبندی مذہب نظریاتی دنیا میں کوہ الوند بن کر سامنے آئی اور دیوبندی مناظرین اس کی چٹانوں سے سر پھوڑتے رہے اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپے اس پر دیوبندی پریس نے آہ و فغاں کی مگر یہ کتاب اپنے ٹھوس دلائل کی وجہ سے مقبول ہوتی گئی۔ (تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور ص ۱۹)

ان کی تعریف و توصیف دیگر حضرات سے بھی مل سکتی ہے مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ قارئین ذی وقار آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ سارا طائفہ ہی نبوت کا منکر اور منکر ختم نبوت نظر آتا ہے۔

ایک اور دلیل سے

مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب اور ان کے مریدین اور ہم مشرب لوگوں نے ایک نظریہ دیا کہ آنحضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ۴۰ سال سے قبل نبی نہ تھے بلکہ ۴۰ سال کے بعد نبی بنے اس سلسلے میں انہوں

نے کئی کتب تحریر فرمائیں۔ تحقیقات، نظریہ، وغیرہا۔

مفتی نذیر احمد سیالوی صاحب ان کے رد میں لکھتے ہیں:

نبوت مصطفیٰ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل تسلیم کرنے کے باوجود قبل از بعثت اس کے بالفعل (بمعنی مصطلح) ہونے کا انکار کرتے ہیں جو کہ زوال نبوت کا قول کرنے کے مترادف ہے۔ (نبوت مصطفیٰ ﷺ ص ۲۸۴)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

البتہ تحقیقات کچھ لوگوں کو انکار نبوت کا انعام ضرور دے چکی ہے (تصریحات ج ۱ ص ۶۶) ان میں ایسی تصریحات موجود ہیں جن میں واشگاف الفاظ میں قبل از بعثت کے عرصہ میں نفی نبوت اور انکار نبوت ہے۔ (تصریحات ج ۱ ص ۹۲)

صاحب نظریہ کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی ہے کہ سب نبیوں کی نبوت کو ختم کر دینے والا اور انہیں منصب نبوت سے محروم کر دینے والا۔ (تصریحات ج ۱ ص ۱۰۶)

بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے لیکن درحقیقت حضور سید المرسلین ﷺ بعثت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی نفی کر دی ہے۔ (تصریحات ج ۱ ص ۱۱۰)

پرفیسر عرفان قادری صاحب لکھتے ہیں:

اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور ارواح انبیاء کی تربیت فرما رہے تھے پھر آپ علیہ السلام سے معاذ اللہ کون اسی ایسی لغزش ہو گئی تھی جس کی پاداش میں آپ ﷺ کو تقریباً چالیس سال تک اس ارفع و اعلیٰ مرتبہ سے معاذ اللہ معزول کر دیا گیا۔ (نبوت مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ ص ۶۱)

قاضی محمد عظیم صاحب لکھتے ہیں:

تحقیقات نے بزور قلم چالیس سال سے قبل نبوت کی نفی کر دی ہے۔ (توضیحات ص ۲۵۴)

تحقیقات کا قبل و جی عصمت کو ماننا اور اس کی بنیاد پر ثابت اور محقق نبوت کو نہ ماننا بالکل غلط اور بے بنیاد سوچ ہے۔ (ص ۲۵۲ توضیحات)

مفتی عبدالحمید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

کتاب مذکور میں برسبیل غلط اس گمراہ کن اور باطل نظریہ کے صحیح ہونے کا پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت باسعادت کے وقت سے لیکر چالیس سال کی عمر شریف تک معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبی نہیں تھے بلکہ اس مدت میں آپ صرف اور صرف ولی تھے الخ (تنبیہات ص ۱۱)

دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں:

قوم پر احسان عظیم کیا ہے جو نفی نفس نبوت میں نہایت صریح ہے (مصلحانہ کاوش ص ۸۴)

سیالوی گروپ کے ایک فرد مفتی غلام حسن قادری کے بارے میں سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

موصوف یہ بحث چھیڑ کر اپنے پیش رو کی عقیدت کے جوش میں ایک بار پھر اس امر کا اقرار کر بیٹھے ہیں کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ولادت باسعادت سے لیکر چالیس برس تک صرف ولی مانتے ہیں نبی نہیں مانتے اس طرح سے وہ جلد بازی میں اس بات کو ظاہر کر بیٹھے جسے وہ چھپانا بہتر سمجھتے تھے الغرض اس سے اپنا منکر نبوت ہونا بیان کر گئے۔ (مصلحانہ کاوش ص ۸۰، ۸۱)

مفتی محمود حسین شائق صاحب لکھتے ہیں:

علامہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس مسودہ میں یہ موقف اختیار کیا کہ آپ پیدائشی نبی نہیں ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے بعد غار حراء میں نبی بنائے گئے پہلے نبی نہ تھے (پیدائشی نبی ج ۱ ص ۳۴، ۳۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

علامہ محمد اشرف سیالوی نے رسول اکرم شفیع معظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی نبوت کا انکار کر کے نئے فتنہ کا باب کھولا۔ (تجلیات علمی حصہ دوم ص ۳)

مفتی جمیل احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

حال ہی میں تحقیقات نامی کتاب مصنفہ مولوی محمد اشرف سیالوی منظر عام پر آئی جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و انور سے از ولادت پاک تا چالیس سال نبوت کی نفی کی گئی بلکہ معاذ اللہ یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے نبی بننے کے اہل بھی

نہ تھے۔ (البشیرات ص ۸)

مفتی عبدالجید خان سعیدی ایک جگہ لکھتے ہیں:

مصنف تحقیقات کے نزدیک حضور ﷺ میں معاذ اللہ نبی ہونے کی صلاحیت نہ تھی۔ (سندیلوی کا چینج منظور ہے ص ۵)

القصہ مولوی اشرف صاحب اور ان کی جماعت جس میں کئی بریلوی اکابر ہیں سب ہی منکرین نبوت ٹھہرتے ہیں۔ اور جب نبوت کے منکر ہوئے سرکار کی تو پھر سرکار کی ختم نبوت کا بھی تو انکار ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ انہی کے اکابر کے فتاویٰ سے مبرہن اور ثابت ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے سیالوی صاحب کے خلاف کتابیں لکھی ہیں۔

باقی رہا اشرف سیالوی وغیرہم کا معتبر ہونا تو حنیف قریشی صاحب کے مناظرہ گستاخ کون میں اسے قائد بریلویت بتایا گیا ہے اور مفتی فیب الرحمان صاحب کی تفہیم المسائل ج ۳ کے مقدمہ میں اسے مسلک بریلویہ کے لئے سند اور حجت قرار دیا گیا ہے تو جب قائد بریلویت ہی منکر نبوت ہیں تو باقی پھر کیا بچا۔ ایک اور دلیل ملاحظہ فرمائیں:

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۱۷۳) تفسیر نور العرفان ص ۶۸۷، سورہ جن کی تفسیر میں لکھتے ہیں نبوت انسانوں سے خاص ہے۔ اور آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع کی تفسیر میں لکھتے ہیں رسول صرف انسان ہوتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں لکھتے ہیں رسول صرف انسان ہیں۔ (ص ۱۲۳ ج ۸ رکوع نمبر ۳)

معلوم ہوا کہ رسالت و نبوت کا سہرا اور تاج اللہ نے انسانوں میں سے ہی افراد کو منتخب اور چن کر ان کے سروں پر سجایا ہے لہذا جو ان کی انسانیت اور بشریت کا انکار کرے خود بخود ان کی نبوت کا بھی انکار ہو جائے گا کیونکہ جب وہ انسان نہ رہے تو نبی کیسے بنیں گے کیونکہ نبوت تو انسانوں کو ہی ملی ہے۔

مفتی عبدالجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر (ابو البشر) سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا

یا ماننا کس طرح صحیح ہے۔ (مصلحانہ کاوش ص ۱۵۱) (انوار قمریہ ص ۹۴)

مفتی عبدالرحیم اسکندری شر صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ایک جنس سے دوسری جنس پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اڈنی والے قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنس کو دوسری جنس سے پیدا فرمایا اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بنایا اور بشر سے پیدا فرمایا۔ (الفتح المبین ص ۱۴۴)

اس کا صاف مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں جیسا کہ ہر عاقل کو سمجھ آ رہا ہے۔

تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۱۰۰ پر خود مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے لکھا ہے۔ ان کو بشر ماننا ایمان نہیں۔ اور بریلوی کتب میں انبار لگے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لباس بشریت میں تشریف لائے۔ دیکھئے نور العرفان ص ۱۹، تسکین الخواطر ص ۱۱۷، مقیاس نور ص ۱۵، مواعد نعیمیہ ص ۱۱۹، مقیاس حقیقت ص ۲۳۴ وغیرہ کتب۔

جب کہ غلام رسول سعیدی صاحب جو کہ بریلوی اکابر سے شمار کئے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

بعض لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور ہے اور بشریت آپ کی صفت یا آپ کا لباس۔ (تبیان القرآن ج ۲ ص ۴۵۳)

تو یہ بھی رضا خانی گھر سے معلوم ہو گیا کہ لباس بشریت کا قول انکار بشریت ہے تو لباس بشریت ماننے والے سارے کے سارے منکرین نبوت جا ٹھہرے اور جنہوں نے انکار بشریت کیا وہ بھی بقول رضا خانی حضرات نبوت و رسالت کے منکر ٹھہرے۔ اور جب نبوت و رسالت کا انکار ہوا تو پھر خاتم الانبیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ٹھہرے۔ (العیاذ باللہ من سوء الفہم والجمہل)

ایک اور دلیل سے

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی۔ (ختم نبوت ص ۴۱)

دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہوئے جبکہ آدم آب و گل میں تھے۔ (تجلی الیقین ص ۸۷)

آپ نتیجہ خود ہی نکال لیں کہ سارے انبیاء کی نبوت پر ہی ہاتھ صاف فرمادیا۔ کیونکہ معلوم یہ ہو رہا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو تخلیق آدم سے پہلے نبوت ملی اور آپ ﷺ کو ملنے کے بعد کسی اور کو نہیں مل سکتی تو پھر ۱۲۴۰۰۰ کم و بیش انبیاء کرام کی نبوت کا کیا بنا؟ تو انکار ہی صراحۃً نظر آ رہا ہے۔

ایک اور دلیل سے

ملت بریلویہ کے نزدیک آپ ﷺ کے بعد کسی کی نبوت فرض کرنا بھی کفر ہے اور وہ اس کو ختم نبوت کے انکار کے مترادف سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

تخذیر الناس۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ثابت ہوا کہ بانی مرزا ایت دیا نہ ہیں جو نبی ﷺ کے بعد نبی پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ (العیاذ باللہ من ہذا الافتراء از قادی)۔

اور احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا بھی کفر ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۱۹۸)

چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ فرض کرنے کو بھی انکار ختم نبوت سمجھتے ہیں اسی لیے تو نانو تووی صاحب پر اعتراض ہے۔

جبکہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اگر حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا حضور کے صاحبزادے ابراہیم انتقال نہ فرماتے۔ (ختم نبوت ص ۲۳)

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو پٹھانوں کے خوف سے حج جیسے فریضہ سے محروم نہ رہتا۔ (نور العرفان

ص ۸۰۶)

اسی نور العرفان میں ہے:

اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو سیدنا ابراہیم کی اولاد میں سے ہوتا وغیرہا۔
تو ان لوگوں نے بھی نبوت کو فرض کر کے انکار ختم نبوت کیا ہے کوئی رضا خانی جو ان کو انکار ختم نبوت
کی زد سے بچا سکے۔

ایک اور دلیل

رضا خانی حضرات کی سنئے، مولوی تبسم شاہ بخاری لکھتے ہیں:
حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو محض بالعرض
اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے۔
(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۱۹۷)

اسی طرح مولوی غلام نصیر الدین سیالوی نے بالذات اور بالعرض کے فرق کرنے کو انکار نبوت قرار
دیا ہے دیکھئے (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۱ ص ۱۹۸)

بالعرض کا معنی مجازی تبسم صاحب نے خود لیا ہے ہم تو بالذات کا معنی یہ لیتے ہیں کہ آپ ﷺ کو
نبوت اللہ نے بلا واسطہ دی ہے تو آپ کی نبوت بالذات ہے اور باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت
آنحضور ﷺ کے صدقے اور واسطہ سے عطا فرمائی ہے لہذا وہ بالعرض ہے۔ باقی اس پر اپنی طرف سے
حواشی چڑھانا انہی کو زیبا ہے۔

رضا خانی حضرات تو جفرمائیں یہ فرق تو آپ کے گھر میں بھی ہے۔

فاضل بریلوی کہتے ہیں:

حضور ہی سرالوجود منبع الوجود و اصل ہر بود ہیں وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال و پرتو ہیں۔
مگر اولاً بالذات پرتو ذات و ظل صفات جامع الکملات حضور سید اکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل
التسلیمات ہے پھر ثانیاً بالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اسی تجلی نور سے روشن ہے۔
(حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۳۴۰)

اگر بالعرض کا معنی مجازی اور انکار ہی ہوتا تو پھر سارے انبیاء کے وجود اور ان کے انوار نبوت کا

انکار فاضل بریلوی نے ہی کر دیا ہے لہذا بریلوی اصول سے وہ منکر نبوت انبیاء ٹھہرے۔
فاضل صاحب آگے کہتے ہیں:

حضور کے احسانات کہ بے حد و غایات ہیں دو قسم ہیں۔

دینیہ کہ اولین و آخرین حتی کہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین جس نے جو نعمت ایمان و دولت عرفان پائی حضور خلیفۃ اللہ اعظم ﷺ کے ہاتھوں سے ملی حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۳۵۰)

علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

حضور تمام عالم کے وجود اور اس کے ہر کمال کی اصل ہیں۔ (نبوت عند الشیخین ص ۲۰) نیز حضور عالمین کے وجود کا سبب اور واسطہ ہیں (نبوت عند الشیخین ص ۱۹)

مولوی عبد المجید خان سعیدی لکھتے ہیں:

جب حضور اکرم ﷺ نبوت میں بھی اصل اور واسطہ ہیں الخ۔ (نبوت عند الشیخین ص ۶)
مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

آپ ﷺ منصب نبوت میں اصل ہیں۔ (الکلام الاوضح ص ۱۹۲، سرور القلوب ص ۲۲۶)
تبسم شاہ بخاری لکھتے ہیں

لفظ اصلاً ہی بالذات کا ترجمہ ہے لفظ اصل ذات کے معنی میں آتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق بے شمار لغوی استنبادات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۱۶۲)

یعنی اصل کا لفظ ذات کے معنی میں آتا ہے تو پھر سارے بریلوی حضرات کے قائلین آپ ﷺ کی نبوت کو اصل یعنی ذاتی مان رہے ہیں تو لامحالہ باقی انبیاء کی نبوت اصل یعنی ذاتی نہ ہوئی بلکہ بالعرض ہوئی تو ساری بریلویت ہی اپنے علماء کے فتوؤں سے منکر نبوت انبیاء ٹھہری۔

ایک اور دلیل سے

سید بادشاہ تبسم صاحب لکھتے ہیں:

اس اثر (اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما) کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۴۱)

اثر ابن عباس کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا احسن نانوتوی منکر خاتم النبیین ٹھہرتے ہیں۔ (جسٹس محمد کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ ص ۱۲)
مولوی حسن علی رضوی لکھتے ہیں:

ان کی رائے میں اثر ابن عباس کی حجت قبول کرنے کے بعد مولانا احسن منکر خاتم النبیین ٹھہرے تھے۔ (محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ۴۵۱)

مولوی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:
اگر نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے ہیں۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۱ ص ۱۹۲)

جبکہ رضا خانی حضرات و اکابر کی مصدقہ کتاب شرح صحیح مسلم میں غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس کے اس قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا علامہ ذہبی نے عن عطاء بن السائب عن ابی الفصحی عن ابن عباس اس سند کے ساتھ حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس کا یہ قول ہر چند کہ سنداً صحیح ہے لیکن یہ درایۃ صحیح نہیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۴۵۱)

اس روایت کو صحیح تو رضا خانی بھی مانتے ہیں ہاں اتنی بات سے دھوکا نہ کھایا جائے کہ درایۃ کی بات بھی تو لکھی ہے اس کا جائزہ ہم آگے لینے والے ہیں۔

تو رضا خانی اکابر نے روایت کو صحیح مان کر ختم نبوت کا انکار کر دیا اور یہی ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ایک اور دلیل

رضا خانی علماء کہتے ہیں:

جب مصنف تحذیر الناس اس اثر کے مضمون کو صحیح سمجھتے ہیں تو وہ ختم زمانی کے قائل کیسے ہیں۔ جب کہ مرزائی نبی پاک ﷺ کے بعد ایک نبی ماننے سے ختم نبوت کے منکر ہیں تو نانو تووی صاحب چھ نبی ماننے کے بعد ختم نبوت زمانی کے قائل کیسے ہیں؟ (عبارات اکابر کا تحقیق و تنقیدی جائزہ ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳)

مولانا محمد احسن نانو تووی (متوفی ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء) نے قیام بریلی کے زمانہ (۱۸۵۱ تا ۱۸۷۷ء) میں جب اپنے اس مسلک و موقف کا اظہار کیا کہ مختلف طبقات ارض میں بھی انبیاء کرام مثل آدم و نوح، محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود ہیں اور اس کی بنیاد اثر ابن عباس کو بنایا تو حضرت مولانا تقی علی بریلوی نے اس کا زبردست تعاقب کیا کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ (رسائل فضل رسول بدایونی مقدمہ ص ۶۰) مولوی غلام دستگیر تصوری صاحب لکھتے ہیں:

اس روایت کے ضعیف و مخالف قرآن و اجماع کے ہونے سے قطع نظر کریں تب بھی ہم کو مضرب نہیں ہے کیونکہ ہم آنحضرت ﷺ کی مثل کے ممتنع بالذات ہونے کے اس جہان دنیا میں قائل ہیں پس اگر کوئی اور جہان ہو اور اس میں سوائے اس دنیا کے انبیاء مبعوث ہوں اور ایک ان کا خاتم ہو جو آنحضرت ﷺ کی مثل نبی اور خاتم میں ہو تو اس کے ممتنع ہونے پر ہم حکم نہیں کرتے۔ (تقدیس الوکیل ص ۱۳۴)

اس کتاب کی تصدیق و تائید انوار آفتاب صداقت میں یوں ہے:

مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ تمام کاغذات بحث کو جو تحریری ہوئی تھی لے کر حرمین شریفین زاہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو تشریف لے گئے اور اخیر ماہ شوال ۱۳۰۷ھ ہجری میں بروقت اقامت مکہ معظمہ کے ان کاغذات بحث کا عربی میں ترجمہ کر کے روبرو علماء مکہ معظمہ پیش کیا ان کی تصدیق کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو وہاں علماء اور مفتیان باوقار کے روبرو پیش کیا انہوں نے بھی نہایت خلوص سے

تصدیق فرمائی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب کی تعریف اور مدح فرمائی۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۸۰)

پھر آگے لکھا ہے:

یہ پاک کتاب مستطاب دیگر علماء کرام کی تقاریظ سے مکمل ہو کر ۳۲۴ صفحہ کے حجم میں مع ترجمہ اردو صدیقی پریس قصور ضلع لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئی اور اہلسنت و جماعت کے لئے فیض عام ہوئی۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۸۱)

اس کتاب لا جواب کا جواب آج تک نہیں ہوسکا۔ (۸۲)

ہم نے مختصر اس کتاب کی تعریفات نقل کر دی ہیں اب سنیئے یہ کتاب انوار آفتاب صداقت فاضل بریلوی کی مصدقہ و مویدہ ہے اور انہوں نے حرف بحرف سنا ہے دیکھئے:

انوار آفتاب صداقت میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدداتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ حافظ قاری حاجی مولانا بافضل والعلم اولنا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ بریلوی کو کہ انہوں نے بتیس یوم میں اس کتاب کو فقیر سے حرف بہ حرف سنا اور پھر اپنی تقریظ لکھی۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۵۱۴)

اب بتائیے حرف بہ حرف سنا تو تقدیس الوکیل کی تعریف و تصدیق کو بھی تو سنا مگر رد نہ کیا تو فاضل بریلوی صاحب بریلوی اصول و ضابطہ سے ذمہ دار ٹھہرے لہذا تقدیس الوکیل کی عبارت کی تائید و تصدیق فاضل بریلوی سے ثابت ٹھہری، باقی رضا خان صاحب تقریظ و تصدیق اس وقت تک نہ کرتے تھے جب تک مکمل نہ دیکھ لیتے، چنانچہ فضل احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں فقیر اس کتاب کو لے کر بریلی شریف حاضر ہوا..... حضرت دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ جب تک میں خود اس کتاب کو بالاستیعاب نہ دیکھ لوں تب تک میری تسلی نہیں ہوسکتی اور نہ میں اس پر کوئی تقریظ لکھ سکتا ہوں۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۵۰۷)

تو انوار آفتاب کو مکمل سن کر تقریظ لکھنا اس بات کی دلیل ہے لہذا فاضل صاحب نے تقدیس الوکیل کو ملاحظہ کیا ہو گیا تبھی تو تصدیق و تعریف و تائید پر راضی رہے۔

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ رضا خان صاحب اپنوں کے ہی فتوے سے منکر ختم نبوت ٹھہرے۔

تقریظ لکھنے والا کس حد تک ذمہ دار ہوتا ہے اپنے ہی علماء کی کتب مثلاً ”تنبیہات، بجواب تحقیقات اور لطمۃ الغیب“ وغیرہا ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اور طرز سے

غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا

انی عند اللہ لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طہیہ۔

اس کے بارے میں گزارش ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی ہے تو آپ خاتم الانبیاء کیونکر ہو سکتے ہیں اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء مبعوث ہوئے اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہو جائے گا کہ اگر بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی آجائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ نیز دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف علم الہی میں نبی تھے بالفعل نہیں تھے تو پھر سرکار علیہ السلام ان سے آخری کیسے ہو گئے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا اعطاء ہوا اور اس ہستی کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ (تحقیقات ص ۳۹۴، ۳۹۳)

اور سیالوی گروپ نے اسی وجہ سے یہ کہا کہ تحقیقات جب لوگ مذہبی چال بازی کا شکار ہو رہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے وہ عن قریب انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا خان بریلوی کے افکار اور سیدی محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاس بان حضرت شیخ الحدیث نے ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے ۴۱۵ صفحات کی یہ کتاب لکھی۔ (مجلہ حجۃ الاسلام لاہور ص ۲۶۲ اشرف سیالوی نمبر)

سیالوی گروپ لکھتا ہے:

عقیدہ ختم نبوت سے چشم پوشی اور نام فدا یان ختم نبوت

فدا یان ختم نبوت کی عقیدہ ختم نبوت سے غفلت سعیدی صاحب کا رسالہ نشر کرنے والے گروہ کا نام فدا یان ختم نبوت لکھا ہے علامہ آلوسی نے ما کان محمداً کے تحت تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں وصف نبوت سے متصف ہوئے۔ اگر اسی عالم ارواح والی نبوت کا اظہار ہے پھر حضور ﷺ آخری نبی نہیں قرار پائیں گے اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں ایک پیر صاحب نے اپنے چند مریدوں کو خلافت دی اور جسے سب سے پہلے خلافت دی اسے کہا کہ ابھی تم نے اظہار نہیں کرنا دوسروں نے اظہار کر دیا ان کے بعد یہ خلیفہ صاحب گویا ہوئے کہ مجھے سب سے پہلے خلافت ملی تھی مگر میں تمہیں اب بتا رہا ہوں اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ واقعی انہیں پہلے خلافت ملی تھی تو انہیں آخری خلیفہ کہا جائے گا؟

قارئین انصاف فرمائیں! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف جزاء اللہ عدوہ بابانہ ختم النبوة میں لکھا ہے کہ جب سے سرکار کو نبوت ملی اللہ نے کسی کو نبی نہیں بنایا۔ اگر نبوت وہی عالم ارواح والی ہے اور دنیا میں صرف اظہار کا حکم ہے تو اب تمام انبیاء کی نبوت کا انکار لازم آئے گا۔ یہ اچھے فدا یان ختم نبوت ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کو اپنے مخصوص نظریے پر فدا کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اور ان کے نظریے کو اپنایا جائے تو کہیں یہ خرابی کہ حضور خاتم النبیین نہ رہیں اور کہیں یہ کہ باقی انبیاء کی نبوت کی نفی۔ العیاذ باللہ۔ (مولانا عبد المجید سعیدی کو دعوت حق ص ۲۰، ۲۱) تحقیقات والی بات کو مفتی نذیر احمد سیالوی نے بھی نقل کیا ہے ہم وہ بھی نقل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اور جناب صاحبزادہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی تو آپ ﷺ خاتم النبیین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ (محکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ ص ۳۰) یہی سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

علامہ (سعید احمد) اسعد نے حضور سید المرسلین ﷺ کی عالم ارواح والی نبوت کا انکار کر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس نبوت کے تسلیم کرنے سے حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم آتا

ہے جو قطعی طور پر کفر ہے۔ (خاتم النبیین کا معنی ص ۲۳)

یہی سیالوی صاحب مولوی سعید احمد اسعد صاحب کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے عالم ارواح میں حقیقتاً مشرف بہ نبوت فرمائے جانے کا عقیدہ رکھنے سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور بندہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (تصریحات جز ثانی ص ۴۲)

مفتی عبد المجید خان سعید صاحب مولوی سعید احمد اسعد صاحب کی تقریر کا اقتباس نقل کرتے ہیں کہ موصوف نے ”نہایت ہی خطرناک طرز پر اپنے سامعین کو مخاطب کر کے ان سے سوال کیا کہ بتاؤ اگر حضور کو پہلے سے نبی مان لیا جائے تو ختم نبوت کا کیا مطلب ہوگا۔ یعنی آپ ﷺ خاتم النبیین کیونکر ہو سکیں گے؟ (مسئلہ نبوت عند الشیخین ص ۲۵)

سیالوی گروپ کا نامی گرامی مولوی مفتی غلام حسن قادری صاحب لکھتا ہے۔
میں اس کو نزاع لفظی نہ کہوں تو کیا کہوں؟ یا پھر فریق در پردہ ختم نبوت کے عقیدے کو کمزور کر کے قادیانیت کو نادرستہ طور پر تحفظ دے رہا ہے۔ (ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۸)
قارئین گرامی قدر! سیالوی گروپ اپنے مخالفین کو جو عالم ارواح سے آپ ﷺ کو نبی مانتے ہیں ان کو ختم نبوت کا منکر اور قادیانی وغیرہ سب کچھ کہتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔
اب دیکھئے فاضل بریلوی کا قول عالم ارواح سے نبوت ماننے والا ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔
مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (رسائل نعیمیہ ص ۶۴)

مولوی مجدد علی صاحب لکھتے ہیں:

سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو ملا۔ روز میثاق تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۶)

مولوی محمود احمد رضوی صاحب لکھتے ہیں:

حضور نے فرمایا میں خاتم الانبیاء اس وقت سے ہوں جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔ (دین مصطفیٰ

ص ۸۵)

اسی موقف پر درج ذیل کتب بھی وجود میں آئیں:

تنبیہات، مصلحانہ کاوش، نبوت عند الشیخین، تصریحات، نبوت مصطفیٰ، نبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ، توضحات، تجلیات علمی، اہم شرعی فیصلہ، نبی الانبیاء والمرسلین، خلاصۃ الکلام، مولانا اشرف سیالوی کو دعوت رجوع، وغیرہا۔

تو یہ سب بشمول رضا خان سب فریق اول کے نزدیک ختم نبوت کے منکر ٹھہرے۔

ایک اور دلیل سے

پیر مہر علی شاہ صاحب نے امکان نظیر کے قائلین کو ماجور و مثاب اور اللہ ان کی سعی کو قبول و منظور

فرمائے وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے دیکھئے فتاویٰ مہر یہ ص ۹)

مگر رضا خانی تبسم بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ

ایک اور مسئلہ یہ نکالا کہ حضور ﷺ کی نظیر ممکن ہے اس عقیدے سے بھی ختم نبوت پر زد پڑتی ہے۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۵)

معلوم ہوا کہ پیر صاحب نے منکرین ختم نبوت کو ماجور و مثاب وغیرہ قرار دے کر قائلین ختم نبوت

کے ساتھ وفاداری نہیں یہ تبسم صاحب کی بات کا خلاصہ نکلا۔ لہذا کافر کو کافر نہ کہہ کر تبسم کے مذہب کا خون

پیر صاحب نے کر دیا اور اب خود پیر صاحب بریلوی مسلک میں محل نظر ٹھہرے وگرنہ رضا خانی حضرات

کی نظر میں منکرین ختم نبوت کا ساتھ دینے والے ٹھہرے۔

ایک اور دلیل اور رضا خانیت کا خون

مولوی اشرف آصف جلالی کی مصدقہ کتاب ختم نبوت اور تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ ”اسی طرح جو

کوئی خاتم کے معنی میں تبدیلی کرے گا مسلمان نہ رہے گا۔ قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو یہ آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوگئی آخری نبی کا معنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، صحابہ کرام، تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ و ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا۔ جملہ ائمہ کرام مفسرین و محدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع اور تواثر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۳)

یہی اشرف آصف جلالی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی محققین نے یہ بیان کیا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو جمع کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں رکھ دی۔ اور آپ کے دل کو اس نبوت کے لئے معدن قرار دے دیا نبوت کو دل میں رکھنے کے بعد مہر لگادی تاکہ کسی دشمن نبوت کو چوری کرنے کی توفیق نہ ہو سکے اور نبوت کی چوری کی طرف اس کو راستہ نہ مل سکے نہ شیطان کے دوسے کو راستے ملے اور نہ ہی نفس کی خواہش کو راستہ ملے۔ (العاقب مارچ ۲۰۱۲ء ص ۳۲)

کیونکہ جی تبسم صاحب آپ کا فتویٰ تقریظ لکھنے والے حضرت کے سر ہی کام آگیا تبسم صاحب نے خود ہی خواہ قمر الدین سیالوی صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتویٰ کفر لگایا جاسکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے گا۔ الخ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۴۳۴)

لوجی یہ بھی آخری نبی معنی نہ کرنے کی گنجائش چھوڑ رہے ہیں اور آپ نے نقل کر کے تائید بھی کردی لہذا آپ کا فتویٰ آپ کے سر ہی آ پہنچا۔

مزید تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب دفاع ختم نبوت ص ۱۷۴ تا ۱۸۱ ملاحظہ فرمائیں کئی بریلوی اکابر

پر یہ فتویٰ سچ جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان کی نظر میں کون کون سے آپ کے اپنے افراد خاتم الانبیاء کے منکر ہیں۔

مقدمہ حسام الحرمین

مسئلہ نمبر ۳۰

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

برادران اہل سنت کی خدمت میں بندہ عرض کرتا ہے ہمارے کرم فرما رضا خانی حضرات کی حسام الحرمین پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس پر لکھنے کا حق ادا کر دیا فجزاءہم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین مگر چند دنوں کے بعض عنوانات میرے ذہن میں گردش کر رہے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو قلم کے سپرد کردوں تاکہ کسی حق و صحیح بات کی متلاشی کا بھلا ہو۔

میں نے اس نام کو تجویز اس لیے کیا ہے کہ لوگ حسام الحرمین سے پہلے اس کو ضرور مطالعہ فرمائیں اس کی حیثیت مقدمہ کی سے ہے۔

میں اپنے مطلب کی طرف آتا ہوں کہ۔

رضا خانی صاحب ملت بریلویہ کے لئے بہت کچھ ہوں گے چاہے وہ ان کو تنابڑا مانیں مگر ہم ان کو شریعت کے اصول پر پرکھ بغیر نہیں چھوڑتے۔

یہاں ہمیں ان کی حسام الحرمین پر خیاں دیکھنی مطلوب نہیں بلکہ شریعت کے دائرہ اور اصول سے ان کو پرکھنا ہے۔

پہلی بات رضا خانی حضرات کے گھر سے دیکھ لیتے ہیں۔

خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں:

والحاصل انه لا يعتمد علی فتویٰ المفتی الفاسق مطلقاً۔ (کلیات مکاتیب رضا حصہ دوم

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ فاسق کے فتوے پر مطلقاً اعتما نہیں کیا جائے گا۔
اب ہم ان کی معصیت کا حال قارئین کی نظر کے سامنے لاتے ہیں۔
خانصاحب فرماتے ہیں:

اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر اجرت ممنوع و معصیت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ) ان لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

(ترجمہ) لوگو! تمہاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔
علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لیے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۰)

بغور پڑھیں کہ فاضل بریلوی نے کسی شے کو حرام اور مکروہ قرار دینا جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ قرار دیا ہو معصیت اور افتراء علی اللہ قرار دیا ہے۔

اور ایسا آدمی یقیناً فاسق و فاجر ہوگا۔

فاضل صاحب لکھتے ہیں اوجھڑی، امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۸)

حالانکہ فقہ حنفی کے اکابرین سے کسی نے بھی اس کو مکروہ قرار نہیں دیا۔ یہ فاضل بریلوی کے زمانہ میں آ کر مکروہ قرار دی گئی۔

اور یہ بات مفتی اقتدار احمد خان نعیمی نے تسلیم کی ہے کہ

آپ سے پہلے کسی فقیہ و امام نے ان کو مکروہ تحریمی یا تنزیہی نہ فرمایا۔ (العطایا الاحمدیہ ج ۴)

(ص ۱۴۷)

تو شریعت مطہرہ نے تو اسے مکروہ نہ قرار دیا جب کہ رضا خان صاحب مکروہ قرار دے کر خدا پر جھوٹ باندھا اور معصیت کو گلے لگایا۔

فاضل صاحب کے فسق کا فیصلہ ہوا یا نہ؟۔

قرآن پاک میں مفتی علی اللہ کو بہت بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے۔

اور فاضل صاحب خود فرماتے ہیں:

فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۰۱)

دیکھئے فاضل صاحب اپنے ہی ارشادات سے کس قدر فاسق ٹھہرے۔

اور رضا خانیوں کی مصدقہ کتاب شرح صحیح مسلم میں ج ۱ ص ۳۰۱ پر یوں تحریر ہے۔

ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے۔

اب ہمیں معلوم ہوا رضا خانی حضرات کیونکر خانصاحب کو نقطہ برابر خطا سے معصوم مانتے ہیں یہ یاد رہے کہ مکروہ تحریمی واجب کے مرتبہ میں ہے تو خانصاحب کو رضا خانی حضرات خدا یا رسول سمجھتے ہیں مگر ہم تو انہی کے گھر سے فاسق و فاجر بھی ثابت کر چکے ویسے ہمارا نقطہ نظر خانصاحب کے متعلق وہی ہے جو ابن شیر خدا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ یہ بھی یاد رہے کہ علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں اس سے مراد کراہت تحریمی لیتے ہیں کراہت تحریم کا مرتکب گناہ گار اور مستحق عذاب ہوتا ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۷۲۲)

خانصاحب کے فسق پر دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیں، فہارس فتاویٰ رضویہ میں ہے:

بے حیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہو جاتا ہے۔

شیطان ملعون بے حیائی کا استاد ہے۔

جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔

فحش گوئی جفا ہے اور جفا والا دوزخ میں ہے۔

شرم اور کم سخی ایمان کی دو شاخیں ہیں۔

فحش گوئی اور زبان درازی منافقت کے دو شعبے ہیں۔

فحش کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو معیوب اور حیا کسی چیز میں داخل ہو تو اس کو مزین کر دیتا ہے۔
فحش گوئی کرنے والا منحوس ہے۔

بد زبان و بے حیاء کے نسب میں خلل ہوتا ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۶۶۳)

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے استاد جناب مولانا معین الدین اجمیری فرماتے ہیں:

دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گواہ اپنی انتہائی فحش گوئی کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ (تجلیات انوار معین ص ۳۶)

اب آئیے فاضل صاحب کی طرف وہ لکھتے ہیں:

شریفہ ظریفہ رمیدہ نے اپنے اقبال و سبع سے ان کی ادبار پر ضیق کو فراخی حوصلہ کی کے سکھائی کہ
چاہیں الخ (خالص الاعتقاد ص ۱۰)

ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں کہ:

وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے..... ناچنا تھر کنائٹ کی طرح کلا کھیلنا عورتوں سے جماع کرنا لواطت جیسی
خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کی عنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان
کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے
جوف دار کھگل ہے سبوح قدوس نہیں عنثی مشکل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۵۴۵)

ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں کہ:

عورت قادر ہے کہ زنا کرے تو تمہارے امام اور تمہارے پدر کی تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ
تمہارا خدا بھی زنا کر اسکے ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر تحقیقے اڑائیں گی کہ کھٹو تو ہمارے
برابر بھی نہ ہوسکا پھر کا ہے پر خدائی کا دم مارتا ہے اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ
زنا کا ہے میں کر اسکے گا عنثی خدا کے پجاریوں کیوں سبوح و قدوس کے بندوں سے اچھتے ہو۔ (اللہ

جھوٹ سے پاک ہے ص ۱۶۱، ۱۶۲)

آگے لکھتے ہیں:

تعب تھا کہ خدا کے لئے آلہ مردی ہو تو اس کے اس مقابل عورت کہاں سے آئے گی اندام زنی ہوا تو اس کے لائق اسے مرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہاء ہوگی یوں ایک خدا ئن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ذیل خدا ماننا ہوگا جو دوسری ہوس بھر سکے۔ الخ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص ۱۶۲)

آگے رقم طراز ہیں:

ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان کا معبود یو ہیں نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص ۱۶۳)

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے
اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں نکلٹائے جائیں گے
وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں
پھر اوچھل کا پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو
پیٹھ پر جاکر کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۹۲)

ایک جگہ یوں گوہر نایاب عطا فرماتے:

اشرف علی لعبتہ الصبیان
اضر حبلی من نتائج ردة

انہی جراءک فی الحسان عن العواء
انت انجحی یا کلبۃ الشیطان

(حدائق بخشش سوم ص ۸۹)

ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے تو اپنے پلوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔

اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

اسپ سنت مادہ خراز بدعت آورده بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفر می کند

(حدائق بخشش سوم ص ۳۲)

سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا نچر پیدا ہوا اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔ اس طرح بہت سا مواد اکٹھا کیا جاسکتا ہے مگر اختصار کی وجہ سے آخری بات کہ گھر کے افراد نے بھی شکوہ کیا کہ

آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے فیضان اعلیٰ حضرت ص ۲۷۵) القصہ ایسی بدزبانی فحش گوئی اور بے حیائی اور گندی و بازاری زبان استعمال فرما کر کیا فاضل صاحب فسق سے بھی محروم رہیں گے یہ تو ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم فسق کی بات کر رہے ہیں ورنہ خان صاحب خود ایسی فحش گوئی کرنے والے کو جہنمی، نسب میں خلل، منافق کیا کچھ نقل فرما رہے ہیں مگر ہمیں زبردستی نہیں کرنی فاضل صاحب کو چھٹی ہے بننا چاہیں تو کوئی رکاوٹ نہیں بڑے شوق سے یہ داد وصول فرمائیں۔

القصہ فاضل صاحب کی فسق کی داستان بہت لمبی ہے ہم نے مختصر کر دی ہے تاکہ قارئین اکتانہ جائیں تو فاضل صاحب کا ہی فیصلہ ہے کہ فاسق کے فتوے پر اعتماد نہیں کیا جائے گا تو حسام الحرمین کے فتوے دربارہ اہل سنت بے وقعت اور بے قیمت ثابت ہوئے۔ فللہ الحمد۔

دوسری بات یہ ہے رضا خان کی طبیعت میں شدت و سختی بہت زیادہ تھی۔

خود گھر والے حضرات لکھتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت تشدد تھے انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتب فکر کے مقابلے میں ممیز و مشخص کرتی ہے۔ (تاجدار بریلی نمبر ۲۰۰۳ء ص ۵۳)

پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۱۶)
مولوی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ (الحائق فی الحدائق ج ۱ ص ۲۵۳)
حوالے یہی کافی ہیں ورنہ انبار لگ سکتا ہے۔

جب فاضل صاحب کی طبیعت میں شدت زیادہ ہے اور بہت تشدد ہیں تو کیا ان کی جرح کا اعتبار ہوگا ہرگز نہیں۔

اکابر بریلویہ کی مصدقہ کتاب اسلامی عقائد میں ہے:

علامہ ذہبی کا اس حدیث کو موضوع قرار دینا سینہ زوری ہے اور یہ ان سے کچھ بعید نہیں کیونکہ جرح و تعدیل کے سلسلے میں ان کا تشدد ہونا معروف ہے۔ (اسلامی عقائد ص ۶۷)
آگے یوں تحریر ہے کہ:

علامہ ذہبی کسی حدیث کو موضوع قرار دینے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں متعدد علماء نے کئی حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے مگر ان کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ (اسلامی عقائد ص ۷۱ مکتبہ قادریہ لاہور)
ایک اور بریلوی عالم صاحب لکھتے ہیں:

جب خود بھی تم اے غیر مقلد و امام نسائی کو جرح کرنے میں تشدد سمجھتے ہو تو پھر ان کی جرح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیوں قابل اعتبار سمجھتے ہو۔ (امام اعظم ابو حنیفہ پر جرح کا مدلل رد ص ۷۸)
پھر دیانتداری سے بتائیں امام قاسم اور دیگر اکابر دیوبند وغیرہم رحمہم اللہ پر فاضل صاحب کی جرح کا کیا اعتبار ہوگا۔

لہذا حسام الحرمین کے فتاویٰ دربارہ اہل السنۃ مردود و مطرود ٹھہرے۔ (فہارس رضویہ فتاویٰ ص ۲۸۱)

مزید برآں یہ بھی ملحوظ رہے کہ فاضل صاحب خود لکھتے ہیں تشدد بے جانا جائز اور سبب ہلاک ہے۔ تو رضا خان صاحب کی ہلاکت و بربادی کے لئے ان کے گھر کی گواہی ہی کافی ہے۔
رضا خانی حضرات میں شروع سے ہی تکفیر میں جلد بازی ہے، چنانچہ مشہور مؤرخ سید عبدالحی صاحب نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

مسارعاً فی التکفیر قد حمل لواء التکفیر والتفریق فی الدیار الہندیہ فی العصر الاخیر۔ (بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۴۴)
یعنی تکفیر میں مسلم میں بہت ہی عجلت پسند ہے زمانہ اخیر میں اسی نے دیار ہند میں تکفیر و تفریق کا علم بلند کیا۔ (// // ص ۴۴)

المیزان کے احمد رضا بمبئی نمبر میں ہے۔
عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے۔ (مسلمانوں کو کافر گردانے والے) بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی۔ (المیزان کا احمد رضا نمبر ص ۲۹)
مولوی ابولکیم محمد صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:
آخر عام لوگوں میں شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔ (انوار احناف ص ۶۳)
آگے لکھتے ہیں:

مشہور محاورہ ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔ (انوار احناف ص ۶۴)
یہ تو رضا خانی گھر سے ہی معلوم ہو گیا واقعۃً فاضل بریلوی کو یہ مسئلہ تھا۔
اسی کے ساتھ یہ بھی سنتے جائیے کہ بریلوی شیخ الاسلام لکھتے ہیں:
اب کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں کلمہ گو منافق اور کافر ہے اپنے آپ کو خدا اور رسول کے مسند پر بٹھانے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ص ۴۳)
ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پر ہاتھ خیال سے صاف کیا جائے ورنہ فتویٰ کفر گلے میں پڑے گا

دیکھئے ”دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ“۔

اس سلسلہ میں جلد بازی رضا خانی حضرات میں آج تک چلی آرہی ہے۔
دیکھئے!

مولوی اشرف سیالوی صاحب کہتے ہیں:

علماء اہل سنت کو چاہئے کہ تکفیر اہل سنت کی بجائے نکثیر اہل سنت پر زور دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی
تحریر و تقریر سے اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔ (حجۃ الاسلام ص ۱۹۹)
ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

ہمارے لوگ مطالعہ کرتے کوئی نہیں اور فٹ گستاخی کے فتوے جڑ دیتے ہیں۔ (حجۃ الاسلام

ص ۱۹۱)

ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

لوگوں نے پیر کرم شاہ کو بھی کافر کہا اور مجھے بھی کافر کہتے ہیں۔ (حجۃ الاسلام ص ۱۹۸)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

جلد بازی اور غلبت سے کام لیتے ہوئے اس کو بندہ کا عقیدہ بھی بنا ڈالا اور کفر ہونے کا فتویٰ بھی داغ

دیا۔ (ازالۃ الريب ص ۶۸)

مولوی سعید احمد مجددی صاحب لکھتے ہیں:

ہمارے دور کے بعض لوگ جو محمد بن عبد الوہاب مجددی کے مزاج سے مشرف ہیں اور سنی بلکہ رضوی

کہلانے کے باوجود حکم تکفیر یا تفسیق میں بہت جلد باز واقع ہوئے ہیں کسی بھی بزرگ کی گستاخی کرنے کے

بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اگر کہیں سے کیسی ہی کمزور دلیل مل جائے تو ان کے لئے ڈوبتے کو تینکے کا

سہارا بن جاتی ہے۔ (دفاع حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۹۴، ۳۹۵)

مولوی مظہر سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

بعض حاسدین نے سورہ مومن، سورہ محمد، سورہ فتح، کی تینوں آیتوں میں وارد لفظ ”ذنب“ کا ترجمہ

(بظاہر) خلاف اولیٰ کرنے کی بنا پر البیان کو ہدف تنقید بنایا اور ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا اور یہ

موقف اختیار کیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کنز الایمان والا ترجمہ ہی صحیح ہے اور البیان کا ترجمہ صراحۃً تو بہن رسالت پر مبنی ہے اس لیے علامہ کاظمی (معاذ اللہ) گستاخ رسول قرار پا کر کافر و مرتد ہو گئے۔ حضرت غزالی دوراں قدس سرہ کی ذات پر ایسے ریکھ حملے کئے اور سب و شتم کا ایسا بازار گرم کیا اور ایسی غلیظ زبان استعمال کی کہ الامان والحفیظ شرافت و دیانت کا سرشرم سے جھک گیا۔ (ابتدائیہ التصدیقات لرفع التلبیسات)

پیر فاروق القادری صاحب لکھتے ہیں:

بد قسمتی سے پچھلے کئی سال سے کچھ ایسے لوگوں نے قرطاس و قلم کا اور منبر و محراب سنبھال لیے ہیں اگرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت اور بریلوی مسلک کا ضامن قرار دیتے ہیں تاہم یہ نادان دوست اہل سنت و جماعت کو تنگ نظر فتویٰ باز اور کٹھ ملاؤں کی جماعت بنانے کے کار خیر میں مصروف ہیں ان کے زہر یلے قلم طعن و تشنیع اور دشنام طرازی سے نہ معروف عالم دین اور مفسر قرآن پیر کرم شاہ صاحب الازہری جیسے فخر سنیّت محفوظ ہیں الخ۔ (سہ ماہی انوار رضا عظمت ابراہیم نمبر ص ۱۳۴)

محمد ناصر مصلحی صاحب لکھتے ہیں:

علماء کبار کا مزاج یہی ہے ذرا کسی کی شکایت ملی تصدیق بھی ضروری نہیں سمجھیں گے خبیث و مردود کہنے لگے اس کے ساتھ روز اول ہی سے وہ سلوک کریں گے جو کسی گستاخ رسول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۵۲، ۵۳)

افسوس کہ آج حلقہ بریلی کے جلسے عموماً علمیت و معقولیت کے بجائے شدت و جذباتیت کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں جلسوں میں بیٹھ کر احساس ہوتا ہے کہ محفل وعظ و تذکیر میں نہیں میدان ضرب و حرب میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں اندھا دھند مار کٹائی جاری ہے۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۵۶)

مرکز کے عریٰ السیاح خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کے اڈے بن کر رہ گئے ہیں ہر سال اس خوش خبری کے بجائے کہ گمراہوں کے کس گروپ کو قبول مسلک سنیّت کرادیا گیا ہے یہ اعلان کیا جاتا کہ اس سال فلاں حصہ احباب کو سنیّت سے خارج کیا جا رہا ہے۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۹۶)

رضا خانیوں کی تکفیری مہم پر بیگانے تو بیگانے اپنے بھی رو رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تکفیری

مشین گن چل رہی ہے اور اندھا دھند چل رہی ہے اور کسی کی پرواہ کئے بغیر چل رہی ہے، نہ اصول کی پرواہ، نہ ضابطے کی پرواہ، نہ قواعد کا خیال، نہ ہی تکفیر میں احتیاط کا پہلو، کچھ بھی ملحوظ خاطر نہیں۔ یہ سب کچھ رضا خانی اقوال سے معلوم ہوا ہے اور رضا خانی اقوال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکفیری افسانہ ان حضرات کا انتہائی غلو پر مبنی ہے اور کسی کے اشارے پر یہ لوگ چل رہے ہیں۔

تکفیر کے لیے اصول رضا خانی حضرات کے گھر سے

مولوی عبدالستار ہمدانی صاحب لکھتے ہیں:

کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ دینا مشکل سے مشکل کام ہے متکلم، کلام، تکلم، الزام، لزوم، تاویل، صراحت، ابہام، ظاہر معنی کلام، لغوی پہلو، محاورات، اصطلاح، الفاظ ظن خیر، وصول نیت وغیرہ اہم اہم اور ضروری امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب وجہ اظہار من القہر کی طرح ثابت ہو تب کہیں کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل کر کے بھی اس کو کفر سے بچایا جائے۔ (امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر ص ۹۲)

فاضل بریلوی نے کسی بات کا بھی خیال نہیں کیا کیونکہ ان کی تو تفریق کے لئے اغیار نے تشکیل فرمائی تھی۔

مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں

علم العقائد کا قانون ہے فتویٰ کفر و شرک کے لئے صریح نص چاہئے۔ (خزانہ خدا کی چابیاں حبیب خدا کے ہاتھ میں ص ۲۵)

جبکہ فاضل صاحب کے پاس نص صریح نہ تھی بلکہ خود جان بوجھ کر عبارات تکفیر کے لئے تیار فرمائیں حضرت گنگوہی کے نام پر خود فتویٰ گھڑا، حضرت نانوتوی کے نام پر خود عبارت کو ترتیب دیا۔ تو تکفیر کا اصول ہی پس پشت ڈال دیا۔

مفتی اقتدار احمد خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

کفر کا فتویٰ تب لگایا جاسکتا تھا جبکہ شاعر سے ملاقات ہوتی اس سے ان اشعار کے بارے میں گفتگو

ہوتی اگر اس کے سارے مطلب معنی کفر کی ہی طرف جاتے اور وہ شاعر اپنے اس کفر پر ضد کرتے ہوئے قائم رہتا تو بہ نہ کرتا۔ (العطایا الاحمدیہ ج ۳ ص ۱۰۳)

فاضل بریلوی نے اس کی بھی خلاف ورزی کی۔

فاضل بریلوی خود لکھتے ہیں:

بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر محمول کریں گے۔

(فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۸۵۲)

قاسم العلوم والخیرات کا مقبول اور بزرگ ہونا یہاں تک مسلم ہے کہ مولوی دیدار احمد الوری صاحب باوجود رضا خان کے قریبی ہیں مگر حضرت کا نام رئیس المحدثین، مغفور وغیرہ الفاظ سے لیتے ہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے مقدمہ شرح وقایہ میں خوب تعریف کی ہے تو رضا خان کو قرآنی حکم کا خیال کرنا چاہئے تھا مگر رضا خان ضد و تعصب و بغض میں سب کچھ چھوڑ کر فرنگی آقاؤں کا حق نمک ادا کرتا رہا۔

اسی پر مزید یہ بھی یاد رکھا جائے کہ فاضل صاحب کی طبیعت کا تشدد اور فتوے میں جلد بازی کا عالم یہ تھا کہ عبدالرحمان القاری جس کی روایت بخاری میں بھی موجود ہے اور بعض حضرات نے اسے صحابی قرار دیا اور صحابہ میں شمار کیا..... تفصیل کے لئے الاکمال فی اسماء الرجال دیکھیں۔ ایک بار عبدالرحمان قاری جو کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے۔ پھر آگے ان کا یوں تذکرہ کیا اس محمدی شیر (حضرت ابو قتادہؓ) نے خوک شیطان کو دے مارا خنجر۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۹۷، ۱۹۸)

یعنی ان کو خوک، (خنزیر) اور شیطان بھی قرار دیا (العیاذ باللہ)

رضا خان صاحب کی اس تکفیر بازی میں عجلت کا شکوہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد محترم جناب حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ نے بھی کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت ایک عالم کی تکفیر کرنے والے.....

کیا زبردست داؤ گھات چودھویں صدی کے مجدد نے ایجاد کیے ہیں کہ تمام عالم کی تکفیر و تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتھے نہ چڑھے اور گھر میں بیٹھ کر عام میدان جیت لیے۔ (تجلیات انوار معین ص ۳)

آگے لکھتے ہیں

فضیلت نمبر ۲، تکفیر

خلقت آپ کی اس فضیلت سے بے حد نالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ طعن کی بات اور ہے مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں ہے۔ (تجلیات انوار معین ص ۷۳)

پھر آگے لکھتے ہیں:

سوال:

اس دور کے مجدد نے کس قدر اسلامی تعداد میں اضافہ کیا؟

جواب:

کفر کی تعداد میں بے شمار اضافہ کر دیا اور اسلام کو قریب قریب اپنے زعم میں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ (تجلیات انوار معین ص ۳۸)

آگے لکھتے ہیں۔

دبی زبان سے اہل بدایوں کی تکفیر فرما گئے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

آپ کی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں۔ (تجلیات انوار معین ص ۳۹)

فاضل بریلوی کی تکفیر میں جلد بازی مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی نے بھی بھانپ لی اور بقول رضا خانی انہوں نے فرمایا کہ تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ الخ تفصیل کے لئے دیکھئے ”فیضان اعلیٰ حضرت“

”تذکرہ تاجدار بریلی شریف“

اور اس پر ایک اور دلیل بھی ملاحظہ فرمائیں:

مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ نے بھی فاضل بریلوی کو خط لکھا اور فاضل بریلوی کی تکفیری مہم پر

افسوس کا اظہار کیا اور یہاں تک فرمایا کہ دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ”سیرت مولانا محمد علی مونگیری“۔

ایک اور طرز سے فاضل صاحب کو دیکھیں۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے جاہل کو مفتی بنا حلال نہیں نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد جائز۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۲۰، ۲۱)

خود پروفیسر صاحب ڈاکٹر محمد مسعود نے بھی کہا کہ مجھے ایک فاضل نے کہا فاضل بریلوی تو جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (امام احمد رضا اور ترک موالات ص ۵)

اس پر مزید دلائل بھی دیکھ لیں:

(۱) فاضل بریلوی نے سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۶ اور سورہ احقاف کی آیت نمبر ۱۰ میں شاہد کا ترجمہ گواہ کیا ہے دیکھئے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔

تو پھر گھر کے آدمی پھڑک اٹھے کہ یہ تو ان پڑھ کا کام ہے چنانچہ لکھتے ہیں مولوی عمر اچھروی صاحب کہ ”باقی رہا تمہارا اعتراض کہ شاہد کا معنی گواہ کے ہیں یہ کسی ان پڑھ کا ترجمہ ہے۔ (مقیاس مناظرہ ص ۲۱۰)

(۲) رضا خان نے ایک مصرعہ لکھا ع

مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۳۰)

یعنی مجھے اپنی طبیعت کی شوخی کی قسم۔ تو اس میں انہوں نے اپنی قسم کھائی تو رضا خان کی اولاد معنوی پر یہ ناگوار گزرا چنانچہ مفتی اقتدار احمد خان صاحب آگے ہوئے اور فرمانے لگے:

بجز اللہ تعالیٰ کسی کی قسم کھانا سخت ترین جرم ہے فقہائے کرام تو ایسی غیر اللہ کی قسم کو بحکم حدیث شرک قرار دیتے ہیں دراصل مسلم قوم کی انتہائی بد قسمتی ہے کہ بے علم لوگوں نے نعتیں لکھنا شروع کر دیں۔ (تقیدات علی مطبوعات ص ۹)

(۳) فاضل بریلوی صاحب نے سورہ نحل آیت ۹۶ میں انما کا ترجمہ کیا ہے بے شک۔ پوری

آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے (کنز الایمان) جبکہ ملت رضویہ کے مناظر و مجادل مفتی عبدالجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں انما کلمہ حصر ہے جس کا ترجمہ بے شک کرنا درست نہیں فتیح جہالت ہے۔ (علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کا قلع قمع ص ۷۰)

تو معلوم ہوا کہ رضا خان صاحب جہالت کی پیداوار ہیں اور وہ خود فرماتے ہیں:

جاہل کے فتوے کا اعتبار و اعتماد نہیں ہے تو فاضل بریلوی کے فتویٰ کا کیا اعتبار کیا جائے لہذا گھر سے بھی ثابت ہوا کہ یہ فتویٰ حسام الحرمین میں جو احکام اہل السنۃ دیوبند کے متعلق ہیں وہ قابل اعتبار و اعتماد نہیں بلکہ جہالت و ضد و بغض کی پیداوار ہیں۔

ایک اور دلیل سے رضا خان کی جہالت و حماقت ملاحظہ فرمائیں۔

رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں اکابر دیوبند کو ایسا کافر لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر جبکہ رضا خانیوں کی معتبر و مستند کتاب انوار ساطعہ میں امداد اللہ فی الارض حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی طرف منسوب مضمون (جس پر یقیناً رضویوں کو اعتماد و اعتبار ہے) میں لکھا ہے۔ فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر جرأت نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے اور اس میں صرف اوقات کو حماقت بلکہ حصران و خزلان کا موجب سمجھتا ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۴۱۲ فیض گنج بخش بک سینٹر لاہور)

حاجی صاحب اکابر دیوبند کو نہ صرف مسلمان بلکہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور بزرگ فرماتے تھے تو ان کی تکفیر پر جرأت کرنا حاجی صاحب کے نزدیک حماقت اور آخرت کا نقصان و خسارہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ رضا خان دنیا و آخرت میں راندہ گیا اور حماقت و بے وقوفی کی وجہ سے امت مسلمہ نے اس کے فتویٰ تکفیر کو منہ تک نہ لگایا سوائے چند رضا خانی بھیسروں کے۔ تو فتویٰ جاہل و احمق کا کیسے معتبر ٹھہرے خود اپنے ہی اصول سے مرد و ٹھہرا۔

ایک اور طرز سے

حجۃ الاسلام الامام الکبیر سیدنا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ اور خلیل

الملة والدین، بدرالحدیثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ کی کتاب براہین قاطعہ کے بارے میں خود مولوی عبدالسمیع رامپوری سے سنیے۔ وہ لکھتے ہیں ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء) میں براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ نامی ایک کتاب مطبع ہاشمی میرٹھ سے اس وضاحت کے ساتھ شائع ہوئی کہ یہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم سے چھپی ہے۔

جبکہ فاضل بریلوی ”اللہ جھوٹ سے پاک ہے“ میں لکھتے ہیں
 حاش اللہ حاش اللہ اور ہزار ہزار بار حاش اللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان متقدموں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان بھی جانتا ہوں۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص ۱۰۹، ۱۱۰)
 یہ کتاب اعلیٰ حضرت بریلوی نے ۱۳۰۷ھ میں لکھی۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ ان عبارات سے تو فاضل صاحب واقف تھے مگر اس وقت ان کی بنیاد پر کافر نہ کہا مگر عرصہ دراز بعد جب قطب الارشاد فقیہ النفس رشدی الملة والدین امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہو گئی بعد میں ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین لکھ کر کافر قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی کے رعب و دبدبہ سے فاضل صاحب کو جرأت ہی نہ ہو سکی کہ وہ تکفیری کتاب میدان میں لاتے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ عبارات ایسی نہ تھیں کہ ان کی بنیاد پر فتویٰ کفر لگے۔ اب سوال یہ ہے اگر دوسرا فتویٰ حسام الحرمین میں اکابر کے متعلق سچا ہے تو پہلے مسلمان سمجھنے کی وجہ سے خود کافر ہوا اور اگر پہلا سچا ہے تو سچے مسلمانوں کو کافر کہہ کر خود کافر ہوا۔ اب آپ لوگوں کی مرضی ہے کہ کدھر سے فاضل بریلوی کو فتویٰ لگوانا ہے۔

ایک اور طرز سے

فاضل بریلوی نے حضرت قطب الارشاد گنگوہی پر فتویٰ اس لیے لگایا کہ وہ بقول اس کے خدا کو جھوٹا مانتا ہے (العیاذ باللہ) چنانچہ آ لہ حضرت لکھتے ہیں:
 اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخط میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع

رد کے چھپا) صاف لکھ گیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی درکنار فاسق بھی نہ کہو۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کے امکان کذب ماننے کا برا انجام دیکھ کیونکر وقوع کذب ماننے کی طرف کھینچ کر لے گیا۔ (حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۷۱)

اب آپ دیکھیں یہ خود فتویٰ گھڑ کر حضرت کے نام لگا دیا کہ وہ خدا کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اس لئے کافر جو نہ مانے وہ خود کافر وغیرہ من الخرافات۔

جبکہ ”اللہ جھوٹ سے پاک ہے“ میں لکھ ہیں۔

امام داماد، خادم و مخدوم، سارا طائفہ ملوم، کذب الہی کو واقع و موجود گارہا ہے۔ (اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص ۸۵)

یہ بات فاضل صاحب نے ۱۳۰۷ھ میں شائع کی۔

اب آگے چلئے!

فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۳۴ پر اللہ جھوٹ سے پاک ہے کی فہرست میں لکھا ہے۔

دیوبندیوں کا یہ قول کہ ”خدا نہ جھوٹ بولا نہ بولے“ جھوٹ ہے کیونکہ وہ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں کذب کو ممکن بلکہ جائز و قوی ماننے ہیں۔

اس سب کے باوجود فاضل صاحب نے ہمارے اکابر کو مسلمان لکھا کیونکہ اسی کتاب میں لکھا میں ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے وقوع کذب کا الزام لگا کر کافر کہتا ہے اور دوسری جگہ وقوع کذب کا الزام لگا کر مسلمان کہتا ہے۔ اب اگر پہلا فتویٰ سچا ہے تکفیر والا تو دوسری تحریر کے مطابق مسلمان سمجھتا رہا لہذا خود کافر ہوا۔

اور اگر دوسرا فتویٰ سچا ہے تو پھر مسلمان پر بلکہ سچے اور یکے مسلمانوں کو کافر کہہ کر بھی خود کافر ہوا۔

اب رضا خانی حضرات کو دعوت فکر ہے کہ وہ جدھر کا فتویٰ رضا خان کے لیے قبول فرمائیں۔ یہ ہماری اپنی باتیں نہیں بلکہ رضا خان کی تعلیمات کا ہی آئینہ اور فیض ہیں جس کو قبول فرمانا ضرور ہے ورنہ پھر بھی بریلوی نہ رہو گے اور اگر رہو گے تو تکفیر کی تلوار تمہاری گردن پر لٹکتی رہے گی۔

ایک اور طرز سے

ہم پیچھے مولوی ابولکیم محمد صدیق فانی صاحب کے حوالے سے عرض کر آئے آگے کہ جو چیز مشہور ہوتی ہے اس کی کچھ نہ کچھ وجہ ضرور ہوتی ہے انہوں نے یہاں تک فرما دیا کہ آواز خلق نقارہ خدا ہوتی ہے اب آئیے فاضل صاحب کے بارے گھر کی گواہی ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب لکھتے ہیں:

ان علماء اہلسنت نے بھی تکفیر کے باب میں نہایت احتیاط سے کام لیا جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تکفیر میں تعجیل کرتے تھے مثلاً مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ (فتاویٰ مظہریہ ص ۴۹۹)

ہمارا استدلال صرف اس حصہ سے ہے کہ فاضل صاحب کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ تکفیر میں جلدی کرتے ہیں اور یہ بات گھر سے ہی ثابت شدہ ہے کہ شہرت کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے باقی احتیاط سے کام لینا تو وہ فاضل بریلوی صاحب کا کام نہیں تھا۔

ایک اور دلیل ملاحظہ فرمائیں، پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

انظہار صداقت کا سب سے کٹھن مرحلہ وہ ہوتا ہے جب کسی مختلف فیہ مسئلے کے بارے میں کسی مخالف کے خلاف قلم اٹھایا جائے حسن انظہار کے اصل جوہر یہیں کھلتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ سنجیدہ سے سنجیدہ اور فاضل سے فاضل انسان بھی ایسے مواقع پر اپنے جذبات قابو میں نہیں رکھتا اور اس کی تحریر میں صحت طرز بیان مفقود نظر آتی ہے مثلاً اس قسم کی چند تحریروں سے یہ اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(الف) مولانا احتشام الحق اور مولانا محمد شفیع صاحب کا فتویٰ دربارہ شربت حسنین نظر سے گزرا جس میں انہوں نے اپنے حبش باطنی بد مذہبی اور سوئے اعتقاد حضرت حسنین سے بتائی وہ اظہر من الشمس ہے یہ لوگ حقیقت میں معزلی خارجی ہیں۔

(ب) شرح عقائد وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت والجماعت و شروح احادیث، عقائد متون میں ایصال ثواب کے احکام صریحہ موجود ہیں لیکن یہ دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمن صحابہ اہل بیت اور اولیاء کرام سے بغض و کینہ رکھنے والی جماعت ہمیشہ ان مستحسن طریقوں کو روکنے کی سعی کرتی رہتی ہے مسلمانوں کو ان مذاہب کے بھیڑیوں اور ملت کے ڈاکوؤں سے پرہیز لازم ہے اور اتباع اہل سنت والجماعت ضروری ہے۔

(ج) محمد شفیع و احتشام الحق تھانوی کا جواب تجاہل عارفہ جہل مرکب اور انتہائی بغض و عناد کے مترادف ہے درحقیقت فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کا فرانہ ذہنیت و لمحہ ذہنیات کے پیش نظر ہر جائز کار خیر کو حرام و بدعت ٹھہرانے کا عادی ہے مسلمانوں کو ان کی مکاری اور سیاہ کاری سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے۔
غرض اس قسم کا طرز بیان فتاویٰ کے لئے ہرگز مناسب نہیں بالفرض مجیب اول کے استدلالات صحیح نہیں تو مجیب ثانی اپنے قوی استدلالات سے ان کو رد کر سکتا ہے لیکن فقہیانہ بردباری اور تحمل کے ساتھ جس سے اظہار صداقت کی زیبائی و رعنائی کو صدمہ نہ پہنچے۔ (افتاحیہ فتاویٰ مظہریہ ص ۷۷)

معلوم ہوا کہ خبث باطنی، بد مذہب، اہل بیت سے سوئے اعتقاد، دشمن نبی و صحابہ و اہل بیت اولیاء سے بغض و کینہ رکھنے والے بھیڑیے فرقہ وہابیہ دیوبندیہ، کا فرانہ ذہنیت و لمحہ ذہنیات وغیرہا۔
نہ تو فتاویٰ کے لئے ہرگز مناسب ہیں نہ فقہیانہ بردباری اور تحمل والے جملے ہیں، اور نہ ہی صحیح طرز بیان ہے اور نہ ہی جذبات کو قابو میں رکھ کر یہ گفتگو ہے۔ اب میں پروفیسر مسعود سے پوچھتا ہوں ان میں سے کونسا لفظ نہیں جو فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ جات میں ہمارے لیے نہ لکھا ہو۔ ان سے بڑھ کر فاضل صاحب نے الفاظ اکابرین اہل سنت کے لئے استعمال کیے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی نے فتاویٰ میں نہ احتیاط نہ تحمل نہ صحت طرز بیان نہ ہی جذبات پر قابو اور نہ ہی فتاویٰ کہلانے کا استحقاق، تو جب کچھ بھی نہیں تو پھر ان کے فتاویٰ پر اعتماد کیسے کر لیا جائے۔

مفتی احمد علی سندیلوی صاحب لکھتے ہیں:

بالعموم آج کل علماء کرام اپنے مخالفین کے خلاف یکچڑ اچھالتے اور نامناسب کلمات کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی عبارت کو کھینچ تان کر غلط مفہوم نکالتے ہیں اور عوام و خواص میں اپنے مخالفین کو ذلیل و رسوا کرنے اور خود کو اونچا اور دوسرے کو نیچا دکھانے میں مصروف رہتے ہیں اپنے مخالفین کی عبارت کی

تاویل کر کے صحیح اور درست مفہوم کا تصور بھی باقی نہیں رہا۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص ۲)
آگے لکھتے ہیں:

مجھے خوب معلوم ہے کہ ہمارے یہاں کافر، گستاخ رسول، گمراہ اور ضال مضل ہونے کا فتویٰ ہاتھوں ہاتھ لئے بانٹتے پھرتے ہیں، ان بے چاروں کو اتنا بھی یاد نہیں ہوتا کہ جس پر فتویٰ لگایا ہے دوسرے دن اپنی دنیوی غرض کی بنا پر اسی کو عاشق و محب رسول بتاتے ہیں۔ (جلالی سوال جمالی جواب ص ۵۳)
مفتی صاحب یہ صورت حال آپ میں فاضل صاحب سے آرہی ہے۔

پیر نصیر الدین گولڑوی صاحب لکھتے ہیں:

خیر باہمی تکفیر کا سلسلہ تو آج کل پورے شباب پر ہے ایک مکتبہ فکر کے علماء دوسرے مکتبہ فکر کے حق میں کفر و شرک کے الفاظ استعمال کرنے سے قطعاً گریز نہیں کرتے بہر حال اس کی وجہ کچھ بھی ہو میرے نزدیک اس کا بنیادی سبب کم علمی، عناد، تعصب، ضد اور اسلام کے عمومی مزاج سے مطلق ناواقفیت ہے۔
(نام و نسب ص ۵۲۳)

ہمارا یہ مضمون ابھی نامکمل ہے وقت ملا تو اس کو پورا کریں گے۔

رضا خانی جنگ کا نمونہ

مسئلہ نمبر ۳۱

ذیشان مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

آپ ذرا انصاف کی نگاہ سے دیکھئے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والے خود ہی اعلیٰ حضرت کے بہت سے نظریات کے عملاً مخالف ہیں کیا اس سے بھی قابل افسوس بات کچھ ہو سکتی ہے حیرت ہوتی ہے کہ اسی جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کا پر زور نعرہ بھی لگتا ہے اور وہیں چادر پوشی میں غلو ڈھول تاشہ اور عورتوں کی حاضری جیسی بدعات میں قصد اعلیٰ حضرت کی مخالفت بھی ہوتی ہے ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ یہ استثناء چند ہندوستان کی موجودہ سبھی خانقاہوں کی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں غیر

اسلامی امور بڑے شوق سے انجام پا رہے ہیں۔ جس سے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے ایک بڑا طبقہ دن بہ دن بیزار ہوتا جا رہا ہے ہم نہیں سمجھتے کہ ان خرافات کی تردید میں ہمارے عام مبلغین اور خطباء کی زبانیں گنگ کیوں ہیں جس کے سبب مسلک حق پر قبوری شریعت کا الزام قوی ہوتا جا رہا ہے۔ (دعوت و تبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۱۹، ۲۰)

آگے لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند کے بارے میں بہت سے ایسے لوگ مل جائیں گے جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ کسی بھی مسئلہ میں ان سے معمولی انحراف بھی جہالت اور گمراہی ہے جہاں کسی نے ان کے کسی فتویٰ کے خلاف فتویٰ دیا تو اس کی دار و گیر شروع ہو گئی شدید نقطہ چینی ہوئی بلکہ سب و شتم سے بھی گریز نہیں کیا گیا اس رجحان نے بہت سے انہوں کو دور کر دیا جس سے سواد اعظم کی قوت متاثر ہوئی اور رفتہ رفتہ اس میں بد نظمی انتشار اور باہم معرکہ آرائی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔ (// // ص ۲۱)

بے جا تشدد

ایک ذمہ دار عالم دین اور مبلغ مفتی کے بارے میں سنا کہ جب وہ سری لنکا گئے تو وہاں انہیں عجیب و غریب شدت پسندی کا سامنا کرنا پڑا جب بھی تقریر کرتے تو اعلیٰ حضرت کا نام لینا ضروری ہوتا اگر اتفاق سے نہیں لیا تو تقریر کرنے کے بعد بعض حضرات سوال کر بیٹھتے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کا نام کیوں نہیں لیا؟ آپ نے اعلیٰ حضرت کا شعر کیوں نہیں پڑھا؟ نماز جمعہ سے پہلے اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا خطبہ کیوں نہیں پڑھا؟ ایک صاحب جو نیم ملا تھے ایک دن آئے اور عرض کیا حضرت مولانا الیاس قادری صاحب نے حضور ﷺ کے لئے لفظ ”تم“ کا استعمال کیا ہے اور وہ کہتے ہیں ع

تم پہ لاکھوں درو، تم پہ لاکھوں سلام

لہذا یہ حضور ﷺ کی توہین ہے۔ مفتی صاحب نے فوراً اعلیٰ حضرت کے چند ایسے اشعار سنا دیئے۔ جن کے اندر تم کا استعمال تھا وہ صاحب خاموش ہو گئے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں اس طرح کی باتوں سے میں تنگ آ گیا تھا میں نے ایک روز تو یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگ جلد ہی نماز میں اعلیٰ حضرت کا

نام لینے کی فرمائش کرو گے۔

یہ بات کسی ایک جگہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جہاں کہیں اردو داں سنی مسلمان ہیں سب جگہ کہیں کم زیادہ آپ ایسا ضرور پائیں گے ہندوستان میں یو پی بہار خصوصاً کرناٹک ناگ پور اور راجستھان کے کئی علاقوں میں ایسی ذہنیت کے لوگ موجود ہیں۔ (// // // ص ۲۱، ۲۲)

مذہبی جلسوں کو وعظ و نصیحت کی مجلس اور اسوۂ رسول کا آئینہ دار ہونا چاہئے مگر یہ جلسے آج ڈرامہ ایکٹنگ ڈانیا لگ اور لطیفوں اور قہقہوں کا اسٹیج بن گئے ہیں جس کے سبب کوئی سنجیدہ شریف مزاج انہیں پسند نہیں کرتا نہ پڑھا لکھا طبقہ ایسے جلسوں میں جانے کی ہمت کرتا ہے۔
تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

پھر محدود موضوعات خود بیزاری کی بڑی وجہ ہیں خصوصاً لوگوں کو شفاعت کی تقریریں سنا سنا کر دلیر اور بے خوف بنانا قطعاً مناسب ہے۔
پھر آگے لکھتے ہیں:

موجودہ دور میں مذہبی جلسوں کے اندر نعتیہ اشعار سننے سنانے کا انداز بھی اسی طرح بگڑ گیا ہے جس سے جماعت اہل سنت (درحقیقت بدعت) مضحکہ خیز ہو کر رہ گئی ہے شاعروں کی لچک تصنع نغمگی بے سرو پا باتیں اور سو قیاناں انداز بیان سے ہر شریف طبیعت کا ادب جانا فطری بات ہے۔ (// // ص ۲۳، ۲۴)

ہزاروں ہزار کی تعداد میں یونیورسٹی سے فارغ ہونے والے امیر و کبیر ڈاکٹر انجینئر پروفیسر سب کے سب مسلک اعلیٰ حضرت کو اعلیٰ حضرت کا پیدا کردہ مذہب سمجھ کر بیزار ہو گئے۔ (// // ص ۲۵)

عموماً خطباء اصلاحی تقریریں کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اکثر کو اصلاحی تقریر کا سلیقہ ہی نہیں آیا الا ماشاء اللہ چند رٹئی رٹائی اور گھسی پٹی تقریروں کے من و عن ہر محفل میں سنا کے اور چنگھاڑ چنگھاڑ کے گلا خشک کر لیتے ہیں انداز بھی بالکل جنگ جو یا نہ ہوتا ہے جسے اب عوام بھی پسند نہیں کرتے۔
(دعوت و تبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ (ص ۲۷)

تقریباً اکثر خانقاہیں سجادگی کے مسئلہ پر سخت خانہ جنگی سے دوچار ہیں وہاں ہر قسم کی بدعات و منکرات کا کھلے بندوں ارتکاب ہو رہا ہے نتیجہ دعوت و اصلاح کی امیدیں تقریباً ان سے بھی ختم ہو چکی

ہیں جو خود گم کردہ راہ ہو وہ دوسروں کی اصلاح کیا کرے گا۔ (// ص ۲۸)

ہم نہیں سمجھتے کہ ان بدعتوں کے رد میں ہمارے ارباب فکر و قلم کی روشنائی کیوں خشک ہو جاتی ہے اور ہمارے مصلحین خطبائے کرام کی زبانیں ان کے خلاف بولنے سے کیوں گنگ ہو جاتی ہیں یہاں پھر میں اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ ذاتیات اور شخصیات سے قطع نظر جو امور متفقہ طور پر اسکرف و ناجائز اور بدعت ہیں ان کی کھل کر تردید کی جائے مزارات پر دس دس بیس بیس چادریں عورتوں کا اڑدھام جاہل عوام کا مزارات کو بوسہ لینا میں سر پیکنا کسی طرح بھی تو روا نہیں۔ پھر ہر عرس میں اس سے چشم پوشی اور اس کے رد سے علماء کی خاموشی کیا معنی رکھتی ہے۔ (// ص ۳۶)

کیا ستم ہے کہ قادریت کا دم بھرنے والے استقامت علی الشریعت سے بے بہرہ ہیں خواجہ کے نام پر دیگیں پکانے والے خواجہ کے مشن سے غافل ہیں جس مسند پر بیٹھ کر صوفیاء کرام دین و دنیا کی دولت تقسیم کر رہے تھے اس مسند پر بیٹھنے والے ڈال خواجہ کی دیگ میں اور دے مخدوم کے نام پر ضربیں لگا رہے ہیں۔ (// ص ۸۲)

دین میں تشدد کی ایک دوسری بھی شکل ہے اور وہ ہے عام مسلمانوں کو کافر اور بے دین سمجھنا اس تشدد پسندی کی انتہا عرب ملکوں میں جماعت الحجۃ والکفر کی شکل میں سامنے آئی جو اپنے وابستگان کے علامہ پوری امت کی تکفیر کی قائل ہے تشدد فی الدین کے سبب تکفیر امت کا مرض جماعت الحجۃ والکفر کے علاوہ دیگر جماعتوں میں بھی سرایت کر گیا ہے مختلف ممالک کے وابستگان صرف اپنے کو مومن اور دوسروں کو کافر سمجھتے ہیں..... اس زمانے میں تشدد فی الدین کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ نہ صرف شخصی تکفیر بلکہ اجتماعی اور گروہی تکفیر میں بھی لوگ جری ہوتے چلے گئے اس رویے نے مسلمانوں کو باہم ایسا الجھا دیا کہ اب وہ اپنی تباہی کے لئے خود ہی کافی ہیں۔..... دین میں تشدد کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اس زمانے کے بعض علماء فقہاء اپنی تحقیقات و اجتہادات کو غیر اعلانیہ طور پر وحی کا درجہ دے چکے ہیں انہیں یہ ہرگز گوارا نہیں کہ کوئی ان سے علمی و فقہی اختلاف کرنے کی جرات کرے..... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر تاکید کے ساتھ تین بار فرمایا کہ حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو گئے ہلاک المتطعون (صحیح مسلم کتاب العلم باب ہلاک المتطعون) (دعوت و تبلیغ کی راہیں مسدود کیوں؟ ص ۷۲، ۷۳)

آپ سمجھیں گے پتہ نہیں یہ تشدد کون کر رہا ہے آئیے میں بتا دیتا ہوں!

ہندوستان میں جس قدر مسلمان اور مسلمان کہلانے والے ہیں جیسے مسلمانان اہلسنت (بریلویہ نے اپنے آپ کو کہا ہے) وہابیہ دیوبندیہ وغیرہ مقلدین و روافض و خوارج و قادیانیہ وہابیہ وہبائیہ و چکڑالویہ و نیچر یہ و گاندھویہ و خاکساریہ کہ سنی مسلمانوں کے سوا یہ تمام مدعیان اسلام بحکم شریعت مطہرہ کفار و مرتدین لنام ہیں (تجانب اہلسنت ص ۱۱۲)

آب دیکھیں کتنی چالاکی سے بریلویوں نے اپنے علاوہ سب کو کافر کہہ دیا ہے مگر یہ خیال نہ رہا ذیشان مصباحی کو کہ میں تشدد اپنوں ہی کو کہہ رہا ہوں۔

فتاویٰ مظہریہ میں بھی حشمت علی رضا خانی کو تشدد دکھا گیا ہے تو معلوم ہو گیا بریلی والے تشدد ہونے کی وجہ سے بحکم حدیث شریف ہلاک و تباہ و برباد ہوئے اور ہوں گے۔

مولوی یاسین اختر مصباحی صاحب سے بریلویت کی قل خوانی سماعت فرمائیے:

ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں (ص ۱۴) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۸۶ء

اغیار و مخالفین ہی نے تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے سنی مسلمانان ہند و پاک (جو کہ حقیقت میں بدعتی ٹولہ ہے) کو بڑی چابک دستی کیساتھ بریلوی کہنا اور لکھنا شروع کر دیا۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۴۷)

گویا جو لوگ بریلوی کہلاتے ہیں یا اپنے لئے لکھتے ہیں وہ سب مخالف ہوئے۔

مصباحی صاحب آگے لکھتے ہیں:

رضا خانی کہنے کو اہل سنت (یعنی اہل بدعت) کسی گالی سے کم نہیں سمجھتے۔ (عرفان مذہب ص ۵۰) کمال ہے فاضل بریلوی کی طرف نسبت کرنا گویا گالی ہوا۔ رضا خانی مذہب کا خون خود رضا خانی قلم سے دیکھئے۔

آگے رضوی حضرات پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس نسبت رضوی پر جبر و اکراہ کرتے ہوئے اس کا کوئی نیا مفہوم و معنی مراد لینا اور اسے سنی کا

مترادف سمجھنا یا سمجھانا کہ جو رضوی نہیں وہ سنی نہیں اسے ایجاد بندہ کے سوا کچھ اور نہیں سمجھا جائے گا اور یہ ایجاد بندہ غلط اور نہایت غلط ہے۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۵۷)

امت کا سواد اعظم ایک لشکر جرار کی بجائے بھیڑوں کا گلہ بن گیا ہے۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۱۳۳)

چنانچہ فقیہ اسلام امام احمد رضا نے بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والے پنکھا کے استعمال کو ممنوع ناجائز قرار دیا ہے صرف مال وقف نہیں بلکہ مال غیر موقوف سے بھی اور صرف مسجد نہیں بلکہ گھر میں بھی بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والا پنکھا ممنوع و ناجائز قرار دیا۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۲۴۹)

تو گو یا سارے رضا خانی احمد رضا کو چھوڑ کر اس کے بقول حرام کاری میں مبتلا ہیں آج کل اسی فرعی مسئلے کی بنیاد پر بعض لوگوں نے (رضا خانی حضرات) تفسیق و تضلیل کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ (عرفان مذہب ص ۲۸۳)

بریلی سے بہت سے علماء کو دور کرنے، اشرفیہ مخالف مہم چلانے اور اہل سنت کو اختلاف و انتشار کا شکار بنانے میں اسی مروانی ذہنیت (رضویت) سیاست کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ (عرفان مذہب و مسلک ص ۳۳۰)

مگر نقصان یہ ہوا کہ ایک ذرا احتیاط نہ چھوڑنے کی کوشش نہیں فتنہ بڑھ گیا شومی قسمت کہ جو کمی عہد اعلیٰ حضرت میں رہ گئی تھی اور بعد والوں کے لئے چیلنج تھی وہ آج بھی ایک بڑے چیلنج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے از محمد ناصر مصباحی ص ۳۱)

یعنی مسئلہ تکفیر میں فاضل بریلوی نے احتیاط نہیں کی جس کا کرنا ضروری نہیں بلکہ اشد ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ غلطی فاضل برلے نے کی ہے۔

آپس ہی میں سخت سر پھٹول جاری ہے یہ جنگ حکمت و اعتدال اور جذباتیت و شدت کی ہے جسے لڑنے کے لئے صلح کلیت اور تصلب کا نام دیدیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ حل کیا ہے ہمارے پاس دو ٹوک جواب یہ ہے کہ ہم بریلوی سے پہر مسلمان بنیں اور خود کو اسلام کی خدمت کے لئے تیار کریں یا شعار بریلویت اور شعار سنیت میں امتیاز تسلیم کریں اور

بریلویت کی بہ جائے صرف سنیت کو فروغ کریں۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۳۴)

قادریت و چشتیت کا فروغ نہ کیا جائے نہ حقیقت و شافیت کی علم برداری کی جائے صرف دین اسلام کے لئے کام کیا جائے صرف دین اسلام کے نام سے کیا جائے۔ (// ص ۳۸)

ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ شدت سے آج تک صرف نقصان ہی ہوا ہے۔ (// ص ۴۹)

غیروں نے امت مسلمہ ہند متحدہ کا حصہ توڑ کر اپنا بڑا حصہ تشکیل دیا جب کہ ہم نے صرف اتنا کیا کہ اسی امت مسلمہ ہند متحدہ سے ایک معتد بہ حصہ حاصل کر کے حلقہ بریلی تشکیل دے دیا۔ (// ص ۴۹)

نتیجہ ہماری یہ سخت مزاحی تو سب سے وسیع حلقہ دیوبند میں معاون ثابت ہو رہی ہے اور اب تو اس بھونڈی شدت سے داخل حلقہ سنجیدہ افراد بھی نالاں ہیں حالیہ خانہ جنگی اس پر دلیل ہے غرض موجودہ شدت ہر پہلو سے غلط ہے۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۵۰)

ہمیں کہنا یہ ہے کہ کیا ضرورت ہے اس پھونڈے تشدد کی جبکہ ان میں بعض چیزیں وہ ہیں جو شعار سنیت نہیں شعار حلقہ بریلی ہیں۔ (// ص ۵۲)

علماء بریلی کو کبھی دعوت و تبلیغ کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا نتیجتاً انہیں حکمتیں نہیں آئیں جس کا دو طرفہ نقصان ہوا دوسرے قریب نہیں ہوئے اپنے دور ہوئے۔ (// ص ۵۲)

بستی یا محلے کے سنی عوام کتنی ہی ڈٹ کر تعزیہ داری کریں ہزار خرافات منائیں مزارات مقدسہ پر کتنا ہی فتنہ انگیز اختلاط مردوزن بڑھائیں عرسوں میں توالوں کو بلائیں اسٹیجوں پر بٹھا کر ان سے جنس انگیز غزلیں سنیں فرضی مزارات تعمیر کریں مال دار لوگ تیجے اور چالیس دیں خوب کھائیں ان پر کوئی ایکشن نہیں لیں گے نہ ان کے خلاف کھل کر تقریریں کریں گے نہ کتابچہ لکھیں گے۔ (الا ماشاء اللہ) (// ص ۶۱)

وصیتِ رضا

(کہ جس کسی کے اندر توہینِ رسالت کا ذرا بھی شائبہ پاؤ

پھر وہ کیسا ہی قریبی کیوں نہ ہو اسے اپنے سے دور کر دو)

یہ وصیت دورِ حاضر کے لئے کلی نہیں رہی یہ منسوخ یا موقوف ہے کیونکہ زمانہ اعلیٰ حضرت کے برخلاف آج بلا تفریق اعتقادی و سماجی گمراہان کی تعداد کہیں زیادہ ہے ماضی کے برخلاف آج یہ لوگ ہمارے ہر شہر بستی محلہ خاندان بلکہ گھروں تک میں موجود ہیں دو بھائی آپس میں الگ الگ ذہن رکھتے ہیں یا باپ اور بیٹے میں نظریاتی اختلاف ہے ایسے میں ہمارے سلوک کا منفی اثر خود ہم پر ہماری سنیت پر، کوشش فروغِ سنیت وغیرہ پر پڑے گا۔ الخ (دعوتِ دین کے جدید تقاضے ص ۶۵)

آج بعض اہل سنت یعنی حلقہ بریلی کے درمیان مسلک کے نام پر جو مکروہ جنگ چھڑی ہوئی ہے وہ سراسر غلط اور ناسمجھی پر مبنی ہے۔ (// ص ۶۷)

حلقہ بریلی کے حضرات کے درمیان تازہ اختلاف یا تشدد کی لہر دراصل اسی نکتے کو نا سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ (// ص ۶۸)

حق صرف تحقیقاتِ رضا میں منحصر نہیں ایسا سوچنا حق کی توہین ہے اہل بریلی کی یہ سوچ ہے۔ (// ص ۶۹)

بہ کثرت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص مسئلے کی تفہیم چاہتا ہے، مگر جناب جلد ہی مناظرانہ تیور پکڑ لیتے ہیں، اس کی ہر بات کا رد اور اپنی ہر بات کا اثبات ہی مقصد بنا لیتے ہیں۔ نرمی اور جھکاؤ کو خیال کرتے ہیں کہ حق کا جھنڈا نیچا ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے جب عموماً سامنے والا عالم نہیں ہوتا تو وہ خاموش ہی رہ جائے گا مگر وہ ایسے چترائی بھرے حالات میں بہ جائے مانوس ہونے کے جناب سے متعلق یہ احساس لے کر نکلتا ہے کہ 'بڑا مکاڑ ہے۔ دورِ حاضر کے روایتی مقررین نے مزید تباہی مچا رکھی ہے۔ تہی از علم، تہی از خلوص، تہی از مقصد یہ لمبی لمبی فضول تقریریں غیروں کو مزید غیر بنانے کے لیے کی جاتی ہیں۔ عام سماج سخت متفرق ہوتا

ہے۔ لوگ ایسے مقرروں کو 'حق بیان' کی جگہ 'شعلہ بیان' کہتے ہیں۔ ایسے مقرروں سے حق نہیں پھیلتا، آگ بھڑکتی ہے، نفرت بڑھتی ہے، سماج جلتا ہے۔

ہمیں اپنے ہی جلسے دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے۔ ہر مقرر اعصابی تناؤ کا شکار ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں سامعین کو سخت وحشت میں ڈال دیتا ہے۔ سامنے بیٹھی پبلک دینی و اصلاحی خطابات سننے کی پیاسی ہے مگر مقرر شعلہ بیان بہ بجائے کوئی تک کی بات کرنے کے، آتے ہیں وہ وحشت پھیلاتا ہے کہ جلسہ گاہ جولان گاہ شمشیر و سناں محسوس ہونے لگتی ہے۔ مقررین پبلک کی سیکورٹی پا کر اسٹیجوں پر بڑے بڑے چیلنج کرتے ہیں۔ بلا لوانو پوانو کو، دو منٹ میں پچھاڑ دوں گا، چھٹی کا دودھ یا دلدادوں گا، جب کہ پیش تر مقرروں کو شاید ہی گنتی کی آٹھ دس حدیثیں صحیح سند کے ساتھ یاد ہوں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جم کر خبیث و مردود کریں گے، جب چلنے کا وقت ہوگا تو یہی شیر سنیت منتظمین جلسہ سے اچھا "اجازت" دیجئے کہہ کر پہلے سے طے شدہ گراں قدر "بھاڑا" طلب کرتے ہیں۔ بسا اوقات زیادہ رقم اینٹھنے کی کوشش میں اس سطح تک گر جائیں گے کہ الامان والحفیظ! یہی ہیں اللہ کے شیر، انہیں کو نہیں آتی روباہی، یہی ہے حق گوئی و بے باکی، ویسے صحیح ہے شیر ہیں، غیر صفی معنی میں، یعنی یہ نوع انسان سے نہیں۔

بعض ڈھیٹ لوگ، حکمت جن کے پاس سے ہو کر نہیں گزری، سویرے ہی دوسروں کو تاثرات دیتے پھرتے ہیں، بھئی فلاں نے باتیں بڑی کھلی کھلی کہیں، بد مذہبوں کی ماں بہن ایک کردی۔ دوسری طرف منتظم جلسہ برہم لوگوں کو سمجھاتے بجاتے نڈھال ہوا جا رہا ہوتا ہے، محلے یا بستی میں فروغ سنیت کی ساری حکمت و تدبیر رائیگاں چلی جاتی ہے، پروگرام کرانے والی انتظامیہ کمیٹی سویرے ہی درہم

برہم ہو جاتی ہے، بقیہ خرچ منتظم اپنی جیب سے ادا کرتا ہے۔ امام صاحب کی امامت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ آئندہ کے لیے جلسے جلوس سب بند۔ پھیل گئی سنیت۔ سچ یہ ہے کہ ترویج مسلک اہل سنت کے لیے آج کے نہایت متمدن دور میں دانتوں اور پنچوں والے شیروں اور چیتوں کی نہیں، علم و حکمت والے انسان مبلغوں کی ضرورت ہے۔

جلسے جلوس سخت اصلاح طلب

جب کسی کی غلط فہمی کا ازالہ مقصود ہو تو اس کے ساتھ بے دردی اور قساوت قلبی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا کہ نرمی و محبت اور خلوص و ہمدردی سے پیش آیا جاتا ہے۔ اس کے خیال و نظریے میں خامی کیا ہے، یہ سچ سچ اور عادلانہ انداز میں واضح کیا جانا چاہئے۔ ہونا کیا چاہئے، اس کی قرآن و حدیث اور سلف و خلف کی تصریحات کے مطابق صحیح شکل پیش کرنا چاہئے۔ کسی سے اندھا دھندی سے پیش آنا اور آستین چڑھا کر اس پر چڑھ دوڑنا مسئلے کا حل نہیں۔ پہلے ہی سے مناظرانہ ذہن بنالینا اور دونٹ میں پچھاڑ دینے کا جذبہ لے کر ملاقات و بات کرنے سے کسی صورت سنیت کا بھلا ہونے والا نہیں۔ مگر آج حلقہ بریلی کے جلسے و جلوس عموماً اسی حالت زار کا شکار ہیں۔

جلسے اور جلوس میں تقریریں کی جائیں، تو ذہن میں یہ رکھنا چاہئے کہ یہاں عام پبلک بیٹھی ہے اور اصل حقائق جاننے کے لیے حاضر ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ کم عقل اور بے وقوف ہے، جلسہ سننے چلی آئی، لہذا اس کے دل و ضمیر اور عقل و خرد سے خطاب کرنے کے بجائے اس کے جذبات سے کھیلا جائے اور بے تحاشا دھاڑیں مار مار کر اور زبردستی نعرے لگوا لگوا کر انہیں فرق ضالہ کے خلاف غیر علمی اور محض جذباتی انداز میں ورغلا یا جائے۔ دراصل جلسہ عام کو عدالت عامہ تصور کرنا چاہئے، جس کا احترام ضروری ہے۔ جہاں علمی انداز میں مقدمہ رکھ کر اس پر فطری اور سچ فیصلہ لینا ہے۔ مقررین کو چاہئے کہ وہ دور حاضر کے اس ذوق کو سمجھیں کہ اب آپ سے فیصلہ کوئی نہیں سننا چاہتا، آپ کے پاس جو دلائل ہیں، پیش کیجئے۔ فیصلہ پبلک کرے گی۔ خود فیصلہ سنانے کا غرہ دماغ سے نکالنا ہوگا۔ مفتیان کرام بھی فتاویٰ جاری کرتے وقت یہ نکتہ ذہن میں رکھیں تو فتاویٰ کو مزید موثر اور باحرمت بنا سکتے ہیں۔

افسوس کہ آج حلقہ بریلی کے جلسے میں عموماً علیست و معقولیت کے بہ جائے شدت و جذباتیت کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ جلسوں میں بیٹھ کر احساس ہوتا ہے کہ محفل و عظ و تذکیر میں نہیں، میدان ضرب و حرب میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں اندھا دھند مار کٹائی جاری ہے، پوری فضا دہشت و وحشت، آندھی و

طوفان، تباہی و قتل و غارت گری سے شکوہ کننا نظر آتی ہے۔ عموماً تقریریں اتنی بے مقصد ہوتی ہیں

کہ خدا کی پناہ!

ہمیں بسا اوقات یہ سوچ کر سخت ذلت محسوس ہوتی ہے کہ یہ ہو رہی ہے ہماری نمائندگی۔ بسا اوقات تقریریں دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ قوم کے ساتھ بدتمیزی ہو رہی ہے جسے بہ جبر روکنے کی ضرورت ہے۔ دراصل جماعت کے پیشہ ور مقررین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جن پر نہ نفس دین و سنیت کا concept کلیئر ہے، نہ فروغ دین و سنیت کا مقصد واضح۔ چوں کہ بیش تر عوام اور بہت سے علما کے نزدیک یہی طبقہ مقررین، جماعت کی زبان و ترجمان ہے۔ اس لیے جماعت میں چوپٹ راج قائم ہے۔ دس دس بیس بیس بلکہ تیس تیس چالیس چالیس ہزار روپے کی یہ paid تقریریں جماعت کو داخلی طور پر سخت بے ذوق اور عام سماج کو ہم سے سخت متنفر و بیزار بنا رہی ہیں۔ اصلاح کی آواز سننے کو کوئی تیار نہیں۔ حالاں کہ آوازیں عرصے سے اٹھ رہی ہیں۔

حلقے کی بیش تر تقریریں قساوت قلبی پر مبنی ہوتی ہیں۔ تصور کیجئے، جس قوم کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے، اس کے ساتھ بہ جائے ہمدردی اور غمخواری کے کس جارحیت اور شدت سے پیش آیا جا رہا ہے۔ ٹھیک ہے، کچھ لوگ ضدی اور شرارتی ہوتے ہیں، مگر کیا آپ کو ان کے فاسد یا باطل عقائد کے پیش نظر ان کے سامنے نار جہنم دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ اگر ہاں تو بڑی بے رحمی کی بات ہے کہ ذرا نامناسب سلوک آپ کو برداشت نہیں، نتیجتاً اپنی انا کے لیے انہیں بے دریغ دوزخ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔

اندازہ کیجئے، رسول اللہ بھی یہ طرز عمل اختیار فرما لیتے تو مشرکین مکہ میں سے اکا دکا ہی مسلمان ہوتے۔ وہ خلوص، وہ غمخواری، وہ ہمدردی کہ وہ رے ناز برداری امت! اللہ نے تسلی کے لیے قرآن مجید میں آیات نازل فرمائیں۔ جب کہ ہم ہیں کہ نہایت بے دردی پر اترے ہوئے ہیں۔ لاکھوں لاکھ لوگ کنفیوژن کا شکار ہو کر آتش جہنم کا ایندھن بن جائیں، ہمیں پروا نہیں، اتنی فکر ہے کہ جلسے میں تقریر جم جائے، فضول بیانی و سرعت لسانی سے سامعین متاثر ہو جائیں۔ ہارحیت دماغ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ہم بھول گئے خلق خدا سے محبت کرنا، ہم بھول گئے خلق خدا کی خدمت کرنا۔ ایک تو عوام پہلے ہی سے سخت پریشان ہیں، الفت و محبت اور سچے ایمان و سنیت کے پیاسے ہیں، ان کے دلوں کی سادہ فطری آوازیں تو سنو، گم شدہ فلاح کی تلاش میں خانہ دل سے کیسی دردناک صدا میں بلند ہو رہی ہیں، جب کہ تمہاری

قساوت ذرا نرم پڑنے کو تیار نہیں۔

مقررہوں نے لہجہ مارنا نہ جانے کہاں سے سیکھ لیا ہے، پوری پوری تقریریں لہجہ بازی میں گزار دی جاتی ہیں، جب کہ کچھ خطا سرعت اور بے فیض تسلسل کی رسیا ہوتے ہیں۔ پسینہ بہ رہا ہے، آستینیں چڑھی ہوئی ہیں، سر پہ بھیڑ کے بالوں والی نصف کلو وزن کی ٹوپی ہے جو آدھی جھکی ہے، گلے میں یوٹرن لیے ہوئے لمبا رومال ہے، جس کے دونوں سرے کبھی جوش غضب میں ہاتھ سے پکڑ کر کھینچے جاتے ہیں، کپڑوں کے اوپر بہ ظاہر بے داغ لمبا سفید جبہ ہے جو سارے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ جب کہ گھی میں تلا ہوا سمو چامرغا کھا کر اور پان کی آخری پیک تھوک کر علم سے نہیں اخلاق سے بھی گری ہوئی زبان میں شیر صوبہ سرگرم ردو ہا بیہ ہیں۔ حقیقتاً یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ اب ہمارے پیش نظر کوئی دینی مقصد نہیں رہ گیا ہے۔ مزید اس بات کا ثبوت کہ ہماری بست فکری کی اب کوئی حد متعین کرنا مشکل ہے۔

پیشہ و نعت خوانوں پر بھی قوم کے پیسے کو خوب ضائع کیا جاتا ہے۔ کیا ضرورت ہے پندرہ پندرہ بیس بیس ہزار کے نعت خوانوں کو بلانے کی۔ کسی بھی پروگرام میں دو خطبا اور ایک نعت خوان سے زیادہ کا وقت نہیں ہوتا مگر بد نظم دھاندلی کا کیا کہنے۔ ایک بھیڑ جمع کر لی جاتی ہے، کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے کہ تقریر و نعت خوانی کے امیدواران سامعین کی مجموعی تعداد کو چھو رہے ہیں۔

مثالی تقریریں ہمارے مرکزی اسٹیجوں پر بھی نہیں ہوتیں۔ مرکزی اسٹیجوں کی پیش تر تقریروں کی افادیت پر سوالیہ نشان لگتا ہے۔ ان اسٹیجوں پر عموماً وہی پھو ہڑ مقررین دس دس پندرہ پندرہ منٹ ہائے توبہ مچاتے ہیں جو سال ہا سال تقریروں کے نام پر قوم کو لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ بہ قول نقیبان اجلاس مرکزی اسٹیجوں پر دس پندرہ منٹ پیشہ و مقررہوں کی اچھل کود، اگلے عرس تک کے لیے ان کا معاشی مستقبل محفوظ کر دیتی ہے۔ ایسا ہے بھی، تقریر میں صحیح سے ایکٹنگ کر لی گئی تو کئی پروگراموں کی تاریخیں اسٹیج سے اترتے ہی فکس ہو جاتی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ حلقہ بریلی کے عام لوگ کہاں سے نمونہ حاصل کریں۔ مرکز و شاخ سب کے اسٹیجوں کی حالت ناگفتہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جماعت کے سربراہان اپنے جلسوں کی اصلاح کریں۔ (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۵۵ تا ۵۹)

سخت مزاجوں کے پاس صرف خارجے کا رجسٹر

مرکز کے عریٰ اسٹیج اب خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کے اڈے بن کر رہ گئے ہیں۔ ہر سال اس خوشخبری کے بہ جائے کہ گمراہوں کے کس گروپ کو قبول مسلک سنیت کر دیا گیا ہے، یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں حصہ احباب کو خارج سنیت کیا جا رہا ہے۔ کاش یہ لوگ دعوت اسلامی کو سنیت سے نکالتے وقت تبلیغی جماعت کو سنی بنا لیتے، سنی دعوت اسلامی کو مخالف مسلک اعلیٰ حضرت کہتے وقت جماعت اسلامی کو موافق مسلک اعلیٰ حضرت کر لیتے۔ اشرفیہ کو صلح کلی ٹھہراتے وقت دیوبند یا ندوہ کو کلمہ سنیت پڑھا دیتے۔ جام نور کو خارج سنیت کرتے وقت اس کے متبادل کا انتظام کر دیتے۔ یہ ایک چیلنج تھا۔ سنیت کو balance رکھنے کے لیے بھی ایسا کرنا ضروری تھا۔ اس سے ثابت ہوتا کہ جماعت کے لیے تشدد دین کا جو خالص مضمر نہیں ہے، مگر منہ کو خون لگا تو صرف خوں آشامی ہی سوجھ رہی ہے۔

غیر رسمی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ اعلیٰ حضرت نے بہت زیادہ کام کر کے اپنے ماننے والوں کی طرف سے ہمیشہ کے لیے کفار ادا کر دیا ہے۔ اس لیے بعد میں کسی فرد معتقد کا سرگرم عمل رہنا اعلیٰ حضرت سے عداوت اور آپ کے مسلک سے بغوات کے مترادف ہے۔ نتیجتاً گناہ بے گناہی کے ان مرتکبین کی گردن عزت و آبرو پر سیدھے ہی تیشہ قلم چلا کر انہیں واصل خطیرہٴ اغیار کر دیا جاتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ آج یہ لوگ سنیوں ہی کے ایمانوں کی بلی دے دے کر خود تعین کردہ مسلک اعلیٰ حضرت کو بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے مسلک جو راستے کے معنی میں ہے، اس پر بھالے کھڑے کر دیے ہیں، جیسے ہی کوئی گزرا، یہ لوگ مسلکی بھالوں سے اس کی ٹکا بوٹی کر ڈالتے ہیں۔

یہ لوگ اس پردھیان نہیں دیتے کہ اعلیٰ حضرت یا آپ کے فکر و مسلک پر یہ کس قدر ظلم ہے کہ اسے سنیوں کے ایمانوں کا خون پلایا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جماعت سے تقریباً سب کو نکال دینے کا مطلب چند باقی ماندہ افراد ہی کا خروج از جماعت ہے۔ باقی ماندہ ہی پر ”شد“ صادق آتا ہے۔ ”آدھے ادھر جاؤ، باقی میرے پیچھے آؤ“ کی پالیسی پر عمل پیرا یہ لوگ پیچھے مڑ کر دیکھیں کہ اب بچ اُکون ہے جس کی سنیت بچانے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ حقیقتاً خوابوں کی زندگی جی رہے ہیں۔ انہیں یہی غرور ہے کہ کوئی

کتنا ہی کچھ کر لے، حکومت ہماری رہے گی۔ وہ بھی عدل و انصاف کی نہیں، جبر و استبداد کی، خلافت راشدہ کے بعد ملکیت جا رہی کی طرح۔

فکر ہی مثبت اور سوچ ہی اصولی نہیں

دراصل اس ذوق کے حاملین بہ استثنائے اکا دکا، کی فکر ہی مثبت اور سوچ ہی اصولی نہیں۔ کسی بھی مسئلے کو اصولوں سے سمجھنے کی بجائے نرے بے تگے پن پر اتر آتے ہیں۔ مخالفت میں ان کی جتنی باتیں عموماً نظر سے گزریں وہ حد درجے کی پست فکری، خلقی زوال، عقلی افلاس اور تقاضائے انصاف کے خون پر مشتمل رہی ہیں۔ ظاہر ہے علم و یقین کی اس دنیا میں ایسی بے فیض سوچ کا مستقبل محض تاریک ہے۔ دین و شریعت جس قدر جامع اور دقائق پر مبنی ہے، اسے جتنہ پرستی کے ذہن سے ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا ورنہ جہالت ہی نہیں علم بھی فتنہ بن جاتا ہے۔ تاہم غلط بات کے ثبوت میں دھڑا دھڑا مطلب پر ستانہ دلائل جمع کرنا مناظراتی تاریخ کی قدیم روایت ہے۔

ذوق یہ بنالیا ہے کہ ان سے منہ زوری جاری رکھی جائیہ پھنسے کسی طرح سے کوئی فالتو منہ زوری میں۔ توجہ نہیں دے گا تو فتوے دیں گے، اعلیٰ حضرت کا دشمن کہیں گے، سنیت سے نکالیں گے، گم راہ و بد دین ٹھہرائیں گے۔ سیدھے سادے انسان کو بے صبر کر ہی ڈالتے ہیں۔ جس کے بعد خود بھی فضول نگاری کرتے ہیں اس سے بھی کراتے ہیں۔ بات کے کچھ اصول ہوں، تو کچھ حل بھی نکلے۔ گفت گو ایک پنگا بن کر رہ جاتی ہے۔ نتیجتاً ایک شریف آدمی اس وحشت سے اللہ کی پناہ چاہنے لگتا ہے۔ جب کہ یہ نعرے باز منہ زور گلیارے میں نکل کر جشن فتح منانے لگتے ہیں۔ ذہنیت عاقل سے تنگ آ چکے جماعت کے ایک صاحب نے کہا کہ ”ہم نے تو کئی سالوں سے اس کے تعلق سے کچھ ہی لکھنا بند کر دیا ہے، ہم نے سوچ لیا ہے کہ ہم ہیں ہی نہیں اس فرقتے میں، جب کہ ایک دوسرے صاحب نے کہا کہ ”بریلویت تازہ سے شکست ہی اس پر فتح ہے۔“ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ کس قدر بیزار ہو چکے ہیں۔

جماعت کے فکر و عمل کی دنیا کا وائرس ہیں یہ لوگ

ذوق ہی کی دین ہے کہ یہ لوگ ہر سنی دھڑے کا دو تین سال جم کر پیچھا لیتے ہیں، پھر نیا شکار تلاش کر لیتے ہیں۔ کئی سالوں پہلے جام نور کے پیچھے پڑ گئے تھے، پھر دعوت اسلامی کو نیزے میں چھید لیا، اب اشرفیہ پر آدھکے۔ یہ لوگ حسب روایت دو تین سال اشرفیہ کے در و دیوار سے سر پنچ کر وقت پورا ہونے پر کسی نئے پھلتے پھولتے شکار پر جھپٹ پڑیں گے۔ مستقبل کے لیے کئی ایک محاذات ان کی بلیک لسٹ پر، ابھی سے ہیں بھی۔ یہ لوگ ہر کسی پر بھوکے حیوان مفترس کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور تباہی مچا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بات تلخ ہے مگر کردار و عمل مظہر ہے کہ یہ لوگ نہیں ناکارہ طاقتین ہیں کہ جس طرف رخ کر لیں، افراتفری مچ جائے، جس بستی فکر و عمل میں گھس جائیں قفل چھا جائے، جماعت کے فکر و عمل کی دنیا کا وائرس ہیں یہ لوگ کہ جماعت کی متحرک طاقت کا چکا جام کر دینا چاہتے ہیں۔ بہ یک دم کسی پر بھی قیامت بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مگر قیامت تو انہیں پر آ سکتی ہے جن کے دلوں میں گرمی ایمان نہ ہو۔ اشرفیہ کو اس پنگے سے جلد ہی نجات مل جائے گی، ان شاء اللہ۔ اشرفیہ کا صبر و تحمل اور تعمیری نظریہ ہر منفی طاقت پر بھاری ہے۔ اشرفیہ ”ہر مخالفت کا جواب کام“ پر عمل پیرا ہے جو عزیزیت کے پردے میں ربانی اصول ہے جسے شکست نہیں۔

متشدد دین میں بعض لوگ بے حد فتنین

متشدد دین میں بعض لوگ بے حد فتنین ہیں۔ یہی دراصل تازہ فتنہ انگیزوں کی کمان سنبھالے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے حالیہ دنوں میں بعض مصباحیوں کو دو ٹوک ”تباہ و غارت“ ہو جانے کی دعاے بدت دے ڈالی، حالانکہ اس کے بدلے وہ دعائے خیر بھی کر سکتے تھے۔ تین سال قبل ذاکر نگر (نئی دہلی) میں دوران تقریر کہا تھا کہ ان کے چند شاگرد (مراد مصباحی) ”بند بن گئے ہیں“۔ تقریر کے دونوں ٹکڑے ملا کر بات سمجھ میں آتی ہے کہ ”چند مصباحی بند بن گئے ہیں، اللہ ان کو غارت و ناپید فرمادے“۔ یہ بات بالک قرین قیاس ہے کہ یہ سب ترتیب سے کہتے وقت کلام الہی کی مشہور آیت غضب ”کونوا قردة

خاسائین“ پیش نظر رہی ہو۔ یہ خالص بشری کم زوری بل کہ انتہا درجے کی کینہ پروری اور مغلوب الغضب ہے جس سے اللہ بے نیاز، اس کا رسول بے نیاز، اس کا دین بے نیاز۔

تقریباً پچھلی ایک دہائی سے جماعت کے اندر جس نفسانیت کو فروغ دے رہے ہیں، دعوت اسلامی و سنی دعوت اسلامی کے رد میں اعصاب شکن طاقت آزمائی کے ساتھ بالخصوص بعد خروج اشرفیہ جس طرح اشرفیہ و مصباحیان اشرفیہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں، بل کہ جس طرح وہ بریلوی سنی دنیا میں کسی کو بھی نہیں چھوڑ رہے ہیں، اس کے پیش نظر حالیہ دنوں یہ ”فتنہ اہل سنت“ سے کم نہیں۔ حالاں کہ یہ بات معلوم رہنا چاہئے کہ علم و تحقیق کے اس دور میں چنگیزی تیوروں کا زمانہ کلیتاً رخصت ہو چکا ہے۔ آج جس طرح سیاست سے نوابیت اور بادشاہی رخصت ہو چکی ہے، اسی طرح مذہب سے برہمنیت و پاپائیت کا فور ہو چکی ہے۔ بہتر ہے اپنی بزرگی و عمر درازی کا لحاظ کریں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ابھی بہت کچھ بگڑا نہیں ہے۔ لیکن خیر بہر حال جتنی بھی ہے، اسی میں ہے۔

مرکز کے عریٰ اسٹیج انتشار کے اڈے

پچھلے کچھ سالوں تک یہ مشہور تھا کہ جدید عریٰ اسٹیج نسبتاً زیادہ علمی اور محتاط ہے۔ مگر ہمیں لگ رہا ہے ہمیں زیادہ انتشار انگیزی ہو رہی ہے۔ دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کے لیے یہ اسٹیج مقتل سے کم نہیں۔ کند کڈھے سے ذبح کیا جاتا ہے یہاں ان بے چاروں کو، تاکہ مر میں ہی نہیں، دردناک موت مر میں۔ گاؤں کے سادہ دل زائرین کان بل کہ منہ کھول کھول کر سنتے ہیں کہ کبھی صراحت کبھی اشارے میں یہ کس کے خلاف گرجا برسا جا رہا ہے، بیچاروں کو آخر تک کچھ پلے نہیں پڑتا۔ کسی کے بتانے پر کچھ سمجھتے ہیں تو اسٹیجی پہلوانوں کی حمایت کے بہ جائے سنیت کے اس دردناک انتشار اور حشر پراف کر کے رہ جاتے ہیں۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پاتے، نتیجتاً اعلیٰ حضرت سے اپنی عقیدت کو مولویوں کے جھگڑوں سے الگ کر لیتے ہیں۔ وہ عرس سے خوش نہیں، مایوس ہو کر لوٹتے ہیں۔ سادہ لوح سنیوں کے لیے یہ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ ناسمجھی سے کوئی سخت فیصلہ بھی لے سکتے ہیں۔ تشدد دین تو مردود و مرتد کر کے رہ جائیں گے مگر ان بے چاروں کی عاقبت تباہ ہو جائے گی۔ اسٹیج سے ہر سال لاکھوں اہل سنت کے ایمانوں کو بے وقعت ثابت کیا

جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو صلح کلی اور بد مذہب کو صلح کلی اور بد مذہب نہ کہے وہ بھی پلپلا۔ اب خود کا فتویٰ لے کر لوگوں پر چسپاں کرتے جائیے۔ رکے تو خود بھی پلپلے۔

بریلی اپنی تاریخی اہمیت کھورہا ہے

دوسری طرف حالیہ عرس رضوی میں تشددین کی طرف سے ایک تازہ کتاب سامنے آئی جو واقعی گنبد دماغ کا چراغ عقل بجھا کر تحریر کی گئی ہے، جس کے خام کار خامہ بردار کو اعزازاً اسٹیج پر چڑھا کر اس کی عزت افزائی کی گئی، اس طرح کتاب و صاحب کتاب کی تحسین کی گئی۔ ہم یہاں کتاب کے طبع اول سے چند جملے نقل کریں گے، جن کا نشانہ بالعموم فرزندانِ اشرافیہ اور بالخصوص بزرگ اور تعمیری ذہن رکھنے والے مولانا یسین اختر مصباحی ہیں:

”توبہ کا دروازہ کھلا ہے، ورنہ بڑے بڑے پڑھے لکھے واصل جہنم ہو چکے، کتابچیوں کے مصنف کی کیا گنتی۔“ (ص ۴۰)

”دولت اور آسائش دنیا جب حاصل ہو جائے تو پھر انسان ابلیس اور فرعون بن جاتا ہے۔“ (ص ۱۰۷)

”سنتے تھے کہ پڑھے لکھے لوگ پہلے جہنم میں جائیں گے، اب یقین ہو گیا۔“ (ص ۱۱۱)

”سنتے تھے قرب قیامت مفتری کذاب دجال کی آمد ہوگی، تو کیا قیامت قریب آگئی۔“ (ص ۱۲۱)

”آپ کا دماغی فتور اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اس کا علاج داروغہ جہنم ہی کر سکتے ہیں۔“ (ص ۱۲۸)

ان جملوں کو نقل کرنے کے بعد ہم صرف اتنا کہیں گے کہ کتاب یا صاحب کتاب کی تصدیق یا تحسین سے کتاب یا صاحب کتاب کی معتبریت نہیں بڑھتی بلکہ مصدقین کی علمی و شرعی معتبریت پر حرف آتا ہے۔ اس سے ذمے داروں تک کی علمی و اخلاقی گراؤ کی حد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سنا ہے اب اس کی گردن میں طوقِ خلافت ڈال دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بریلی کے ہر فتوے کو آنکھ بند کر کے مان لیں، ہر گز نہیں۔ تلخ ہے مگر سچ ہے کہ پچھلے چند سالوں سے بریلی جسے آج بھی

کچھ لوگ مرکز تصور کرتے ہیں، کچھ اسی طرح کے غیر ذمے دارانہ عمل سے اپنی تاریخی اہمیت کھوتا جا رہا ہے۔ ممکن ہے ہماری یہ بات اعلیٰ حضرت پر تنقید ٹھہرائی جائے، پروپیگنڈوں کا زمانہ ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات اور فتاویٰ کو اس سے کیا نسبت جو آج بریلی میں ہو رہا ہے۔ آج کے ہر تکتے بے تکتے بریلوی فتووں کو آپ کی طرف منسوب کرنا سراسر ظلم ہے۔ مرکز بھی اعلیٰ حضرت تھے یا ہیں نہ کہ موجودین۔ آج ملکی سطح پر جماعت میں ایک نہیں کئی مراکز ہیں۔

شدت پسند بزرگوں سے صاف صاف باتیں

تازہ حالات میں بعض بزرگوں کی اس شدت پسندی پر ہمیں چند باتیں بہت صاف صاف عرض کرنا ہیں کہ بریلویت سے منسلک لوگوں سے تو وہ بہتر ہیں جو دوسری خانقاہوں سے جڑ کر یا کسی خانقاہ سے نہ جڑ کر اپنی وسعت کے اعتبار سے خدمت دین و سنت کر رہے ہیں، وہ لوگ بریلویت سے نہ جڑے، یہی بہتر رہا، کیوں کہ یہاں سنیت اور منسلک اعلیٰ حضرت پھیلانے کے چکر میں خود ایمان خطرے میں پڑنے لگا ہے۔ یہاں جو تفصیل و تفسیق سے بڑھ کر تکفیر کے سلسلے شروع ہو چکے ہیں، اس وحشت ایمان سوز سے ان لاکھوں لاکھ سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں پر بہت خوف محسوس ہوتا ہے جو آج بھی علما کو اپنا رہ نما تسلیم کر کے سنیت کے تحفظ کی خاطر ان کی ہر بات پر دینی جذبے سے عمل کے لیے تیار رہتے ہیں۔

جب کہ اس بیچ بعض تشدد دین بے توفیق بلا امتیاز سب کو صلح کلی و بد مذہب بل کہ غصے میں مرتد و ہابی، فرعون و ابلیس اور کذاب و دجال تک کہتے پھریں گے تو ان کا ایمان امرت پیا ہوا تھوڑی ہے کہ ہمیشہ امر رہے۔ عام مسلمانوں کے لیے ایسے علما ہدایت کن نہیں بلکہ نہایت برے اور گم راہ کن ثابت ہو رہے ہیں۔ حالیہ جدھڑا دھڑا تفصیل و تفسیق بل کہ تکفیر کی مہم جوئی یہی سب ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر جماعت میں یہی سب رہا تو بعید نہیں کہ ایک دن خود ہم اپنے ایمانوں کے لیے فتنہ بن جائیں۔ اس وقت ہمیں غیروں سے نہیں بلکہ اپنے آپ ہی سے اپنے ایمانوں کو بچانے کی ضرورت ہوگی۔ ہم سراپا فتنہ جو بن چکے ہیں۔

اس پیمانے پر ساری دنیا کا فر!

ہمیں لفظ مسلک اعلیٰ حضرت سے بیر نہیں، ہمیں لفظوں سے بیر ہو بھی کیوں، نہ خلاف اعلیٰ حضرت موقف سے دل چسپی۔ ہم الحمد للہ مسلمان ہیں، صحیح العقیدہ سنی ہیں، فکر رضا ہماری پسند ہے۔ یہ ہمارا کل تعارف ہے۔ لیکن بحث آج عقیدت سے بڑھ کر ایمانیات اور کفریات میں داخل ہو گئی ہے جہاں ہم دینی اصولوں سے ہٹنے سے معذور ہیں۔ خود تحدید کردہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی ایمان و کفر کا معیار ہو تب بھی کرۂ ارض کے اس ربع مسکون پر ان لوگوں سے زیادہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لیوا، اس پر عمل پیرا، فتاویٰ رضویہ پر بے تحاشا اعتماد رکھنے والا، بار بار حوالے دینے والا کون مل سکتا ہے جن کو آج مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت قرار دیا جا رہا ہے۔ یعنی دعوت اسلامی، سنی دعوت اسلامی اور بالخصوص روایتی مسلکی ادارہ جامعہ اشرفیہ اور اس کے فرزندان، کارکنان، نمائندگان۔ ان لوگوں کی آج تک شناخت بریلویت سے ہے، انہوں نے آج تک کام بریلویت کا کیا ہے، نام نہیں بلکہ صلح کلی ہو گئے، تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ آج پوری دنیا کا فر ہے اور کفار پر قیامت کا نزول تیار۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گم راہ فرقہ بننے سے بچائے۔ خدا ہمیں صراط مستقیم پر گام زن رکھے اور اسی پر موت دے۔ آمین! (دعوت دین کے جدید تقاضے ص ۹۶ تا ۱۰۳)

عبارت اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ یاد دل و فریب

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ و نبیہ الکریم و خاتم الانبیاء و المرسلین۔ اما بعد! قارئین گرامی قدر بندہ محمد ابویوب حنفی قادری اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ایک رضا خانی بلکہ اصلی رضا خانی نے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عبارات اکابر کا جواب لکھنے کی کوشش کی جو کہ بری طرح ناکام ہوا۔ بندہ نے اس کی ناکامی کو جلد اول پر جو لکھا ہے اس میں طشت از بام کر دیا ہے مگر دوسری جلد جو کہ زیادہ تر انہی باتوں اور چند

ایک نئی باتوں پر بھی مشتمل تھی اب اس کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اہل باطل کا شروع ہی سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ اہل حق پر الزامات اور اتہامات لگا کر ان کو بدنام کیا جائے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ پروپیگنڈہ زیادہ دیر تک چل نہیں سکتا۔ اور بالآخر اہل باطل مبہوت ہو جاتے ہیں زیادہ نہیں تو ایک مثال پیش خدمت ہے۔

فاضل بریلوی نے حسام الحرمین ۱۳۲۴ میں شائع کی۔ جب کچھ عرصہ کے بعد المہند علی المہند اور الشہاب الثاقب دو اس کے جواب آئے تو پھر ۱۳۴۰ھ تک فاضل بریلوی نے کوئی رسالہ یا کتاب نہ لکھی اور نہ ہی لکھوائی اور نہ ہی کسی کو کہا کہ وہ ان کا جواب دے بلکہ خاموشی سے تحت التراب چلے گئے، تو باطل کا مبہوت ہونا آپ دیکھ چکے ہیں اور یہی حال غلام نصیر الدین سیالوی کا ہوگا (ان شاء اللہ تعالیٰ) ہاں اگر اپنے ہم مسلک مولوی کا دل رکھنے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی نا تمام کریں تو ضرور کریں۔

جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ”عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے جواب تو نہیں دیا البتہ دجل و فریب اور گالم گلوچ کا حق ادا کر دیا۔ اور وہ اس فن میں شاید اپنے آنجنابی باپ فاضل بریلوی پر بھی سبقت لے جائیں تو یہ مانا جاسکتا ہے جس نے ہمارے جواب کا حصہ اول دیکھا ہے وہ اس کو عین یقین کی طرح دیکھے گا اور جس نے نہیں دیکھا ہے وہ یہی پڑھ لے تو بھی کافی و شافی دانی رہے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) غلام نصیر الدین سیالوی صاحب کو میدان میں کودنے کا بڑا شوق تھا تو وہ ان کا پورا کر دیا جائے گا۔

اور آئندہ کے لئے امید تو یہ ہے کہ یہ میدان کا راستہ ہی بھول جائیں گے ورنہ بے شرم آدمی کے لئے کوئی قید اور پابندی نہیں ہے اور یہ غلام صاحب اس درجہ سے بھی آگے گزر چکے ہیں تو ان کو تو بدرجہ اولیٰ اجازت ہے کہ وہ ایران تران کی باتیں کرتے چلے جائیں۔

ہماری زبان میں کہتے ہیں کہ بے حیا کا گھی گر گیا تو اس نے کہا کوئی بات نہیں روکھی کھالوں گا۔ تو غلام نصیر الدین بھی شرم و حیا سے ایسے ہی عاری ہیں۔

رضا خانی نسل میں دجل و فریب بہت زیادہ ہے یا جہالت و حماقت یعنی یا تو یہ لوگ عبارات سمجھتے ہی نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو پھر دجل و فریب سے کام لیتے ہیں۔

ہم دونوں صورتوں کو مثالوں سے واضح کرتے ہیں کہ جہالت سے کیسے بندہ عبارات نہیں سمجھ سکتا اور دجل و فریب میں کیا کرتا ہے۔

آئیے ملاحظہ کیجئے:

(۱) ایک آدمی کی بیٹی کا نام ماجدہ تھا تو اپنی بیوی کو یوں کہہ کر پکارتا تھا والدہ ماجدہ تو پڑوسی جہالت کی وجہ سے سمجھنے لگے کہ یہ اپنی بیوی کو ماں کہتا ہے مفتی صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے اس صاحب کو بلا کر پوچھا کہ آپ کی بیٹی ہے؟ اس نے کہا جی تو مفتی صاحب نے پوچھا نام کیا ہے اس نے بتایا ماجدہ تو مفتی صاحب نے کہا ٹھیک ہے اور پھر سارا واقعہ بتا دیا کہ آپ کے بارے میں لوگوں کا یہ الزام تھا کہ بیوی کو ماں کہتا ہے۔

حالانکہ اس کے دل و دماغ میں یہ معنی و مفہوم کبھی پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ اس کے الفاظ کا حقیقتہً یہ معنی بنتا ہے بلکہ زبردستی دھونس جما کر اگر اس کو کہا جائے کہ تیری بات کا یہی معنی بنتا ہے کہ تو بیوی کو ماں کہتا ہے تو یہ فاضل بریلوی جیسے لوگوں کا کام ہے۔

(۲) عورتیں چاند دیکھنے کے لئے چھت پر چڑھیں تو ایک عورت اپنے بچے کو دھلا کر وہ بھی تیزی سے چھت پر گئی اور کہنے لگی ارے مجھے تو دکھاؤ۔ دیگر عورتوں نے دکھایا۔ تو وہ ناک پر انگلی رکھ کر کہنے لگی اس دفعہ چاند بدبودار ہے۔ ساری عورتیں اس کی طرف دیکھنے لگی کہ فاضل بریلوی کی طرح اس کو بھی چاند میں عیب نظر آ گیا دیگر اکابر ہندوستان نے تو تکفیر نہ کی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بچے کا پاخانہ دھلانے کے بعد ہاتھ اچھی طرح نہ دھوئے تھے اور وہی بدبو ہاتھوں سے آرہی تھی۔ تو نہ تو چاند بدبودار اور نہ ہی اس میں خامی بلکہ اپنی حماقت سے چاند کو بدبودار کہنے لگی۔

(۳) بھنگی دوکان پر گیا کہ مجھے دیکھنے کے لئے ایک آئینہ تو دیدو۔ دکاندار نے دیدیا بھنگی نے دیکھا تو کہنے لگا اس میں تو کچھ بھی نظر نہیں آتا دوکاندار نے صاف کر کے پھر دیا تو بھی یہی جواب بھنگی کی طرف سے آیا تو دوکاندار نے جو دیکھا تو بھنگی صاحب آئینے کی الٹی طرف سے چہرہ دیکھ رہے ہیں۔

یہی حال فاضل بریلوی کا ہے خواہ مخواہ عبارات کو کفریہ بنانے پر تل گئے ورنہ تصویر تو بڑی صاف نظر آرہی تھی اگر صحیح سمت سے فاضل بریلوی چہرہ دیکھتے۔

(۴) ایک آدمی ٹرین پر پہلی دفعہ سواری کرنے کے لئے جانے کے لئے گیا اس نے ٹکٹ گھر سے ٹکٹ خریدی اور پوچھنے لگا گاڑی کدھر ہے اور کیسی ہوگی تو انہوں نے بتایا کہ اس کے آگے کالا انجن لگا ہوا ہوگا دھواں نکل رہا ہوگا اور وہ پلیٹ فارم پر آئیگی، وہ بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک کالے رنگ کا آدمی سگریٹ پیتے ہوئے جا رہا تھا تو یہ آدمی چھلانگ لگا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا ابے الحق یہ کیا۔ اس نے جواب دیا میں رضا خان کا شاگرد ہوں اور ہم حقیقت پر نہیں جاتے بلکہ جہاں ہماری طبیعت کرے الفاظ کو فٹ کر دیتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ گاڑی کا انجن کالا ہوگا اور دھواں بھی نکل رہا ہوگا تو میں اس لیے تیرے اوپر سوار ہو گیا کہ تو کالا بھی ہے اور دھواں بھی نکل رہا ہے اس لیے رضا خان کا فکر یہی ہے کہ تو ہی ہے اور مجھے لاہور پہنچا کہ میں نے ٹکٹ لیا ہوا ہے۔

اب بتائیے کہ ایک فی صد بھی اس کی بات کا مطلب نہ تھا کہ یہ آدمی ٹرین ہوگا اور اس پر چڑھ جانا یہ تو رضا خانی فکر ہی ایسے تھی اس میں اس کالے آدمی کا کیا قصور ہے۔

(۵) خیر المدارس کا جلسہ ہو رہا ہوا اور اعلان کیا جائے کہ رات کو فلاں مدرسہ میں فلاں وقت بعد از نماز عشاء جلسہ ہوگا فلاں فلاں حضرات تشریف لائیں گے مستورات کیلئے پردے کا خاص انتظام ہوگا۔ اب انوار العلوم کے کاظمی صاحبان رضا خانی سوچ و فکر کے حامل ہیں کہنے لگے دیکھا دیوبندیوں کو۔ لوگوں نے کہا کیا ہوا، کہنے لگے اعلان سنا ہے، لوگوں نے کہا جی، تو کاظمی برادران کہنے لگے آخری فقرہ سنا کہ مستو (یعنی مست آدمیو) رات کے لئے پردہ میں خاص انتظام ہوگا۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ اعلان کرنے والوں کے دل و دماغ میں نہ ایسی سوچ ہے اور نہ ہی الفاظ کا مفہوم یہ نکلتا ہے مگر رضا خانی فکر میں اتنی باریکی کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک شاعر کو بدنام کرنے کیلئے لوگ کھڑے ہوئے سب نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے تو شرارتی لوگ کہنے لگے کہ یہ کہتا ہے ع

کان رسول میں گوہر یکتا حسین ہے

اور پھر کہتا ہے ع

بحر نبی میں گوہر یکتا حسین ہے

یہ ہمارے نبی کو، کانا اور بہرا کہہ رہا ہے (العیاذ باللہ) ہم اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اب آپ دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا کہا ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔

کیونکہ نہ الفاظ کا یہ مفہوم بتا ہے اور نہ ہی شاعر کے دل و دماغ میں ایسا گندا مفہوم ہے یہ تو سب رضا خانی سوچ کا اثر خامہ ہے۔

دوسری مثال دیکھیں چند رضا خانیوں نے ترکیب بنائی کہ فلاں مولوی کو بدنام کرنا ہے وہ چلے گئے حضرت آپ بہت بڑے عالم ہیں ہم آپ سے کچھ حدیثیں عربی زبان میں سننا چاہتے ہیں انہوں نے بڑی محبت سے بٹھایا اور سنانے لگے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب رضا خانی اٹھ کر محدث کو مارنے لگے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تو کہنے لگے یہ گستاخ رسول ہے وہابی ہے اس نے ہمارے رسول کو کالا کہہ دیا ہے حالانکہ ان رضا خانیوں کو چھوڑ کر امت مسلمہ سے پوچھا جائے کہ کیا مولوی صاحب کے الفاظ کا یہ مفہوم بتا ہے؟ کیا ان کی مراد یہ ہے؟ کیا کوئی پہلو بھی ایسا نکلتا ہے؟ تو ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا مگر رضا خانی سوچ ہی نرالی ہے۔

بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک زبان میں ایک لفظ تو ہین ہوتا ہے دوسری زبان میں وہ تعریف ہوتا ہے جیسے ”اف“ کا لفظ ہے اصول شاشی وغیرہ میں موجود ہے کہ جہاں یہ لفظ تعریف کے لئے بولا جائے تو اسے ماں باپ کے لئے بولنے میں حرج نہیں۔ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے مہتر کے لفظ کے بارے میں پوری تحقیق لکھی ہے۔

کہ بعض علاقوں میں بھنگی کے معنی میں اور کئی علاقوں میں سردار کے معنی میں ہے چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

لکھنؤ میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چترال کہتے ہیں لکھنؤ میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لئے استعمال کرے کافر ہے اور چترال اور فارسی میں نہیں۔

ہر ملے ہر سے

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح

سندھیاں را اصطلاح سندھ قدح

(جاء الحق ص ۲۵۵)

ہمارے اکابر دیوبند کثیر اللہ اتباعیم الی یوم القیامہ کی عبارات ایسی نہیں ہیں بلکہ صاف اور شفاف ہیں۔ رضا خانیوں کے دجل و فریب یا جہالت کی وجہ سے اختلاف کھڑے ہوئے ورنہ عبارات تو صاف و شفاف تھیں۔

اس قسم کی بھی چند مثالیں حاضر خدمت ہیں:

میں ایک جگہ مری میں بیان کرنے کے لئے گیا تو مجھ سے انہوں نے اصرار کیا کہ اپنی جھٹکوی زبان میں بیان کریں تو میں نے دوران بیان اپنی زبان میں کہا ٹو کے صاحب تیرے منہ پر تو مولانا فضل الرحمان صاحب بجا بھی نہیں رگڑتے چہ جائیکہ تو ان کو مناظرہ کی دعوت دیتا ہے اس کام کیلئے ہم حاضر ہیں وہ تو ہمارے شیوخ کے بھی شیخ ہیں۔ اب اس لفظ ”بجا“ کو میں نے تو بول دیا مگر بعد میں انہوں نے بتایا کہ اس سے مراد ہماری مری کی زبان میں شرمگاہ کے لئے بولتے ہیں۔ اب میری شرم کی انتہا نہ رہی۔ تو یہ لفظ ہماری زبان میں لعنت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کسی معنی کے لئے مستعمل نہیں تو اس میں میرا بھی قصور نہ تھا۔

توبات کرنے کا مقصد یہ ہے ہمارے اکابر کی عبارات کا یہ پہلو بھی نہیں ہے کہ کہیں تعظیم اور کہیں توہین ہوں بلکہ ہر جگہ ہی درست ہیں۔

ایک اور مثال رضا خانیوں نے لکھا ہے ایک نوکر نے اپنے نواب کی تعریف میں کئی لفظ بولے اور ایک یہ لفظ ”سنجیدہ“ بھی بول دیا، نواب صاحب بگڑ گئے کہ تو خود ہوگا میں کیوں۔ اس لیے کہ ہماری پنجابی زبان میں یہ لفظ گالی ہے۔

تفصیل کے لئے تقریری نکات دیکھئے:

چند مثالیں دیگر ملاحظہ فرمائیں تاکہ بات مزید کھرجائے:

ایک دفعہ پنڈت سے مناظرہ میں پنڈت کہنے لگا تمہارے قرآن میں گالیاں ہیں۔ تم چوتھے

پارے کا پہلا لفظ پڑھ لو۔ تو ہمارے مناظر نے جواب دیا کہ پنڈت جی عربی زبان کا لفظ ہے عرب میں نفی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ گالی کے لئے مگر پنڈت مان نہ رہا تھا تو ”وید“ سے مناظر نے ایک شعر پڑھ دیا ۔

مالی اپنے باغ سے پودا پھول نہ دے
پنڈت اپنی دھی سے چوت مانگ کے لے
تو پنڈت صاحب میدان چھوڑ گئے۔

دھی ہماری زبان میں بیٹی کو کہتے ہیں مگر اس جگہ اس سے مراد دھیان ہے۔ اور چوت دبر کو کہتے ہیں مگر اس جگہ ہندی میں مراد پورا پودا ہے۔
یعنی مالی باغ سے کسی کو ایک پتہ اور پھول بھی نہیں دیتا مگر پنڈت اپنی سمجھ اور عقل کی بنیاد پر پورا پودا ہی لے جاتا ہے۔

جیسے قرآن پر خواہ مخواہ الزام لگانا درست نہیں کہ اس میں گالیاں ہیں اسی طرح اکابر دیوبند کی کتب پر بھی الزام درست نہیں۔

ایک شیعہ مناظر نے کہا یہ جو تم کہتے ہو الصحابة کلہم عدول اس میں عدول سے تمہاری مراد یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور عادل کا معنی ظالم ہے۔

تو سنی مناظر نے جواباً کہا یہ تو غلط ہے اس لئے نہ تو اہلسنت کے دل و دماغ میں یہ مفہوم ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے دیکھا جائے تو یہ مفہوم بنتا ہے یہ آپ کے گندے ذہن کی ہی پیداوار ہے۔

یہی رضا خانی حضرات کی سوچ ہے خدا انہیں ہدایت دے۔
آخر میں ہم ان کے تذکرہ خوشیہ سے ایک حکایت لکھنے لگے ہیں کہ جیسے پیر نے ایمان مفصل کا معنی و مفہوم بنایا اور گڑبڑ کیا ویسے ہی رضا خانی نسل کے افراد کر رہے ہیں

ایک پیر سے مرید نے آمنت باللہ کا معنی پوچھا۔ تو اس نے کہا اس کا معنی بتانا خلافت دینا ہوتا ہے۔
چلو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ آمنت باللہ یعنی اللہ نے ایک بلا پالا ہوا تھا و ملائکتہ جو ملائی کھا جاتا تھا و کتبہ اس کے پیچھے کتے لگا دیتے و رسلہ اس کو رسی سے باندھ دیا و الیوم الآخر وہ اپنے انجام کو پہنچ

گیا۔ (العیاذ باللہ)

یہی سبق غلام نصیر الدین نے سیکھا ہے عبارات اکابر دیوبند کے لئے آخراپنے بڑوں کا رنگ تو ہونا چاہئے ورنہ سب کہیں گے یہ تو ناخلف ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تو یوں ایک مثال ایک رضا خانیوں کی دی ہے ایک جگہ ناک کٹے ہوئے کو حرامی کہتے تھے وہاں ایک ناک والا آدمی جا نکلا تو لوگوں نے دور سے دیکھتے ہی اسے حرامی کہنا شروع کر دیا جب وہ قریب آیا تو ہکا بکارہ گیا کہ ہیں خود حرامی اور کہتے مجھے ہیں جب اصل بات کھلی تو معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ کہیں یہ ہمیں حرامی نہ کہنے لگ جائے۔

یہی حال رضا خانیوں کا ہے گندان کے اپنے گھر میں بھرا ہے مگر یہ لوگ اس کو چھپانے کے لئے دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس پر ایک مثال مجھے اور یاد آئی کہ ایک بھکاری کے پاس ایک بندر اور ایک بکرا تھا۔ جو کچھ بھکاری کو ملتا وہ سب کچھ اپنی زنبیل میں ڈال دیتا بندر کھا خود جاتا اور تھوڑا سا بکری کے منہ پر مل دیتا بھکاری روز کئی مرتبہ بکری کی ٹھکانی کرتا۔ ایک دن بھکاری نے سارا ماجرا دیکھ لیا تو پھر اس نے آئندہ اپنا طور طریقہ ہی بدل لیا یہی حال بندر کی طرح فاضل بریلوی نے بھی کیا۔ ویسے بندر کے بریلوی ہونے پر خود فاضل بریلوی کے ملفوظات گواہ ہیں۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی آنجہانی اور اس کی ذریت نے دجل و فریب یا جہالت سے یہ سب ڈرامہ رچایا ہے عوام نے جہالت سے خواص نے دجل سے میرے خیال میں اتنے سارے جوابات دیئے جانے کے باوجود نہ ماننا جہالت کی نفی کرتا ہے لہذا یہی مفہوم ہونا چاہئے کہ دجل و فریب ہی سے عبارات پر اعتراض کئے ہیں تاکہ وہ خود بچ جائیں مگر ان کی خدائی مار کا علم نہ تھا۔ خود ان کے گھر کے افراد نے ہی اپنے افراد کو کافر و گستاخ قرار دیا۔

دست و گریبان کی تین جلدیں ملاحظہ فرمائیں

القصہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۲ کے شروع میں لکھتے

ہیں فقیر نے عرصہ تین سال قبل عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں مولوی سرفراز صاحب کی ہر قابل جواب بات کا تفصیلی جواب پیش کیا لیکن اس کے باوجود دیوبندیوں کی ایسی گستاخانہ عبارتیں بھی ہیں جن پر اس کتاب میں تبصرہ نہیں ہو سکا اور بعض گستاخانہ عبارات کا اجمالاً رد کیا گیا تو بعض احباب نے اس امر پر توجہ دلائی کہ کتاب کا دوسرا حصہ لکھ کر ان عبارات کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کیا جائے اور متنازعہ عبارات پہلے حصہ میں زیر بحث نہیں آئیں ان پر تفصیلی بحث ہونی چاہئے۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۱)

الجواب

اہل علم کی خدمت گزارش ہے کہ ہم نے بھی بقول سیالوی ان کی قابل جواب بات کا جواب عرض کر دیا ہے اور آئندہ بھی اسی اصول کے پیش نظر قابل جواب بات کا جواب عرض کر دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ غلام صاحب سمجھتے ہیں کہ اور عبارات بھی بہت ساری علماء دیوبند کی گستاخانہ ہیں تو گزارش یہ ہے کہ نہ تو حسام الحرمین میں پیش کردہ گستاخانہ ہیں اور نہ ہی دیگر تو یہ سب آپ کے ہاتھ کی صفائی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو پوسٹ مارٹم کرنا ہے ہم نے آپ کا پہلے ہی صفایا کر دیا ہے۔ اور آئندہ بھی آپ کی صفائی و ستھرائی اور حجامت کرنا ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے اور یہ نعرہ لگا کر

ان كانت العقرب تعد

فالنعل لها حاصر

میدان میں کھڑے ہیں۔ اور امید واثق ہے کہ آپ کی عقل درست نہ ہوئی تو یوں ٹیڑھی گردن سیالوی کی طرح بھی نہ رہے گی۔

(۲) پھر غلام صاحب لکھتے ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے بارے میں ماضی قریب کے ایک نامور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ الخ

الجواب:

غلام صاحب ہوش سلامت رکھنیے انوار قمریہ حصہ سوم ص ۱۸۳ سے آپ فاضل بریلوی کی منقبت آپ کو نظر تو آگئی مگر اسی جلد میں جو آپ کے باپ کی حجامت خواجہ صاحب نے کی ہے وہ آپ کو نظر کیوں نہ آئی میرے پاس انوار قمریہ کی پرانی اور نئی طباعت دونوں ہیں نئی میں آپ کی باپ کی حجامت نکال دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خواجہ صاحب کا جھوٹ تھا؟

ہم اس خط کی صرف چند باتیں آپ کے ہم مسلک مفتی محمود احمد ساقی اور کرنل انور مدنی وغیرہم کی کتاب کرم شاہ کی کرم فرمائیاں مطبوعہ اپریل ۲۰۰۹ء سے نقل کر رہے ہیں، اس میں لکھا ہے:

اشرف سیالوی ذنبی کے شیخ طریقت پیر خواجہ لعل پال سرکار نے اس کو ظالم قرار دیا اور اس کے کلام کو فضول اور اسے بے ادب اور مغضوب قرار دیا۔ (انوار قمریہ ج ۳ ص ۲۳۵ مطبوعہ پنجاب کالونی کراچی کرم شاہ کی کرم فرمائیاں ص ۱۷۵)

اور تجلیات علمی میں خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب کا ملفوظ درج ہے کہ کثرت علم نے اس میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن کو بزرگ اور شیخ الاسلام مان رہے ہو وہ تو تمہیں یہ سب کچھ سنا رہے ہیں اب باپ کو چھوڑو گے یا ان اپنے بزرگوں کو؟ اگر یہ بزرگ چھوڑ دو تو پھر ان کا حوالہ مجھے کیوں سناتے ہو؟ تمہارے نزدیک تو انوار قمریہ معتبر ہے لہذا اپنے باپ کی تصویر کو یہاں سے پہچان لے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بارے میں منفی پروپیگنڈہ خواجہ صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد کی کارستانیوں بریلویوں کی اپنی ہیں لہذا ہمارے خلاف تو حوالہ نہیں البتہ تمہیں اپنے نسب کی فکر کرنی چاہئے۔

غلام صاحب نے آگے دو صفحے اس پر سیاہ کئے ہیں کہ خواجہ قمر الدین صاحب نے اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے۔ میری گزارش یہ ہے اس سلسلہ میں تکفیر کو چھوڑ دو ورنہ تمہارا کوئی آدمی باقی نہ بچے گا۔

(۱) تمہاری کتابیں ہی لکھتی ہیں خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب شاگرد مولانا معین الدین اجیمیری کے ہیں جو کہ ساری زندگی جمعیت علماء ہند سے وابستہ رہے ہیں۔ تو کیا اکابر دیوبند کو مسلمان اور ان کے ساتھ رہنے والا کا شاگرد صحیح العقیدہ تمہارے اصول سے باقی رہے گا دیکھئے سیالوی صاحب کے ممدوح اقتدار احمد خان نعیمی کا رسالہ شرعی استفتاء جس میں انہوں نے صاف طور پر مانا ہے وہابیوں سے پڑھنے والا

بھی وہابی ہے۔

خود تمہیں اقرار ہے کہ محمدی شریف والے سارے سیال شریف کے مریدوں میں سے ہیں دور نہ جائیے مولانا ذاکر صاحب سیال شریف کے خلیفہ تھے ان کے متعلق تو غلام صاحب آپ کے باپ کو تسلیم ہے کہ وہ دیوبندی بریلوی جھگڑوں سے دور رہتے تھے دیکھئے مناظرہ جھنگ کا حاشیہ۔ تو جوان جھگڑوں میں جو تمہارے بقول کفر و اسلام کا ہے اس کو نہ ماننے والے آدمی سے خواجہ سیالوی کا دوستانہ کیوں رہا؟ اس کے جلسوں پر کیوں آتے جاتے رہے جن میں اکابر دیوبند کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔

(۲) بگہ شریف والوں کے حالات پر مشتمل تذکار بگویہ کا مطالعہ غلام صاحب آپ کے لئے مفید رہے گا یہ بگہ والے جو مدرسہ چلاتے رہے خواجہ قمر صاحب گاہے بہ گاہے وہاں تشریف لے جاتے وہاں مدرسہ کو خواجہ صاحب نے اپنا مدرسہ قرار دیا جبکہ پڑھانے والے کئی اکابر دیوبند کے فیض یافتہ اور اکابر دیوبند کو نہ صرف مسلمان بلکہ ولی اللہ سمجھنے والے تھے اور وہاں سے نکلنے والے رسالہ کو خواجہ صاحب اپنا رسالہ سمجھتے تھے جس میں بھی اکابر دیوبند کی تعریفات کا سلسلہ چلتا رہا اور ان کے جلسوں پر اکابر دیوبند کا تشریف لے جانا اور خواجہ کے ساتھ مل کر جلسہ کرنا بلکہ ان کے اپنے ادارے میں اکابر دیوبند کا تشریف لانا بھی اس بات کی بین دلیل ہے کہ خواجہ صاحب اہل بدعت کے فتویٰ تکفیر سے متفق نہ تھے کیونکہ جن کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے ان کو اپنا معزز مہمان بنا کر اپنی عوام کو دین سکھانے اور سنانے کے لئے بلانا اور انہیں اپنے مدرسہ میں استاد رکھنا بھی عقل مندی تو نہیں ہوتی۔

(۳) سیال شریف کے ہی زیر انتظام وزیر سیادت چلنے والے مروالہ شریف والے حضرات اپنی کتاب ہوا المعظم میں ان کو حنفی قرار دیں اور اہل سنت میں شمار کریں بلکہ اہل بدعت پر سخت تنقید کریں یہ بھی دلیل بین ہے خواجہ صاحب کی تکفیری ٹولے سے موافقت نہیں تھی۔

(۴) اور یہ بھی تو آپ کے گھر کی گواہی ہے کہ خواجہ صاحب کے دسترخوان پر اکابر دیوبند کے چشم و چراغ بھی بلائے جاتے تھے اور پھر کافی وقت تک علمی گفتگو کا سلسلہ چلتا رہتا۔

ہم نے اگر ان باتوں کی تفصیل شروع کر دی تو اس کے لئے الگ ایک کتاب کی ضرورت پڑے گی اور اگر وقت نے ہم فقیر لوگوں کو مجبور کر دیا تو ہم اس عنوان پر بھی لکھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ واللہ

الموفق والمعين۔

اب غلام کا یہ فتویٰ لکھنا کہ (خواجہ صاحب) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دیوبندی کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر سمجھتا ہوں۔ (ص ۷ تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۲)

تو یہ صاف جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ پچھلے سارے احوال جن سے مذکار بگو یہ وغیرہ کتب بھری پڑی ہیں نہ صرف غلط ہوئیں بلکہ خواجہ صاحب کی بھی شخصیت مجروح ٹھہرے گی کہ کافر سمجھنے کے باوجود انہیں مدرس، استاد، اور ان کی سرپرستی وغیرہ ایہ سب کچھ کرتے رہے؟ (العیاذ باللہ)

ص ۶ پر ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف بہت کچھ لکھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اس نے کہا حضور شیخ الاسلام نے (تکفیر) نہیں فرمائی لہذا میں بھی تکفیر نہیں کرتا۔

غلام صاحب نے آگے خواجہ قمر الدین صاحب کا فتویٰ نقل کر دیا جو کہ بقول سیالوی انہی کا ہے تو اس سے ڈاکٹر صاحب تو کافر ٹھہرے کیونکہ فتویٰ یہ ہے میں دیوبندی کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر سمجھتا ہوں۔

(ص ۸) تو اس فتوے کے روشنی میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بریلوی مذہب کی رو سے اسلام سے رخصت ہوئے مگر دیگر اکابر بریلویہ کو یہ برداشت نہ ہوا انہوں نے بھی جوابی فائرنگ کر کے سیالوی اور اس کے ہم مشرب اور خواجہ سیالوی کو نشانہ بنایا کہ۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب مفتی مطیع الرحمان صاحب خواجہ مظفر صاحب عبد الرحیم بستوی اور مولانا الیاس عطار قادری اور تمام علماء حقہ میں سے کسی کی بھی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنا صریح کفر ہے۔ لہذا انجینئر مذکور کافر یہودی ہے جس نے علماء حق کی توہین کی۔ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ ص ۱۹۷)

غلام صاحب ہماری گزارش پر غور کریں کہ خواجہ سیالوی صاحب کو ایک تکفیری سلسلے کا حصہ نہ بنائیں ورنہ نہ تو تمہارا کچھ بچے گا اور نہ ان کا۔

ص ۸ سے لیکر ۲۷ تک مختلف آیات و احادیث سے اور فقہ کے اقوال سے عظمت رسول پاک ﷺ کا بیان اور گستاخ پر سزا وغیرہ کا بیان ہے ضمن میں کچھ ابحاث آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ص ۱۵ آیت مبارک کہ کو غلط لکھا ہے کہ یا ایہا النبی انا ارسلنا شہداً و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرة و اصبلاً۔ حالانکہ آیت مبارکہ یوں ہے انا ارسلنا شہداً و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرة و اصبلاً۔ آیت پر بھی آیت غلط لکھی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں فسبح اطراف النہار و انا للیل لعلک ترضی اور ص ۸۲ پر بھی آیت غلط لکھی ہے۔ اسی طرح غلط لکھا ہے۔ حالانکہ آیت یوں ہے و من آنا للیل فسبح و اطراف النہار لعلک ترضی۔ (طہ آیت نمبر ۱۳۰)

آیت غلط لکھنے کی وجہ جو فتاویٰ جات لگتے ہیں وہ تیسری جلد دست و گریبان میں ملاحظہ فرمائیں المختصر یہ ہے کہ آیات کو غلط لکھنے پر بریلوی مسلک کے گھر سے تحریف اور کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ صاحب مطالعہ پر مخنی نہیں ہے تو محرف قرآن اور کفر کا بھاری حصہ وصول فرما کر غلام صاحب کو اپنی قبر و آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

ص ۷۷ پر غلام صاحب رقمطراز ہیں:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں

اصول الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ لوگ بندگی نبی پاک ﷺ کی کرتے ہیں حالانکہ کلمہ طیبہ میں ہر مسلمان اقرار کرتا ہے لا الہ الا اللہ کہ خدا کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں مگر یہ لوگ کس ڈھٹائی سے کہہ رہے ہیں اصل الاصول بندگی آپ ﷺ کی ہے بریلوی حضرات اس لیے سجدوں میں بھی نیت روضہ پاک کی کرتے ہیں۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں

عشاق سجدہ میں سوئے حرم جھکے

اللہ جانتا ہے نیت کدھر کی ہے

فاضل صاحب اپنی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم لوگ حرم کی طرف سجدہ تو کیے ہوتے ہیں مگر یہ اللہ جانتا ہے کہ ہم نے نیت کعبۃ اللہ کی نہیں کی بلکہ روضہ مبارک کی کی ہوئی ہے۔

اب بتائیے فاضل بریلوی اینڈ کمپنی جو کہ سجدہ عبادت بھی غیر خدا کو کرے تو مشرک ہونے میں کیا کسی اور دلیل کی ضرورت ہے؟

ص ۲۳ پر غلام صاحب لکھتے ہیں:

نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو گستاخ کے ساتھ محبت رکھے وہ بھی کافر ہے..... جو گستاخ لوگوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔

ص ۳۱ پر بھی یوں لکھتے ہیں:

جو آدمی بھی سرکار علیہ السلام کی توہین کرنے والوں کی کسی وجہ سے رعایت کرے ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اور ص ۵۲ پر لکھتے ہیں:

نبی پاک کے گستاخوں سے محبت کرنے والا مسلمان نہیں ہے..... گستاخانہ عبارات نبی پاک ﷺ کے لئے ایذا اور تکلیف کا موجب ہیں کیونکہ گستاخانہ عبارات ان آیات قرآنی کے خلاف ہیں جس میں نبی پاک ﷺ کے ادب و تعظیم و توقیر کی تلقین کی گئی ہے مذکورہ بالا آیت سے بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو ایذا دینے والوں کے لئے ذلت والا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

غلام صاحب گزارش یہ ہے کہ یہی بات میں آپ کے والد صاحب پر یوں فٹ کرتا ہوں کہ آپ کے گھر کے جید علماء بریلویہ نے آپ کے والد مولوی اشرف سیالوی کو گستاخ رسول قرار دیا ہے تو ان پر خوب آپ کے فتاویٰ فٹ ہو گئے بلکہ آپ نے لکھے ہی اپنے والد صاحب کے لئے تھے دیکھئے:

مفتی محمود حسین شائق

آپ علامہ سلوی سے کہیں کہ وہ اپنے فتویٰ سے فوراً رجوع کا اعلان کرے اور توہین آمیز جملہ سے توبہ کرے۔ (تجلیات علمی ص ۲۹۵)

ایک اور بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

خود ساختہ علمیت کے نامعقول نشہ میں مدہوش آپ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ایک سنگین جارحیت کا ارتکاب کر گئے لہذا ابھی اللہ جل جلالہ کے حضور سربسجود ہوں اور اس گستاخانہ عبارت سے رجوع

کریں۔ (نبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ ص ۶۳، ج ۱)

مفتی عبد المجید خان سعیدی بھی یوں لکھتے ہیں:

بارگاہ مصطفوی کے بے ادب و گستاخ۔ (تنبیہات ص ۵۵)

مفتی نذیر احمد سیالوی صاحب لکھتے ہیں۔

کتاب میں عظمت مصطفیٰ ﷺ پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ (تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ

میں ص ۳۱۷)

اسی کتاب کے پہلے حصے میں تصدیقات و تائیدات ہیں اس میں مفتی شوکت سیالوی لکھتا ہے:

ان کا یہ اسلوب ہر جگہ آقائے کریم ﷺ کی شان مبارکہ کی نفی کے لئے نظر آتا ہے۔ (ص ۶۸)

آگے لکھتے ہیں:

تحقیقات میں حضور سید المعالمین ﷺ کی شان و عظمت کو کم کرنے کی ایک دانستہ کوشش کو الخ۔

(ص ۷۲)

مفتی عبد المجید خان سعیدی مزید کہتے ہیں:

سرگودھوی صاحب کی اپنی تحریرات کے پیش نظر ان کا یہ انکار آپ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی

قرار پایا اور ان کا یہ اقدام ان کا قبیح و شنیع جرم ہوا۔

اس کے بارگاہ نبوی میں گستاخی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ الخ۔ (تنبیہات ص ۶۶)

خلاصہ یہ کہ سرگودھوی صاحب خود اپنی تحریرات کی روشنی میں ولادت باسعادت تا اعلان نبوت

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (تنبیہات ص ۶۹)

یہ سلسلہ بڑا لمبا ہے مگر ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ غلام صاحب تمہارے باپ کے نظریہ کو جمہور

بریلویت کفریہ و گستاخانہ قرار دیتی ہے دیکھئے آپ کے خلاف آئی ہوئی سب کتب جو ۱۰۰ سے زائد ہیں۔

تو سوال یہ ہے کہ آپ کو اپنے باپ سے پیار و محبت تھی اور جنازہ بھی پڑھا تو اپنے فتوؤں سے آپ

خود ہی کافر و مرتد جا ٹھہرے۔ یہ کتابیں تقریباً سب ہی تیرے باپ کی زندگی میں ہی آگئی تھیں تو تم نے

جان بوجھ کر گستاخ رسول کی موافقت کی۔ تو یہ ساری کی ساری بحث تمہارے اپنے سر جا لگتی ہے۔

غلام کا جھوٹ

غلام صاحب لکھتے ہیں:

ان عبارات کے سامنے آنے سے اشرف علی تھانوی کے اس مرید کا کافر ہونا بھی ثابت ہو جائے گا جو صبح سے لے کر شام تک کلمہ اس طرح پڑھتا رہا لا الہ الا اللہ اللہ اشرف علی رسول اللہ۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۷)

یہی بات اس نے کتاب میں کئی جگہوں پر لکھی ہے ہم اس پر صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہی اگر کہہ دیں تو کافی ہے کیونکہ اس کے جھوٹ ہونے پر ہم نے پچھلی جلد کے جواب میں مفصل کلام کیا ہے۔ اس عنوان سے غلام صاحب کے دو اشکال کا ہم یہیں جائزہ لیتے ہیں۔

غلام صاحب لکھتے ہیں:

دیوبندی حضرات اشرف علی رسول اللہ والے کلمہ کی دو تاویلیں کرتے ہیں پہلی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ خواب کا واقعہ تھا حالانکہ چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ کسی نے خواب کے اندر اس طرح اپنے پیرومرشد کو رسول قرار دیا ہو اگر مولوی سرفراز کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے تو پیش فرمائیں۔ کیونکہ حضرت ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں۔

دوسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ وہ مجبور تھا زبان قابو میں نہیں تھی تو پھر گزارش یہ ہے کہ کلمہ شریف کے دو جز ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پہلے جز کا تلفظ کرتے ہوئے اس کی زبان قابو میں رہتی ہے اور کسی قسم کی غلطی اس سے صادر نہیں ہوتی لیکن دوسرے جز کا تلفظ کرتے ہوئے اس کی زبان بھی بے قابو ہو جاتی ہے اور اس کا زبان پر قبضہ اور کنٹرول بھی ختم ہو جاتا ہے یہ ابلیسی منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

بالفرض اگر مجبور بھی تھا تو اللہ تعالیٰ نے بتیس دانت کس کے لئے عطا فرمائے ہیں زبان کو روک لیتا۔ ہمارا اعتراض تو تھانوی صاحب کے جواب پر ہے وہ تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جدھر تو متوجہ ہے وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے اس طرح تو قادیانی بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ مرزا قادیانی کو اتباع سنت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے لہذا اس کو رسول کہنا جائز ہے تو پھر دیوبندی حضرات لائٹھی لے کر ان کے پیچھے

کیوں لگے رہتے ہیں۔ نیز گزارش یہ ہے کہ تھانوی صاحب کا مرید یہ بھی کہہ رہا ہے کہ میں محبت کی وجہ سے مجبور اور لاچار ہوں تو ایسی محبت تو ہر بت پرست کو اپنے جھوٹے معبود سے ہوتی ہے تو کیا محبت کی وجہ سے بت کو معبود ماننا جائز ہوگا شرک نہ ہوگا۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

الجواب

غلام صاحب بات یہ ہے کہ آج تک کوئی رضا خانی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ اس نے بیداری میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔ کلمہ پڑھا یہ تو اس نے خواب میں پڑھا ہے اور خواب کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہم غلام سے پوچھتے ہیں کہ جو خواب تم نے نقل کیے ہیں مثلاً ملفوظات میں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ رسول پاک ﷺ سے کھیاں اڑا رہے ہیں، یا امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا خواب کہ آپ ﷺ کی ہڈیاں اکٹھی کر رہے ہیں یا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں سیدہ عائشہؓ کا دودھ پیا۔ وغیرہ۔ کیا چودہ صدیوں میں کسی نے ایسا خواب دیکھا ہے اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کیا ان خوابوں کا بھی انکار کر دو گے؟

لگتا ہے کہ تم تو انکار کر دو گے کہ یہ چودہ صدیوں میں کسی نے نہیں دیکھے۔

دوسرا اعتراض کہ تلفظ لا الہ الا اللہ میں غلط کیوں نہیں کیا۔

تو جواب ہے کہ خواب آدمی کے اپنے بس کی بات ہوتا ہی نہیں تو یہ اعتراض بھی فضول ہے۔ اگر کوئی آدمی شطیحات صوفیاء پر اعتراض کرے کہ دیکھو جی انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، وغیرہ کلمات میں زبان خدا کے ساتھ تقابل میں شطیح پر آئی رسول کے ساتھ کیوں نہ کیا۔ یا لو ائی اعظم من سواء الحمد، لا الہ الا اللہ صادق رسول اللہ وغیرہ کلمات میں زبان نے خدا کے بارے میں کوئی بات کیوں نہ بلکہ رسالت کے ساتھ مقابل ٹھہرا تو غلام صاحب چپ کرنے کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکیں۔

باقی قادیانیت کا یہ دعویٰ ہی نہیں اگر ہوتا بھی تو غلط تھا کیونکہ اتباع سنت سے مقام رسالت تو نہیں مل سکتا۔ اور ہاں ادھر اس آدمی نے خواب میں کلمہ پڑھا اگر بیداری میں کلمہ شریف یوں پڑھا ہو تو دکھا دیجیے۔ باقی رہی ہندو کی بات تو وہ بھی اس جگہ صحیح نہیں اس نے یہ وجہ تو نہیں بتائی کہ مجھے آپ سے چونکہ محبت ہے

اس لئے میں نے آپ کا کلمہ پڑھا۔ بلکہ وہ تو خواب میں پڑھتا ہے اور محبت کا ذکر ویسے ہی کر رہا ہے۔ غلام صاحب اگر وہ محبت سے پڑھ رہا ہوتا تو اسے پریشان ہونے کی اور غمگین اور رونے دھونے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ تو بے چارہ اسی مجبوری اور لا چاری کی داستان چھیڑے بیٹھا ہے باقی رہا حکیم الامت تھانویؒ پر اعتراض کہ یہ تعبیر کیوں دی۔

تو آپ بتائیں کہ پھر اور تعبیر کیا ہونی چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہی کہا جائے گا کہ تعبیر غلط دی اس پر کوئی فتویٰ تو نہیں لگے گا مگر تعبیر کے فن سے اہل بدعت نابلد ہیں اس لئے بھی ان کو پریشانی ہے ورنہ تعبیر تو یہی بنتی ہے جو کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دی ہے۔

غلام کا ایک اور جھوٹ

زبان کا بہک جانا ایک دو لمحوں کے لئے تو ہو سکتا ہے لیکن صبح سے لے کر شام تک زبان قابو میں نہ رہے یہ بالکل غیر معقول امر ہے۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۸)

یہ بھی غلام کا جھوٹ ہے کہ صبح سے شام تک زبان اس کی قابو میں نہیں اور وہ یہ کلمہ شریف یوں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا رہا۔ اگر دنیا میں نسل رضا خانیت ہے تو کسی کتاب سے دکھا دے۔

غلام صاحب ص ۳۵ پر لکھتے ہیں:

اگر ضروریات دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے تو پھر مرزا قادیانی بھی معزول ہے اس کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے۔

گزارش یہ ہے کہ ہم نے کہاں تاویل کی ہے باقی رہی عبارات کی بات تو وہ تو صرف تم نے کھینچ تان کے کفر یہ بنائی ہیں اور یہ اہل بدعت کو زیبا تھا مگر اکابر ہندوستان نے تکفیر میں تمہارا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ اب تو اس تکفیر میں تمہارے گھر کے افراد ہی تم سے جدا ہو کر اپنی غلطی سے رجوع کر رہے ہیں اور علماء دیوبند کے نیاز مند ہو رہے ہیں۔

غلام صاحب ص ۳۷ پر لکھتے ہیں:

عبدالماجد دریا آبادی جو اشرف علی تھانوی کا خلیفہ ہے تھانوی صاحب کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ

شیعوں کو کافر کہنا کجا میرا دل تو مرزائیوں کو کافر کہنے سے بھی ہچکچاتا ہے اور میں ان کے بارے میں تاویل میں تلاش کرتا رہتا ہوں۔ (حکیم الامت ص ۲۵۹)

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دیوبندی حضرات مرزائیوں کو بھی کافر نہیں سمجھتے۔
(تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۷)

الجواب

غلام کا دجل دیکھیں حوالہ تو ایک دریا آبادی صاحب مرحوم کے ذمے لگایا نتیجہ سارے دیوبندیوں کو مرزائیوں کو کافر نہ کہنے والا بتایا۔

غلام کی سوچ بھی غلاموں والی ہوتی ہے اس کو حقائق و معارف کا کیا علم۔

بات یہ ہے کہ مولانا دریا آبادی نے اپنے اشکال حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں پیش کئے تھے جن کا حکیم الامت نے جواب دیا تھا جو کہ بھامہ و بکمالہ فتاویٰ میں درج ہے تفصیل کے لئے امداد الفتاویٰ کا مطالعہ فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے مولانا دریا آبادی مرحوم و مغفور کا رجوع بھی ثابت ہے چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بیان کے مطابق اپنی وفات سے تین چار سال پہلے مولانا نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور مولانا ندوی سے بڑھ کر مستند بیان کس کا ہو سکتا ہے؟ (وہ جو بیچتے تھے دوائے دل ص ۲۲۴)

مولانا محمد الیاس برنی نے قادیانیوں کا جملہ نقل کیا ہے کہ

مخالفین احمدیت کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو سرگروہ مسلمان علماء قائدین کو احمدیت کے متعلق اظہار رائے پر مجبور کرتا ہے اگر وہ خاموش رہیں یا اپنے دلی خیالات و عقائد کا اعلان کر دیں تو ان کو طرح طرح سے بدنام کیا جاتا ہے اس لیے انہیں مجبوراً مخالفین کا ہمنوا ہونا پڑتا ہے۔ اپنے اخلاق و اصول کی قربانی کرنی پڑتی ہے ان کا یہ اخلاقی افلاس واقعی قابل رحم ہے لیکن اگر خدا پر بھروسہ اور اپنے ضمیر کا احترام اور سچی بات واضح طور پر کہہ دیتے تو انہیں دقت پیش نہ آتی ہمیں افسوس ہے کہ گذشتہ ماہ مولانا ابوالکلام آزاد

کو بھی اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا بعض لوگ عرصہ سے انہیں اس مصیبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن مولانا سکوت و خاموشی کے قلعہ میں پناہ گزیں تھے لیکن ہوشیار و پرفن حیلہ سازوں نے کچھ ایسے جال بچھائے کہ طائر آزاد اپنے نشین خاموشی سے نکل کر ان کے جال میں گرفتار ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبار زمیندار ۲۶ جون ۱۹۳۶ء میں مولانا موصوف کے دو مکتوب شائع ہوئے ہیں جن میں آپ نے احمدیت کی مخالفت فرماتے ہوئے محدودین اور حدیث کی ضرورت سے انکار فرما دیا ذرا مولانا ابوالکلام کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

پہلے مکتوب میں فرماتے ہیں:

باقی رہے مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب کے دعاوی تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص جس نے اسلام کے اصول و مبادیات کو سمجھا ہے اور عقل سلیم سے بے بہرہ نہیں یہ دعاوی ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے (قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح لاہور ج ۲۴ نمبر ۲۴ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۱۶ء)

اسی طرح دیگر اسلامی مفکرین و مصنفین مثلاً ڈاکٹر سر محمد اقبال مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد ریا آبادی وغیرہ کے متعلق شکایات کے دفتر کھلے کہ کبھی کچھ تو معترف تھے مگر اب کیسے محترز بلکہ مخالف ہو گئے حالانکہ خود قادیانی منافقت اس انجام کی ذمہ دار ہے۔ (قادیانی مذہب تمہید پنجم ص ۶۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا دریا آبادی مخالف ہو گئے تھے تو غلام صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے جھوٹ بولتے ہوئے آخرت کا کچھ خوف دامنگیر ہونا چاہئے اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہم کی صفائی تو خود مرزائیوں نے دیدی کہ وہ ہمارے مخالف ہو گئے تھے جیسا کہ مولانا برنی نے ثابت کر دیا ہے۔

کتاب میں بہت سی باتیں پہلی جلد والی ہی غلام نے لکھ دی ہیں ہمیں ان کو دھرانے اور ان کے جواب دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

بابو جی غلام محی الدین ابن پیر مہر علی شاہ کی بحث کئی صفحات پر چھیڑ دی ہے کہ وہ بریلوی تھے اور دلیل میں اپنے ہی لوگوں کے بیانات لکھے ہیں غلام صاحب شرم آنی چاہئے پچھلی جلد میں تو آپ مخالف کے سامنے اپنے ہی گھر کے حوالے پیش کرنے پر چیں بہ چیں تھے اب گھر کے لوگوں کے حوالے چہ معنی دارد؟

گھر کے افراد تو تکفیر سے متنفر ہیں جیسا کہ ہم پچھلی جلد کے جواب میں لکھ آئے ہیں۔

اور پیر مہر علی شاہ صاحب کا مسلک بھی اس حوالے سے درج کر آئے ہیں وہ وہیں دیکھ لیا جائے باقی یہ کہنا حاضر و ناظر کے عقیدہ کو مولانا غلام اللہ خان شرک کہتے ہیں جبکہ پیر مہر علی شاہ اور ان کے بیٹے حاضر و ناظر کے قائل تھے۔ تو گزارش یہ ہے کہ یہ بات مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کی اپنی نہیں ہے بلکہ یہ تو اسلاف کی ہے اور تمہارے گھر کے افراد کی بھی جیسا کہ فتاویٰ مسعودی میں موجود ہے۔

جبکہ پیر مہر علی شاہ اور ان کے بیٹے کا ہر گز ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ان کی طرف منسوب باتوں کی طرف جائے تو پھر اسے استاد البریلویہ مولوی عطاء محمد بند یا لوی جو کہ آپ کے دادا استاد ہیں کا جملہ زیر نظر رکھنا چاہئے کہ کسی بات کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔

اس عبارت کو فتاویٰ مہر یہ میں مذکور کہنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ اعلیٰ حضرتؒ کی عبارت ہے کیونکہ فتاویٰ مہر یہ اعلیٰ حضرت قس سرہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ بعد کے مفتیوں نے فتاویٰ کو جمع کیا ہے اور یہ لغزشیں ان جمع کنندہ مفتیوں سے سرزد ہوئی ہیں۔ (سیف العطاء ص ۹۱) آگے لکھتے ہیں:

ملفوظات مہر یہ اور فتاویٰ مہر یہ اعلیٰ حضرت گولڑوئی کی تصانیف نہیں کہ ان میں جو کچھ ہے وہ حضورؐ کی تحریر ہو بلکہ یہ تو کوئی اور آدمی نقل کر رہا ہے۔ (سیف العطاء ص ۱۱۳) آگے لکھتے ہیں:

یہ فتاویٰ آپ کے وصال کے کئی سال بعد مفتیوں نے جمع کیا اس میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے جس کے احتمال کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے اس فتاویٰ کی صداقت کا معیار یہ ہے کہ جو فتویٰ کتاب و سنت اور مستند کتب احناف کے موافق ہے وہ تسلیم کیا جائے گا کہ یہ اعلیٰ حضرتؒ کی تحریر ہے اور جو فتویٰ کتاب و سنت اور مستند کتب احناف کے خلاف ہے وہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ یہ اعلیٰ حضرتؒ کی تحریر ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ کسی مفتی کی خطا یا عمدہ عیاری ہے یہی وجہ ہے کہ بندہ تمام اعتراضات فتاویٰ مہر یہ کی طرف منسوب کرتا ہے نہ کہ اعلیٰ حضرتؒ اور آپ کے فتویٰ کی طرف۔ (سیف العطاء ص ۱۸۱) ایک جگہ لکھتے ہیں:

قارئین پر واضح ہو کہ موجودہ مطبوعہ فتاویٰ مہر یہ میں محمد خان کی قومیت کا کوئی ذکر نہیں لہذا بندہ کا یہ ظن صحیح نکلا کہ کسی محرم راز نے فتویٰ کی عبارت میں یا تو رد و بدل کیا یا اس کا کچھ حصہ جان بوجھ کر حذف کر دیا جو اتنے بڑے فتنہ کے برپا ہونے کا باعث بنا اللہ تعالیٰ جامع فتاویٰ کو معاف فرمائے اس نے یہ بہت بڑی خیانت کی۔ (سیف العطاء ص ۲۴۶)

رضا خانی حضرات نے حضرت کی کتب جو بعد میں چھپی ہیں ان سے بہت کچھ رد و بدل کروائی ہے جیسا کہ آپ نے غلام کے دادا استاد سے پڑھ لیا۔

اس لیے پیر مہر علی شاہ پر اور ان کے بیٹے پر قطعاً فتاویٰ جات حنفیہ کے نہیں لگتے باقی غلام کا یہ کہنا کہ بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو..... اولیاء پر فٹ کر نابترین تحریف و تخریب کاری ہے گویہ عبارت تقویۃ الایمان میں ہے مگر یہ کام تو غوث پاک سے لیکر بڑے بڑے اکابر نے کیا ہے تو کیا وہ سارے تخریب کار اور محرف قرآن تھے؟

اس کا جواب ان کے گھر کے چشم و چراغ پیر نصیر الدین نصیر گلوڑوی نے اپنی کتاب اعانت اور استعانت کی شرعی حیثیت میں دیدیا ہے اور مولانا احمد الدین بگوی نے بھی دلیل المشرکین میں دیدیا ہے۔

غلام کا پیر مہر علی شاہ صاحب پر جھوٹ

غلام لکھتا ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اسی کتاب یعنی (اعلاء کلمۃ اللہ) میں فرماتے ہیں کہ جو آدمی آیت کریمہ قل انما انا بشر مثلکم اور آیت کریمہ قل انی لا املک لکم فرأو لا یرشدوا کو دیکھتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل خیال کرے اور حضور علیہ السلام کے بارے میں کہے کہ آپ کو اپنی نجات کا علم نہیں ہے اور آپ کے اختیارات کی نفی کرے وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔

ہم پوری نسل رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ یہ عبارت اعلاء کلمۃ اللہ کے اندر دکھا دے تو اسے چمکا ڈرانعام میں دیا جائے گا۔

خدا خونی اس غلام سے ختم ہو گئی ہے اس لیے جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہا ہے۔

غلام صاحب ناراضگی معاف۔

تین باتیں جو آپ نے لکھی ہیں یہ تو آپ کے گھر میں پہلی بات تیرے باپ نے لکھی ہے کہ ”ضروری تھا ہمارے جیسے بشر کو نبی بنایا جاتا۔“ (تحقیقات ص ۹۱)

دوسری بات تمہارے گھر میں ہے کہ آیت لیغفر لک اللہ نازل ہوئی تو ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہوگئی یہ قصوری سے لیکر تقریباً تمہارے گھر میں سارے ہی اس پر متفق ہیں۔ یعنی آیت لیغفر لک اللہ کے نزول پر آپ کو اپنی مغفرت و نجات کا علم ہوا۔ العیاذ باللہ اور اس آیت کا نزول ۶ ہجری ذیقعدہ میں ہوا تو گویا آپ کو وفات سے چند سال قبل معلوم ہوا کہ آپ کی بخشش خدا نے فرمادی ہے۔

یہ مفہوم تو تمہارے گھر سے جاملے اور تیسرا قول کہ اختیارات کا انکار وہ تم نے کر دکھایا اور تمہارے بڑے حضرت فاضل بریلوی نے بھی کیا۔ وہ یوں لکھتا ہے وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین۔ ترجمہ: اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۳ کنزالایمان) اور جناب والا یوں لکھتے ہیں۔

قل انی لا املک لکم ضرراً ولا رشداً۔

ترجمہ: تو کہہ میرے اختیار میں نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۵۴) تو تینوں باتیں تمہارے میں ہیں اور تم پر ہی تینوں فتوے چسپاں ہو گئے اب میں اہل باطل سے کہوں گا اس کتاب پر اس کو مبارک بادی ضرور دی جائے۔

غلام صاحب کی جہالت

غلام صاحب لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز صاحب اپنی ہر کتاب میں کہتے ہیں کہ صوفی کی کوئی بات حجت نہیں ہے تو پھر اپنے اکابر کا ایمان ثابت کرنے کے لئے صوفیاء کے حوالے کیوں دیتے ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ص ۴۱)

الجواب

غلام صاحب گزارش یہ ہے کہ چونکہ تمہارے نزدیک تو ان کی وجہ سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے جیسا کہ تمہارے اکابر مانتے ہیں لہذا تمہیں تو ان کی بات پر اعتماد اور ثقاہت و بھروسہ ہے اس لیے بطور الزام پیش کرتے ہیں مگر آپ جہالت و حماقت کی وجہ سے سمجھ ہی نہیں پاتے باپ کی گردن ٹیڑھی تھی اور نسل جو چلی ان کی عقل ٹیڑھی۔

واہ جی واہ۔ باقی ہم لوگ تو اصولی ہیں صوفیاء کرام کی بات اصول کے تحت لیتے ہیں اور ترک کرتے ہیں۔

سید الطائفہ حاجی الحرمین وسیطۃ الدارین

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کا عقیدہ

غلام نے ہفت مسئلہ وغیرہ سے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند باتیں پیش کی ہیں کہ وہ بھی تو تمہارے خلاف تھے۔ (دیکھئے تفصیل کے لیے تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱، ۴۲)

الجواب

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اخیر عمر میں ہفت مسئلہ سے رجوع ثابت ہے وہ اس طرح کہ حجتہ الاسلام مولانا امین صفدر اواکاڑوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

۱۶؎ میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب والد گرامی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس سرہما نے عجیب خواب دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب ہفت مسئلہ کے بارہ میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھی علماء اس میں تشدد کیوں کرتے ہیں گنجائش تو ہے اور مولانا محمد احمد صاحب عرض کر رہے ہیں کہ گنجائش نہیں ہے ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی ارشاد فرمایا یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے آخر حضرت حاجی صاحب نے

ارشاد فرمایا کہ اگر خود صاحب شریعت ﷺ ہی فیصلہ فرمادیں مولانا محمد احمد نے عرض کیا پھر کس کی مجال ہے کہ خلاف کرے تھوڑی دیر بعد دونوں حضرات آنحضرت ﷺ کی زیارت باکرامت سے مشرف ہوئے آپ نے مولانا محمد احمد کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر زور سے فرمایا حاجی صاحب یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے یہ سن کر حضرت حاجی صاحب پر عجیب کیفیت تھی بار بار پاؤں تک جھک جاتے تھے اور فرماتے تھے بجا و درست بجا و درست حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے یہ خواب تحریر کر کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا معلوم ہوا کہ اسے پڑھ کر حضرت حاجی صاحب پر ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لیے دستاویز ہو جائے احقر محمد طیب غفرلہ (اشرف السوانح ج ۳ ص ۵۰۳) یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا خواب اور حضرت حاجی صاحب کی تائید و تصدیق ہے ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب صدق سرہ کا وصال ہو گیا۔ (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۵۰۹، ۵۱۰ مکتبہ امدادیہ ملتان) غلام صاحب بات پلے پڑی۔ جو باتیں مرجوع عنہ ہیں ان سے استدلال کرنا آپ جیسے جاہل کا نام ہے نہ کہ صاحب علم آدمی استدلال کرتے ہیں۔

باقی رہا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ تو اس میں علم غیب کا اثبات تو نہیں۔ بلکہ اثبات تو مغیبات کے ادراک کا ہے۔ اور وہ من جانب اللہ مشیت الہی کے تحت ہوتا ہے جتنا خدا چاہتا ہے اس سے تمہارا علم غیب کا مسئلہ کیسے سمجھ آ گیا۔

باقی غلام کا یہ طعنہ دینا کہ

اپنے اکابر کا ایمان ثابت کرنے کے لئے مشائخ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں جب ہم مشائخ کی باتوں سے استدلال کریں تو ان کی باتیں حجت نہیں ہوتیں لیکن خود ان کی ضرورت پیش آ جائے تو پھر ان کی باتیں حجت ہو جاتی ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۲)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ تمہارے نزدیک اولیاء کرام علم غیب جانتے ہیں حتیٰ کہ تمہاری امہات کے رحم میں نطفہ جاتا بھی دیکھتے ہیں اور استقر ارحمل وغیرہ ساری منزلیں خود طے کرواتے ہیں تو جب انکی نظر اتنے اندھیروں میں چھپے رحم پر جا پڑتی ہے تو سامنے دھڑکنے والے دل کی حالت تو بدرجہ اولیٰ ان کو معلوم ہوگی۔ تو اس کے باوجود بھی وہ کسی کو مسلمان سمجھیں کافر نہ کہیں تو یہ تمہارے مذہب کے مطابق دلیل ہے کہ وہ مسلمان لوگ ہیں۔

اس لیے ہم نے تم پر مشائخ کے حوالے پیش کیے ہیں۔

باقی عقائد میں ان کی بات اور فروعات میں بھی ان کی بات حجت نہیں یہ تو تمہاری کئی کتب میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا قول دین میں حجت نہیں۔ دیکھئے ریاض الفتاویٰ، انوار جمال مصطفیٰ، نعرہ تحقیق حق چاریار، وغیرہا۔ تو پھر ہمیں کو سننے کی ضرورت نہیں اپنے آباء پر چار حرف بھیجئے کہ وہ کیوں ایسے لکھ گئے۔ امید تو ہے آپ کو سمجھ آگئی ہوگی ورنہ ہم مزید بھی کچھ گزارشات پیش کر سکتے ہیں۔

مسئلہ شریعتیہ شریف

ہم نے حضرت شریعتیہ شریعتیہ کا نظریہ پیش کیا تھا کہ وہ فرماتے ہیں دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک مولوی انور شاہ صاحب ہیں تو غلام سے یہاں کچھ بن نہ پڑا تو اپنے ہی مولوی کا فتویٰ کہ یہ دربار شریف کا مفتی ہے پیش کر دیا کہ علماء دیوبند مسلمان نہیں ہیں۔ (المختصر)

اور دلیل یہ دی کہ چونکہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں حاجی صاحب مفتی تو نہیں حاجی صاحب کو چاہئے کہ مسائل ہم سے پوچھیں۔ اس لیے ہم نے بھی شریعتیہ شریعتیہ صاحب کا قول نہیں مانا اور مفتی شریعتیہ کا قول مانتے ہیں کہ دیوبند والے مسلمان نہیں۔ (ملخصاً ص ۴۲، ۴۳، ۴۴ تنقیدی جائزہ ج ۲)

الجواب

ہم نے تفصیل سے پیش کر دیا کہ ہم کیوں صوفیاء کی بات پیش کرتے ہیں پیچھے دو جگہ ہم عرض کر آئے

ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میاں صاحب کے دور کا اگر مفتی ہوتا جسے میاں صاحب نے خود مقرر کیا ہوتا اور وہ میاں صاحب کے سامنے ایسے اقوال کرتا تو پھر غلام پیش کرتا ہم جواب دیتے اب تو یہ گدی نشین بھی بریلوی ہو چکے ہیں اور وہاں کی مفتی بھی ویسے ہی ہیں لہذا ان کا قول ہم پر حجت نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ غلام کہتا تھا کہ یہ تو جہالت ہے کہ مقابلے میں اپنے آدمیوں کے اقوال لائے جائیں تو اب غلام خود جہالت و حماقت میں ڈوب چکا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ شرقپور کے مفتیوں کو تمہارے گھر کے بریلوی ہی نہیں مانتے ہمارے سامنے پیش کرنے سے شرم کرو۔ وہ اس طرح کہ تمہارے ابو جان کی کتاب تحقیقات پر بھی ایک شرقپور کے مفتی کی تقریظ ہے دیکھو تمہارے مخالف بریلوی گروہ نے کیسی گت پکائی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ ہم صرف ایک بات نقل کر دیتے ہیں چنانچہ مولوی نذیر احمد سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

فاضل محقق کو محققین کی ایک جماعت مل گئی ہے جو ایسی بدترین خیانتوں کو بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احسان عظیم قرار دے رہی ہے جس کا بدلہ چکانے سے امت مصطفویہ عاجز و قاصر ہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ (تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں ص ۵۶۲، ۵۶۳)

آگے لکھتے ہیں:

(تقریظی مولویوں کو خطاب کر کے) فقیر راقم الحروف کی طرف سے آپ سب محققین کی خدمت میں درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے ان کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ بھی کچھ غور و فکر کی زحمت گوارا کر لیں ورنہ کل اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور اس نئی تحقیق کا فریب دیر پا نہیں ہے اب بس کریں لوگوں کو بو و قوف بنانے کی آپ نے کافی کوشش کر لی ہے حضور نبی مکرم ﷺ کی عظمتوں کو بیان کرنے والوں نے ہی چھپانا شروع کر دیا ہے اور وہ بھی علماء امت پر بہتان باندھ کر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔

اور یاد رکھیں جن کی محبت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی ﷺ کیلئے ہے وہ اس طرز عمل کو کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں ص ۵۶۳، ۵۶۴)

غلام صاحب دیکھ لیا اپنے شر قیور کے مفتی اور دیگر بریلوی علماء کی گت تمہارے گھر کے لوگوں نے ہی بنا ڈالی تو کس منہ سے ان کا فتویٰ ہمارے سامنے لاتا ہے جن کو گھر میں کوئی پوچھتا نہیں آپ مخالف پر ان کا فتویٰ لیے پھرتے ہیں۔ تف ہے ایسی عقل پر۔

غلام کا دجل

غلام کہتا ہے تم اپنے اکابر کے وہ اقوال دکھاتے ہو جن میں تعریف ہے یہ تو اس وقت قبول ہوں گے جب تم توبہ نامہ دکھاؤ گے جیسا کہ مرزا قادیانی کے بارے میں تمہارے بڑے مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی اشد العذاب میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار کیا ہے تو جب تک اس کی اس انکار سے توبہ نہ دکھائی جائے اس وقت تک اس کو ختم نبوت کا اقرار کرنا مفید نہیں۔ الخ (ملخصاً تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷)

الجواب

غلام صاحب بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی کفریات سے جب تک توبہ نہ ہوگی اقوال حسنہ اسے مفید نہیں مگر ہمارے اکابر کے اقوال جو تمہارے مابین بھی مختلف ہیں اب تمہارے ہی گھر کے افراد اس تکفیری فتوے کو برا سمجھتے ہیں تو باقی اکابر ہند یا اہل علم کیسے ان کو برا کہیں گے صرف اہل بدعت حضرات نے ہی ان عبارات کو کفریہ کہا باقی حضرات اہل علم تو تمہارے ساتھ نہ تھے۔ براءۃ الا برار پڑھو کہ تقریباً ساڑھے پانچ صد علماء نے اکابر دیوبند کی ان عبارات میں براءت و صفائی کی ہے جس میں اکابر اور اعیان علم ہیں۔

باقی اگر یہ حضرت سید مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کا قول آپ کو پسند نہیں ہے تو پھر آپ کو بر ملا کہہ دینا چاہئے کہ ہم مرزا قادیانی سے متفق ہے اور اگر پسند ہے تو پھر تمہارا طریقہ بھی تو یہی ہے کہ جب اعتراض کرو۔ اس شخصیت کے تعریف والے قول تلاش کر کے لے آتے ہو۔ تو جو تمہارا جواب وہی ہمارا جواب۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ پر نبوت کے دعوے کا الزام

غلام صاحب لکھتے ہیں:

سارے دیوبندی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔ (حالانکہ پیچھے ص ۷۳ پر لکھتا ہے دیوبندی حضرات مرزائیوں کو بھی کافر نہیں سمجھتے۔ تو یہ کس قدر غلام کا تضاد ہے) اور جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے لیکن مولوی احمد علی لاہوری جو دیوبندیوں کے شیخ التفسیر تھے وہ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کر لی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے، ماہنامہ تجلی دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء۔

نوٹ: مولوی احمد علی کی اس بات کو نقل کرنے والے مولوی عامر عثمانی ہیں۔ جو دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کے سچے ہیں۔ الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۶)

الجواب

دجل فریب کی انتہاء ہے اس رضا خانی مذہب میں الزام ہی لگانا ہے تو حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی کتابوں سے تو لگاؤ۔ مولوی عامر عثمانی کو ان حضرات سے اس لیے بیر تھا کہ انہوں نے مودودیت کے خلاف لکھا اور وہ مودودیت کا دفاع کرنے والا تھا۔ غلام صاحب مودودیت کا دفاع کرنے والا اور میلان رکھنے والا ہمارے لیے حجت اور دلیل نہیں۔ جب مودودی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہی نہیں بلکہ یوں کہیں کہ اکابر دیوبند کی طرف سے مودودیت پر کئی فتاویٰ جات آچکے ہیں تو ان لوگوں کی طرف میلان رکھنے والا عامر عثمانی کیسے حجت رہا۔

ہم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب سے ان کا عقیدہ و نظریہ پیش کر دیتے ہیں۔

کتاب کا نام ہے خلاصۃ الاسلام اس کا ص ۱۸ اور ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

قوله تعالى: ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم

العبيدین و کان اللہ بکل شیء علیہ۔ (سورہ احزاب رکوع ۵، پارہ ۲۲)
ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

خلاصہ

(۱۱) سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زینہ اولاد جسمانی دنیا میں زندہ نہیں رہی۔
(۱۲) آنحضور سراپا نور تمام انبیاء علیہم السلام میں سے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ شریعت محمدیہ میں دجال کا لقب پائے گا۔

آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی

حدیث شریف میں یہ بھی آئے ہیں:

ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں میں محمد ﷺ ہوں۔ میں احمد ہوں اور میں ماجی ہوں میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں سے اٹھنے شروع ہوں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

خلاصہ

آپ محمد ﷺ، احمد ﷺ، ماجی ﷺ، حاشر ﷺ، اور عاقب ﷺ ہیں۔
اب بتائیں کہ وہ تو ختم نبوت پر ایمان رکھیں اور منکرین کو کافر کہیں مگر شاباش تو غلام کو دی جائے کہ کیسے دجل و فریب کو بھی مات دے رہا ہے۔

غلام کا ایک اور دجل

غلام لکھتا ہے کہ:

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ بریلوی عبارت کے سیاق و سباق کو نہیں دیکھتے بلکہ صرف چند فقرے پکڑ کر حکم کفر لگا دیتے ہیں حالانکہ اسی کتاب میں سرکارِ مصلحینؒ کی تعریف بھی ہوتی ہے لیکن وہ تعریفی کلمات کو نہیں دیکھتے۔ جواباً انہی کے بزرگ عالم کا حوالہ پیش کرتے ہیں..... سیرِ دودھ کھلے منہ والے دیگچے میں ڈال دیا جائے اور اس دیگچے کے منہ پر لکڑی رکھ کر ایک دھاگہ میں خنزیر کی ایک بوٹی ایک تولہ کی اس لکڑی میں باندھ کر دودھ میں لٹکا دی جائے پھر کسی مسلمان کو اس دودھ میں سے پلایا جائے وہ کہے گا میں اس دودھ سے ہرگز نہیں پیوں گا۔ الخ (تحقیقی جائزہ ص ۴۸، ۴۹، ۵۰)

الجواب

غلام صاحب تضاد ہی نہیں ان دونوں باتوں میں ہم کسی بھی فرد کی عبارت ہو سیاق و سباق دیکھ کر فیصلہ کرنے کے حق میں ہیں۔ جب سیاق و سباق سے ہی عبارت کا اسلامی ہونا ثابت ہو جائے اور دیگر جگہ بھی عبارات ٹھیک ہیں تو اس پر یہ مثال فٹ نہیں آتی۔ بات یہ ہے اگر سیاق و سباق سے فیصلہ ہو جائے کہ یہ تو بین ہے تو پھر اس کی صحیح عبارات بھی اس کو نہیں بچا سکیں گی جب تک تو بہ نہ کر لے۔ بریلوی نے جو اکابر دیوبند کی عبارات کے ساتھ کیا ہے وہ وہی ہے جو سیاق و سباق سے کاٹ کر مفہوم از خود بنایا ہے مگر مشہور دوسرا کام یعنی مثال والا کیا ہے۔

باقی یہ کہنا کہ مودودیوں نے کہا تھا کہ سیاق و سباق کو نہیں دیکھا گیا تو گزارش یہ ہے اس کا حوالہ آپ کو دینا چاہئے تھا۔ اگر بالفرض سچ بھی ہو یعنی حوالہ ہو بھی سہی تو یہ ان کا دجل و فریب ہے مگر ہمارے ساتھ فاضل بریلوی نے جو دھوکہ کیا ہے وہ سب کو نظر آ رہا ہے تین جگہوں سے عبارت لے کر چٹنی بنا کر اپنا مفہوم بنایا ہے۔ تو یہ تو حقیقت سیاق و سباق سے عبارت کو کاٹ کر کارنامہ سرانجام دیا گیا ہے۔ آگے صفحہ ۵۱ تا ۵۴ پر عظمت رسالت مآب ﷺ وغیرہ پر لکھا ہے۔

ص ۵۵ پر کوثر نیازی کا حوالہ پیش کیا ہے کہ مولانا ادریس کاندھلوی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت کی بخشش ان فتوؤں کی وجہ سے ہو جائے گی جو انہوں نے دیوبند پر لگائے۔

الجواب

غلام صاحب خدا سے عقل بھی مانگو جو تمہارا آدمی ہے اس کو ہمارے خلاف پیش کرتے شرم آنی چاہئے۔ آپ کے معتبر و مستند عالم صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی کہتے ہیں زندگی کے آخری سالوں میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے ترجمان بن کر برصغیر پاک و ہند میں نعمات رضا کی صدائے دبستان بن گئے..... آگے کہتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں جماعت اسلامی کی بلبل داستان تھے مولانا مودودی کی مجالس کے امیر خسرو تھے اور بقول شورش کاشمیری میخانہ جماعت اسلامی کے منجھ تھے جماعت اسلامی سے دوری کے باوجود ہم لوگ مولانا کوثر نیازی کو پسند کرتے تھے یہ ان دنوں کی بات ہے جب امریکہ کی ایک یہودی خاتون ”مریم“ دامن اسلام میں آ کر مولانا مودودی کے گھر زیلدار پارک اچھرہ میں قیام پذیر تھی اور دینی تربیت پارہی تھی مولانا کوثر نیازی اس جوان سال خاتون سے بڑے متاثر تھے وہ ہر روز دیسی مرغی کے پانچ انڈے ہالتے اور سائیکل پر سوار ہو کر شام نگر سے اچھرے جاتے اور نو مسلم خاتون کو پیش کرتے کچھ عرصہ کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ مولانا ہمیں خالی چائے کی پیالی پلاتے ہیں اور مریم کو دیسی مرغی کے ابلے ہوئے انڈے کھلاتے ہیں اگرچہ ان کا یہ فعل برا نہیں تھا مگر ہمیں احساس محرومی اندر سے کاٹتا تھا۔ شبیر حسین ناظم نے ایک دن مولانا مسلم کو مولانا کوثر نیازی کی اس حرکت سے آگاہ کیا اور ہم نے بھی اپنے احساس محرومی کا رونا روایا۔ دوسرے دن محفل جہی تھی تو مولانا مسلم فرمانے لگے او کوثر یا تیری یہ حرکت کہ مریم کے لیے پانچ پانچ انڈے اور ہمیں خالی چائے؟ مولانا کوثر نیازی فرمانے لگے حضرت وہ نو مسلم ہے میں تو یہ خدمت تالیف القلوب کے لئے کرتا ہوں مسلم صاحب فرمانے لگے وہ تو کل کی مسلمان ہے اور ہم تو صدیوں سے مسلمان چلے آ رہے ہیں؟ مجلس کشت زعفران بن گئی ہم سب نے مسلم صاحب کے جواب کو باصواب قرار دیا اس کے بعد مولانا کوثر نیازی نے زندگی بھر ہمیں کبھی خالی چائے نہیں پلائی۔ (مجالس

علماء (۳۸۵، ۳۸۶)

ص ۵۶ پر غلام صاحب لکھتے ہیں ابن شیر خدا مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی کی کتاب اشد العذاب کا مطالعہ فرمالیتے وہ اپنی اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھتے ہیں اگر خانصاحب کے نزدیک علماء دیوبند (حالانکہ اصل کتاب میں بعض علماء دیوبند ہے۔ از قادیانی) واقعی ایسے تھے جیسا انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان کی تکفیر فرض تھی کیونکہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے (درمیان سے تین سطر سے زیادہ عبارت غائب ہے)

تو گزارش یہ ہے کہ حقیقت یہ نہ تھی جیسے ایک چور چوری کرے مسجد میں سامان چھپا کر نماز پڑھنے لگے اب وہ ظاہر تو یہ کر رہا ہے کہ وہ بڑانیک ہے کہ تہجد کی نماز پڑھ رہا ہے مگر حقیقت میں وہ چور ہے یونہی فاضل بریلوی نے ظاہر کیا اور وہی بات مولانا چاند پوری لکھ رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ پوری پوری طرح دیانت و متانت کا خون فاضل بریلوی نے کیا ہے اور لوگوں کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کا پورا پورا انتظام بنایا۔ حضرت چاند پوری کی بات کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت بھی یونہی تھی۔ بلکہ وہ فاضل بریلوی اپنے گمان میں یہ رائے رکھتے تھے تو یہ بات درست ہے کہ ان کی رائے یہی تھی جو انہوں نے ظاہر کی۔ ہم تفصیل کے لئے حضرت کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں جس کے بعد نتیجہ ہماری بات ہی سچی ہوگی۔

یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں چنانچہ

علمائے دیوبند کو بھی علمائے بریلی کافر کہتے ہیں لغو ہے

مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علماء دیوبند آج ہندوستان میں مرکز اسلام و مرکز حنفیہ و مرکز قرآن و حدیث، فقہ، علوم عقلیہ و نقلیہ کا سرچشمہ ہیں ان کو بھی تو مولوی احمد رضا صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں کیا علمائے دیوبند کافر ہیں؟ اگر وہ کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟ اس کا جواب خوب توجہ سے سن لینا چاہئے، علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعض علمائے دیوبند کو خان صاحب بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں جانتے چوپائے مجاہدین کے علم کو آپ ﷺ کے علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ کے علم سے زائد کہتے ہیں (معاذ اللہ) لہذا کافر ہیں، تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے خود کافر ہے یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں۔ ”مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں یہ غلط ہے افتراء ہے بہتان ہے۔“ جب ہم خود ان عقائد کو کفر اور ارتداد کہتے ہیں تو ہم اس کے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں؟ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے، نہ ہمارے بزرگوں نے، نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں رہیں وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں ان کا مطلب صاف ہے جو ان مضامین کے بالکل مخالف ہے اب یہ سوال کہ پھر خان صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تو مجدد ہی ہونے کے مدعی تھے۔ اس دور کے مجددوں کا یہی حال ہوتا ہے مرزا قادیانی نے تمام روئیز مین کے مسلمان کو کافر کہا، خان صاحب نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا، ندوۃ العلماء ہو اس میں جو شریک ہو جو اس کا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ سب کافر، وہابی وہ کافر، غیر مقلد وہ کافر، نیچری سب کافر۔ غرض جو ان کا ہم خیال نہیں وہ کافر حتیٰ کہ خود کافر، مرید کافر، ان کے پیرو بھی کافر، کفر کی مشین گن ہی جو ہوئی مگر چندہ بلقان میں شریک نہ ہووے، تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ جو شریک ہوا وہ کافر۔ اب میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا سمجھنے والے خود سمجھ لیں کہ جو امر مسلمانوں کی بہبودی کا ہوا، خان صاحب نے کفر سے ورے ٹھہرایا ہی نہیں، مولوی عبدالباری صاحب ایک سوا یک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو دو چار وجہ بھی مشکوک سی ہی ہو گئیں داروغہ جہنم ہی جو ٹھہرے، ان کے جس قدر مرید ہیں وہ اب جو کر رہے ہیں وہ معلوم ہے غرض کوئی محبوب ہی اس پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور چھوٹے مجدد ایک ہی تھیلی کے بٹے معلوم ہوتے ہیں کسی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہیں دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں سوائے ان کے اذنا ب کے کوئی مسلمان نہ رہے، ان مضامین کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو ”السحاب المدرار فی

توضیح اقوال الاخبار“ ”تزکیہ الخواطر عما القی فی امنیۃ الکابر۔“ ”توضیح البیان فی حفظ الایمان۔“ ”قطع الوتین ممن تقول علی ...“ ”الختم علی لسان الخصم۔“ وغیرہ یہ مسئلہ تو یہاں آ گیا ہے۔

بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام کا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر کہنا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اب پھر کبھی اس کو منہ پر نہ ملنا۔ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے، جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے کفر قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی تو وہ خود کافر ہو جائیں گے، کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ اب علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء نہ سمجھے کسی کو منصب نبوت کا ملنا شرعاً جائز سمجھے وہ قطعاً کافر ہے، تم بھی مرزا قادیانی سے کہلوادو وہ مر گئے تو خود کہہ دو کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا جو مدعی نبوت شرعیہ حقیقیہ ہو یا کسی کو نبی سمجھے وہ کافر ہے پھر ہم سے کہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں کوئی آنکھ بھر کر تو تمہیں دیکھ لے، اس صورت میں مرزا قادیانی تو ہاتھ سے جاتے ہیں مگر اسلام ملتا ہے مگر مرزا قادیانی کو کافر کہنا ہوگا، جیسے علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان کرے آپ ﷺ کے علم سے علم شیطان لعین کو زیادہ کہے یا آپ ﷺ کے علم کے برابر علم صبیان و مجانین و بہائم کو کہے وہ کافر ہے ملعون ہے جہنمی ہے، فخر عالم ﷺ علم الخلق ہیں زیادہ کیا معنی؟ آپ ﷺ کے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہو سکتا بلکہ علم نبوی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں۔ تم بھی کہہ دو کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے انہیں گالیاں دے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کرے ان سے مساوات کرے وہ کافر ہے مرتد ہے، مرزا قادیانی نے بے شک عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی لہذا مرزا قادیانی بے شک کافر ہے ملعون جہنمی ہیں کہو اس کی ہمت ہے اگر نہیں تو پھر علمائے دیوبند سے تمہیں کیا واسطہ؟ وہ یکے مسلمان تم یکے کافر، مرتد، غضب تو یہ ہے جو جوہ کفر تم پر

عائد کئے جاتے ہیں تم تو کفر ہی نہیں جانتے تم تو ان کو عین ایمان کہتے ہو، ختم نبوت کا انکار کر کے گفتگو کرتے ہو قرآن وحدیث سے بقاء نبوت کا ثابت کرتے ہو، مرزا مدعی نبوت کو مجدد، محدث، ولی، مسیح، موعود کیا مانتے ہو، مرزا قادیانی سے جب کہا جاتا ہے کہ تم اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے فضیلت دیتے ہو تو مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ”بے شک اور میں..... خدا نے اس کے رسول نے مسیح موعود کو اس کے کارناموں کی وجہ سے جب مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو ان سے افضل کیوں قرار دیتے ہو“۔ (حقیقت الوحی ص ۱۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے یہ کیا تو جواب ملتا ہے کہ ہاں کیا انبیاء بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے میرے پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس اعتراض میں گزشتہ نبیوں میں سے کوئی نبی شریک نہ ہو۔ (تمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۵) غرض کہ الزام لگایا گیا اس سے انکار نہیں بلکہ اقرار کے ساتھ اس کو عین ایمان بتایا جاتا ہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین وآسمان کا فرق ہے علمائے دیوبند جن امور کی بناء پر کافر بتائے جاتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اس کو کفر خالص اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی اور مرزائی عقائد کفریہ اقوال کفریہ کو تسلیم کرتے ہیں ان کا اقرار کرتے ہیں ان کو عین ایمان سمجھتے ہیں، اور جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں تو وہ باطل، تاویل الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ ہے، ایک جگہ تاویل کرتے ہیں مرزا قادیانی کا دوسرا کلام اس کی تغلیظ کرتا ہے بیچارے عاجز ہیں مگر ایمان سے دشمنی ہے مرزا قادیانی کو جھوٹا نہیں کہتے۔ اس غرض سے یہ رسالہ لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کو اس سے ہدایت اور مسلمانوں کو استقامت عنایت فرمائے، ابھی تک بفضلہ تعالیٰ مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ ان صریح کفریات کو بھی دیکھ کر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو مسلمان ہی کہے جائیں۔

مولوی غلام نے ص ۵۷ سے لیکر ص ۷۲ تک آیات واحادیث پیش کی ہیں اور جن سے بزعم خویش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ نے ان کو بڑا بھائی کہا جبکہ ان کا مقام بہت زیادہ ہے۔ ہم اس پر تفصیلی بحث حصہ اول کے جواب میں لکھ آئے ہیں۔

باقی آیات واحادیث سے سرکار طیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت ومنقبت کے بیان پر ہم آپ لوگوں سے

زیادہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور عقیدت و محبت ہماری، اہل بدعت کو شتمہ بھی نصیب نہیں۔ جہاں ضمن میں کوئی بات ہوگی ہم عرض کرتے جائیں گے۔

غلام کا دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز صاحب نے تسکین الصدور میں ایک واقعہ نقل کیا تھا کہ امام مالک سے ابو جعفر منصور نے پوچھا کہ کیا میں روضہ اقدس کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں؟ تو امام مالک نے فرمایا۔ ”لم تصرف وجہک عنہ و هو وسیلتک و وسیلہ ابیک آدم“۔

تو اس پر فریق مخالف نے اعتراض کیا کہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن حمید رازی ہے تو مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ اگر اس واقعہ کی سند میں محمد بن حمید رازی ہوتا تو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس سے استدلال نہ کرتے لیکن اپنی کتاب دل کا سرور میں ہماری پیش کردہ حدیث (ردئس) پر سخت جرح کرتے ہیں تو اس وقت ان کو اپنا یہ کلیہ اور ضابطہ یاد نہیں رہتا کہ اس واقعہ کی سند میں کوئی راوی کذاب یا وضاع ہوتا تو قاضی عیاض اس کو نقل نہ کرتے اور نہ اس کی تصحیح کرتے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۶۰، ۶۱)

غلام صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

آپ کی عادت ہے کہ کسی کتاب میں کچھ لکھ دیا کسی میں کچھ کہہ دیا چونکہ حضرت کے اپنے کلام میں تناقض و تعارض کی بھرمار ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز صاحب کو چاہئے کہ جو بات اپنی کتاب میں لکھا کریں کم از کم اس کو یاد بھی رکھا کریں تاکہ خدا کو یاد دلانے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۴)

الجواب

غلام صاحب یہ آپ جیسے بچوں کا کھیل نہیں تحریر و تصنیف میں آپ کا باپ جب فیل ہو چکا ہے تو تم

کس باغ کی مولیٰ ہو۔ باقی یہ تعارض و تناقض کا کھیل بھی بڑا مشکل ہے تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔ تم تو سارق ہو اور قطعید کے لائق ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب نے خود ہی لکھا ہے کہ:

مولوی سرفراز صفدر کے تناقضات پر مستقل کتاب لکھی جا چکی ہیں مثلاً ارشاد الحق اثری کی کتاب مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں اور اسی سلسلے میں ان کی ایک اور کتاب آئینہ جوان کو دکھایا تو برامان گئے اسی طرح مولوی شیر محمد کی کتاب آئینہ تسکین الصدور۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۰) اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تم نے انہی کتابوں سے سرقہ کیا ہے ورنہ تمہاری کیا حیثیت۔ باقی ان کتابوں کا جواب چھپ چکا ہے۔ ”ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا“ ”تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے“ اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور۔“

اور یہ اعتراض بھی غلام صاحب تم نے آئینہ تسکین الصدور ص ۱۶۳ سے چرایا ہے۔ ہم اس کا جواب اظہار الغرور ہی سے نقل کر دیتے ہیں حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب لکھتے ہیں اگر مولف موصوف قاضی عیاض کی الشفاء کے حوالہ سے ذکر کردہ دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھ لیتے تو ان کو فرق نظر آ جاتا کہ ردشس والی روایت میں وہ صرف ناقل ہیں اور لکھتے ہیں خرج الطحاوی فی مشکل الحدیث اور پھر روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں قال و ہذا ان الحدیثان ثابتان و رواہما ثقات۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۸۲)

کہ امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں روایتیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں اس میں قاضی عیاض امام طحاوی کی بات نقل کر رہے ہیں جب کہ امام مالک والے واقعہ کو وہ خود اپنے اس دعویٰ پر دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا احترام و تعظیم وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں تھا پھر اس واقعہ کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ ردشس والی روایت کو نقل کر کے قاضی عیاض نے اس کی تائید کی ہے تو کسی امام کی بات پر اعتماد کر کے اس کو دلیل میں شامل کرنے کا درجہ اور ہے اور خود براہ راست کسی بات سے استدلال کا درجہ اور ہے اس لیے فن مناظرہ میں ناقل کی ذمہ داری

تصحیح نقل اور مستدل کی ذمہ داری دلیل کا ثبوت ذکر کی گئی ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاض نے رؤس والی روایت میں راویوں کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا بلکہ یہ فرما دیا کہ یہ روایت امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں ذکر کی ہے جب کہ امام مالک والے واقعہ میں وہ ناقل نہیں بلکہ مستدل ہیں تو باقاعدہ اس کی سند بیان کی۔ حضرت مولانا صفدر صاحب نے قاضی عیاض کی محدثانہ حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر راوی کذاب ہوتا تو وہ اس سے استدلال نہ کرتے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ قاضی عیاض نے کذاب راویوں کی روایات کو ذکر ہی نہیں کیا کہ مولف موصوف قاضی عیاض کے کذاب راوی کی روایت کو نقل کرنے کا معارضہ پیش کر کے طعن کرتے ہیں۔ (اظہار الغرور ص ۱۶۶، ۱۶۷)

غلام کی جہالت یا دجل و فریب

غلام صاحب نے حدیث پاک نقل کی کہ:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں نبی پاک ﷺ مجھ سے ناراض تھے اور میرا بیکاٹ کرایا ہوا تھا جب میں سنتیں پڑھنے لگتا تو نظریں چرا کر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھتا جب میں متوجہ ہوتا تو سرکار علیہ السلام الصلوٰۃ والسلام توجہ ہٹا لیتے اور جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام میری طرف دیکھتے۔ (بخاری شریف)

آگے غلام صاحب لکھتے ہیں:

وجہ استدلال اگر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دل میں اتنی عزت ہوتی جتنی بڑے بھائی کے لئے ہوتی ہے تو نماز جیسی عبادت میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف توجہ نہ کرتے اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں سرکار علیہ السلام کی طرف توجہ کرنا اگر گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدتر ہوتا اور شرک کی طرف لے جانے والا ہوتا جس طرح اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا ہے تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جن سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے سے ہی ناراض تھے تو ان کو سوچنا چاہئے تھا۔ الخ (تحقیدی جائزہ ج ۲ ص ۶۷)

الجواب

اسی صراط مستقیم میں ہے اور جو کچھ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہئے ۔

کارپا کاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروقؓ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی اس لیے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقال کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔
(صراط مستقیم ص ۹۶، ۹۷)

غلام صاحب اس عبارت سے بالخصوص آخری جملہ سے معلوم ہو گیا کہ ملین کی نماز کو قیاس کر کے اپنی نماز کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے حضرت کعب بن مالکؓ اور دیگر صحابہ کرام وغیرہم کا ملین میں سے تھے ان کی نماز پر یہ باتیں کرنا کہ ان کو سوچنا چاہئے تھا وغیرہ باغلط ہے۔

باقی صراط مستقیم کی اصل عبارت اور اس کی عام فہم تشریح اور دندان شکن گفتگو ہم پہلے حصہ میں لکھ چکے ہیں اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

غلام کو نصیحت

غلام نے ص ۶۹ پر یہ ثابت کیا ہے نبی پاک ﷺ والد کے قائم مقام ہیں۔ تو ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ بھی تو روایات میں ہے کہ بڑے بھائی کا مرتبہ چھوٹے بھائی پر ایسے ہے جیسے باپ کا بیٹے پر۔
تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر بڑے بھائی پر آپ کو اشکال ہوا ہے تو مقام و مرتبہ کے اعتبار سے یہ بھی

باپ کی طرح ہے تو باپ کہنے پر کیا وہی اشکال تم پر نہیں عود کر آئے گا؟ خدا تم کو قتل دے۔

غلام کا تعارض

غلام صاحب لکھتے ہیں:

تو یہاں بھی صرف تشبیہ شہرت کی وجہ سے ہے یہ وجہ نہیں کہ مشبہ بہ مشبہ سے قوی ہوتا ہے۔
(تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۷۰)
جبکہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

تشبیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۱ ص ۱۳۳)
غلام صاحب جب گیند تمہارے کورٹ میں ہو تو کیا اصول ہی بدل جاتا ہے؟
اگر یہ اصول ضروری تھا تو اپنے اوپر چسپاں کیوں نہ کیا اور اگر ضروری نہ تھا تو ہمارے لیے اعتراض
واشکال بنانے کی کیا ضرورت؟

غلام کا دجل

غلام صاحب غلامی والی سوچ سے لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز نے جامع ترمذی سے ایک روایت پیش کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی پاک ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اشر کنایا اخی فی دعوتک ولا تنسنا۔ کہ اے میرے بھائی ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھنا بھول نہ جانا۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۷۴)

الجواب

غلام نے یہ دجل کیا کہ روایت کے اندر تحریف کر ڈالی۔ روایت یوں تھی اشر کنایا اخی یعنی اے میرے چھوٹے بھائی۔ مگر چونکہ اس روایت سے بات صاف سمجھ آ رہی تھی اس لیے غلام نے خود ہی تحریف کر ڈالی اور ترجمہ یوں کر ڈالا کہ میرے بھائی۔

حالانکہ جس ذات پر یہ الزام لگایا اس نے عبارات اکابر میں یوں لکھا ہے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ عمرہ کرنے روانہ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا اشر کنایا احیٰ فی دعائک ولا تنسنا۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۰ ترمذی ج ۲ ص ۱۹۵ مسند طیالسی ص ۱۴ ابن سنی ص ۱۲۴) اے میرے چھوٹے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شریک کرنا اور بھلانہ دینا۔ (عبارات اکابر ص ۶۸)

کیونکہ غلام جی دھوکہ و فریب کرنے میں اور عیاری و مکاری کرنے میں آپ نے اپنے نسی باپ یا روحانی باپ کس کو چنا اور پسند کیا اس تحریف کے بعد آپ کو قلم اٹھاتے ہوئے شرم نہ آئیگی۔
قارئین گرامی قدر اسلامی نقطہ نظر سے سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں یہاں اسلامی نقطہ نظر سے سیدنا عمرؓ کو چھوٹا بھائی کہا گیا تو معلوم ہو گیا کہ اس نقطہ نظر سے آپ بڑے بھائی ہوئے۔ باقی غلام کا یہ چیخنا کہ یہ تو اضع ہے دیکھئے تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۷۵، ۷۶)

تو گزارش یہ ہے کہ تو اضع کا معنی جھوٹ تو نہیں ہوتا کہ آپ اسلامی طور پر بھائی تو نہ تھے۔ مگر کہہ دیا سیدنا حضرت عمرؓ کو چھوٹا بھائی۔ (العیاذ باللہ) بلکہ تو اضع کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ ایک پرنسپل نے ایک ٹیچر کو بلایا اور سمجھایا کہ دیکھو یا ر میں بھی تمہاری طرح گورنمنٹ کا ملازم ہوں اس لیے مجھ سے بھی پوچھا جاسکتا ہے اور جواب طلب کیا جاسکتا ہے اس لیے کام صحیح کرو۔ تو پرنسپل نے اپنے منصب کے اعتبار سے بات نہیں کی بلکہ تو اضع کرتے ہوئے اس کے قریب آ کر اس کو بات سمجھائی ہے اور یہ جھوٹ بھی نہیں تھا۔ اس طرح اگر اس فرمان عالی کو سمجھ لیا جائے تو امید ہے کہ بات سمجھ میں آ جائے گی کہ آپ ﷺ نے اپنے منصب ختم نبوت اور شان و مقام کے اعتبار سے نہیں بلکہ تو اضع سے حضرت عمرؓ سے بات فرمائی اور وہ واقعہ سچ ہے نہ کہ جھوٹ باقی ہماری تو مجال نہیں کہ ہم سرکار طیبہ ﷺ کی تو اضع کا معنی جھوٹ لیں خدا ہمیں محفوظ رکھے یہ اہل بدعت اور اس گروہ کے پیشوا قصوری جیسے لوگوں کا کام ہے۔

باقی یہ کہنا کہ حضرت نانوتویؒ نے اپنے آپ کو ”کودک نادان“ کہا ہے لہذا وہ کودک نادان تھے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ یہ بات غلام نے ص ۳۳۹، ۳۴۰، ص ۷۵ وغیرہ کئی جگہوں پر چھیڑی ہے مگر فہم سے قاصر کیونکہ حضرت نے اکابرین اسلام امت کے سامنے اپنے آپ کو کودک نادان کہا ہے اور غلام صاحب کیا آدمی اکابر کے سامنے طفل مکتب نہیں ہوتا ان کے علم و فہم و صلاحیت و ادراک اور ذہانت و فطانت کے سامنے واقعی وہ ایک طفل مکتب تھے مگر متاخرین پر تو ایک ججہ اور سند اور اعتماد و اعتبار و ثقاہت کا

درجہ رکھنے والے تھے۔ آپ کی بات سے ہمیں تو یہ یقین ہو گیا کہ رضا خانی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو العیاذ باللہ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من خرافات الرضویہ۔

غلام نے ص ۷۷ سے ۸۳ تک آیات پیش کی ہیں کہ آپ ﷺ مختار کل ہیں۔ اور جو آیات پیش کی ہیں۔

ایک یوں لکھی یحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث۔ حالانکہ وہ یوں ہے:

ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث۔ اور دوسری آیت لکھی ہے:

قاتلو الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله۔ الآية۔ چونکہ ان آیات میں تحلیل و تحریم کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس وجہ سے ان کو دھوکا لگ گیا ہے۔

غلام صاحب باقی تفسیروں کی طرف نہ جائیے صرف اپنی بدا یونی حضرات کی تسہیل شدہ و مترجم تفسیر ابن عباسؓ ہی دیکھ لیتے تو عقل ٹھکانے آ جاتی کہ اس میں لکھا ہے۔ آپ کا ذکر و صف رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں اور اللہ کے اوامرو نہی و شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباسؓ ج ۱ ص ۳۳۳)

اور یہ تشریح تیسری آیت کی تفسیر میں بھی کام دے سکتی ہے غلام صاحب اگر دھیان فرمائیں تو۔ تفسیر ابن عباسؓ عربی کو اگر ملاحظہ فرمائیں تو اس میں یوں ہے (ويحل لهم الطيبات)۔ یبین لهم تحليل مافی الكتاب من لحوم الابل والالبانها وشحوم البقر والغنم وغيرها (ويحرم عليهم الخبائث) یبین لهم تحريم مافی الكتاب من الميتة والدم ولحم الخنزير وغير ذالك۔ (تفسیر ابن عباسؓ ص ۱۸۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی جو کتاب اللہ میں چیزیں حلال کی گئی ہیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور اونٹنیوں کا دودھ اور گائے بکری کی چربی وغیرہ ان کو آپ ﷺ بیان فرماتے ہیں اور جن کو کتاب اللہ میں حرام کیا گیا ہے جیسے

مردار، خون، لحم خنزیر وغیرہ تو اسے آپ ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

تو گو یا تحریم و تحلیل کی نسبت آپ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو کھول کھول کر بیان کیا ہے بات وہی آنکلی کہ چونکہ آپ نے ان کو پہنچایا ہے اس لیے ان کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی ورنہ حرام و حلال کرنے والا خدا تعالیٰ ہی ہے۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

”ما حرم الله ورسوله“ کی تفسیر میں ای مائتت تحریمہ بالوحی متلوا وغیر متلو۔ (روح

المعانی ج ۵ آیت نمبر ۲۹ پارہ نمبر ۱۰ سورہ توبہ ص ۸۷ ۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کہ جن کی حرمت قرآن میں ہے یا حدیث پاک میں۔ غلام صاحب کیا حدیث پاک وحی غیر متلو نہیں ہے؟ کیا حدیث وسنہ خدا کی وحی نہیں ہے؟۔ اگر ہے تو پھر وہ بھی بات تو خدا کی ہی ہوئی ناں۔ مگر اس سے مختار کلی کا عقیدہ ثابت کرنا تمہارے جیسے جہلا کا ہی کام ہے۔

چونکہ حدیث شریف بھی خدا کی وحی ہے مگر اس کی تلاوت جیسے قرآن پاک کی ہوتی ہے نہیں کی جاتی، کچھ چیزیں خدا نے اس وحی کے ذریعہ سے حرام کرادیں۔ جہلا سمجھے کہ حدیث تو آپ ﷺ کا کلام ہے اس لیے ان کو آپ نے اپنے اختیارات سے حرام کیا ہے۔

غلام صاحب اگر آپ حدیث پاک کو وحی ماننے سے انکار کر دیں تو پھر ہم اس کا بھی جواب عنایت کر دیں گے۔ القصہ یہ بات، دیگر تفاسیر، مظہری، خازن، مدارک وغیرہ کئی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ بلکہ ان تفاسیر میں تو رسول سے مراد ہمارے نبی پاک ﷺ کے علاوہ اور رسول بھی لئے گئے ہیں۔ اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ لہذا تمہارا استدلال ویسے نامراد، مردود ہوا۔

جو تیسری آیت لکھی اس کو بھی غلط لکھا ہے۔

شروع یوں کی ہے ما آتاکم الرسول۔

حالانکہ وہ یوں ہے وما آتاکم الرسول۔ الآیۃ۔

اس سے بھی مختار کلی کا عقیدہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ مفسرین میں سے کئی حضرات نے لکھا ہے کہ یہ آیت نازل تو مال فئے کے بارے میں ہوئی مگر اس سے عموم مراد

ہے ہر امر و نہی رسول پاک ﷺ کی مراد ہے کہ جو وہ تمہیں فرمائیں کرو۔ جس سے تم کو روکیں رک جاؤ۔ تو اس سے اختیارات کلی کا عقیدہ تو ثابت نہیں ہوتا۔ خدا کی طرف سے چونکہ آپ پیغام لانے اور پہنچانے والے ہیں تو جو ارشادات عالیہ ہوں ان کی تعمیل ضروری ہے اس سے کسی بھی معتبر مفسر نے اختیارات کلی کا عقیدہ نہیں نکالا مگر غلام صاحب گھڑ کر کا خوش ہیں کہ میں بڑا تیر مار لیا ہے۔

باقی علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا قول بھی اسی کی تشریح ہے جو کہ سو فیصد درست ہے چونکہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بتائی گئی ہیں اس لیے ان کو بلا کم و کیف تسلیم کرنا چاہئے۔

ویسے سیالوی صاحب تمہارے مذہب پر افسوس ہے کہ ہر ہر عمل میں تم نے بدعات کو ساتھ جوڑ کر ویسے کیا خوب ہی اس آیت پر عمل کیا ہے۔ دنیا انگشت بدنداں ہے جو چیز اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل وہ تو ان بدعتی حضرات سے ہو نہیں سکا اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات آیت کے ذمے لگاتے بھی شرم نہ آئی۔ اذالم تستحی فاصنع ما شئت۔

غلام کی ایک اور جہالت و دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

وہابیوں کے پیشوا ابن تیمیہ الخ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۸)

الجواب

ویسے جاہلوں کو بھی سینگ تو نہیں ہوتے اپنی حرکات سے پہچانے جاتے ہیں ہم نے دست و گریبان میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

تمہارے ہاں وہابی گستاخ رسول کو کہتے ہیں جیسا کہ تمہارے فتاویٰ فیض الرسول میں لکھا ہے تو گویا تمہارے نزدیک یہ گستاخ رسول لوگوں کو آئی جی ہے امام ہے۔

تو پیر مر علی شاہ صاحب کے بارے میں فرمائے کیا ارشاد ہے جو ان کو ”رح“ وغیرہ القابات سے نوازا ہے تو کیا وہ تمہارے نزدیک بزرگ رہے؟

دوسرا مفتی غلام سرور قادری لاہوری نے مسئلہ علم غیب و توسل میں شیخ الاسلام بھی تسلیم کیا ہے اور اس کا دفاع بھی کیا ہے تو اس کا کیا بنے گا یہ سب کچھ سوچ کر جواب دیں۔

باقی آگے دو آیات پیش فرمادی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ جب آپ ﷺ فیصلہ فرمادیں تو کسی کو اختیار نہیں کہ ان کے فیصلہ کو رد کرے۔

تو اس سے کسی مسلمان کو مفر نہیں۔ الحمد للہ اہل السنۃ و یو بند رحمت دو عالم ﷺ کے فیصلوں کو حرز جان سمجھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں تمہیں اپنی فکر کرنی چاہئے۔

غلام کی جہالت

غلام لکھتا ہے:

تفسیر کثیر اور الصارم المسلول میں الخ (تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۷۸)

حالانکہ تفسیر ابن کثیر کی ہے تفسیر کثیر نام کی تفسیر دنیا میں شاید کوئی نہ ہو۔ علمیت کا حال یہ ہے اور لگے

ہیں امام اہلسنت رحمۃ اللہ کا جواب لکھنے۔ انہیں لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔ ”یہ منہ اور مسور کی دال“

سورہ تحریم کے متعلق بحث آگے آرہی ہے وہیں تفصیل ہوگی (ان شاء اللہ)

اب آئیے اصل مسئلہ کی طرف!

ان آیات کو پیش کر کے شاہ شہید رحمہ اللہ کے جملے۔ جس کا نام محمد یاعلیٰ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ کا

رد کرنا مقصود غلام تھا۔

اب آئیے ہم عبارت قارئین کے پیش نظر کیے دیتے ہیں چنانچہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور لکھتے ہیں:

پچھے بات یوں چل رہی تھی کہ:

آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانا اگانا کسی اور کے

اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرا لیتے ہیں فلا نے کام کے مختار کا نام

یہ ہے اور فلا نے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کو کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔

پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے اور لوگوں کا خیال باپ دادا سے سنتے سنتے

زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے حالانکہ وہ سب محض اپنے غلط خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں اللہ کے سوائے کوئی نہیں اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا نام یہ ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں سوسب خیال ہی خیال اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سوا یہ شخص کہ اس کا نام محمد یا علی اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے الخ (تقویۃ الایمان ص ۵۴، ۵۵)

میں نے تفصیل سے عبارت عرض کر دی ہے شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عبارت کا نچوڑ یہ نکلا کہ کائنات کا نظام چلانے والا خدا ہے اور کسی کے ذمہ کاروبار عالم نہیں ہے مختلف شخصیات کے بارے میں جو لوگوں نے سوچ بنا رکھی ہے کہ وہ کاروبار عالم چلاتے ہیں یہ غلط ہے ان کو کاروبار عالم چلانے کا اختیار نہیں سونپا گیا۔ اگر غلام یا اس کے کسی حواری میں جرأت ہو تو اس کو دلائل سے رد کر کے دکھائے۔

ص ۸۴ تا ۱۰۳ تک غلام نے مختار کل کا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل کا سہارا لیا ہے جس کے لئے آپ حضرات امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی کتاب دل کا سرور ملاحظہ فرمائیں تقریباً جوابات اس میں غلام کے دلائل کے موجود ہیں۔

ضمنی اباحت

غلام نے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارات اپنے مسلک کی تائید میں پیش کی ہے اس بات پر تفصیلی کلام حضرت امام اہل السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے دل کا سرور میں لکھ دیا ہے اور ہمارے مضمون میں جو ہم نے رضا خانیت اور مسلک شیخ دہلوی کے موضوع پر لکھا ہے جو من وعن ہدیہ بریلویت میں اور دیگر کئی جگہوں پر منقول ہے اس کو دیکھ لیا جائے تو اس بحث کو یہاں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ارشاد الحق اثری غیر مقلد سے سرقہ

غلام نے ایک اشکال غیر مقلد مولوی سے سرقہ کیا ہے یہی اعتراض اس نے اپنی کتاب مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۸۵ پر کیا ہے جس کا جواب مولانا عبدالقدوس قارن صاحب نے دیدیا ہے ہم انہی سے نقل کر دیتے ہیں:

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

پندرہواں الزام اور بریلویوں کی وکالت

اثری صاحب ص ۸۵ پر امام داؤد بن ابی ہند کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور امام احمدؒ نے ان کو ثقہ ثقہ کہا اور یعقوب بن شبیبہ نے ثقہ ثبت کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصّلہ)

الجواب

اثری صاحب نے یہاں بھی بریلویوں کی خوب وکالت کی اور مختار کل جیسے باطل عقیدہ کو تقویت پہنچانے کے لئے ان کی پیش کردہ دلیل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اثری صاحب نے خود یہ لکھا کہ صرف امام اثرم کی روایت میں امام احمد کا قول یہ ہے کہ وہ کثیر الاضطراب والخلاف ہیں اور علامہ ابن حجرؒ کا تقریب سے قول نقل کیا کہ وہ ثقہ متقن ہیں آخری عمر میں انہیں وہم ہو جاتا تھا۔ اثری صاحب کے اس اعتراف کے باوجود ان کے اعتراض کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کیونکہ یہ روایت نص قرآنی اور پانچ وقتی نمازوں کو فرض ثابت کرنے والی صحیح احادیث کے برخلاف ہے اور اس سے مختار کل جیسے باطل عقیدہ کو ثابت کیا جا رہا ہے تو ائمہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں اس راوی پر کیسے مدار رکھا جاسکتا ہے؟ اور اس جرح کے اعتراف کے باوجود اثری صاحب صحیح کیسے قرار دے رہے ہیں؟ اور کسی کی نہیں تو کم از کم اپنے استاد محترم محدث گوندلوی کی بات کی لاج ہی رکھ لیجئے۔ وہ صحیح کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

محدثین کے ہاں صحیح حدیث وہ ہے جس کے راویوں میں عدالت اور تمام ضبط پایا جائے شروع سے آخر تک کہیں سند کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے یعنی سند متصل ہو شاذ نہ ہو اور اس میں کوئی مخفی علت نہ ہو۔ (خیر الکلام ص ۳۵)

اب اس روایت میں راوی ایسا ہے جو کثیر الاضطراب والخلاف ہے اور اس کو آخر عمر میں وہم ہو جاتا تھا جو تمام ضبط کی شرط کے منافی ہے تو یہ خبر صحیح بھی نہیں حالانکہ اگر خبر واحد صحیح بھی ہوں تو اس سے اثبات عقیدہ نہیں ہو سکتا اس بحث میں بھی اثری صاحب تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے اپنا ہی چکر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کو بارہا پہلے آزمایا چکے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دل سرور میں داؤد بن ابی ہند پر جرح نقل کی ہے اور احسن الکلام میں ان کی توثیق نکل کی ہے۔ (محصلاً)

اس کا جواب واضح ہے کہ دل کا سرور میں معاملہ عقیدہ کا ہے جبکہ احسن الکلام میں عمل کا اور اس کے مقابل اس درجہ کی روایت بھی نہیں ہے دونوں جگہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے قاعدہ کے مطابق عمل کیا ہے۔ (ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا ص ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۵۰)

لوحی غلام جی کچھ افاقہ ہوا۔ نہیں تو کچھ دوا اور بھی ہو سکتا ہے۔

غلام صاحب نے غلیل الملتہ والدین مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی عبارت نقل کی ہے کہ

فظاهر هذا انه اسقط عنه ثلاث صلوات فكان من خصائصه ان يخص من شاء بما شاء
من الاحكام وليسقط عمن شاء من ما شاء من الواجبات۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۳۴)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں اور جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں اور جس سے چاہیں فرائض میں سے جس چیز کو چاہیں معاف کر دیں۔

اسی مضمون کی عبارت نووی شرح صحیح مسلم، ابوبکر جصاص کی احکام القرآن اور سیوطی کی خصائص کبریٰ میں بھی موجود ہے مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی مسلم شریف کی شرح میں یہ بات نقل کی ہے۔ (تحقیقی جائزہ۔ ج ۲ ص ۸۶)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ غلام صاحب حدیث میں پاک میں آتا ہے خمس صلوات افترضہن اللہ کہ پنجگانہ نماز کو خدا نے فرض کیا ہے۔ کیا آپ ﷺ خدا تعالیٰ کی بات کو منسوخ کر سکتے ہیں اگر کر سکتے ہیں تو پھر کلامی لاینسح کلام اللہ کیا مطلب؟ اور یہ حدیث متواتر بھی نہیں بلکہ خبر واحد ہے جس کی شرح میں شرح حضرات نے یہ بات لکھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نمازیں معاف فرمادیں یا دیگر احکام شرعیہ جس سے چاہتے ساقط فرمادیتے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ وحی پا کر تھا یا اجتہاد سے۔ اگر وحی سے تھا تو تمہارا عقیدہ پھر بھی باطل اور اگر اجتہاد سے تھا تو اجتہاد تو مجتہد کو کرنے کی اجازت ہے مگر اصول یا در ہے کہ مجتہد کبھی صحیح بات کرتا ہے اور کبھی اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ تو اس سے تمہارا عقیدہ علم غیب باطل ہوا۔ حاضر و ناظر، باطل ہوا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان سارے محدثین کے فرمان سر آکھوں پر، مگر اپنے گھر کی بات بھی سن لیجئے۔ کوئی شخص اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیث صریح کے خلاف کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہو تو صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی ہدایت اور راہ استقامت ہے۔ (ذکر بالجہر ص ۱۰۵)

اسی کتاب میں یہ بھی ہے: قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

تو یہ عقیدہ مختار کل قرآن و سنت و صحابہ، اور اسلاف امت کے خلاف ہو نیکی وجہ سے درست نہیں۔ اس لئے آپ اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے غیر معصوم قول پیش نہ کیجئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ان سارے حضرات کی بات کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ وحی پا کر یہ بات اور اس قسم کی باتیں ارشاد فرماتے تھے پھر سوال یہ اٹھے گا کہ وحی پا کر نماز کو معاف کر دینا تو خصوصیت رسول پاک ﷺ نہیں ہے یہ تو دیگر انبیاء بھی وحی پا کر کر سکتے تھے تو گزارش یہ ہے کہ ایسی خصوصیات کا ظہور صرف آپ ﷺ کے وجود گرامی قدر سے ہی ہوا ہے تو خصوصیات آپ ﷺ کے باقی رہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر بالفرض علی سمیل التزل اس بات کو مان بھی لیا جائے تو اس سے بھی تو مختار کل کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ احکامات تشریع میں سے ایک حکم شرعی کی بات ہے تلو نیات کی بات تو پھر بھی رکھ گئی تو یہ تمہارے عقیدے کے لئے دلیل کیسے ہو سکتی ہے؟

غلام کا سیاہ ترین جھوٹ

غلام نے کئی ایک جھوٹ لکھے ہیں جن کے جوابات ہماری طرف سے کئی کتابوں میں موجود ہیں۔ ہدیہ بریلویت، المہند وغیرہ میں ایک نیا اعتراض غلام نے یہ اٹھایا کہ خلیل احمد کا نظریہ ہے کہ نبی پاک کو اپنی نجات کا علم نہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۸۶)

غلام صاحب سے اور تو کچھ ہونہیں سکا چلو جھوٹ بولنے پر ہی مہارت تو ہے ہی سہی۔ خدا ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اس حوالے سے تفصیلی بات ہم پیچھے اسی حصہ میں نقل کر آئے ہیں باقی اگر غلام کا کوئی غلام یہ عبارت ہمارے گھر میں دکھادے تو فاضل بریلوی کی ۹ جوڑ والی تحقیق اسے انعام میں سنائی جائے گی۔

ص ۸۷ پر ایک صحابیؓ کا واقعہ لکھا ہے اس پر تفصیلی کلام ”دل کا سرور“ میں موجود ہے وہیں ملاحظہ فرمائی جائے کچھ بات ہم عرض کر دیتے ہیں کہ غلام کی جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ لکھتا ہے ضعیف حدیث صحیح حدیث کی تفسیر کر سکتی ہے۔

اس اصول کو لکھ کر، حدیث شریف، کہ غریب صحابیؓ کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھجوریں تم خود استعمال کر لو۔ اور ضعیف حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جا اللہ نے تیرا کفارہ ادا کر دیا۔ لہذا معلوم ہوا غلام صاحب کے نزدیک آپ ﷺ نے اختیار استعمال فرمائے اور یہ مختار کل ہونے کی دلیل ہے۔

الجواب

مختصر روایت یوں ہے، ایک اعرابی حاضر خدمت ہوئے کہ میں نے جان بوجھ کر دن میں روزے یعنی رمضان شریف میں جماع کر لیا۔ تو آپ نے اسے کفارہ کا طریقہ بتایا تو وہ عذر کرنے لگے پھر جب

کھانا کھلانا بتایا تو بھی اپنی غربت کی بات کرنے لگا تو آپ نے ایک کھجوروں کا ٹوکرا اس کو دیا کہ جا اسے تقسیم کر دے تو اس نے پھر کہا مجھ سے زیادہ غریب اس علاقے میں کوئی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو یہ تم خود کھا لو۔

آگے ضعیف روایت میں الفاظ یوں ہیں۔ جاؤ خدا نے تیرا کفارہ ادا کر دیا۔

یہ تو اصل واقعہ تھا اب گزارش یہ ہے کہ اس غلام جاہل ابن جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ محدثین کی اصطلاح میں اس کو زیادت کہتے ہیں تفسیر نہیں کہتے اور زیادت ثقہ کی مقبول ہوئی ہیں۔ تو چونکہ یہ زیادت غیر ثقہ ہے اس لئے مقبول نہیں۔ غلام صاحب کسی سنی ادارہ میں حصول تعلیم کے لئے داخلہ لے لیجئے شاید جہالت کا زخم مندمل ہو جائے۔

نوٹ:

تقریباً تمام دلائل غلام کا جواب ”دل کا سرور“ میں موجود ہے مگر ایک بات ہماری بھی غلام کی عقل کی مرمت کے لئے اسی سے حاضر ہے۔

یہ واقعات عقیدہ مختار کل کے ثابت کرنیکی دلیل نہیں بن سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقائد کا مسئلہ ہے اور دلائل قطعی ہونے چاہئے مگر قطعی الدلالة اور قطعی الثبوت دلیل آپ کے پاس موجود نہیں۔ اور ظنی دلائل سے آپ کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔

اور ظنی دلائل سے جو کچھ ثابت ہو رہا ہے وہ ہے وحی سے حکم پا کر امت کو احکام پہنچانا تو یہ عقیدہ مختار کل کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں آپ کوئی اور ٹھکانہ تلاش کریں۔

غلام کا ایک اور دجل

غلام صاحب نے اسی کتاب کے ص ۱۰۱، ۲۴۵، ۲۷۲، ۲۹۲، ۲۶۹، ۲۱۴ وغیرہ کئی جگہوں پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبند کے شیخ الاسلام لکھا ہے۔

تو ہماری طرف سے گزارش یہ ہے کہ آپ کے گھر کی مستند کتاب فوز المقال ج ۵ ص ۲۸۳ پر لکھا ہے شیخ الاسلام کا لقب کوئی معمولی نہیں یہ صرف چند مخصوص شخصیتوں تک ہی محدود ہے بلکہ صدی میں ایک

ہی شخص اس رتبے کا پیدا ہوتا ہے۔

اسی کتاب میں ص ۲۷۶ پر ہے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد پوری مسلم قوم کا یہ مطالبہ ہے کہ ان کی جگہ الحاج خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال کو قوم کے منتخب شیخ الاسلام کی حیثیت سے مرکزی مجلس دستور ساز میں جگہ دی جائے۔

اسی کتاب میں ص ۲۸۰ پر ہے۔

مولانا شبیر احمد کو قبول عام کے طور پر شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا جانے لگا تھا۔

اسی کتاب کے ص ۲۸۴ پر ہے۔

گزشتہ ماہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد اسلامی دنیا اور خصوصاً اہل پاکستان کسی ایسی ہستی کو شیخ الاسلام دیکھنا چاہتی تھی الخ۔ تو غلام صاحب کیا یہ صرف دیوبند کے شیخ الاسلام ہیں؟
شرم تم کو مگر نہیں آتی

غلام کا دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں: مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبند کے شیخ الاسلام اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے گویا زبان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۴۱۹)

درجہ استدلال:

جب یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا کہ وہ جہاں چاہتے تھے تصرف کرتے تھے تو پھر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہوگا الخ۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۹۵)

الجواب

غلام صاحب معذرت سے گزارش ہے کہ خدا نے یہ عقل و دانش صحیح استعمال کرنے کے لئے دی ہے دجل و فریب اور دھوکہ دہی کے لئے نہیں۔ ہر آدمی اس عبارت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ سے

نتیجہ نکال سکتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ نے آپ کو اجازت دے رکھی تھی کہ آپ ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی کے لئے جہاں تشریف لے جائیں اور جو فیصلہ فرمائیں وہ بہتری کے لئے ہی ہوگا۔ کیا اس سے کسی عقل والے کو یہ بات ذہن میں آتی ہے اس سے مافوق الاسباب اختیارات اور تکوینی و تشریعی اختیارات مراد تھے؟ خدا غلام کو عقل دے اگر یہ اختیارات ہوتے تو یہ بادشاہ میں بھی ہوتے مگر اس میں تو تم بھی نہیں مانتے تو جو زیر تھا اس میں اختیارات کلی کا عقیدہ کیسے رکھا جاسکتا ہے؟

غلام صاحب اگر یہ ہی سوچ رہی تو دنیا کے تمام بادشاہ مسلم ہوں یا غیر مسلم مختار کل جابنے تو پھر آپ کے عقیدہ کا مزانہ آگیا؟

بات بادشاہوں کے اختیارات کی ہو رہی ہے جو نہ کہ تکوینی ہوتے ہیں اور نہ تشریعی بلکہ وہ تو تحت الاسباب ہوتے ہیں۔ اور یہی تصرفات حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام میں تھے۔ اور اسی کام میں قیادت و سیادت فخر الانبیاء قائد الانبیاء سر تاج الانبیاء امام الانبیاء ﷺ کو بھی حاصل تھی اس کے بعد اللہ ہم قائل ہیں۔

ص ۱۰۴ سے ۱۲۴ تک عنوان یہ باندھا ہے ”وہابیہ کے اشکالات کا جواب“

اور نیچے ناکام کوشش اور سعی نام تمام اور نامراد زور لگایا ہے مگر بے سود، ان شاء اللہ آپ ان کے استدلالات کی کمزوری کو واضح دیکھیں گے۔
کہتے ہیں:

وہابیہ کی پہلی دلیل

(حالانکہ وہابیہ تو یہ لوگ بقول مولانا معین الدین اجمیری صاحب خود ہیں مگر کہتے دوسروں کو ہیں۔ جیسے محاورہ ہے چور مچائے شور۔)

اور آگے قرآن پاک کی آیت پیش کی جس کا مفہوم ہے۔ تو کہہ دے میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے۔
تو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ذاتی اختیار کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔

پھر آگے آیات پیش کی ہیں۔

کہ چوپایوں سے نفع ہو سکتا ہے تو نبی پاک سے نہیں ہو سکتا۔

اگر رات دن کے اندر اور زمین آسمان کے اندر اور کشتیوں کے اندر منافع ہو سکتے ہیں تو نبی

پاک ﷺ کی ذات بھی نافع ہو سکتی ہے۔

اگر شراب اور جوئے میں لوگوں کے لئے منافع ہو سکتے ہیں تو نبی پاک ﷺ کی ذات بھی نافع

ہو سکتی ہے اگر لوہے کے اندر نفع ہو سکتا ہے تو نبی پاک ﷺ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں آپ کی ذات

نافع کیوں نہیں ہو سکتی۔

زہر کے اندر نقصان ہو سکتا ہے تریاق کے اندر نفع ہو سکتا تو نبی پاک ﷺ جو تمام جہانوں کے

لئے رحمت ہیں آپ بطریق اولی تمام امور دینی و دنیاوی میں نافع و مضار ہو سکتے ہیں۔ (ملخصاً تنقیدی

جائزہ ج ۲ ص ۱۰۴ تا ۱۱۵)

الجواب

اتنی بات تو آیت کے متعلق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اعلان کر دیں کہ مجھے اپنے

نفع و نقصان کا اختیار نہیں ہے ہاں جو اللہ چاہے۔

یعنی جتنا آدمی کے بس اور طاقت میں ہوتا ہے وہ تو ہر ہی انسان کو خدا نے بخش رکھا ہے کہ وہ اپنے

فائدے کو دیکھتا ہے اور وہ کام کرتا ہے اور جو نقصان کے کام ہوتے ہیں وہ ان سے بچتا ہے۔

مگر سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات تو بڑی برکات والی ہے ہم برکات کے قائل ہیں اور

آپ کے وسیلہ ہونے اور رحمۃ اللعالمین ہونے کے اور آپ کی دعا کے مستجاب ہونے کے وغیرہ کئی امور

کے قائل ہیں۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مختارِ کل آپ کو مان لیا جائے کیونکہ مختارِ کل کی شان یوں نہیں ہوتی وہ تو

اللہ ہے الہ ہے اور اگر آپ بھی الہ مانتے ہیں سرکارِ طیبہ ﷺ کو تو پھر بتائیں باقی آپ زہر و شراب پر

رسول پاک ﷺ کو قیاس کر رہے ہیں تو آپ کو شرم آنی چاہئے۔

آپ کے بڑے شیطان پر قیاس کرتے رہے اور آپ شراب اور زہر پر قیاس کر رہے ہیں
(العیاذ باللہ)

مولوی صاحب یہ عقیدہ کا مسئلہ کیا قیاس سے ثابت ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو آپ نے یہ گنداقیاس کیا
ہی کیوں ہے؟

ویسے اگر عقل و دانش ہو تو بات پھر بھی سمجھ آ سکتی ہے کہ تمہارے پیش کردہ دلائل کہ کشتی رات و دن،
زہر و شراب وغیرہ اسباب کے درجہ میں نفع دیتی ہیں نہ کہ مافوق الاسباب اور رسول پاک ﷺ کا
اسباب کے تحت نفع دینا بھی مسلم ہے کہ دعا فرما کر شفاعت فرما کر ویسے آپ کے وجود مسعود کی خیر و برکت
وغیرہ کئی امور تحت الاسباب امت کے لئے مفید اور نفع بخش ہیں۔

مگر اس سے مافوق الاسباب نفع و ضرر کا عقیدہ گھڑ لینا کہ جو آدمی کے بس اور طاقت سے باہر ہو وہ
نفع و نقصان بھی آپ دے سکتے ہیں یہ اسلامی عقیدہ نہیں غیر اسلامی ہے۔
آپ جیسی عقل والا آدمی کہے کہ

جب چوپائے کو گدھے وغیرہ کو سترہ بنایا جاسکتا ہے تو فاضل بریلوی وغیرہ بریلوی اکابر کی قبور بھی تو
سترہ بن سکتی ہیں۔ جب قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے یعنی اینٹوں کا بنا ہوا کعبہ قبلہ بناتے
ہیں تو اس سے افضل انسان یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی تو قبلہ بنایا جاسکتا ہے۔

تو کیا اس قسم کے قیاسات سے فاضل بریلوی کی قبر کو سترہ بنالیا جائے یا پھر یہ کہا جائے کہ فاضل
بریلوی گدھے سے گئے گزرے ہیں کہ ان کو سترہ نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ القصہ یہ سلسلہ بڑا المیہ ہے۔

غلام صاحب آپ کے والد صاحب تو بار بار اپنی گلشن توحید و رسالت میں یہی رٹ لگاتے جا رہے
ہیں کہ انبیاء اولیاء کو کافروں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے جبکہ آنجناب انسانوں سے بھی آگے جانگلے کہ شراب و
زہر پر قیاس کرنے لگ گئے۔

اب اپنے والد کی بھی سن لیجیے اور جب نقصانات اور منافع سبھی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں تو
عبادت بھی فقط اسی کے لئے زیبا ہے (گلشن توحید و رسالت ج ۲ ص ۷۳)

اب اپنے باپ کو اپنی پیش کردہ آیات و احادیث کا منکر ٹھہرائیے اور جناب کو خود اپنے اوپر بھی نگاہ ڈالنی چاہئے کہ جناب نے ایک آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔ ”ترجمہ“ تو کہہ کہ میرے اختیار میں نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا۔ (تنقیدی جائزہ ص ۲۵۴ ج ۲)

تو جب جناب خود آپ کی کتاب ہی آپ کی تردید کر رہی ہے تو کسی اور کو طعن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ص ۱۱۶ پر غلام نے ایک اور دلیل بزم خود پیش کر کے جواب دینے کی ہمت کی ہے کہ آیت کریمہ لیس لک من الامر شئ تو ہم ذیل میں اس آیت کریمہ کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت کریں گے پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں امر تکوینی کی نفی ہے کہ آپ کسی کو پیدا نہیں کرتے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۱۶)

الجواب

غلام صاحب آپ تکوینی کے تو خود منکر جا ٹھہرے اب ہماری بات سنئے:

صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۲ وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم جب یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے ضرر کی دعا مانگی تو چونکہ یہ حضرات علم خداوندی میں آئندہ مسلمان ہونے والے تھے اس لیے اللہ جل مجدہ نے آپ کو منع فرما دیا کہ آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ آپ ان کے ضرر کی دعا مانگیں۔

غلام صاحب خدا تعالیٰ ضرر کی دعا نہیں مانگنے دیتا تو وہ ان کو مالک نفع و ضرر کیسے بنا سکتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر نفع و ضرر خود رسول پاک ﷺ کو دینے کا اختیار عطا کر دیا گیا ہوتا تو آپ کو ان کے لیے دعائے ضرر کی ضرورت نہ تھی بلکہ آپ اپنے اختیارات استعمال فرما کر انہیں ہلاک فرما دیتے اور اسی سے عالم الغیب کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ کون ہے اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو دعائے ضرر نہ فرماتے بلکہ سکوت فرماتے۔

تو اصل قصہ یہ ہے کہ جو ہم نے قارئین کے سامنے رکھ دیا اس میں یہ بھی منفی ہو رہا ہے کہ آپ کو نفع و نقصان دینے کے تمام اختیارات سوئپ دیئے گئے تھے۔

باقی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ سے استدلال کرنا کہ ہوا ان کے تابع تھی تو یہ ان کا معجزہ ہے اور یہ بات بھی قرآنی ہے کہ رسول کیلئے یہ اجازت نہیں کہ خدا کی اجازت کے بغیر معجزہ لائے یعنی رسول اپنی طرف سے معجزہ ظاہر نہیں کر سکتا بلکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کی مشیت پر موقوف ہوتا کہ کب معجزہ کا ظہور ہو۔ یہ امر انبیاء علیہم السلام کے اپنے اختیار و قدرت میں نہیں ہوتا تفصیلی بحث امام غزالی رحمۃ اللہ کی کتاب امراض الروحانی والعلاج میں ملاحظہ فرمائیں۔

تیسری دلیل کا جواب الجواب

قل انی لا املکم ضرأ ولا رشداً کا جواب دیتے ہوئے غلام صاحب لکھتے ہیں:

یہاں بھی ذاتی کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا۔ تو اگر موسیٰ علیہ السلام کو بھائی کا اختیار ہے مگر حضور علیہ السلام کو کسی پر اختیار نہ مانا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آپ ﷺ پر برتری ہو جائے گی جو کہ ناجائز ہے۔ (ملخصاً تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۱۷، ۱۱۸)

الجواب

غلام صاحب اس دروازہ کے بنانے کے بعد بھی آپ کو فائدہ نہیں، اولاً اس لئے کہ اسباب کی حد تک تو ہر آدمی کو اختیارات دیئے گئے۔

ثانیاً اختیارات کلی طور پر دیئے گئے ہوں تو یہ بات تفاسیر کے پیش نظر غلط ہے۔

اور اگر جزوی طور پر چند باتوں میں اختیار یعنی آپ کو پوچھا گیا کہ آپ فرمائیں تو طائف والوں کو ہلاک کر دیا جائے یا آپ فرمائیں تو مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا کر آپ کے ساتھ کر دیا جائے یا آپ

فرمائیں تو ہم آپ کی زندگی بڑھادیے ہیں اوکما قال اس قسم کی باتوں میں جزوی طور سے معاملہ نظر آ رہا ہے باقی لوگوں کے نفع و ضرر آپ کے اختیار میں نہ ہونا بالکل ظاہر امر ہے ہاں جتنا خدا آپ کی ذات سے امت کو نفع دے کہ ان کی دعا سے، وسیلہ سے شفاعت سے، مشورہ سے، ان کی فہم سے، ان کی برکت، ان کی رحمت سے وغیرہا بہت ساری وجوہات سے امت کو نفع ہوا بھی اور ہو بھی رہا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ مشکل کشا حاجت روا، بگڑی بنانے والے مختار کل ہوں۔

اب آئیے مفسرین کی سنئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں:
تفسیر روح المعانی میں ہے:

والمعنى لا يستطيع ان اضركم ولا انفعكم انما الضار والنافع هو الله۔ او لا املككم غياً ولا رشداً۔ کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میں طاقت نہیں رکھتا تمہارے نقصان اور نفع کی سوائے اس کے نہیں کہ ضار اور نافع تو صرف اللہ ہی ہے یا میں تمہاری گمراہی اور ہدایت پر بھی طاقت نہیں رکھتا۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے:

ای انما انا بشر مثلکم یوحی الی و عبد من عباد اللہ لیس الی من الامر شئی فی ہدایتکم و غوایتکم بل المرجع فی ذالک کلہ الی اللہ عز و جل۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۷۲)
یعنی میں بشر ہوں جیسے تم، میری طرف وحی آتی ہے اور میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اور تمہاری ہدایت و گمراہی میں سے کچھ بھی میرے بس میں نہیں بلکہ ان ساری باتوں کا مرجع خدا کی طرف ہے۔
تفسیر خازن میں ہے:

لو اقدر علی ان ادفع عنکم ضرراً و لا اسوق الیکم رشداً و انما الضار و النافع المرشد و المغوی هو اللہ۔ (خازن ج ۴ ص ۱۹۳ نعمانی کتب خانہ لاہور)
میں تم سے تکلیف کے دور کرنے اور تمہیں ہدایت پر لانے پر قادر نہیں ہوں اور سوائے اس کے نہیں کہ ضار اور نافع رشد و ہدایت دینے والا اور مغوی صرف خدا ہے۔
تفسیر مدارک میں ہے:

لا استطیع ان اضرکم وان انفعکم لان الضر والنفع هو الله۔ (تفسیر مدارک ج ۴ ص ۳۱۹)
علی ہامش خازن نعمانی کتب خانہ لاہور

یعنی میں تمہیں تکلیف دینے اور نفع دینے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ ضرر و نفع تو خدا ہی ہے۔
کیوں غلام صاحب کوئی بھی تمہارے جیسی تفسیر نہیں کرتا کہ خدا نے عطائی طور پر نفع و ضرر بنایا ہے
کیا ان مفسرین نے غلط لکھا ہے؟ اگر نہیں تو پھر تمہیں اپنی طرف سے تفسیر کرنے کی کیا ضرورت خدا سے
ڈرو اور بات مانو۔

تفسیر ابن عباسؓ میں ہے:

الا ما شاء الله کا مفہوم یوں درج ہے ان يفعل بی من الضر والنفع (تفسیر ابن عباسؓ ص ۱۸۵)
قدیمی کتب خانہ کراچی

یعنی آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں مگر میرے
ساتھ بھی وہ ہوگا جو اللہ چاہے گا یعنی مجھے نفع و نقصان اللہ کی مشیت و مرضی سے ہوگا۔
سورہ یونس کی آیت نمبر ۴۹ کے تحت تفسیر مدارک میں ہے:

الا ما شاء الله استثناء منقطع ای ولكن ما شاء الله من ذالک (مرض و فقر، صحتہ و غنی)
کائن فکیف املک لکم الضر و جلب العذاب۔

یعنی یہ استثناء منقطع ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو خدا تعالیٰ ان باتوں (یعنی مرض و صحت فقر غنی) سے
چاہے گا وہی ہوگا تو میں کیسے تمہیں تکلیف دینے اور عذاب دینے پر قادر یعنی مجھے اپنی صحت و مرض، فقر و غنا
پر قدرت نہیں تو تمہیں عذاب دینے پر میں کیسے قادر ہوں گا۔

تو سیالوی جی یہ تمہارے گلے کی ہڈی بن کے اٹک جائے گی!

باقی رہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی تو وہ غلام صاحب یا تو تم نے سمجھا نہیں یا دجل کیا ہے
کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اختیارات کی بات نہیں کر رہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کو
صرف اپنے اوپر اور اپنے بھائی پر اختیار ہے اور باقی کسی پر نہیں تو یہ بات تو عقیدہ مختار کل کی جڑ کاٹ
دے گی کہ اختیارات کی نفی ہونا اسی آیت سے ثابت ہو جائے گا۔

بات یہ تھی کہ خدا کا حکم تھا کہ ارض مقدسہ یعنی ملک شام میں جاؤ اور ظالم و جابر قوم سے جہاد کرو تو بنی اسرائیل نے صاف جواب دیدیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا تو مہ کا حال تو یہ ہے باقی میں اور میرا بھائی تیار ہیں۔ میرے ساتھ میرا بھائی چلے گا۔

یعنی مجھے اپنے بھائی پر قابو ہے یعنی میری بات وہ مان لے گا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے نبی ہونے کی وجہ سے کہا کیونکہ نبی تو حکم خدا کی سرتابی نہیں کرتا حکم عدولی نہیں کرتا، باقی اس سے آج تک بریلوی مسلک کے اکابر نے بھی مختار کل کا مسئلہ نہیں نکالا مگر غلام تو پھر غلام ہی ہے ناں۔

غلام کا دجل و فریب

غلام صاحب نے آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحَبَبْتَ الاَیہ کا جواب یوں دیا کہ ہمارا جو عقیدہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا اختیار اللہ کے اختیار سے بڑھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ بھی چاہے تو پھر بھی آپ کسی کو مسلمان کر سکتے ہیں جس طرح ہم چلنے پھرنے میں حرکت کرنے میں با اختیار ہیں اسی طرح ہمیں اس بات کا بھی اختیار ہے کہ جہاں چاہیں سفر کریں لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو تو باوجود چاہنے کے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۱۸، ۱۱۹)

الجواب

اس سے تو معلوم ہو گیا کہ مختار کل کا عقیدہ غلط ٹھہرا جب آپ کو یہ اختیار نہیں کہ خدا نہ چاہے تو آپ ہدایت نہیں دے سکتے تو پھر مختار کل کا عقیدہ باطل ٹھہرا۔

باقی ہم نے پیچھے بھی پیر جماعت علی شاہ صاحب سے آیت کا مفہوم سمجھا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف راستہ دکھانے والے ہیں ہدایت دینا نہ دینا خدا کا کام ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کیلئے یہ جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انبیاء کرام اندھیروں سے قوم کو اجالے کی طرف نکالتے ہیں تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ ذریعہ بنتے ہیں اور نکالنے والا خود اللہ جل مجدہ ہی ہے چونکہ یہ دعوت و تبلیغ، سعی و کوشش کر کے ان کے نکلنے کے لیے ذریعہ بنتے

ہیں اس لیے نکالنے کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی گئی ہے اور یہ نسبت مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔

غلام کا حدیث شریف پر جھوٹ بولنا

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے غلام لکھتے ہیں۔
اسی ضمن میں ایک حدیث پاک پیش کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دل کی
سیاہی کو نور ایمان سے تبدیل کر سکتے ہیں۔

ابن ماجہ اور نسائی شریف میں حدیث پاک موجود ہے کہ حضرت ابو محذورہؓ اذان کی نقل بنا رہے
تھے۔ نبی پاک ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا کہ اذان کے کلمات دہراؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو
ویسے مذاق بنا رہا تھا لیکن نبی پاک ﷺ نے اس پر فرمایا چلو تم کلمات ادا تو کرو جب انہوں نے اذان
کے کلمات ادا کرنے شروع کئے تو نبی پاک ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو ان کے دل
کی جو سیاہی تھی وہ نور ایمان میں تبدیل ہو گئی اور سچے پکے مسلمان بن گئے۔

الجواب

غلام نے حدیث شریف کی کتب پر یہ جھوٹ بولا، یہ روایت کہیں بھی نہیں کئی جملے غلام نے اپنی
طرف سے شامل کیے ہیں مثلاً یہ کہ ”انہوں نے عرض کیا کہ میں تو ویسے مذاق بنا رہا تھا لیکن نبی
پاک ﷺ نے اس پر فرمایا چلو تم کلمات ادا تو کرو۔

اور یہ جملہ کہ ”ان کے دل کی جو سیاہی تھی وہ نور ایمان میں تبدیل ہو گئی اور وہ سچے پکے مسلمان بن
گئے“ وغیرہا۔

حالانکہ سنن نسائی ص ۱۰۴ میں الفاظ یوں ہیں ”وبرک علی ثلث مرات“۔ اور ابن ماجہ شریف
ص ۵۲ میں ہے ”ثم قال رسول الله ﷺ بارک الله لک وبارک الله علیک، تو یہ جو دعائے
برکت ارشاد فرمائی خدا جل مجدہ نے آپ کی دعاء کو شرف قبولیت بخشا۔

یہ دعاء برکت کا تذکرہ غلام نے چھوڑ کر اپنے پیوند حدیث شریف میں لگا دیئے اگر غلام صاحب صحیح

الفاظ بیان کر دیتے تو حقیقت کھل جاتی کہ یہ نور ایمان کس نے پیدا کیا اور ظلمت کفر کو کس نے نکالا۔
اور رہا حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا یہ فرمانا ”بجال تھی کہ
ابولہب اور ابو جہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور قوت باطنی سے کام لیتے۔“
تو یہ بات تفصیل طلب ہے قوت باطنی کا مطلب تصرف ہے اور تصرف کی وضاحت حکیم الامت
رحمۃ اللہ سے خود ملاحظہ فرمائیں۔

جاننا چاہئے کہ کرامت کیلئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے متعلق قصد کا متعلق
ہونا ضروری ہے اور احیاناً علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا اور کبھی علم اور قصد دونوں امر ہوتے ہیں۔
اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں۔ (ایک قسم) وہ جہاں علم ہو اور قصد بھی ہو جیسے نبیل کا جاری
ہونا حضرت عمر بن خطابؓ کے فرمان مبارک سے۔ (دوسری قسم) وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت
مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میوؤں کا آجانا۔ (تیسری قسم) وہ جہاں نہ علم نہ ہو نہ قصد جیسے حضرت
ابوبکر صدیقؓ کا مہمانوں کیساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند اور سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت ابوبکرؓ کو
تعجب ہوا جس سے ان کے علم اور قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک احتمال حصر عقلی میں
سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں۔

اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی اور ثالث کو تصرف نہیں کہتے
البتہ برکت و کرامت کہلاتی ہیں۔ (بوادر النوار ص ۷۸)

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ تصرف کرامت ہی کی ایک قسم ہے اور یہ بات کہ کرامت اختیاری نہیں ہوتی
مجدد الملتہ شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے صرف ولی کے
ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے واسطے اظہار کرامت و قرب مقبولیت اس ولی کے الخ۔ (بوادر النوار ص ۷۹)
باقی رہی یہ بات کہ قوت باطنی تصرف کو کہتے ہیں یا نہیں تو بوادر النوار میں پورا ایک رسالہ تصرف پر
حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جس میں تصرف کے لئے باطنی قوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔
تو کرامت اختیاری نہ ہوگی بلکہ غیر اختیاری ہوتی ہے یہ اہل السنہ دیوبند میں اتفاقی مسئلہ ہے۔

مزید وضاحت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے اس آیت کے بارے میں انک لا تہدی الایۃ مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں نازل ہوئی کہ آپ اپنے چچا ابوطالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے (اور وہ نہ مانتے تھے) روایت کیا اس کو مسلم اور ترمذی نے ص ۷۱۔

فائدہ

اصلاح نفی تصرف مستقل عن الشیخ۔

بعضے ناواقف غلطی سے یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں ہوتا ہے اس حدیث سے اس کی غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں نہ ہوا تو اوروں میں تو اس کا کب احتمال ہے اور جب نفع دینی جو اصل کام شیخ کا ہے مستقلاً خارج از اختیار ہے تو نفع دنیوی تو بدرجہ اولیٰ استقلاً اختیار میں نہ ہوگا بہت جہلاء اس میں گرفتار ہیں کہ نعوذ باللہ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں بدلالہ انص اس کی بھی اصلاح ہوگئی۔ (الکشف ص ۲۸۵، ۲۸۶) آگے لکھتے ہیں:

ترجمہ: مسیب بن حزن سے روایت ہے کہ ابوطالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یا رسول اللہ) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیدے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و نسائی نے (تیسرے ص ۳۶۶)

فائدہ

اصلاح متصرف مختار نبودن کا ملین بہت لوگ اس غلطی میں مبتلاء ہیں کہ تصرفات کو مطلقاً کا ملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ان سے حق تعالیٰ کی طرح حاجات مانگتے ہیں احیاء سے یا اموات سے یہ آیت

اس کا قلع قمع کرتی ہے۔ (الکشف ص ۷۰)

حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

رتبہ (تصرف) اس کے کچھ آداب ہیں ایک یہ کہ غرض اور طریق مباح ہو، دوسرے یہ کہ ظاہر آیا باطناً اس پر عجب نہ ہو اور اس کی اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس کو مقرون بالذعا کر دیا جائے جیسا کہ حدیث میں دعا بھی ہے (پچھلے صفحے پر حکیم الامت تھانویؒ نے نقل کی ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو ذی الخلفہ سے راحت نہیں دیتے۔ اور یہ ایک مکان تھا قبیلہ خثعم میں جو کعبہ یمانیہ (جہلا میں) کہلاتا تھا (اور انہوں نے اسے کعبہ مشفقہ کے مقابلہ میں بنایا تھا اور اس وجہ سے حضور کو اس سے کلفت ہوتی تھی اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو اس سے راحت نہیں دیتے یعنی اس کو منہدم کر آؤ تو خوب ہو) میں قبیلہ حمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لیکر چلا اور یہ لوگ گھوڑے سواری میں ماہر تھے اور میں گھوڑے پر جم نہ سکتا تھا (میں نے آپ سے عرض کیا) آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینہ میں دیکھا اور دعا کی کہ اے اللہ اس کو جمادے (الکشف ص ۵۲)

القصہ قوت باطنی تصرف کا نام ہے اور تصرف کرامت کی قسم ہے اور کرامت غیر اختیاری ہوتی ہے ویسے تصرف کی تعریف بھی کر دینے میں حرج نہیں کہ ”خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے شخص پر افاضہ کیا جاوے جس سے اس میں آثار خاصہ پیدا ہو جائیں“۔ (بوادر النواذر ص ۷۸)

آپ کے مسلک کی معتبر کتاب خزینہ معرفت میں ہے:

تصرف لغت میں ہیر پھیر کو کہتے ہیں اور اصطلاح صوفیاء کرام میں کائنات کی چیزوں میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا جس کے لئے اس وقت وہ چیز فطرتاً و عادتاً تیار نہ تھی۔

تصرف در حقیقت کرامت کا سرچشمہ ہے یا کرامت کا تخم جس کا ثمرہ کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔

(خزینہ معرفت ص ۵۰)

آگے لکھا ہے:

بعض تو سر اسر تصرفات کے منکر ہیں اور بعض منکر تو نہیں لیکن وہ خاصہ ولایت اسے قرار نہیں دیتے

اور بعض خاصہ ولایت بھی قرار دینے کے باوجود اس کی حقیقت سے بالکل نا آشنا ہیں اور ولی اللہ کو بالذات مبداء کائنات خیال کرتے ہیں اور تمام تغیرات نظامی کو اس کے دائرہ وقبضہ کے اندر لانے کی کوشش بے سود کرتے ہیں۔ (خزینہ معرفت ص ۳۵۹)

آپ جیسے لوگوں کو بقول آپ کے گھر کے اکابر جاہل بتا رہے ہیں۔
پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

یہ عقیدہ از روئے قرآن و حدیث شریف بالکل صحیح نہیں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لائیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دیکر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے۔ (مکتوبات طیبات ص ۱۲ طبع اول)

غلام کا دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

تھانوی صاحب جب یہ کہیں کہ نبی پاک اگر باطنی تصرف کرتے تو ابو جہل ابو لہب کو مسلمان کر سکتے تھے لیکن اس عبارت کو نہیں مانتے اور کہتے رہتے ہیں کہ ہم کوئی تھانوی صاحب کے مقلد تو نہیں ہیں۔
(تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۲)

الجواب

یہ غلام کا دجل و فریب ہے ورنہ حوالہ پیش کرے کہ کس کتاب والے یا ذمہ دار آدمی نے کہا ہے باقی رہی تقلید والی بات تو اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے کہ مقلد تو ہم امام اعظم کے ہی ہیں۔

پانچویں دلیل کا جواب الجواب

غلام نے آیت کریمہ کا ترجمہ ”تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے“ کا جواب دیتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ دعویٰ نہیں کیا گیا ہے نہ کہ خزانے ہونے کی نفی کی گئی ہے یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزانے ہیں۔ باقی رہے خزانے وہ تو ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کے پاس خزانے دونوں جہانوں کے عطا فرمائے گئے۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

الجواب

ہمیں افسوس ہے غلام اور اس کی سوچ مذموم پر کیونکہ اگر خزانے تو تھے مگر آپ ﷺ نے فرما دیا کہ میرے پاس نہیں ہیں یا میں دعویٰ نہیں کرتا تو رضا خانی حضرات کس منہ سے عشق و محبت کی بات کرتے ہیں کیا رسول پاک ﷺ سے ساری زندگی کبھی کذب صادر ہوا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم کیوں الزام دے رہے ہو کہ خزانے تو تھے مگر آپ ﷺ نے کافروں سے فرمایا کہ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں۔ تو کیا اس کا صاف مفہوم یہی نہیں کہ العیاذ باللہ حقیقت کچھ تھی اور بات کچھ فرمائی۔ باقی رہی دوسری بات تو گزارش ہے کہ مفسرین نے جو کچھ فرمایا جب آنجناب نے وہ سمجھا ہی نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے مفسرین کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ خود ہی ارشاد فرمایا کہ اعطیت مفاتح خزائن الارض۔ تو خزانے تو دیئے گئے ہیں اور یہاں جو خزانے دیئے جانے کی بات ہے تو اس سے مراد کیا ہے وہ بھی ذرا سمجھئے محدث نوویؒ فرماتے ہیں فان معناه الاخبار بان امته تملك خزائن الارض وقد وقع ذالک۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۰) کہ اس حدیث شریف کا معنی و مطلب یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے خبر دی ہے کہ ان کی امت زمین کے خزانوں کی مالک بنے گی اور ایسے ہوا بھی سہی اور خود جناب نبی کریم ﷺ سے بھی اس کی تشریح و تفصیل یوں مروی ہے۔ واعطانی الكنزین الاحمر والابيض وان امتی سیبلغ ما زوی لی منها۔ (مشترک حاکم)

کہ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خزانے دیئے ہیں ایک سر اور دوسرا سفید۔ اور عنقریب میری امت حاصل کرے گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ ان خزانوں سے مراد قیصر و کسریٰ کی حکومتیں مراد ہیں۔ تو مفسرین نے خزانے ہونے کا یہ مفہوم مراد لیا ہے۔

چونکہ آپ کی امت ان کو حاصل کرے گی تو گویا آپ ہی کو حاصل ہوئے یا یوں کہیں بواسطہ امت آپ نے ہی حاصل کیے۔ تو یہ خزانہ کی بات باقی قرآن کی بات بھی ٹھیک اور درست ہے کہ آپ ﷺ نے تو فقیرانہ زندگی کو پسند کیا تھا اور آپ کے پاس دولت و ثروت نہ تھی اور خزانہ نہ تھے۔ اس میں کیا شک ہو سکتا ہے اگر غلام صاحب توجہ فرمائے تو بات سمجھ میں آ سکتی تھی مگر انہوں نے نہ سمجھنے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ ص ۱۲۴ تا ۱۳۲ تک احادیث پیش کی ہیں۔ جن میں سے پہلی چند کا جواب تو ہم نے ابھی عرض کر دیا ہے باقی آگے کوئی صراحۃً ایسی روایت نہیں جو ہمارے مدعا کے خلاف ہو اگر کسی سے رضا خانی غلام دھوکہ دیگا تو ہم کچھ عرض کر دیں گے ورنہ ہمارے دلائل و براہین سے ان روایات کا مفہوم بھی سمجھ آ سکتا ہے شرط انصاف۔

باقی ساری روایات معجزات ہیں جن میں عدم اختیار ہونا قرآن و سنت میں مصرح ہے اور معجزات کا منکر ہم میں سے کوئی نہیں الحمد للہ ہم اہل السنۃ دیوبند معجزات کے قائل ہیں اور صحیح ترتیب سے مانتے ہیں۔

غلام کا دجل

غلام لکھتا ہے:

حضرت جابرؓ نے دعوت کی اور عرض کیا آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے تو آپ تشریف لائیں اور چند آدمی ساتھ ہو جائیں تو آپ نے سب کو بلالیا۔ کیونکہ آپ کو اپنی ذات پر اعتبار تھا کہ میں آٹھ یا دس آدمیوں کا کھانا ہزاروں آدمیوں کو کھلا سکتا ہوں۔ (ملخصاً تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

الجواب

بات یہ ہے جبکہ الشئی و یعمی و یصم۔ شرک و بدعات کی محبت نے تمہیں اندھا کر دیا ہے تم

لوگ اس لیے درست بات کی طرف آنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

آپ ﷺ کے ان شاء اللہ والے مسئلہ اور دیگر امور کو مد نظر رکھ لیا جائے تو کیسے خدا پر اعتماد اور اعتبار چھوڑ سکتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور اعتبار تھا کہ خدا تعالیٰ ان سب کو سیر فرمائے گا اس سے عام اعلان فرما دیا کہ تمہاری جابر نے دعوت کی ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غیر ارادی اور بے اختیاری سے آپ کے منہ مبارک سے یہ کلمات نکلے ہوں جو کہ خدائی فیصلے کے مطابق بلوائے گئے۔

جیسا کہ خزینہ معرفت میں ہے عارف ولی کی ذات بعض بے وقت اختیار منہ سے کچھ نکال دیتی ہے جس میں عارف کی توجہ کو دخل تک نہیں ہوتا بلکہ کارکنان قضا و قدر کے فیصلے کے عکسی انوار کی جلوہ ریزی سے بے اختیار عارف وہ کہہ دیتا ہے جو ہونے والا ہوتا ہے ایسے لوگوں کو صاحب اللفظ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ منہ سے بے اختیار نکل گیا وہی ہو کر رہا۔ (خزینہ معرفت ص ۳۵۲)

یعنی بندہ بے اختیار کوئی بات کہتا ہے جو ہو جاتی ہے گویا یوں کہا جائے ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے بات کہلوائی جاتی ہے اور یہی بات ہم کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے یہ بات نکلوائی گئی تھی اور خدا تعالیٰ نے وہی کر دیا۔ تو اس میں اختیار و قدرت ثابت کرنا بے عقلی ہے۔

غلام کا دجل

غلام نے ص ۱۳۳ پر اقوال علماء کرام کا عنوان باندھ کر چند علماء کی عبارات پیش کی ہیں اور جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آپ ﷺ مختار کل ہیں اور ہر شے پر قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔ ہم اس پر تفصیلی کلام تو پیچھے عرض کر آئے ہیں کہ یہ سب کچھ بامرہ ہے یعنی خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ ظاہر فرماتے ہیں باقی حلال و حرام کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

غلام صاحب لکھتے ہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد:

حضرت امیر و ذریت طاہرہ اور تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تگوینہ را بایشان

وابستہ میدانند۔

ترجمہ: حضرت علیؓ اور آپؐ کی تمام اولاد کو پوری امت انتہائی عقیدت کے ساتھ اپنا پیرومرشد مانتی ہے اور کائنات کے تمام امور کو ان سے وابستہ سمجھتی ہے۔ (تفیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۳)

الجواب

پہلی بات تو یہ ہے یہ ارشاد شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمام امور ترجمہ میں آپؐ کی نوازشات میں سے ہے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کا ترجمہ یہ نہیں ہے وہ تو فرما رہے ہیں ”امور تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند“ مبہم بات فرمائی ہے جو کہ یقیناً جزئیہ کے حکم میں ہے نہ کہ یہ جملہ کلیہ ہے یعنی بعضے تکوینی امور ان سے وابستہ سمجھتے ہیں۔

تکوینی امور کو وابستہ سمجھنے کے لئے قصہ حضر علیہ السلام کا سمجھنا ضروری ہے وہ بچے کو قتل، کشتی کو عیب دار، اور تعمیر دیوار جو کہ یقیناً تکوینات میں سے ہیں نہ کہ تشریعات میں سے کہتے ہیں وما فعلتہ عن امری یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

تفسیر جلالین ص ۲۵۱ پر اسی آیت کے ضمن میں ہے ای اختیاری بل بامر الالہام من اللہ تعالیٰ۔ یعنی یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ کے الہام سے کیا ہے۔

تفسیر روح المعانی ج ۱۶ ص ۴۳۸ پر ہے عن رائی واجتہادی ص ۴۵۹ ہے پر بل فعلتہ من امر اللہ یعنی میں نے اپنے اجتہاد اور رائے سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم فرمانے (کے بعد) کیا ہے۔

تفسیر مظہری میں ج ۶ ص ۶۱ پر ہے عن رائی انما فعلتہ بامر اللہ عز وجل وعلانیہ میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۸۳ پر ہے لکنی امرت بہ لیکن خدا نے مجھے اس کا حکم دیا۔

تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۲۲ میں ہے عن اجتہادی وانما فعلتہ بامر اللہ۔

تفسیر خازن میں ایک دوسرا جواب بھی ہے وہ یہ ہے کہ انما فعلت ہذہ الافعال لغرض ان تظہرہ رحمۃ اللہ۔ (خازن ج ۳ ص ۲۲۲ نعمانی کتب خانہ لاہور)

یعنی میں نے یہ کام اس لیے کئے ہیں کہ ان پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

تو تکوینی کام جو اولیاء سے سرزد ہو جاتے ہیں وہ الہام خداوندی سے یا ان کو خدا تعالیٰ کسی کام کے لئے استعمال فرماتا ہے اس میں نہ تو انکا اختیار ہے اور نہ ہی ان کی قدرت و طاقت یہ سب خدا تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر موقوف ہے۔

ص ۱۳۵ پر غلام نے عنوان باندھا ہے ”اسماعیل دہلوی کی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اور گستاخی“ اور پھر لکھتا ہے مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۵)

الجواب

پہلے شاہ شہید کی پوری بات پڑھیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اخرج فی شرح السنة عن حذیفہ عن النبی ﷺ قال تقولوا ما شاء الله و شاء محمد و قولوا ما شاء الله وحده۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب الاسامیٰ میں لکھا ہے کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہؓ نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط۔

فائدہ

یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سوا اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملائے گو کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلاں ناکام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۷۶، ۷۷)

اب بتائیے کیا شاہ صاحب نے اپنی طرف سے لکھا یا حدیث شریف میں بھی یہی بات لکھی گئی ہے باقی رہا اہل بدعت کا ذوق کہ یہ تو اضعافاً ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ سرخیل حنفیہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لما فيه من التسوية بين الله وبين عباده۔ الخ (مرقاۃ ج ۸ ص ۵۳۲)
کیونکہ اس طرح کہنے میں خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کو برابر سمجھنا ہے
آگے لکھتے ہیں:

لو قال ما شاء الله وشاء محمد لكان شر كاجلياً۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۵۳۳)
اگر یہ کہا جو اللہ چاہے اور آپ ﷺ چاہیں تو وہی ہوگا تو یہ شرک جلی ہے۔
تو اگر اسی بات کو شاہ شہید مرحوم و مغفور لکھ دیں تو جرم کیوں؟

باقی رہا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کا زندہ کرنا وغیرہ افعال کی نسبت اپنی طرف کرنے سے
دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور نہ ہی دینا چاہئے یہ نسبت مجازی ہے کیونکہ یہ معجزات انہی وجود سے ظاہر ہوتے ہیں
اس لیے نسبت ان کی طرف کر دی گئی ورنہ یہ سب معجزات فعل خداوندی ہیں نہ کہ فعل عیسوی ہیں۔
باقی غلام کا یہ کہنا کہ

آپ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا بہت بڑی بے حیائی ہے۔
(تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۵) کتنی بڑی بے ایمانی ہے (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۸) بہت بڑی بے
ایمانی ہے (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۴۱) یہ قول قرآن و سنت کے منافی ہونے کی وجہ سے مردود ہے
(تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۴۳) یہ سارے فتوے فاضل بریلوی کے اوپر لگتے ہیں جو یہ ترجمہ کرتا ہے ”اور
اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے“ (کنز الایمان سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۳) فاضل بریلوی
بے ایمان بے حیا وغیرہ سب کچھ ہوا۔

غلام صاحب نے ص ۱۳۶ پر و اترک البحر رھوا اور فاضل لبھ طریقاً فی البحر
یبدئاً۔ سے استدلال کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے چاہنے سے ایسے خارق العادات امور ظاہر ہوتے
تھے جب موسیٰ علیہ السلام کے چاہنے سے ایسے امور وقوع پذیر ہو سکتے ہیں تو نبی الانبیاء ﷺ کے
چاہنے سے کونین کے امور جو ہیں کیوں نہیں وقوع پذیر ہو سکتے؟۔

الجواب

غلام صاحب یہ افعال موسیٰ علیہ السلام کے چاہنے سے وقوع پذیر نہیں ہوتے تھے بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت و چاہت سے وقوع پذیر ہوتے تھے موسیٰ علیہ السلام کو حکم صرف یہ تھا کہ آپ عصا ماریں اور بس باقی راستے بنانے کا کام وہ اللہ جل مجدہ کا ہے نہ کہ فعل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہے مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مشیت و طاقت و اختیار میں تھا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیوں کہا گیا کہ آپ دریا پر عصا ماریں بلکہ یہ کام تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خود بخود ہی کر لینا تھا۔ خدا تعالیٰ کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے کہا جب آگے دریا ہے اور پیچھے لشکر سر پر آ پہنچا کہ ہم تو پکڑے گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے عنقریب وہ مجھے راہ دیگا۔ یہ کیوں نہ فرمایا کہ یہ تو میرے بس کی بات ہے اور اور میرے ہاتھ میں ہے میں تمہیں راستہ دیتا ہوں۔ بلکہ خدا کی طرف فرمایا کہ وہ مجھے راہ دیگا۔ تو معلوم ہو گیا کہ جناب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی ذات پر اعتماد تھا تو خدا نے اپنے پیغمبر کے بھروسہ کو خوب ہی پورا کیا۔

غلام کی جہالت

غلام صاحب لکھے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا ئے نیل سے گزرے تو آپ نے بنی اسرائیل کے گزرنے کے لئے بارہ راستے بنا دیئے۔ (تفہیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۶)
حالانکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔
دریا کے بارہ حصے ہو گئے جس سے بارہ خشک راہ بن گئے یہ دریا قلمزم تھا جو بحر فارس کا ایک حصہ ہے۔ (نور العرفان ص ۵۸۹ پیر بھائی کمپنی لاہور)
جس جاہل کو اتنی بھی بات معلوم نہیں وہ قرآن کی تفسیر کر رہا ہے یا للعجب !!!!
غلام نے ص ۱۵۶ پر عنوان باندھا ہے:

نبی پاک ﷺ کے تصرف کا ثبوت احادیث کی روشنی میں

اس کے نیچے ۱۱ احادیث لایا ہے، ہم تصرفات پر بحث گزشتہ صفحات میں تفصیل سے کر چکے ہیں وہیں دیکھ لیا جائے کہ تصرف کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے، مگر ایک دجل غلام کا دکھانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ غلام لکھتا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی جنگ احد میں تیر لگنے کی وجہ سے آنکھ نکل گئی تو آنکھ کا ڈھیلہ لیکر سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سرکار علیہ السلام نے ان کی آنکھ کو جوڑ دیا تو اس آنکھ کا نور بہ نسبت دوسری آنکھ کے بڑھ گیا۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۳۹)

غلام کا دجل ملاحظہ فرمائیں کہ غلام نے اس کی وجہ نہیں لکھی کہ وہ یوں روشن کیوں ہوئی وہ میں لکھتا ہوں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ”جب حضور نے آنکھ کو میرے ہاتھ پر دیکھا تو چشمان اقدس نم ہو گئیں اور فرمایا یا الہی قتادہ کو محفوظ رکھ جس طرح کہ اس نے اپنے چہرے سے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے زیادہ حسین اور تیز نظر بنا دے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۴۰۶ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

غلام کی دلیل اور اس رد

غلام صاحب لکھتے ہیں:

وہابی ان تمام احادیث مبارکہ کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تمام احادیث معجزات میں سے ہیں لہذا ان سے دلیل پکڑنا جائز نہیں۔ اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات بھی تو معجزہ ہیں تو کیا پھر وہ بھی پیش نہیں کرنی چاہیے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۴۴)

الجواب

ہماری بھی گزارش غلام اور ان کی جماعت سے یہ ہے کہ ہماری پوری بات یہ تھی کہ چونکہ یہ احادیث معجزہ ہیں اور معجزہ قدرت و طاقت و فعل خداوندی ہوتا ہے نہ کہ فعل نبوی لہذا ان سے استدلال کر کے یہ کہنا کہ آپ کو طاقت و وقت و اختیار تھا یہ غلط ہے باقی ہمیں علم ہے کہ اس کے جواب میں آپ یہی کہیں گے کہ

یہ تو ان کے اختیار میں ہوتا ہے۔

تو جواباً پھر گزارش ہے آپ کے مسلک کے علماء نے دو قسمیں بنا کر ایک کو اختیار سے خارج کر دیا ہے تو مختار کلی کا عقیدہ تو پھر بھی صحیح نہیں رہتا۔ اور دونوں قسموں کو ہم اختیار میں نہیں ماننے اس لیے ہم پر تیرا قول حجت نہ ہوا۔ اس پر تفصیلی کتاب راہ ہدایت ہے پھر اس کا جواب الجواب عنقریب آ رہا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں کہ خرق عادات کا صدور انسانی طاقت و قوت سے باہر ہے۔

غلام کا دجل

غلام نے حضرت نانوتویؒ کی عبارت یوں نقل کی ہے کہ نانوتوی کی عبارت اس طرح ہے کہ معجزہ جو ہر نبی کو ملتا ہے وہ ہر وقت اس کے قبضے میں رہتا ہے۔ تو کیا قرآن مجید ہر نبی کو ملتا ہے؟ پھر اگر نانوتوی نے مثال غلط دی ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔ (تقدیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۴۵)

الجواب

غلام نے دجل و فریب کا مظاہرہ یوں کیا کہ حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں تحریف کی ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ کا وہ گاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہمارے حضرت ﷺ کو قرآن ملا الخ۔ (تخذیر الناس ص ۷)

اس میں خاص معجزہ کی بات ہے اور وہ ہمارے نبی پاک ﷺ کو قرآن کی صورت میں ملا مگر غلام صاحب نے دجل و فریب سے کام لیا مطلقاً معجزہ کی بات کی۔

قاسم العلوم رحمۃ اللہ کی بات بالکل درست ہے اب یہ قرآن جوں جوں اترتا گیا آپ ﷺ کے پاس محفوظ ہوتا گیا۔ تو یہ بات غلط تو نہیں کہ معجزہ خاص ہر وقت پاس رہتا کہ بوقت ضرورت کام میں لایا جائے نہ مثال غلط ہے اور بات غلط ہے۔

غلام کا دجل ہے جو خواہ مخواہ حضرت امام اہلسنت پر طعن کر رہا ہے ان کی بات کا جواب تو بنانا نہیں سکا

اور اعتراض ان پر جڑ دیا۔ حضرت مولنا سرفراز صاحب یہی بات سمجھانا چاہتے ہیں تو جو میں نے کہی ہے کہ انہوں نے خاص معجزہ کی بات کی ہے اور مثال صرف اپنے نبی پاک ﷺ کی پیش کی ہے۔ تو یہ قرآن کی مثال سے پہلے یہ بات کی ہے کہ ہمارے حضرت ﷺ کو قرآن ملا الخ یہ تو نہیں کہ نبی کو ملا ہے یہ نا سمجھی اور نا فہمی غلام کی ہے۔

غلام کا ایک اور جھوٹ

غلام صاحب لکھتے ہیں:

وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى۔

اس کی تفسیر میں امام رازی علامہ آلوسی قاضی بیضاوی علامہ نسفی علامہ خفاجی، شیخ نزادہ، شارح بیضاوی یہ سب حضرات لکھتے ہیں کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ کنکریاں پھینکنا اور تمام کافروں کی آنکھوں میں ان کا پڑ جانا یہ امر خارق للعادت ہے اس میں قصہ نبی پاک ﷺ کا ہے اور اس فعل کی خلق اللہ کی جانب سے ہے۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۴۶)

الجواب

یعنی یہ بات تو نہیں لکھی ہوئی ان تفاسیر میں کچھ میں نے بھی دیکھی ہیں غلام صاحب اصل میں آپ کو بات سمجھنے کا سلیقہ نہیں۔ امام اہلسنت مولنا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں۔ بلاشبہ دم کے لئے نبی کا پھونک مارنا اور دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا اور شق قمر کے لئے انگلی مبارک کا اشارہ کرنا یہ کسب ہے لیکن معجزہ ان امور کا نام نہیں معجزہ دم کے بعد اس کے نتیجہ میں بیمار کو شفاء کا حاصل ہو جانا اور اسی طرح دعا کے بعد تکلیف کا رفع ہو جانا اور انگلی مبارک سے اشارہ کرنے کے بعد چاند کا شق ہو جانا ہے اور یہ امور کسباً بھی آنحضرت ﷺ کے اختیار میں نہ تھے یہ صرف اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں جو آپ کے ہاتھ پر صادر ہوئے۔ (اتمام البرہان ج ۱ ص ۵۵)

میں نے یہ عبارت اس لئے لکھی ہے کہ اس سے غلام کو ہمارے نظریے کا علم ہو جائے کہ ہم مٹی پھینکنے

کو معجزہ نہیں کہتے بلکہ اس کے بعد اس کے نتیجہ کو یعنی پورے لشکر کفار کے آنکھ منہ ناک وغیرہ میں ذرات کا پہنچنا اور ان کا شکست کھا جانا یہ معجزہ ہے تو مفسرین نے کسب کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کی ہے تو درست کیا ہے کیونکہ مٹی وغیرہ کی مٹھی بھر کر پھینکنا تو کسب ہے معجزہ نہیں ہے۔

اب آئیے ہم آپ کو تفاسیر کی طرف لے چلتے ہیں!
امام جصاص احکام القرآن ج ۳ ص ۷۲ پر لکھتے ہیں:

وعنی بذالک ان الله بلغ ذالک التراب وجوہم وعیونہم اذ لم یکن فی وسع احد من
المخلوقین ان تبلغ ذالک التراب عیونہم من الموضع الذی کان فیہ النبی ﷺ وھذہ منھا
من دلائل النبوة۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کو ان کے چروں اور آنکھوں میں پہنچایا
کیونکہ مخلوقات میں سے کسی کو یہ طاقت نہیں کہ جہاں نبی پاک ﷺ تشریف فرما تھے وہاں سے یہ مٹی کفار
کی آنکھوں تک پہنچائے اور یہ سب آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے (معجزات میں سے) ہے۔
تفسیر کبیر میں ج ۵ ص ۶۶ پر ہے:

لان رمیک لا یبلغ اثرہ الا ما یبلغہ رمی سائر البشر ولكن الله رماھا حیث نفذ اجزاء
ذالک التراب واوصلھا الی عیونہم قصورہ الرمية صدرت من الرسول واثرھا انما
صدرت من الله الخ۔

(یعنی آپ نے جو مٹی پھینکی ہے وہ دراصل ہم نے پھینکی) کیونکہ آپ کی پھینکی ہوئی کا اثر صرف وہیں
تک جائے گا جتنا بقیہ بشر کے پھینکنے کا اثر پہنچتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پھینکا کہ اس مٹی کا اثر ان کی
آنکھوں تک جا پہنچا پس صورت پھینکنا آپ سے صادر ہوا مگر حقیقت خدا سے صادر ہوا۔
جلالین شریفین میں دیکھیں لکھا ہے:

وما رمیت یا محمد اعین القوم اذ رمیت بالحصی لان کفاً من الحصی لا یملأ عیون
الجیش الكثير برمية بشر ولكن الله رما بايصال ذالک ایهم فعل ذالک ليقهر الکافرین۔

یعنی آپ نے جو مٹی کنکریوں کی پھینکی لشکر کثیر کو انسان کے پھینکنے سے نہیں پہنچ سکتی تو یہ خدا نے پھینکی

ہے کہ اس کو ان سب تک پہنچایا ہے تاکہ وہ کافروں کو مقہور کرے۔
تفسیر مظہری میں ج ۳ ص ۸ پر ہے:

یا محمد بالحصار میأیو صلھا الی اعینھم اجمعین ولم تکن تقدر علی ذالک۔
کہ آپ نے ایسی کنکریوں کی مٹھی نہیں پھینکی جو ان سارے لشکروالوں کی آنکھوں میں جا پڑے اور
آپ اس پر قادر بھی نہیں ہیں۔ الخ
مداراک میں ہے:

ان الرمیۃ التی رمیتھا لما بلغ اثرھا الا ما یبلغھ اثر رمی البشر ولکنھا کانت رمیتھ اللہ
حیث اثرت ذالک الاثر العظیم۔
یعنی جو آپ نے مٹھی پھینکی ہے اس کا اثر اتنا ہی تھا جتنا کہ ایک بشر کے پھینکنے کا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا
پھینکنا تو اتنا بڑا اثر کر گیا۔

اسی طرح تقریباً خازن میں بھی ہے:

ان سب تفسیروں والوں نے تو آپ ﷺ کے پھینکنے کو ایک انسان کے پھینکنے کے برابر قرار دیا ہے
تو اب یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ آپ کی طاقت و قدرت سے تمام لشکر کے آنکھوں میں نہیں پہنچا بلکہ خدا تعالیٰ
کے فعل سے ہی پہنچا ہے ظاہر بات ہے جب آپ کا پھینکنا ایک بشر کے پھینکنے جتنا اثر کرتا ہے تو یہ معجزہ تو نہ
ہوا بلکہ معجزہ تو اس کے بعد ہے جو خدا نے کیا۔ اور اس کا سبب بھی اور خلق بھی نبی پاک ﷺ کے قدرت و
بس میں نہ تھا۔

غلام کا دجل

غلام کی کوشش ہے کہ اپنے اوپر ہونے والا اعتراض ہم پر ڈال دے چونکہ ان کا نظریہ مختار کل کا ہے
جو کہ موجبہ کلیہ ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے جزوی دلائل پیش کئے تھے جن کے ہم نے وافی شافی کافی
جواب دیدے اگر دلائل کا جواب نہ بھی دیتے تو بھی اس کا عقیدہ ثابت نہیں ان دلائل سے۔ اب اس سے
اپنا عقیدہ تو ثابت ہونہ سکا اب ہم پر یوں اعتراض کرتا ہے ان کا دعویٰ سالبہ کلیہ ہے اور دلیل میں سلب

جزئی کو پیش کیا ہے حالانکہ سلب جزئی سے سلب کلی ثابت نہیں ہوتا۔ الخ (تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۱۷۷)

الجواب

غلام صاحب ہم نے جو مختار کل کے نہ ہونے پر دلائل دیئے ہیں وہ بقول آپ کے جزئی ہی سہی مگر آپ کے عقیدہ کو توڑنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ آپ کا دعویٰ موجبہ کلیہ ہے اور بقول آپ کے ہمارے دلائل جزئی ہیں تو یہ تو موجبہ کلیہ کی نقیض واقع ہو گئے جس سے تمہارا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ جب تمہارا دعویٰ ٹوٹ گیا تو ہمارا دعویٰ بحمد اللہ ثابت ہو گیا۔

ذاتی یا عطائی

دوسری بات غلام صاحب کہتے ہیں:

ہم انبیاء علیہم السلام کے لئے عطائی اختیار مانتے ہیں اور عطائی اختیار کی شان یہی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق و رضا شامل حال نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ارادہ نہ کرے عطائی اختیار موثر نہیں ہو سکتے۔ (تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۱۷۷)

الجواب

غلام صاحب پھر مختار کل کا عقیدہ تو نہ رہا یہ تمہارا عقیدہ صاف بتا رہا ہے کہ تمام اختیارات کا مالک آپ ﷺ کو بنادیا گیا اور ہر طرح کے اختیارات سوپ دیئے گئے ہیں مگر یہ کہنا کہ نہیں جی وہ خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے تو پھر اختیارات کا کیا مطلب؟ یہ تو اس شعر کا مصداق بننے کے مترادف ہے

ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب آدمی نبی پاک ﷺ سے مانگتا ہے مگر خدا کی مشیت نہ ہو تو پھر تو نہیں ملے گا یہی ہوا تمہارا نظریہ تو اس سے تو یہ ٹھیک ہے کہ پھر آدمی خدا ہی سے مانگ لے تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ دوسرا یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا چلے مشیت صرف خدا کی ہے کیونکہ مخلوق کی مشیت تمہارے نزدیک موثر نہیں ہوتی جب اللہ نہ

چاہے تو پھر چاہت اور مشیت تو خدا کی ہی چلتی ہے اس لیے شاہ اسماعیل شہید مرحوم و مغفور کے جملہ کی صداقت آپ کے قلم سے بھی ثابت ہوگئی کہ خدا کے چاہنے سے کام بنتا ہے نہ کہ مخلوق کے چاہنے سے۔

غلام نے ص ۱۲۸ تا ۱۶۸ شفاعت کی بحث چھیڑی ہے اور کافی ساری احادیث مسئلہ شفاعت پر لکھی ہے اور ساتھ شاہ شہید پر شفاعت کے انکار کا الزام بھی لگایا ہے جس کا جواب کئی جگہوں پر کتب میں دیا جا چکا ہے مثلاً ”ہدیہ بریلویت“ اکمل البیان وغیرہا وہیں دیکھ لیا جائے اس کے ضمن میں ایک بات غلام صاحب نے بڑی اچھی لکھی ہے وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کی شفاعت کا انکار کرنا خوارج کا طریقہ ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۵۴)

نبی پاک علیہ السلام کی شفاعت اہلسنت کو ہی نصیب ہوگی کیونکہ وہ شفاعت کے قائل ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۶۶)

حالانکہ غلام کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ نہ تو وہ شفاعت کے قائل ہیں اور نہ ہی وہ اہل السنۃ ہیں۔

رہی بات دلیل کی تو وہ یہ ہے کہ وہ چونکہ مختار کل کا عقیدہ رکھے ہوئے ہیں جو کہ یقیناً شفاعت کا انکار کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ہر شے کا مالک اور مختار ہو اس کو سفارش یا شفاعت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئے یہ تو اسے ہی ضرورت پیش آئے گی جو کہ مختار و مالک کل نہ ہو۔ اگر میری بات پر یقین نہ آئے تو اپنے فاضل بریلوی کو دیکھ لو وہ کہتے ہیں یہ محتاجی ہی منشا شفاعت ہے جہاں محتاجی نہ ہو خود اپنے حکم سے جو چاہے کر دیا جائے شفاعت کی کیا حاجت ہو۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۱۲۸)

تو یہ عقیدہ مختار کلی کا احتیاج کو ختم کرتا ہے اور جب احتیاج ختم تو شفاعت بھی ختم۔

دوسری بات کی دلیل یہ ہے اہلسنت والجماعت نام ہے صحیح عقائد و اعمال کا، جتنے عقائد تمہارے ہیں وہ مختلف فیہ ہیں وہ اکابر اہلسنت نے جو عقائد کی کتب لکھی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں اور جو تمہاری بدعات ہیں وہ فقہ حنفی کے مفتی بہ اقوال سے دنیا کا کوئی رضا خانی ثابت نہ کر سکا ہے اور نہ ہی کر سکے گا۔ تو اپنے آپ کو اہلسنت نہ کہلائیں بلکہ بریلوی یا رضا خانی کہلوائیں یہی آپ کا فخر و وقار ہونا چاہئے۔

بہر حال غلام صاحب نے بڑی بے دردی سے اپنے مسلک پر چھری پھیری ہے اور ان کو ذبح کر دیا

ہے خدا ان کو عقل و دانش کی دولت سے نوازے۔

آگے غلام نے ص ۱۶۸ تا ۱۷۴ تک مختلف احادیث پیش کر کے آپ ﷺ کے علم مبارک پر گفتگو کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کو مستقبل کی ہر ہر بات سے واقفیت و خبر ہے۔

اور شاہ شہید پر ایک اعتراض بھی کیا ہے کہ جس کا جواب ہم نے ”انوار آفتاب صداقت“ پر جو ایک نظر ڈالی ہے اس میں دے چکے ہیں وہیں ملاحظہ کر لی جائے باقی رہی یہ بات کہ آپ ﷺ کو کتنا علم تھا تو ہماری گزارش ہے کہ جتنا علم خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شایان شان سمجھا وہ عطا فرما دیا بس اتنی بات کافی ہے۔

ہم کئی جگہ یہ بات اہل بدعت کے گھر سے ثابت کر آئے ہیں کہ اہل السنۃ دیوبند ساری کائنات سے زیادہ حضور ﷺ کا علم مانتے ہیں تو پھر ہم پر اعتراض کیوں؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ و نظریہ جب سرکار طیبہ ﷺ کو علم الخلق ماننے کا ہے تو وہی کیوں تم لوگ نہیں اپنا لیتے؟

کیا آپ لوگ علم الخلق نہیں مانتے؟ کیا آپ لوگ شیطان سے عقیدت و محبت کی وجہ سے اس کو علم الخلق مانتے ہو؟ فاضل بریلوی کے رسالہ خالص الاعتقاد میں یہ بات تو درج ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساری مخلوقات سے زیادہ ہے مگر شیطان کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

تو اب عقدہ کھلا کہ جب جاء الحق ص ۶۶ پر مان لیا گیا اور احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن ج ۲ ص ۱۴۰ پر بھی کہ دیوبند والے ساری مخلوقات سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم مانتے ہیں تو آپ لوگ بجائے ہمارے عقیدہ پر آنے کے الگ کیوں کھڑے ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تمہارے نزدیک شیطان علم الخلق ہے اس لیے تمہیں ہمارا عقیدہ قبول اور پسند نہیں۔

ہم علم غیب کو خاصہ خداوندی سمجھ کر یہ اعلان کرتے ہیں ماضی و مستقبل کی بہت سے اخبار کا رسول پاک ﷺ کو پتہ اور ان پر اطلاع دی گئی ہے جس کو ہم نہ ناپ سکتے ہیں اور نہ ہی تول سکتے ہیں یہ علم مبارک ساری کائنات سے زیادہ ہے۔ اب آپ لوگوں کی قسمت بدنام ہمیں صرف شیطان کی وجہ سے کرتے ہو۔ لوگوں کو یہ بتاتے ہو کہ یہ علم نبی کے دشمن ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تمہارے مرشد شیطان کے علم ہونے کے منکر ہیں اس لیے جناب اور جناب کی قوم کو تکلیف ہے ورنہ سرکار طیبہ ﷺ کے علم مبارک

کے منکر کو تو ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

غلام کی جہالت

غلام صاحب لکھتے ہیں:

اقوال علماء کرام علامہ طاہر ٹپٹی الخ۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۷۵)

حالانکہ ان کا نام محمد بن طاہر ہے دیکھئے تذکرۃ الموضوعات کا شروع وہ لکھتے ہیں:

وبعد فقد قال اضعف عباد القوی الولی محمد بن طاہر بن علی الفتنی الہندی مسکناً

ونسباً والحنفی مذهباً الخ (تذکرۃ الموضوعات ص ۱)

جس جاہل کو نام کا ہی پتہ نہیں وہ کیا ان کے اقوال سے استدلال کرے گا۔

باقی علماء کرام کے اقوال اور ان کے اقوال کی تشریحات جاننے کے لئے ازالۃ الریب کا مطالعہ

فرمائیں وہ سودمند رہے گا۔

آگے ص ۱۷۶ سے لیکر ص ۲۶۶ تک آیات اکٹھی کر دی ہیں کہ ان میں سرکار طیبہ ﷺ کا ذکر

ہے جب نماز پڑھیں گے تو ان کا خیال تو آئے گا۔

ہم اس پر کافی کچھ حصہ اول کے جواب میں لکھ چکے ہیں وہیں ملاحظہ فرمایا جائے، اعادہ کی

ضرورت نہیں۔

ضمنی ابحاث

غلام نے اس جلد دوم کے کئی صفحات پر ترجمہ قرآن میں آپ ﷺ کو ”تو“ کہا ہے، دیکھئے:

ص ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۹۲، ۱۹۵،

۲۰۳، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۶، ۲۴۲، ۲۴۴،

۲۴۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳۔

مثال کے طور پر ایک آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

قل من كان عدواً للجبرئيل فانه نزله على قلبك۔

ترجمہ: تو کہہ دیے کہ جو کوئی ہووے دشمن جبرئیل کا سو اس نے اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم کا۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۷۸)

اسی طرح ہر جگہ ”تو“ کہہ کر خطاب کیا ہے۔

اب ہماری طرف سے نہیں بلکہ رضا خانی حضرات کی طرف سے اس پر کئی طرح کے فتاویٰ جات کا تمغہ بھی وصول فرمائیے۔

ہم سارے فتاویٰ جات نقل نہیں کرتے وہ دیکھنے کے لئے کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷ ملاحظہ فرمائیں مگر ایک آدھ سماعت فرمائیں۔

مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

عرب میں باپ اور بادشاہ کو کاف (ک) کے ساتھ خطاب کرتے ہیں اور اس ملک میں یہ لفظ کسی معظم بلکہ ہمسرے بھی کہنا گستاخی اور بے ہودگی سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر ہندی اپنے باپ یا بادشاہ خواہ کسی واجب التظیم کو ”تو“ کہے گا شرعاً بھی گستاخی و بے ادب اور تعزیر و تنبیہ کا مستوجب ٹھہرے گا۔ (اصول الرشاد ص ۲۲۸)

غلام صاحب کا گستاخ رسول ہونا موضح و موجہ ہو گیا اب ان کو ایک کتاب دیائے اپنے خلاف بھی لکھنی چاہئے کیونکہ جس کو فاضل بریلوی نبی پاک ﷺ کا معجزہ قرار دیتے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ غلام تو گستاخ و بے ادب اور چھترول کے لائق ہے۔

غلام کا ایک اور دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

اسماعیل دہلوی کہتا ہے نماز میں کسی بھی مقدس ہستی کا خیال آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۱۸۹)

حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ کوئی رضا خانی ہمت کر کے اس کو سچ نہیں ثابت کر سکتا باقی اصل بات کی

توضیح و تشریح کے لئے حصہ اول ملاحظہ فرمائیں ہم نے وضاحت سے مسئلہ عرض کر دیا ہے۔

غلام اپنے ہم مشرب کے فتوؤں کی زد میں

غلام نے ص ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۱۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۷۴، ۲۹۱، ۳۰۱، وغیرہ کئی جگہوں پر غلام نے آیات کے ترجمے لکھے ہیں مگر کئی لفظوں کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ - الایۃ

ترجمہ: جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے۔ الخ (ص ۲۰۴)

یہاں ”ان“ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

ولقد ارسلنا نوحاً و ابراہیم۔ الایۃ

ترجمہ: ہم نے بھیجا نوح کو اور ابراہیم کو۔ الخ (ص ۲۳۹)

یہاں ”ولقد“ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء۔

ترجمہ: اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۴۲)

یہاں ”ولکن“ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون۔

ترجمہ: جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۱۰)

یہاں ”الا ان“ کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

مفتی غلام سرور قادری صاحب لکھتے ہیں۔

اس میں موصوف نے ”الا“ اور ”ان“ کا معنی چھوڑ کر اس کا ترجمہ منشاء الہی کے خلاف کر ڈالا۔ ”الا“

حرف تنبیہ ہے جس کے معنی خبردار اور ہوشیار کے ہیں اور ”ان“ حرف تحقیق ہے اس لیے اس کے صحیح معنی یہ

ہوں گے خبردار بے شک۔ الخ (طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ ص ۱۰۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

خدائے قدوس کے کلام کا ایک ایک حرف اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ترجمہ کرتے وقت ہلکی غلطی بھی اس کی حکمت کلامیہ کے لئے نقصان دہ بلکہ اس کے کلام مقدس میں تحریف قرار پاتی ہے کیونکہ اس سے منشاء الہی پورا نہیں ہوتا۔ (طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ ص ۱۰۷)

غلام صاحب جناب تو محرف قرآن ٹھہرے ہیں آپ کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

غلام نے بعض آیات کے ترجمے ایسے لکھے ہیں جو بریلوی حضرات کے فتاویٰ کے زد میں آتے ہیں تفصیل کے لئے ہدیہ بریلویت کو ملاحظہ فرمائیں اور دست و گریباں!

غلام نے اس کے ساتھ ساتھ ایک دجل یہ بھی کیا ہے کہ کئی جگہ ترجمے خود لکھے ہیں اور نام حضرت شیخ العالم محمود حسن دیوبندی کا لگا دیا۔ جیسے مغفرت ذنب والی آیت کا ترجمہ ص ۲۳۳ پر کیا ہے اور نام حضرت شیخ العالم کا لگا دیا مگر یہ ان کا نہیں۔ اسی طرح سورہ ضحیٰ کا ترجمہ ص ۲۶۱ پر لکھا ہے اور نام شیخ العالم مولانا محمود حسن دیوبندی کا لگا دیا مگر یہ انہوں نے نہیں لکھا۔ اسی طرح کئی آیات کا ترجمہ ناقص لکھ کر بھی ان کے ذمہ لگا دیا۔ یہ ہے غلام کے صدق اور دیانت کا حال خدا ان کو ہدایت نصیب فرمائے آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وبارک۔

غلام کا ایک اور دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ استخارہ سکھانے والے جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔

كان النبي يعلمنا الاستخاره كما يعلمنا السورة من القرآن۔

ترجمہ: کہ نبی پاک ﷺ ہمیں استخارہ کی تعلیم ایسے دیتے تھے جیسے قرآن مجید کی صورت کی تعلیم دیتے تھے۔ الخ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۶۶)

الجواب

غلام نے دجل کر کے عبارت کو توڑ موڑ کر پیش کیا ہے شاہ شہید رحمۃ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ وقال اللہ تعالیٰ

ترجمہ: اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ لقمان میں کہ بے شک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ کہ مادہ کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے خبر دار۔

فائدہ

یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جان لینا کسی کے قابو میں نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی اس کے بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے جیسے کسی کی فتح کسی کی شکست کسی کا بیمار ہونا کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں نہ تو قیامت کے برابر مشہور ہیں نہ ویسی یقینی اور اس طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے اور سارے نبی اور ولی اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں سوا اگر اس کے وقت معلوم کرنے کی کچھ راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا کچھ موسم بندھا ہوا ہے نہ سب لوگ مل کر ان کی خواہش رکھتے ہیں جیسے کسی شخص کا مرنا جینا اولاد ہونی یا غنی یا فقیر ہونا یا فتح و شکست ہونی سو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیوں کر پاسکیں اور اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دوسرے یا مادہ کامل ہے یا ناقص خوبصورت ہے یا بدصورت حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں پر کسی کا حال بالخصوص نہیں جانتے تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہوتی جیسے خیالات اور ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق وہ تو کیوں کر جان سکیں اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا تو اور کسی کا کیوں کر جان سکے غرض کہ اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا

کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے کوئی فال نامہ لیے پھرتا ہے یہ سب چھوٹے ہیں اور دغا بازان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۰، ۳۱)

شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مروجہ نجومی و رمال، کہان، فال، وغیرہ لوگوں کا رد کیا ہے جو کہ غیب دانی کا دعویٰ کئے بیٹھے ہیں اور وہ لوگوں کو اپنا بنایا ہوا استخارہ بھی بتاتے ہیں بلکہ استخارہ کر کے بتاتے ہیں یہ جو لوگ استخارہ کرتے ہیں وہ احادیث طیبات میں بیان کیا گیا استخارہ نہیں ہے، غلام کو یہ سب پتہ ہے مگر صرف دجل و فریب کی وجہ سے شاہ شہید پر اشکال کر رہا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سر آ نکھوں پر۔ شاہ شہید مرحوم و مغفور نے اسے بالکل رد نہیں کیا بلکہ آپ ساری عبارت پڑھ لیں بات ہی کچھ اور ہو رہی ہے جیسا کہ ہم قرآن سے بات عرض کر چکے ہیں۔

ذلت والا اشکال

غلام نے پھر وہی عبارت جس پر بحث حصہ اول میں ہو چکی چھیڑ دی ہے جس کا دانی و شافی جواب ہم دے چکے ہیں مگر ایک اشکال نیا غلام نے کیا ہے وہ ہم لکھ کر جواب دیتے ہیں۔

وہابی حضرات اس عبارت کی دوسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ جو عبارت ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اس عبارت کے عموم سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں لیکن ان کے قطب عالم رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ نبی پاک بھی اس عبارت کے عموم میں داخل ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۶۹)

الجواب

چونکہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ ہر فن کے امام تھے تو فن مناظرہ کے اسلوب علی سبیل التنزل کے لحاظ سے بات کر رہے ہیں یعنی مخالفین کے نظریے کو آدمی مد نظر رکھ کر بات کرتا ہے کہ اگر بالفرض یوں ہی ہو جیسے تم کہہ رہے ہو تو اس پر اشکال پیش کرو میں جواب دوں گا۔

حضرت گنگوہیؒ نے علی سبیل التزّل اس عبارت کی رضا خانی حضرات کے اعتراض کے موافق تشریح کر کے ان کو مبہوت کر دیا کوئی رضا خانی اس کا بھی جواب نہ دے سکا باقی اگر کوئی کہے کہ عبارت میں تو نہیں فرمایا کہ میں یہ تفصیل علی سبیل التزّل کہہ رہا ہوں۔ تو گزارش ہے تمہارے علماء نے یہ اسلوب اختیار کیا ہے مگر وہاں بھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ علی سبیل التزّل ہے ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب سے ایک تقریر میں یہ مناظرانہ چٹکلہ سننے کو ملا کہ ایصال ثواب کے موضوع پر مناظرہ تھاسنی عالم نے دلائل دیئے کہ جو ہم پڑھتے ہیں یا ختم میں چیزیں رکھی جاتی ہیں ان ثواب مردوں کو پہنچتا ہے بعینہ یہ چیزیں نہیں پہنچتیں جس طرح دوسرے ملک کی کرنسی بدلانی پڑتی ہے جب کوئی چیز ملتی ہے اس طرح یہ ختم کی اشیاء اس جہان کی کرنسی ہیں اور ثواب اس جہان کی مگر مخالف مان ہی نہیں رہا تھا اور بار بار الزام لگاتا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی ہیں اور مردے کھاتے ہیں آخر سنی مناظر نے علی سبیل التزّل فرمایا ہاں یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی ہیں اور مردے کھاتے ہیں اب منکر کی جان میں جان آئی اور اس کو اپنی کامیابی کے واضح آثار نظر آئے۔ الخ (تقریری نکات ص ۵۸۳)

اب بتائیے کہ کیا اس بریلوی نے دوران تقریر کہا تھا کہ میں علی سبیل التزّل کہہ رہا ہوں نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم پر اعتراض کی ضرورت کیا ہے، اگر وہ علی سبیل التزّل کے الفاظ کہتا تو مخالف مناظر کو خوش ہونے کی ضرورت کیا تھی۔ اب جو جواب تمہارا وہی ہمارا۔

غلام کا ایک اور اشکال

غلام صاحب لکھتے ہیں:

کافی عرصہ پہلے اس عبارت پر حضرت شیخ القرآن مولانا سعید احمد اسعد صاحب اور ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی کا مناظرہ ہوا تو وہ کہنے لگا کہ اگر تم اس عبارت میں مجھے نبی پاک کا نام دکھا دو تو میں بھی لکھ کر دے دوں گا کہ شاہ اسماعیل کافر ہے حالانکہ اگر اس نے فتاویٰ رشیدیہ پڑھا ہوتا تو ایسا جاہلانہ مطالبہ نہ کرتا۔ الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۷۰)

الجواب

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) اگر تمہارے شیخ القرآن کے نزدیک حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کا جواب تحقیقی ہوتا اور علی سبیل التنزل نہ ہوتا تو وہ اسے ضرور پیش کرتا۔ مگر اس نے نہ کیا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے یہ علی سبیل التنزل فرمائی ہے۔

(۲) دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اواکاڑویؒ کو یہ عبارت معلوم تھی اور ان کے مطالعہ سے گزری ہوئی تھی مگر وہ جانتے تھے کہ یہ علی سبیل التنزل ہے اس لیے انہوں نے بات صاف کر دی۔ (۳) بار بار کے مطالبہ سے سعید اسعد نبی پاک ﷺ کا ذکر اور نام نہ دکھاسکا تو جھوٹا ہوا یا نہ۔ باقی رہا غلام کا یہ کہنا کہ بالفرض اس عبارت میں نبی پاک نہ بھی مراد ہوں تو کیا باقی اولیاء اور انبیاء کو چہار سے ذلیل کہنا جائز ہے کیا باقی انبیاء اولیاء کی تنقیص کرنا کفر نہیں.... الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۷۰)

تو گزارش ہے کہ ان کا نام اور تذکرہ بھی تو نہیں ہے لہذا ان پر اس عبارت کو فٹ کرنا یہ غلام کا دجل و فریب ہے اور رہا یہ کہ بڑی مخلوق تو کہا ہے تو اس سے مراد انبیاء ہیں کیونکہ یہ تو لکھا ہے تقویۃ الایمان میں کہ انبیاء اولیا جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی (حالانکہ عبارت میں بھی غلام نے دجل کیا ہے دیکھیں تقویۃ الایمان ص ۸۰) تو گزارش یہ ہے کہ یہاں خلقت کے اعتبار سے بڑی مخلوق کی بات ہو رہی ہے کہ جو بڑی بڑی مخلوقات پہاڑ، آسمان سمندر وغیرہ ہیں اور دوسری عبارت میں اس بڑائی کا ذکر ہے جو کہ عظمت و شان و مقام کے اعتبار سے ہے لہذا یہ بھی غلام کا دجل ہے کہ

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا

بھان متی نے کنبہ جوڑا

انبیاء اولیاء کی خلقت تو مناسب ہے جو کہ انتہائی شایان شان ہے مگر عظمت بہت بڑی ہے، جبکہ آسمان وزمین و پہاڑ و دریا کی خلقت تو بڑی ہے شکل و صورت تو بہت بڑی ہے مگر خدا کی عظمت کے سامنے

چہار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

غلام کا جواب الجواب اور اس کا رد

غلام نے مناظرہ جھنگ کو غالباً پڑھا ہے اور اس میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جو دلیل دی تھی اور اس کا باپ اس کا جواب نہیں دے سکا اب یہاں جواب دینا چاہتا ہے کہ ”وہابی حضرات اسماعیل کو بچانے کے لئے یہ آیت کریمہ بھی پیش کرتے ہیں۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیء۔ یتفیؤ اظلالہ عن الیمین والשמائل سجداً اللہ وہم داخرون۔ ترجمہ: کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سایے ان کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو وہ ذلیل ہیں۔

وہابی حضرات کا استدلال یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام سجدہ کرنے والی مخلوق کو جو بھی ہو سب کو ذلیل قرار دیا ہے تو اگر مولوی اسماعیل دہلوی نے کہہ دیا تو کیا حرج ہے جواباً گزارش ہے کہ اس استدلال کو مان لیا جائے تو قرآن مجید میں تعارض لازم آتا ہے حالانکہ ارشاد باری ہے۔ کہ

ترجمہ: اگر یہ قرآن مجید ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت۔ (ترجمہ محمود الحسن) تو یہ اب کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ فرمائے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ترجمہ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ الخ (تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴)

الجواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ غلام نے ہمارے استدلال کو صحیح پیش کیا ہمارے نزدیک داخرون کا معنی عاجزی کرتے ہیں، لہذا اب تعارض ہے ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا اعتراض فاضل بریلوی کے ترجمہ پر تھا کہ اس سے سجدہ کرنے والی مخلوق کو ذلیل لکھا ہے اور یقیناً سجدہ کرنے والی مخلوق نیک صلحاء، انبیاء ہیں تو فاضل بریلوی تو پکا ٹھکا مجرم ہے اور

شاہ شہیدؒ پر الزام نہیں آتا کیونکہ نہ تو انبیاء اولیاء کا نام ہے اور نہ ہی وہاں ان کا ذکر ہے تو فاضل بریلوی خواہ مخواہ عزت والی مخلوق کو ذلیل بنادیا ہے اس کا جواب ملت رضائیہ کے پاس نہیں ہے اور بات کو ٹالنے کے لئے قرآن کا تعارض کا نام دیدیا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں تعارض نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جن ذوات قدسیہ کو قرآن نے عزت و مرتبت دی ہے خواہ مخواہ زبردستی ان کو دوسری آیت کی زد میں لانا یہ رضا خانی دجل و فریب ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ رضا خانی حضرات کی انبیاء اولیاء سے محبت و عقیدت کا بھی اسی ترجمہ رضا خانی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سجدہ کرنے والی مخلوق کو ذلیل کہہ رہے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ہم نے یہ حوالہ الزامی طور پر پیش کیا تھا نہ کہ ہم بھی یہی مفہوم مانتے ہیں اور ہمارے والا مفہوم کہ ساری مخلوق بشمول انبیاء اولیاء عاجزی کرتے ہیں اس کو غلام صاحب بھی یوں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے شیخ الہند محمود الحسن نے آیت کریمہ میں واقع شدہ لفظ ”داخرون“ کا معنی عاجزی کیا ہے تو یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انبیاء اور ساری مخلوق اور فرشتے اللہ کے نزدیک عاجزی کرتے ہیں۔ (تفیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۷۲)

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ غلام صاحب اس آیت میں انبیاء اولیاء اور فرشتوں کو بھی شامل مانتے ہیں کیونکہ انہوں نے خود اس آیت کے اس مفہوم میں جو ہم نے لیا ہے داخل مانا ہے تو جب یہ ذوات قدسیہ داخل ہیں تو پھر تمہارے ترجمے کی رو سے کہ ذلیل ہیں سے ان کی تو بین ہوئی یا نہ؟ اور اب قرآن پاک میں تعارض آیا یہ نا؟ تو تعارض و تفاوت کا اشکال تمہارے ترجمے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی بے ادبی تو بین بھی نظر آتی ہے، یہ ہے رضا خانی ملت کا حال۔

ص ۲۷۴ سے لیکر ۲۷۸ تک گاؤں کے چودھری کی تمثیل پر رد کر کے احیث آپ کی عظمت و شان پر پیش کی ہیں۔ اس کا جواب تو ہم انوار آفتاب صداقت کے جواب یا حصہ اول کے جواب میں عرض کر چکے ہیں اور احادیث پر الحمد للہ ہمارا ایمان ہے۔

غلام کا ایک اور دجل

غلام صاحب عنوان بناتے ہیں ”مولوی اسماعیل دہلوی کا انبیاء کرام کو بتوں کے برابر عاجز اور بے اختیار قرار دینا“

مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ تمام مخلوق چاہے بت ہوں یا انبیاء ہوں وہ سب یکساں طور پر عاجز اور بے اختیار ہیں۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۷۸)

الجواب

ہم نے اس پر تفصیلی کلام انوارِ آفتاب صداقت کے جوابی مضمون میں لکھ دیا ہے سر دست اتنا ہی کافی ہے کہ یہ غلام نے بتوں کے برابر قرار دیا ہے حالانکہ اصل عبارت یوں ہے ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۳)

قارئین گرامی قدر: دیکھئے غلام نے اپنی طرف سے خود ہی انبیاء کو بتوں کے برابر قرار دیا۔ یہاں تو بندوں کی بات ہو رہی ہے نہ کہ بتوں کی یہ تو غلاموں کی سوچ ہے خدا جانے ان کو جھوٹ بولنے میں مزا کیوں آتا ہے۔

غلام صاحب نے ص ۲۷۸ تا ۲۸۴ تک معجزات وغیرہا سے مختلف استدالات کیے ہیں اور ہم نے معجزات کی بحث پیچھے عرض کر دی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

غلام کا چیلنج

غلام صاحب لکھتے ہیں:

اگر سلیمان علیہ السلام کا صحابی تخت پیش کرے اور اللہ کے ولی کی شان ظاہر ہو تو مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نسبت مجازی ہے اور مولوی سرفراز نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے جو میں کہہ رہا ہوں حالانکہ انہوں نے ایک تفسیر کا بھی حوالہ نہیں دیا جس نے یہاں اسناد مجازی کا قول کیا ہو ہم مولوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کم از کم ایک ہی معتبر تفسیر کا حوالہ دے دیں جس میں وہ بات

لکھی ہوئی ہو جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۸۵)

الجواب

غلام صاحب اگر آپ نے عقل و شعور کے گھر آنکھ کھولی ہوتی تو آپ کو سمجھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اب مجھے امید ہے کہ آپ کو سمجھانے کے بعد بھی شاید سمجھ آ سکے۔

جب امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے دو تفسیروں سے یہ ثابت کر دیا ہے یہ تخت کا لانا یوں تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی خدمت میں دعا کی اور عرض کی تو خدا نے وہ ان کے سامنے حاضر کر دیا۔ اب بتائیے ان تفسیر جلالین، ابن کثیر کے حوالوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ تخت کا لانا آصف بن برخیاؓ کے بس و طاقت کی بات نہ تھی بلکہ انہوں نے دعا و عرض و گزارش بارگاہ خداوندی میں کی جو کہ مقبول ہو گئی تو بتائیے یہی تو نسبت مجازی اسناد مجازی ہونے کی دلیل ہے کہ حقیقت میں تخت خدا لایا مگر نسبت آصف بن برخیاؓ کی طرف ہے اسی کو تو اسناد مجازی کہتے ہیں۔ جیسے ابنت الربیع البقل مسلمان کہتا ہے تو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے۔ غلام صاحب دور جانے کی ضرورت نہیں اپنے گھر کو دیکھ لیں۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی کہتے ہیں آصف نے عرض کیا آپ نبی ابن نبی ہیں اور جو رتبہ بارگاہ الہی میں آپ کو حاصل ہے یہاں کس کو میسر ہے؟ آپ دعا کریں تو وہ آپ کے پاس ہی ہوگا آپ نے فرمایا تم سچ کہے ہو اور دعا کی اسی وقت تخت زمین کے نیچے سے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہوا۔ (سورہ نمل آیت نمبر ۴۰ حاشیہ نمبر ۶۳ خزائن العرفان)

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ تخت تو آیا بقول تمہارے صدر الافاضل کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی برکت سے مگر قرآن نے نسبت لانے کی آصف بن برخیاؓ کی طرف کیوں کی۔ اگر یہ نسبت حقیقی ہے تو صدر الافاضل جھوٹا ہے اور اگر اسنادی مجازی ہے تو جناب والا کذاب ٹھہرے اب آپ جو فیصلہ فرمائیں ذرا سوچ کر کریں کہ آپ کے مسلک کی بہت بڑی ذلت ہے

جمال الاولیاء کی عبارت اور غلام کا دجل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب جمال الاولیاء میں ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی شان یہ تھی کہ گویا عالم وجود کی چکی ان کی ہاتھ میں تھی جدھر چاہیں گھما دیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۸۵)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ یہ اسناد بھی مجازی ہے یعنی کہ ان کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور بہت زیادہ ہوتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی بات کو خدا مالتا نہیں ہے اور قبول فرما لیتا ہے۔ یہ خدا کی مشیت ہے ان کی طاقت و قدرت نہیں۔ یہ عام فہم بات کو غلام نے کس حد تک لے جا کر بنا دیا۔ (الامان والحفیظ)

غلام کا ایک اور الزام اور اس کا ابطال

غلام صاحب لکھتے ہیں:

مولوی اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ اللہ صاحب کی شان ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کر لے اور غیب کی بات اللہ جانے رسول کو کیا خبر تو اس عبارت کے اندر مولوی اسماعیل نے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے قدیم ہونے کا انکار کیا۔ اور دوسرا سرکار علیہ السلام سے علم غیب کی نفی کر دی تو اس کا یہ قول احادیث آثار کے خلاف ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۲۶۶)

الجواب

ہمارے حضرات کی طرف سے اس عبارت کا جواب کئی جگہ دیدیا گیا ہے میں انہی سے نقل کر دیتا ہوں اگر غلام یا غلامان غلام کی طرف سے اس پر لب کشائی ہوئی تو مزید کچھ لکھ دیا جائے گا۔ اساس المنطق ج ۲ ص ۳۲۵ پر یہ سوال و جواب موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی احمد یار خان نے شاہ اسماعیل شہید کے حوالہ سے لکھا ہے۔

”اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کر لے کسی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی“ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی بحوالہ جاء الحق ص ۴۱۸)

جب کوئی بریلوی اس موضوع پر بات کرے تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات کرو۔

(۱) کیا تم نے تقویۃ الایمان پڑھی ہے؟

(۲) کیا اس میں یہ خط کشیدہ جملہ اسی طرح موجود ہے؟

(۳) اگر یہ الفاظ اسی ترتیب سے موجود نہیں تو تم نے یا تمہارے بڑوں نے یہ رد و بدل کیوں کیا ہے؟

(۴) تقویۃ الایمان کے الفاظ اگر اس معنی میں نص نہ ہوئے اور وہاں دوسرا احتمال بھی ہو تو کیا تم

غلط معنی پر ہی اصرار کرو گے یا اپنے اکابر کی غلطی یا مغالطہ کو تسلیم کرو گے؟

(۵) اگر صحیح معنی سامنے آ جانے کے بعد بھی شاہ صاحب پر تنقید ہو تو اس کا معنی کیا یہ نہ ہوگا کہ شاہ

صاحب کا نام لے کر تم لوگ خدا تعالیٰ کی توہین کرنا چاہتے ہو تا کہ تمہاری جان بھی بچی رہے اور توہین بھی ہوتی رہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ؟

(۶) کیا شاہ صاحب کی عبارت اتنی ہی ہے یا آگے پیچھے سے مرتبط ہے؟

اس عبارت کی حقیقت

اس کو صحیح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مولانا شہیدؒ کی مکمل عبارت پیش کریں، مولانا فرماتے ہیں:

”قال اللہ تعالیٰ: و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا هو۔“

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انعام میں کہ اسی کے پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔

فائدہ

یعنی جس طرح اللہ صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتادی

ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو کان سننے کو ناک سونگھنے کو زبان چکھنے کو ہاتھ ٹٹولنے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب کچھ دیکھنے کو چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا سو گویا ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اس کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے اس طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کر لینا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے (بندوں کے اختیار میں ہر گز نہیں ہے بلکہ) یہ (غیب کا دریافت کر دینا) اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات دریافت کر لیں بلکہ اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ (اللہ تعالیٰ کے) اپنے ارادہ کے موافق نہ ان (بندوں) کی خواہش پر چنانچہ حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا اس کا اتفاق ہوا ہے کہ بعضی بات کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتادی چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کی پھر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی اور بہت فکر و غم میں رہے پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو بتادیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک ہیں سو یقین رکھنا چاہئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچہ نہیں مگر اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات دریافت کر لوں اور آئندہ باتوں کا معلوم کرنا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے اور جو کوئی کسی نبی ولی کو یا جن و فرشتہ کو امام زادے کو پیر و شہید کو یا نجومی کو رمال یا جھار کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن شگونی کو یا بھوت و پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو مشرک ہو جاتا ہے اور اس آیت سے منکر اور یہ جو سو اس آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی و رمال یا برہمن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی

ثابت ہوتی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے کبھی غلط اور یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا اور قرآن مجید کی..... کا لیکن پیغمبروں کی وحی کبھی غلط نہیں پڑتی سو وہ ان کے قابو میں نہیں اللہ صاحب جو آپ چاہتا ہے سو دیتا ہے ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی۔

قال الله تعالى قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله وما يشعرون ابان
يبعثون۔

ترجمہ: کہا اللہ صاحب نے یعنی سورہ نمل میں کہ کہو نہیں جانتے جو لوگ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

فائدہ

یعنی اللہ صاحب نے پیغمبر ﷺ کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ اور ہم سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آوے گی۔ سو ہر چیز کا معلوم کر لینا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے، (تقویۃ الایمان ص ۱۴، ۱۵) (اور یہ سب اس آیت سے معلوم ہوا ہے)

قارئین کرام صرف خط کشیدہ عبارات سے بات مکمل نہیں ہوتی آپ نے دیکھا ہے کہ کلام آگے پیچھے سے مرتب ہیں اور بشرط انصاف عبارت کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے بین القوسین کلمات توضیحہ کو بڑھا کر کیا ہے البتہ اس مقام پر دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱) عبارت کا حذف کرنا۔ جب اس پر دلیل موجود ہو قرینہ سے حذف شدہ کا علم ہو سکے یہ بالکل

جائز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے الا للہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دونه اولیاء ما نعبدہم الا ليقربونا الی اللہ زلفی (سورہ زمر آیت ۳) اس کے اندر ما نعبد سے قبل قالوا محذوف ہے (دیکھئے تفسیر جلالین) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی

ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لیے کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔

خط کشیدہ عبارت ”قالوا“ مخدوف کا ترجمہ ہے۔ اور اگر اس کو مخدوف نہ مانا جائے تو عبادت کی نسبت معاذ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے گی اور ہم ضمیر کا مرجع الذین اسم موصول ہوگا اور اس معنی کی خرابی کسی ذی فہم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

لہذا معنی کی تصحیح کے لیے ہم نے وہ لفظ مخدوف مانا ہے جس پر سیاق و سباق شاہد ہے کمالا یخفی۔ (۲) شاہ صاحب کے کلمات ”یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے“ میں لفظ یہ اسم اشارہ اس کا مشار الیہ بظاہر ”غیب کا دریافت کرنا“ ہے اور یہ درست نہیں بلکہ اس کا مشار الیہ غیب کا دریافت کرنا اور اس کی اطلاع دے دینا ہے کیونکہ شاہ صاحب چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں ”اللہ صاحب اپنے ارادہ سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں ”مگر اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا“

ان واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا کہ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کے علم کو اختیاری یا حادث مانتے ہیں سراسر الزام ہے اور جب کسی کے کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو برے پہلو کو لے کر فتویٰ لگانا کوئی دین کی خدمت تو نہیں ہے۔

البتہ یہ اشکال کہ خلاف ظاہر مشار الیہ یا مرجع متعین کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مرجع کبھی مذکور ہوتا ہے دلالت مطابقی سے سمجھ آتا ہے جیسے ونادی نوح ابنہ اور کبھی دلالت تضمنی سے سمجھ آتا ہے جیسے اعدلو اھو اقرب للتقویٰ (اس کے اندر ہو کا مرجع عدل ہے جس پر اعدلو دلالت تضمنی سے دلالت کرتا ہے۔

کیونکہ ”اعدلو“۔ عدل/ امر/ انتم)

اور کبھی دلالت التزامی سے معلوم ہوتا ہے جیسے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے اندر ضمیر انزلناہ کا مرجع القرآن ہے جو انزال سے التزاماً مفہوم ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں

الاتقان ج ۱ ص ۲۴۴، مباحث فی علوم القرآن لمناع قطان ص ۱۹۸، البرہان لزرکشی ج ۴ ص ۲۶)

چونکہ بندے کا علم عطائی ہے اس لیے جب اس کی طرف غیب کے دریافت کرنے کی نفی یا اثبات ہوگی تو انسان کا ذہن دریافت کرانے والے کی طرف منتقل ہوگا جس کا علم ذاتی ہے جیسے خلق الانسان سے خالق کی طرف ذہن متوجہ ہوتا ہے۔ ان مذکورہ باتوں کو سمجھنے کے بعد بشرط انصاف شاہ صاحب کی عبارت کا مفہوم وہی ماننا پڑے گا جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ معنی بالکل حق ہے اس کی کچھ تائید فریق مخالف بھی کرتا ہے مفتی نعیم الدین اسی آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تو جسے وہ چاہے وہی غیب پر مطلع ہو سکتا ہے بغیر اس کے بتائے کوئی غیب نہیں جان سکتا، (ص ۱۹۵) یہ واضح رہے کہ بندے کی طرف غیب جاننے کی نسبت نہ ہوگی بلکہ غیب کی خبر جاننے کی ہوگی۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے اس ساری عبارت کی جگہ خود یہ جملہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کر لے۔ (جاء الحق ص ۴۱۸) جب عبارت ہی بدل گئی تو اصل مفہوم کون سمجھے گا۔ اس میں شاہ صاحب کا کیا قصور ہے۔ کفر یہ جملہ بنائیں احمد یار خان گجراتی اور اس کی وجہ سے کافر کوئی اور ہو جائے نہیں بلکہ اگر کافر ہوگا تو عبارت وضع کرنے والا ہی ہوگا۔

باقی رہا رحمت دو عالم ﷺ کا علم مبارک ہم اس کتاب میں اور دیگر اپنی کتب میں اس عنوان کو کئی جگہ لکھ چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ریس الموحّد بن مولانا حسین علی واں بھجروی پراشکال اور اس کا جواب

غلام لکھتا ہے:

مولوی حسین علی آیت کریمہ فن یکفر بالطاغوت کی تفسیر میں لکھتا ہے ملائکہ اور رسولوں کو طاغوت کہنا جائز ہے۔ (تنقیدی جائزہ ص ۲۸۹ تا ۳۰۲)

(غلام نے نئی آیات انبیاء کرام کی عظمت پر پڑہ کر کہا ہے کہ وہ تو بڑی شان والے ہیں اور یہ انہیں طاغوت کہتے ہیں)۔

الجواب

امام اہلسنت فرماتے ہیں بلغۃ الحیر ان کے صا پر اس کی تصریح موجود ہے کہ بلغۃ الحیر ان حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی وہ تقریریں ہیں جو دورہ قرآن شریف کے وقت مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے قلمبند کی تھیں۔ حضرت مرحوم نے اپنی قلم سے وہ نہیں لکھیں اور نہ یہ ان کی تصنیف ہے جس میں مصنف کی پوری ذمہ داری کا فرما ہوتی ہے اور بوقت ضبط تحریر شاگردوں سے کیا کچھ غلطیاں سرزد نہیں ہو سکتیں؟ اور ان تقریروں کی ذمہ داری استاد پر کیسے عائد ہو سکتی ہے اور اگر بذات خود بعض تقریرات پر نظر فرمائی ہو تو اس سے یہ کیسے اور کیوں کر لازم آتا ہے کہ بالاستیعاب پوری اور مکمل کتاب پر نظر فرمائی ہو۔ (راہ ہدایت ص ۱۳۵)

اس کو تفصیلی طور پر ہم فقہ ملت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نور اللہ مرقدہ کے قلم سے پیش کرتے ہیں ان کی کتاب ہدایۃ الحیر ان ص ۱۶۸ تا ۱۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر بلغۃ الحیر ان کا تعارف

اس جگہ اس امر کا اظہار کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ”بلغۃ الحیر ان“ کے متعلق اگرچہ مشہور یہ ہے کہ وہ مولف کے شیخ مولانا حسین علی صاحب مرحوم کی تصنیف ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ”بلغۃ الحیر ان“ مولانا مرحوم کے اپنے قلم سے تحریر کردہ ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھاتے ہوئے مولانا مرحوم نے جو تقریریں کی تھیں ان کو مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے قلمبند کر لیا تھا انہی املائی تقریروں کے مجموعہ کا نام ”بلغۃ الحیر ان“ ہے جیسا کہ ”بلغۃ الحیر ان“ کے مطالعہ سے واضح ہے کہ اس کے ابتدائی چار صفحات کو مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی متوطن جو کالیاں ضلع گجرات نے لکھا ہے۔ اور صفحہ نمبر ۴ سے آگے کی تقریریں مولانا غلام اللہ خان صاحب نے قلمبند کی ہیں۔

”بلغۃ الحیر ان“ کے صفحہ نمبر ۱ پر مولانا محمد نذر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”اس سال ۱۳۴۹ھ کے دورہ قرآن مجید میں مجھے بھی شریک ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے اور حسب الارشاد حضرت استاذ میں نے یہ ارشادات عالیہ قلمبند کیے ہیں جو آپ کے پیش نظر ہیں۔“

پھر ”بلغة الحیر ان“ کے صفحہ نمبر ۴ پر تحریر ہے:

”یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔“

اور ظاہر ہے کہ شاگردوں کی ضبط کی ہوئی تقریروں کی پوری ذمہ داری استاذ پر نہیں ڈالی جاسکتی خاص کر جبکہ قلمبند کرنیوالوں کو اس کا اقرار بھی ہو کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تقریروں کے ساتھ بعض مقامات پر اپنی تقریر بھی شامل کر دی ہے اور ناظرین کو عبارت سے یہ امتیاز بھی حاصل نہ ہوتا ہو کہ کوئی تقریر استاذ کی ہے اور کوئی کا قلمبند کرنیوالوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے مولانا محمد نذر شاہ صاحب مذکورہ کا یہ اقرار ان کے خط سے واضح ہے وہ لکھتے ہیں:

تفسیر ”بلغة الحیر ان“ میری اور غلام خان کی تصنیف ہے چنانچہ دیا چہ سے ظاہر ہے مولانا حسین علی صاحب سے ترجمہ پڑھا اور ان کی تقریریں لکھیں اور بعض بعض مقام پر اپنی تقریر بھی لکھ دی ہے۔ (خط مولانا محمد نذر شاہ صاحب بنام حضرت حکیم الامت تھانوی مندرجہ امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۴)

پھر بلغة الحیر ان کے جامع نے صرف اپنی اور اپنے استاذ کی تقریر کے لکھنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بعض دوسرے اہل علم کی تحقیقات کو بھی ”بلغة الحیر ان“ میں درج کر دیا ہے۔ چنانچہ یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر۔ (الایۃ) (اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو) کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”اگر اس تحویل سے کوئی مصائب اہل کتاب کی طرف سے پہنچیں تو صبر کرنا یہ مولانا شمس الدین صاحب نے لکھی ہے۔“ (بلغة ص ۲۶) اسی طرح:

و کذلک جعلنکم امة وسطا (الایۃ)

(اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے) پر لکھا ہے!

امت سے مراد کل امت ہے یا خاص اصحاب ہیں مولوی شمس الدین صاحب نے مراد کل امت لی ہے۔

(بلغتہ ص ۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا ٹیس الدین کے ملفوظات بھی ”بلغتہ الحیر ان“ میں درج ہیں اور ہو سکتا ہے کہ کسی مقام پر ان کے نام کے حوالہ کے بغیر بھی ان کا کوئی ملفوظ بلغتہ میں درج کر دیا گیا ہو اندریں حالات ”جواہر القرآن“ میں جن تفردات اور مندرجات کو مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اگرچہ ”بلغتہ الحیر ان“ میں موجود ہیں مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ ان کی نسبت مولانا کی طرف صحیح ہے اور وہ تفردات قلمبند کرنے والوں کے اپنی طرف سے اضافات و تصرفات نہیں ہیں کیونکہ قلمبند کرنے والوں کے اپنی طرف سے اضافات و تصرفات نہیں ہیں کیونکہ قلمبند کرنے والوں نے بعض بعض مقام پر اپنی تقریر کے اضافہ کے اقرار کے باوجود کہیں بھی اپنے ان اضافات کی نشاندہی نہیں کی تو اب ہر مضمون میں یہ احتمال ہو گیا کہ یہ استاذ کی تقریر ہے یا جامع کا اضافہ ہے لہذا مولانا مرحوم کی طرف ”بلغتہ الحیر ان“ کے کسی بھی مضمون کی نسبت کا یقین نہیں رہا۔

باقی رہا مولانا مرحوم کا بذات خود ان تقریروں پر نظر فرمانا تو ممکن ہے کہ مولانا مرحوم بالاستیعاب تمام تقریروں پر نظر نہ فرما سکے ہوں اس لیے مرحوم کی نظر اصلاحی کی گرفت میں تحریر کی غلطیاں نہ آ سکی ہوں اس واسطے ”بلغتہ الحیر ان“ کے کل مندرجات کو مولانا مرحوم کی طرف تو منسوب نہیں کیا جاسکتا البتہ مولانا غلام اللہ خان صاحب چونکہ صفحہ نمبر ۴ سے لے کر آخر تک کی تمام تقریروں کے جامع ہیں اس حیثیت سے ان کی طرف ان تمام مندرجات کو منسوب کرنا صحیح ہے۔

تفسیر جواہر القرآن کی حقیقت

اور اب جبکہ مولانا غلام اللہ خان صاحب ان مضامین کی ”جواہر القرآن“ میں تائید کر رہے ہیں تو اب ان کی طرف سے یہ عذر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ”بلغتہ الحیر ان“ زمانہ طالب علمی کی تحریر ہے۔ اور اس زمانہ میں استاذ کی تقریر کے ضبط کرتے وقت شاگردوں سے بعض خامیوں کا رہ جانا مستبعد نہیں ہے۔ کیونکہ ”جواہر القرآن“ میں وہ ان خامیوں کے متعلق اعذار کرنے کی بجائے ان کو قبول اور مدلل کر رہے ہیں تو اس حیثیت سے تفسیر جواہر القرآن بلغتہ الحیر ان کا نقش ثانی ہے اور اس کے مضامین بمنزلہ اصل اور

ماخذ کے ہے۔

اسی واسطے جس مقام پر مولف نے ”بلغۃ الحیران“ کے الفاظ میں شدت اور تلخی محسوس کر کے ان کو ”جواہر القرآن“ میں نرم الفاظ سے بدلا ہے اس جگہ بھی اکثر مضمون وہی رہا جو ”بلغۃ الحیران“ میں ہے اور اگر کسی جگہ مضمون بھی بدلا ہے تو وہاں بھی یہ حوالہ نہیں دیا کہ ”بلغۃ الحیران“ کے دیکھنے والوں کو جو غلطی لگ چکی ہے اس کی اصلاح ہو جاتی مگر اس صورت میں وہ غلطی اسی طرح اپنی جگہ پر قائم ہے۔

بلغۃ الحیران اور جواہر القرآن کے مضامین کا جائزہ

مزید برآں اس تبدیلی سے مولف نے اپنے اوپر اس اعتراض کا موقع پیدا کر دیا کہ ”بلغۃ الحیران“ میں جن مضامین کو وہ اپنے شیخ کی طرف منسوب کرتے ہیں ”جواہر القرآن“ میں ان کے اندر تبدیلی کر کے بھی ان کو وہ اپنے شیخ ہی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

”بلغۃ الحیران“ کے تفردات کا جو نمونہ رسالہ ہذا میں آگے دکھلایا جاوے گا اس کو ”جواہر القرآن“ سے ملا کر دیکھا جاوے تو یہ حقیقت ناظرین کے سامنے کھل کر آ جائے گی کہ ان میں سے بعض مواقع میں دونوں کے مضامین کے اندر مخالفت بھی ہے مگر یہ حیرت ہے کہ دونوں کے متخالف و متعارض مضامین کو مولف اپنے شیخ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ تحریر بالا سے مولف کے شیخ مولانا حسین علی صاحب مرحوم اور ان کی طرف منسوب تفسیر ”بلغۃ الحیران“ کے متعلق ناظرین کو ایمانی تعارف امید ہے کہ ہو گیا ہوگا۔

بلغۃ الحیران کے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے گرامی

اب اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مضمون ”تنزیہ علم الرحمن عن سمة النقصان“ کی طرف بھی ناظرین کو توجہ دلانا مفید معلوم ہوتا ہے جس میں ”بلغۃ الحیران“ کے صفحہ نمبر ۱۵ پر اہل سنت والجماعت اور معتزلہ دونوں کے مذہب کو نقل کر کے اس طرح چھوڑ دینے پر کہ جس سے یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ مؤلف کا کیا عقیدہ ہے۔

حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

”کیا ایسا احتمال بلکہ اہمال تدین کے خلاف اور نکیر شدید کے قابل نہیں۔“

اسی مضمون میں حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ:

”اہل باطل کا کوئی قول نقل کرنے کے بعد ناقل کے ذمہ ہے کہ اس کا ابطال اولاً ”تقیح کے ساتھ

کرے جیسا نووی نے کہا ہے فی قولہ الاتی یا اگر یہ نہ ہو تو تصریح کے ساتھ کرے جیسا کہ صاحب کبیر نے کہا ہے فی قولہ الاتی۔“

علامہ نووی اور صاحب کبیر کی عبارتوں کے نقل کرنے کے بعد اخیر میں حضرت تھانوی بلغۃ الحیر ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

بلغۃ الحیر ان کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا فیصلہ

”میں ایسی کتاب کو جس میں ایسی خطرناک عبارت ہو بعد حاشیہ تنبیہ کے بھی نہ اپنی ملک میں رکھنا چاہتا ہوں نہ اپنے تعلق کے مدرسہ میں اگر عید کے قبل محصول رجسٹری کے ٹکٹ بھیج دیئے جائیں تو ان ٹکٹوں سے ورنہ بعد میں اپنے ٹکٹوں سے خدمت میں بھیج دوں گا۔ والسلام خیر ختام کتبہ اشرف علی العشرین من رمضان ۱۳۵ھ (امداد الفتاویٰ..... ج ۶ ص ۱۲۷)

مضمون ”تہذیب علم الرحمن“ کے مذکورہ اقتباس ”بلغۃ الحیر ان“ کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی کے تاثرات اور حضرت کی رائے گرامی معلوم کرنے کے لیے کافی ہیں۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کا مشکوک ہونا

ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ ”بلغۃ الحیر ان“ کے صفحہ نمبر ۱۵۷ کے جس مضمون پر حضرت تھانویؒ کے گرفت فرمانے کا ذکر اوپر گزرا ہے خود مولانا حسین علی مرحوم نے بھی اپنی تصنیف تحریرات حدیث صفحہ ۱۹۵ پر اس کے خلاف تقریر لکھی ہے جس سے مذہب اہل سنت کی تائید اور مذہب معتزلہ کی تردید ہوتی ہے تو اب ”بلغۃ الحیر ان“ میں درج شدہ تمام مضامین کو مولانا مرحوم کی طرف منسوب کرنا کیونکر صحیح ہوگا بلکہ امور مذکورہ کی بناء پر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ”بلغۃ الحیر ان“ میں جن

مضامین کو مولانا مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ تمام مضامین بعینہ ہرگز مولانا مرحوم کی نہیں ہیں۔
حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب لکھتے ہیں۔

تفسیر بلغۃ الحیر ان جو حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب ہے درحقیقت جناب مؤلف جو اہر اور ان کے رفیق درس کی قلم کاری کا نتیجہ ہے۔ (ہدایۃ الحیر ان ص ۴۶۵)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اور علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی رائے گرامی

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب ایبٹ آبادی کی زبانی حضرت تھانوی اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے گرامی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت موصوف فرماتے ہیں میں نے تفسیر بلغۃ الحیر ان خود نہیں دیکھی مگر حضرت قبلہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے گرامی میری نظر سے گزری اور حضرت تھانوی کی رائے بھی میں نے دیکھی ہے جس میں دونوں حضرات نے اقرار کیا ہے کہ اعتزال کی طرف مائل ہے مگر ساتھ بھی دونوں حضرات نے حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کے ساتھ حسن عقیدت کا اظہار فرما کر اس نسبت کو فرضی قرار دیا ہے۔
(ہدایۃ الحیر ان ص ۴۶۹)

القصۃ المختصر: بلغۃ الحیر ان کی نسبت حضرت مولانا حسین علیؒ کی طرف فرضی ہے اس لیے ان پر اعتراض کرنے کی غلام کو جرأت نہیں کرنی چاہئے باقی مماقی حضرات کو ہم لوگ اہل السنۃ سے خارج سمجھتے ہیں کمال قال علماءنا۔ اس لیے ان کے اقوال کو ہمارے خلاف پیش کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔
رہے مولانا غلام اللہ مرحوم تو انہوں نے تفصیل نے اس کی وضاحت کر دی تھی۔ (دیکھئے ”راہ ہدایت“)

بریلوی عالم کا اقرار بلغۃ الحیر ان علمائے دیوبند کی مستند کتاب نہیں

اس بات کو بریلویوں کے مستند عالم جناب ابوداؤد صادق رضوی صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ تفسیر بلغۃ الحیر ان علماء دیوبند کی معتبر کتاب نہیں اور اس پر انہوں نے مختلف حوالہ جات پیش کیے ہیں جن سے

یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تفسیر بلغۃ الحیران کی مولانا حسین علی واں بچھراں علیہ الرحمہ کی طرف نسبت فرضی ہے۔ اور یہ علماء دیوبند کی معتبر کتاب نہیں ملاحظہ فرمائیں (براہین صادق، صفحہ 503 تا 506)

غلام کا دجل کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے برائی کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی

چنانچہ غلام لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی کی بارگاہ رسالت میں ایک اور گستاخی:

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ نبی پاک اگر غیب جانتے تو برائی میں قدم کیوں رکھتے اب ظاہر بات ہے مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروکار نبی پاک ﷺ کے علم غیب کو نہیں مانتے تو اب لازم یہ آیا کہ بقول مولوی اسماعیل دہلوی کے نبی پاک ﷺ برے کام کرتے تھے۔ الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۰۲)

یہی بحث غلام نے ص ۳۰۲ سے لیکر ۳۱۳ تک چلائی ہے۔

الجواب

پہلے شاہ محمد اسماعیل شہید کی پوری بات ملاحظہ فرمائیں:

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وقال اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف میں کہہ کہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کوئی برائی۔ میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

فائدہ

یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اس لیے انہیں کہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں تاکہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جاوے سوانہوں نے بیان کر دیا کہ مجھکو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی۔ میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کر سکوں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا۔ الخ (تقویۃ الایمان ص ۳۲، ۳۳)

شاہ شہیدؒ نے سورہ اعراف کی آیت کی تشریح کی ہے اور آیت میں خود یہی برائی کی نسبت موجود ہے کہ اگر میں غیب جانتا تو میں بہت ساری خیر اکٹھی کر لیتا اور مجھے برائی نہ پہنچتی۔

فاضل بریلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی۔

(کنز الایمان مع نور العرفان ص ۶۷۲)

اب ویسی بات تو فاضل بریلوی نے بھی لکھ دی ہے اسے گستاخ کیوں نہ کہا؟

دوسری بات یہ ہے کہ شاہ شہیدؒ کے جملوں میں لفظ برائی کا معنی کیا ہے وہ دیکھئے آپ کے گھر کے افراد لکھتے ہیں بھلائی سے مراد راحتیں کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ (خزائن العرفان سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸ حاشیہ نمبر ۳۶۸)

تفسیر الحسنات میں ہے:

برائی سے مراد تنگی اور دشمنوں کا غالب آ جانا ہے۔ (تفسیر الحسنات ج ۲ ص ۲۰۸)

غلام صاحب یہ جو برائیوں سے مراد تمہارے علماء نے لیا ہے یہ تو رسول پاک ﷺ کو پہنچی ہیں یعنی تنگی بھی آئی تکالیف بھی آئیں دشمنوں کا غلبہ بھی بعض اوقات ہوا۔ تو تمہارے بقول بھی آپ ﷺ

نے برائی میں قدم رکھا تو اب تمہارے اوپر گستاخی کا فتویٰ کیوں نہیں؟

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ انہی باتوں میں یعنی تکلیف و تنگی وغیرہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آپ کے علم غیب کی نفی بھی ہوگئی کیونکہ علم غیب کو اس کے ساتھ مشروط ٹھہرایا گیا کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے تکالیف و مصائب و تنگیاں وغیرہ نہ آتیں۔

تو یہ تکالیف و مصائب آئے جو کہ دلیل ہوئے کہ آپ ﷺ علم غیب نہ رکھتے تھے۔ باقی یہ کہنا کہ ذاتی کی نفی ہے بھی غلط اس لیے کہ جب عطائی طور پر بھی بتا دیا جائے کہ فلاں شے میں تکلیف ہے فلاں میں مصیبت ہے فلاں میں تنگی ہے تو آدمی بچتا ہے۔ جیسے اب ہمیں بتایا گیا کہ ہے کہ سانپ ڈستا ہے اور تکلیف ہوتی ہے تو ہم اس سے طبعی طور پر بچتے ہیں اب جن چیزوں کے بارے میں ہمیں فائدے بتائے گئے ہیں ہم ان کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور جن کے نقصان بتائے گئے ہیں تو ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اگر عطائی طور پر بھی بتا دیا گیا تھا تو بھی آپ کو ان تکالیف و مصائب سے بچ جانا چاہئے تھا مگر آپ بچ تو نہ سکے تو معلوم ہوا کہ علم غیب عطائی بھی نہیں تھا۔ اور یہ تقسیم بھی غلط ہے۔

باقی رہی بات آپ ﷺ کے علوم کی بات تو وہ تمام امت سے مجموعی طور پر زیادہ ہیں آپ ﷺ کے علوم مبارکہ کی وسعت کا تمام کائنات بھی احاطہ نہیں کر سکتی خدا تعالیٰ نے آپ کو علم الاولین و آخرین دیا ہے قرآن پاک و احادیث طیبات میں آپ کو پہلوں، پچھلوں کی کئی خبریں دی گئی ہیں۔ زمانہ حال و مستقبل و ماضی کے کئی امور پر آپ کو مطلع کیا گیا جنت و جہنم و مشرق و قبر کی بہت سی باتوں کا آپ کو ادراک کرایا گیا آپ کے ہی علوم سے ساری کائنات کے علم و فکر کی شمع روشن ہوئی ساری کائنات میں علم و فہم آپ ہی کے مرکز کی شاخ ہے عقل و دانش میں منبع و معدن آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کے کمالات کا کرشمہ ساری دنیا کے باغ و بہار میں محسوس ہوتا ہے۔ آپ ہی کو خدا نے کائنات کی تخلیق کا سبب اور وجہ قرار دیا ہے کائنات ساری آپ کی برکات سے زندگی کے پر رونق سانس گزار رہی ہے اور آپ ہی کی برکات سے عذاب خداوندی سے محفوظ ہے آپ کے علوم مبارکہ کی نفی یا تنقیص کرنا اور آپ کی علوم مبارکہ کی توہین کرنا یہ روا نہیں بلکہ اہل السنۃ دیوبند کے نزدیک تو کفر ہے ہم میں سے کوئی بھی آپ کے علوم مبارکہ کے بارے

میں گھٹیا خیال کر ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ کے دامن مبارک سے وابستگی اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ہمارے بارے میں یہ تاثر دینا انتہائی غلط ہے اور ہماری سوچ و نقطہ نظر کی عکاسی نہیں بلکہ ہماری سوچ و نقطہ نظر اتنی ہے کہ ساری کائنات سے آپ کے علوم مبارکہ زیادہ ہیں انبیاء و اولیاء اتقیا اصفیاء ساری مخلوقات کے علوم سے آپ کا علم مبارک فائق ہے خدا تعالیٰ نے ساری خلقت سے زیادہ علم و فہم آپ کو دیا ہے اور خدا تعالیٰ خود آپ کے علوم مبارکہ کے لیے آیات میں صراحت فرماتا ہے مگر اتنی گزارش ہے کہ اتنا تو نہ بڑھایا جائے کہ خدا کی صفات کی حد کر اس ہو جائے کیونکہ علم غیب خدا کے پاس ہی ہے کسی اور کے پاس ماننا خدا تعالیٰ کی صفات میں پہنچانا ہے خدا محفوظ فرمائے۔

غلام نے ص ۳۱۵ سے لیکر ۳۳۸ تک یہی ہانکا ہے کہ نانوتوی صاحب مکر ختم نبوت ہیں اور یہی دلائل دیتا آیا ہے کہ خاتم کا معنی آخری ہی بنتا ہے ہم نے تفصیلی جواب تو اپنی کتاب دفاع ختم نبوت میں دیا ہے اور مختصر آئیہ ہے حضرت نانوتویؒ کب اس معنی سے انکار کیا ہے وہ تو اس کو مانتے ہوئے بطور فائدے یا نکتے کے ساتھ دوسرا معنی بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ دوسرا معنی نہیں ہو سکتا تو ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ ایسا معنی مراد لینا جس سے آخری نبی والے معنی کا انکار ہوتا ہو درست نہیں۔ تو اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں مگر یہ سمجھنے کے لئے بھی عقل تو درکار ہے اور وہ غلام پارٹی میں ندارد۔

غلام نے ص ۳۳۸ پر ایک اعتراض داغا ہے کہ آیت کریمہ سے ختم نبوت زمانی مراد لینا بے وقوف ہونے اور سرکار کی محبت سے محروم ہونے کی دلیل ہے۔

غلام صاحب گزارش یہ ہے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں بات کو حضرت نے فرمایا کہ آیت کریمہ سے دونوں قسم کی ختم نبوت زمانی و ربی کا ثابت ہونا میں واضح کر دیا اب بھی اگر کوئی یہ کہے پہلوں نے تو نہیں کیا یہ بات محبت نبوی سے بعید ہے اور اپنی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی نہیں دیتی ہے بحمد اللہ ہم لوگ دونوں ہی قسم کی ختم نبوت کے قائل ہیں لہذا ہمیں وہ بے وقوف یا محبت نبوی سے بعید نہیں کہہ رہے یہ تو آپ جیسے لوگوں کی بات ہو رہی ہے اور آپ تو جہل مرکب کا شکار ہیں کہ اپنی جہالت کا بھی آپ کو علم نہیں اور دوسروں کی طرف انگلی اٹھائے بیٹھے ہیں۔

غلام نے ص ۳۳۹ پر ایک بات لکھی ہے کہ ممکن ہے کہ مولوی سرفراز صاحب یہ کہیں کہ حضرت

نانوتوی نے اپنے لیے جو کو دک نادان کہا تو یہ ان کی تواضع ہے ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم ان کے لیے یہ لفظ استعمال کریں اس کے جواب میں خود سرفراز صاحب کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے وہ اپنی کتاب تنقید متین کے ص ۱۵۰ پر لکھتے ہیں اگر نبی پاک ﷺ کو علم غیب حاصل ہو اور آپ فرمائیں کہ میں غیب نہیں جانتا تو یہ تواضع ہے یا جھوٹ حالانکہ مفسرین کرام مثلاً تفسیر خازن مدارک التزیل جمل تفسیر روح المعانی تفسیر کبیر سب میں یہی لکھا ہے۔ کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد لا اعلم الغیب یہ تواضع پر محمول ہے۔

گزارش یہ ہے کہ حضرت کی بات بالکل درست ہے تمہارے نزدیک تواضع کا معنی جھوٹ ہی ہے اور مفسرین کے نزدیک تواضع کے معنی یہ نہیں بلکہ ہوتا یوں ہے کہ ایک اعلیٰ افسر کسی ادنیٰ کو بات سمجھانے کے لئے کہہ دیتا ہے بھائی میں بھی گورنمنٹ کا آپ کی طرح ملازم ہوں۔ یہ بات تو سچ اور صحیح ہوتی ہے مگر سمجھانے کا ایک انداز ہے بات گو تواضعاً ہے مگر ہے صحیح۔

جبکہ دوسری طرح امام قاسمؒ نے جو اپنے آپ کو کو دک نادان فرمایا ہے اس تواضع کا معنی بھی جھوٹ نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ بڑوں اور اسلاف کے سامنے آدمی اپنے آپ کو طفل مکتب ہی تو سمجھتا ہے مگر آپ جیسے بدطینت اور بدفطرت ایسے ہوں گے بڑوں کے سامنے گردن اکڑا کر چلتے ہوں۔ جیسے کہ جناب کے والد صاحب کی تھی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

غلام صاحب لکھتے ہیں:

ص ۳۴۱ بعض دیوبندی لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ نانوتوی صاحب بطور اشارۃ النص اس آیت سے ختم نبوت زمانی تسلیم کرتے ہیں تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ جب تک آیت کریمہ سے بطور عبارتۃ النص ختم نبوت زمانی ثابت نہ ہو تو پھر مرزائیوں کی تکفیر بھی نہیں ہو سکتی۔

الجواب

گزارش یہ ہے کہ یہ بات کس نے کہی اور کہاں لکھی ہے ایسے ہی بغیر کسی ثبوت کے ہاں کتے انا کوئی

دلیل نہیں جب تک آپ کو صریح حوالہ پیش نہ کریں جواب ہمارے ذمے نہیں۔

دوسری بات یہ ہے اپنے جد صاحب کی بھی سنیے وہ لکھتے ہیں جو اس لفظ کو بموجب قرأت عامہ کے خاتم النبیین بفتح تا پڑھیں تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے کہ سوائے آپ کے یہ حسب بھی کسی کو حاصل نہ ہوا مہر سے اعتبار بڑھتا ہے اور آپ کے سبب پیغمبروں کا اعتبار زیادہ ہوا۔ اور مہر سے زینت ہوتی ہے اور آپ انبیاء کی زینت ہیں۔ (سرور القلوب ص ۲۵۱)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں ان کا کیا بنے گا جو خاتم کا معنی مہر کر ہے ہیں۔

تو اب تکفیر مرزائیت کیسے ہوگی؟ فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور جو کہ آپ کے آباء واجداد کا مصدقہ بھی ہے اس میں حج محمد اکبر خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

حال ہی میں قرآن مجید کا جو ترجمہ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کا شائع ہوا ہے اس میں بھی خاتم کے معنی درج ہیں اور خاتم النبیین کے معنی انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ مہر ہیں تمام نبیوں پر اور میری رائے میں سیاق و سباق عبارت سے یہی معنی درست معلوم ہوتے ہیں اس پر مدعا علیہ کا یہ اعتراض ہوگا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا کہاں سے اخذ کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا احادیث سے اور امت کے اجماعی عقیدہ سے اخذ کیا جائے گا امت آج تک آپ کو آخری نبی سمجھتی آئی..... دوسرے مدعا علیہ کو بھی اس سے انکار نہیں کہ خاتم کے معنی آخری بھی ہیں اور اس معنی پر امت کا اجماع چلا آ رہا ہے۔ (فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص ۲۰۷، ۲۰۸)

ہاں جی اب تو آپ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا ہوگا اگر نہیں تو ہم پھر بھی سمجھانے کے لیے حاضر ہیں!

غلام کا ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

غلام صاحب لکھتے ہیں:

بعض وہابی کہتے ہیں کہ نانو تووی صاحب نے ختم نبوت زمانی اس حدیث پاک سے ثابت کی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگ تبوک کے موقع پر جاتے وقت

فرمایا۔ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔ (بخاری و مسلم) تو اس بارے میں ہم گزارش یہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث پاک تو خبر واحد ہے اور خبر واحد کے منکر کی تکفیر نہیں ہو سکتی تو پھر قادیانیوں کی تکفیر کیسے ممکن ہوگی۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۴۲)

الجواب

غلام صاحب شاید دجال آ کے آپ سے دجل و فریب سیکھے۔ آپ پوری بات امام قاسمؒ کی نقل کرتے تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ یہ غلام کا اعتراض سوائے دجل و فریب کچھ نہیں۔
حجۃ الاسلام الامام قاسمؒ فرماتے ہیں:

ادھر تصریحات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کمال قال۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں الخ (تحذیر الناس ص ۵۶ ادارۃ العزیز گوجرانوالہ)

کیوں جی؟ حضرت تو اس روایت کے الفاظ کو متواتر نہیں فرما رہے بلکہ معنی کو متواتر فرما رہے اب اس مفہوم کے منکر کی تکفیر کیوں نہیں ہوگی حضرت کا استدلال پورا دیکھیں تو آپ کا اشکال سطحی بلکہ دھوکہ اور دجل ہے خدا ہدایت فرمائے۔

غلام کا ایک شبہ اور اس کا حل

غلام صاحب لکھتے ہیں:

جس کا مفہوم یہ ہے اگر تم کہتے ہو کہ نانو تو وی صاحب نے اس ختم نبوت زمانی پر اجماع لکھا ہے اور اجماع کا منکر کافر ہے تو گزارش یہ ہے کہ اجماع صحابہ جو کہ نصی تھا یعنی سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر اس کا منکر بھی بقول علامہ عبدالعلی بحر العلوم کے ہاں کافر نہیں۔ الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۴۲، ۳۴۳)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ علامہ لکھنویؒ نے یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اہل تشیع نے تاویل کی، گو تاویل ہے باطل۔ کیونکہ تاویل باطل ہی کیوں نہ ہو بعض اہل علم تکفیر سے زبان روک لیتے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ جبکہ اپنے گھر میں دیکھیئے:

پیر کرم شاہ بھیروی صاحب کو آپ کے مسلک کی اکثریت کا فر کہتی ہے وجہ حسام الحرمین کی تائید نہ کرنا۔ اس پر کئی کتب بیسیوں علماء کی مصدقہ آپکی ہیں بعضے انہیں کا فر نہیں کہتے کہ وہ تاویل کرتے تھے گو تاویل باطل ہے مگر پھر بھی ان کو کا فر کہنے میں وہ کف لسان کرتے ہیں۔ غلام صاحب علام لکھنویؒ کی بات بہت اوپر کی ہے آپ اپنے گھر دیکھیئے۔

چنانچہ آپ کے معتبر فتاویٰ میں کیا ہے آئیے وہ پڑھئے۔ انوار شریعت ج ۱ ص ۴۳ پر حامد رضا خان صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین جن کا منکر کا فر۔ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی۔ قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور مفتی افتد ار احمد خان نعیمی لکھتے ہیں:

قانون عقائد شرعیہ کے مطابق اجماع صحابہ کا انکار کفر ہے کیونکہ اجماع امت دو قسم کا ہے (۱) اجماع قطعی اس کا انکار کفر ہے۔ (۲) اجماع ظنی اس کا انکار کفر نہیں صحابہ کا اجماع قطعی ہے چنانچہ نبراس لشرح العقائد ص ۵۶۸ پر ہے۔

فالاقوی اجماع الصحابة مع تصریحهم بالحکم المجمع علیہ وهو قطعی کالایۃ والخبر المتواتر ویکفر منکرہ۔

اور حاشیہ بر خوردار نبراس ص ۴۹۶ پر ہے: قال فخر الاسلام اجماع الصحابة کالمتواترة فیکفر جاحده۔ (العطایا الاحمدیہ ص ۱۳، ۱۴)

اور صاحب نور الانوار اور اس کے محشی نے بھی یہی بات تسلیم کی ہے۔

امام العصر محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں:

اکثر فقہاء منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کو مطلقاً کافر کہتے ہیں چنانچہ درر مشقی میں شرح وہبانیہ سے اس کے ثبوت میں ذیل کا شعر نقل کیا ہے ۔

وصح تکفیر نکیر خلافة ال

عتیق وفي الفاروق ذاک اظهر

ترجمہ: خلافت عتیق یعنی ابوبکرؓ کی خلافت کا منکر صحیح یہ ہے کہ کافر ہے اور خلافت عمر فاروقؓ کا منکر بھی کافر ہے اور یہی بات قوی ہے۔

فرماتے ہیں بلکہ خلاصۃ الفتاویٰ اور صواعق میں تو نقل کیا ہے کہ اصل (مبسوط) میں امام محمد بن الحسن نے اس کی تصریح کی ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے)

اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں مذکور ہے۔ (ترجمہ انکار الملحدین ص ۱۷۸، ۱۷۹)

آگے کئی کتب کے حوالے مزید بھی پیش فرماتے ہیں جیسے خزائنہ المفتیین، فتاویٰ عزیزی، فتاویٰ بدیعہ، برہان وغیرہا، کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے۔

اور وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اجماع صحابہ کا انکار ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی میں ہے:

ولو انکر خلافة الصديق ﷺ فهو کافر وقال فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق بعد نقل هذه العبارة والحق فی فتح القدير عمر ﷺ بالصديق فی هذا الکم ولعل مرادهم بانکار الخلافة انکار استحقاقهما لها فهو مخالف لاجماع الصحابة۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۹۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

آگے یوں لکھا ہے:

وفي المحيط عن محمد ﷺ لا يجوز الصلوة خلف الروافض ثم قال لانهم انکروا خلافة ابی بکر وقد اجمعت الصحابة علی خلافتہ۔ (//// ص ۹۶، ۹۵)

قدرے تفصیل در بارہ تاویل

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

جو لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے منکر ہوں یا ان کو خلافت کا مستحق نہ جانتے ہوں یا شیخین کو گالی دینا حلال جانتے ہوں انہیں اکثر فقہانے کا فر لکھا ہے۔..... بعضوں نے روافض کو مرتد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوگی اس لیے کہ تقیہ کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بعض فقہاء روافض کے اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں جو شخص نص قطعی کا بلا تاویل انکار کرے اور کہے کہ گونص قطعی وارد ہوئی ہے مگر میں اسے قبول نہیں کرتا وہ کافر ہے اور جو تاویل نص کا انکار کرے اگرچہ وہ تاویل تاویل ہونے کے لائق نہ ہو اٹخ۔ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۱ ص ۹۲)

تو معلوم ہو گیا کہ یہ تاویل باطل کی بنیاد پر تکفیر سے کف لسان بعض کا نظریہ ہے اور اکثر تکفیر کے قائل ہیں لہذا غلام کا دجل و فریب نہیں چل سکتا۔

غلام صاحب یہاں صرف اجماع ہی نہیں بلکہ روایات متواتر المعنی اور آیت دلالت مطابقی اور التزامی سے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کو ثابت کر رہی ہے لہذا مرزائی کفر سے بچ نہیں سکتے۔ باقی اپنے آنجبھانی رضا خان کا رسالہ رد الرافضہ دیکھ لیں منکر خلافت پر فتویٰ کفر موجود ہے۔

غلام کا ایک اور دجل اور اس کا دفعیہ

غلام صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات یہ تاویل کرتے ہیں کہ آیت کریمہ ”و خاتم النبیین“ کا معنی یہ ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اثر ابن عباسؓ جو چھ نبی ثابت ہو رہے ہیں وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور اقدس میں ثابت ہو رہے ہیں لہذا آیت کریمہ اور اثر ابن عباس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ (تتفیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۴۳)

الجواب

بعض جانور باولے ہو جاتے ہیں تو ان کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں یہی حالت جناب غلام صاحب کی ہے۔ غلام صاحب یہ بات کس معتبر آدمی نہیں کہی اور کہاں لکھی ہے جھوٹ بولنے کی آپ کو چونکہ عادت ہے اس لیے ہر ہر مقام پر جھوٹ ہی کا سہارا لیے جارہے ہو۔

ص ۳۴۴ پر غلام نے صاحب تحذیر پر جھوٹ بولا ہے کہ وہ اپنی اسی کتاب کے ص ۱۴ اور ص ۲۸ پر کہتے ہیں اگر خاتم النبیین کا وہ معنی مراد ہو جو اس بیچ مداں نے عرض کیا تو پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم ہونا صرف گزشتہ انبیاء کے ساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد اسی زمین میں یا باقی چھ زمینوں میں کوئی نبی تجویز کیا جائے تو پھر بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور قائم رہے گا۔

سیالوی صاحب کا تاثر یہ ہے کہ یہ عبارت لفظ بلفظ تحذیر کی ہے حالانکہ وہاں یوں عبارت نہیں لکھی ہوئی اگر کوئی غلام یا غلامان غلام اپنے غلام کے دجل و فریب کو دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ باقی غلام کا یوں کہنا کہ:

دیوبندی حضرات کے امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اکفار الملعونین ہے اور اس کتاب پر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات ہیں مثلاً مرتضیٰ حسن درہنگی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، اشرف تھانوی، شبیر احمد عثمانی، وغیرہ وہ اپنی اسی کتاب میں لکھتا ہے۔

تجویز النبی معہ ﷺ او بعده تکذیب للقرآن المجید۔ (اکفار الملعونین ص ۵۵)

نبی پاک ﷺ کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کے آنے کو جائز سمجھنا یعنی نئے نبی کے آنے کو جائز سمجھنا یا آپ کے زمانہ اقدس کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز جاننا یہ قرآن مجید کی تکذیب ہے۔ اور اسی تکذیب قرآن کی وجہ سے جب قادیانی مرتد و کافر قرار پا چکے ہیں تو پھر دیوبندی حضرات کو یہ حکم شرعی اپنے قاسم العلوم والخیرات پر نافذ کرنے میں کیا رکاوٹ ہے۔ (تقتیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۴۴، ۳۴۵)

یہ اس کی جہالت یا دجل و فریب کو ظاہر کرتا ہے، قادیانی تو مانتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے بعد نبی

آیا ہے اور آسکتا ہے جبکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ نبی پیدا ہوگا نہ ہو سکتا ہے تو پھر فتویٰ کفر ہمیں اپنے اوپر فٹ کرنے کی ضرورت نہیں اگر آپ کو ضرورت ہے تو بشوق کریں اپنے اکابر پر۔

باقی حضرت نانوتوی نے نبی پیدا ہونے کو جائز نہیں لکھا بلکہ ”بالفرض والحال اگر پیدا ہو“ کہا ہے اور یہ کہنے سے نبی کے پیدا ہونے کا تصور لینا یہ آپ کی جہالت یا دجل ہے۔ اگر ایسے الفاظ کا یہی مطلب ہے کہ پیدا ہو سکتا تو پھر آئیے خائن اعظم رضا خان کی طرف چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرعی پر صحیح و جائز اطلاق ہے..... علماء نے امام ابو محمد جو یہی قدس سرہ کی نسبت کہا ہے کہ اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔ (عرفان شریعت ص ۸۴، ۸۵)

چونکہ اگر اور بالفرض وغیرہ الفاظ آپ کے نزدیک کالعدم ہوتے ہیں اور ایسے جملوں کا مفہوم یہی ہوتا کہ نبی تجویز کیا ہے تو پھر فاضل بریلوی پر فتویٰ فٹ کر لیں۔

شاید اسی وجہ سے کہ اگر بالفرض وغیرہ الفاظ آپ کے مذہب میں معتبر نہیں اسی لیے آپ بولتے ہیں۔ ایسے جملے کہ

اگر قاسم نانوتوی کو اپنا بزرگ ماننے والوں کو بالفرض دس پندرہ جوتے مار دیئے جائیں تو ان کی شان میں کوئی توہین نہ ہوگی اور فرق بھی نہیں آئے گا۔ الخ

گزارش یہ ہے کہ چونکہ رضا خانی مذہب میں بالفرض کہنے سے فرض کرنا نہیں ہوتا بلکہ حقیقت ہوتی ہے اس لیے ہم برملا کہتے ہیں کہ رضا خانی حضرات اولیاء کرام کے بے ادب ہیں ورنہ ایسی گفتگو نہ کرتے۔

آگے ص ۳۴۶ پر غلام صاحب نے اپنی منطق جھاڑتے ہوئے ایک اعتراض داغ دیا کہ جب مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہئے کیونکہ مقدم تالی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے مشہور قاعدہ ہے التعليق بالمحال يستلزم المحال۔ اگر نانوتوی کے نزدیک سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبی پیدا ہونا محال تھا تو پھر اس کے نزدیک تالی بھی محال ہونی چاہئے تھی جبکہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ خاتمیت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ الخ

الجواب

مجھے حیرت ہے کہ خود کو بہت بڑا علامہ سمجھنے والا نرا جاہل بلکہ اجہل معلوم ہوتا ہے اور اس حیثیت کا آدمی امام المعقول پر اعتراض داغ رہا ہے۔

اسی جیسے غلام کے لیے لوگوں نے کہا ہے ”انف فی الماء واست فی السماء“۔

غلام صاحب قضیہ شرطیہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ مقدم کا ذب ہوتا لی صادق ہو۔ جیسے ان کان زید حماراً کان حیواناً۔ دیکھئے تفصیل کے لیے قطبی ص ۱۱۳)

اور ہم نے اپنی دوسری کتاب دفاع ختم نبوت میں لکھا ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

جناب تسم صاحب لو کا ایک تیسرا بھی استعمال ہے۔ صاحب شرح جامی لکھتے ہیں۔

لہا استعمال ثالث و هو ان يقصد بيان استمرار شئى فيربط ذالك الشئى با بعد عنه

كقولك لواهانى لا كرمته۔ لبيان استمرار وجود الاكرم فانه اذا استلزم الاهانة الاكرام

فكيف لا يستلزم الاكرام الاكرام۔ (شرح جامی بحث حروف شرط ص ۳۷۹)

یعنی کفر کا تیسرا استعمال بھی ہے اور وہ ہے کہ کسی شے کے استمرار و دوام کو بیان کرنے کا اس طرح

سے ارادہ کیا جائے کہ اس شے کو اس کی ابعث نقیض کے ساتھ جوڑا جائے جیسا کہ تو کہے اگر وہ میری تو ہیں

کرے گا تو بھی میں اس کا اکرام کروں گا۔ اب یہ تو اکرام کے استمرار کے بیان کرنے کے لئے ہے کیونکہ

جب اکرام اہانت کو لازم ہے تو کیسے اکرام کو لازم نہ ہوگا۔ یعنی جب آدمی اہانت کی صورت میں اکرام

کرے گا تو پھر اکرام کی صورت میں بطریق اولیٰ اکرام کرے گا۔

اب اس جملہ کو بھی دیکھئے:

بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی آجائے تو خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے گا۔

یہاں پر خاتمیت محمدی کو اس کی نقیض کے ساتھ جوڑا گیا ہے صرف یہ بتانے کے لئے خاتمیت محمدی

میں استمرار و دوام ہے۔ اگر بالفرض کوئی نبی آ بھی جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے اور کوئی

نبی نہیں آتا تو خاتمیت میں بطریق اولیٰ فرق نہیں آئے گا۔

اب یہ قصہ تو آپ کو سمجھ آ گیا ہوگا اگر نہیں تو پھر کچھ اور عرض کرنے کی بھی ہمیں ہمت ہے۔
 غلام ص ۳۴ پر اثر ابن عباسؓ پر اسرائیلیات اور کیا کچھ ہونے کا حکم لگا رہا ہے ہم اپنی طرف
 سے کچھ نہیں کہتے بلکہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے فتاویٰ سے چند اوراق حاضر خدمت کیے دیتے ہیں جو کہ
 وافی و شافی ہوگا۔

سوال

ایک شخص دعویٰ کرتا ہے اس بات کا کہ چھ مثل آنحضرت ﷺ کے موجود اور متحقق ہیں اور مثل سے
 یہ غرض رکھتا ہے کہ شریک حضرت رسول مقبول ﷺ کے آپ کے جمیع صفات اور ماہیت میں اور پیش
 کرتا ہے قول حضرت ابن عباسؓ کا کتاب درمنثور سے ان الله خلق سبع ارضين في كل ارض ادم
 كادمكم ونوح كنو حكم و ابراهيم كابرهمكم وموسى كمو نسكم وعيسى كعيسكم ونبي
 كنبيكم۔ اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ہر زمین میں آدمؑ ہیں تمہارے آدمؑ کی طرح اور
 نوحؑ ہیں تمہارے نوحؑ کی طرح، اور ابراہیمؑ ہیں تمہارے ابراہیمؑ کی طرح اور موسیٰؑ ہیں تمہارے موسیٰؑ کی
 طرح اور عیسیٰؑ ہیں تمہارے عیسیٰؑ کی طرح اور نبیؑ ہیں تمہارے نبیؑ کی طرح۔ آیا یہ قول اس کا یعنی موجود و
 متحقق ہونا امثال آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کا عالم میں بمعنی مذکور حق ہے یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہے یا
 خلاف اہل سنت والجماعت کے اور دلیل میں جو حدیث پیش کرتا ہے اس کا کیا حال ہے اس سے یہ عقیدہ
 ثابت ہے یا نہیں۔

جواب

اولاً جاننا چاہئے کہ حدیث مذکور صحیح بسند اور معتبر ہے ار باب تحقیق نے اس کی توثیق کی ہے حافظ
 جلال الدین تخریج احادیث شرح مواقف میں لکھتے ہیں۔ روى الحاكم فى مستدرکه عن ابن
 عباس فى قوله تعالى الله الذى خلق سبع سموات و الارض مثلهن قال سبع ارضين فى كل
 ارض نبى كنبيكم وادم كادمكم ونوح كنو حكم و ابراهيم كابرهم و عيسى كعيسى وقال

صحیح انتہی حاکم نے روایت کی ہے حضرت ابن عباسؓ سے مستدرک میں اللہ تعالیٰ کے کلام اللہ الذی الخ (یعنی اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور سات زمینیں مثل اس کے پیدا کیں) کی شرح میں فرمایا آپ نے کہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں نبی ہیں مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل تمہارے آدم کے اور نوح ہیں مثل تمہارے نوح کے اور ابراہیم ہیں مثل تمہارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہیں مثل تمہارے عیسیٰ کے اور کہا ہے کہ صحیح ہے انتہی اور علامہ بدرالدین شلی حنفی اکام المرجان فی احکام الجان میں لکھتے ہیں۔ قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عیسیٰ حدثنا علی بن حکیم حدثنا اشریک بن عطاء عن ابی الضحی عن ابن عباس قال من الارض مثلهن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنیکم وادم کادمکم ونوح کنوح و ابراہیم کابراہیم و عیسیٰ کعیسیٰ قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن قلت لولہ شاهد قال الحاکم حدثنا عبد اللہ بن الحسن حدثنا ابراہیم بن الحسین حدثنا ادم حدثنا متعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس کما فی قولہ تعالیٰ خلق سبع سموات ون الارض مثلهن قال فی کل ارض نحو ابراہیم قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث علی شرط البخاری والمسلم انتہی کہا حاکم نے ہم سے بیان کیا احمد بن یعقوب ثقفی نے اور ان سے عبید نے اور ان سے علی بن حکیم نے اور ان سے شریک نے اور ان سے عطانے اور ان سے ابوالفضی نے اور ان سے حضرت ابن عباسؓ نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے من الارض مثلهن کہا حضرت ابن عباسؓ نے کہ زمینیں سات ہیں ہر زمین میں نبی ہیں مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل تمہارے آدم کے اور نوح ہیں مثل تمہارے نوح کے اور ابراہیم ہیں مثل تمہارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہیں مثل تمہارے عیسیٰ کے ہمارے شیخ ذہبی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے میں کہتا ہوں کہ اس پر یہ حدیث شاید ہے کہ کہا ہے حاکم نے بیان کیا مجھے سے عبد اللہ بن حسن نے ان سے ابراہیم بن حسین نے ان سے آدم نے ان سے شعبہ نے ان سے عمرو بن مرہ نے ان سے ابوالفضی نے ان سے حضرت ابن عباسؓ نے جیسا کہ قول باری تعالیٰ میں ہے خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن فرمایا آپ نے کہ ہر زمین میں مثل ابراہیم کے ہیں کہا ہمارے شیخ ذہبی نے کہ یہ حدیث مسلم اور بخاری کی شرط پر ہے۔

وثنائاً سمجھنا چاہئے کہ زمین کے سات طبقات جدا گانہ ہونا اور اس میں مخلوقات الہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہے اور مذہب محققین کا یہی ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ قال الدؤدی فی قوله تعالیٰ ومن الارض مثلہن دلالة علی ان الارضین بعضہا فوق بعض ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیة فی العدد خاصة وان السبع متجاوزة وحکی ابن التین عن بعضہم ان الارض واحدة قال وهو مردود بالقرآن والسنة قلت لعله القول بالتجاوز والا فیصیر صریحاً فی المخالفة ویدل القول الظاہر ماروالا ابن جریر من طریق شعبۂ عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض مثل ابراہیم ونحو ما علی الارض من الخلق هكذا اخرجه مختصراً واسناده صحیح و اخرجه الحاكم والبیہقی عن طریق عطاء عن ابی الضحیٰ مطولاً واول سبع ارضین فی کل ارض آدم کأدمکم ونوح کنوح و ابراہیم کابراہیم وعیسیٰ کعیسیٰ ونبی کنبیکم قال البیہقی اسناده صحیح الا انه شاذ وظاہر قوله تعالیٰ ومن ارض مثلہن یرد علی اهل الہیاء فی قولہم ان لا مسافہ بین کل ارض وارض وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً ان بین کل سماء خمس مائة عام وان بین کل ارض وارض خمس مائة عام و اخرجه اسحاق بن راہویہ والبخاری حدیث ابی ذر نحوہ انتہی ملخصاً۔ داؤدی نے کہا ہے کہ باری تعالیٰ کا قول ومن الارض مثلہن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعض زمینیں بعض کے اوپر ہیں اور بعض متکلمین سے نقل کیا گیا ہے کہ مثلیت صرف عدد میں ہے اور ساتوں زمینیں بعض کے اوپر ہیں اور بعض متکلمین سے نقل کیا گیا ہے کہ مثلیت صرف عدد میں ہے اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور ابن تین نے بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ زمین ایک ہے اور کہا ہے کہ یہ قرآن وسنت سے مردود ہے میں کہتا ہوں کہ شاید یہ بعض متکلمین (یعنی جن کا قول ہے ان الارض واحدة) نے حکم ہے اتصال پرور نہ صریحاً مخالفت کلام خدا اور رسول لازم آئیگی۔ اور قول ظاہر بھی اسی پر (زمینوں کے سات ہونے پر) دلالت کرتا ہے جس کو ابن جریر نے شعبہ سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے انہوں نے ابوالفضی سے انہوں نے ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول من الارض مثلہن میں آپ نے فرمایا ہر زمین میں مثل ابراہیم کے

ہیں اور مخلوقات میں مثل اس کے ہیں جو اس زمین پر ہیں اسی طرح پر مختصر انہوں نے روایت کی ہے اور اسناد صحیح ہے اور حاکم اور بیہقی نے دوسرے طریقے (عطاء عن ابی الضحیٰ) سے روایت کی ہے جو طویل ہے اور اس کا اول حصہ یہ ہے کہ سات زمینیں ہیں ہر زمین میں آدم ہیں مثل تمہارے آدم کے اور نوح ہیں مثل تمہارے نوح کے اور ابراہیم ہیں مثل تمہارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہیں مثل تمہارے عیسیٰ کے اور نبی ہیں مثل تمہارے نبی کے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اسناد اس کی صحیح ہے مگر یہ کہ شاذ ہے اور ظاہر اللہ تعالیٰ کے قول ومن الارض مثلهن کا وارد ہوتا ہے اہل بیت کے اس قول پر کہ زمینوں کے درمیان کچھ مسافت نہیں ہے اور روایت کی ہے احمد اور ترمذی نے مرفوعاً ابی ہریرہؓ سے کہ ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اسحاق بن راہویہ اور بزاری نے حدیث ابی ذر سے مثل اس کے نکالا ہے۔ اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں۔ الذی نعتقده ان الارض سبع کالسموات ولها مکان من خلقة يعلمہم اللہ انتہی ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ زمینیں آسمان کی طرح سات ہیں اور ان میں مخلوق خدا رہتی ہے جن کا علم اللہ کو ہے اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں۔ ذکر اللہ تعالیٰ ان السموات سبع طبقات ولم یات الارض فی التنزیل عدد صریح لا یحتمل التأویل الا قوله تعالیٰ ومن الارض مثلهن وقد اختلف فیہ فقیل ای فی العدد لان کیفیة والصفة مختلفة بالمشاهدة۔

باقی رہا اس کا شاذ ہونا تو اس بارے میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

اگرچہ اس دور میں کئی لوگوں نے اس بات سے دھوکہ کھایا ہے لیکن اہل علم کے ہاں یہ اعتراض معتبر نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ ہر شاذ و منکر مردود نہیں ہوتی بلکہ ان میں مقبول بھی ہوتی ہے۔ شاذ کی دو قسمیں ہیں غیر مقبول اور مقبول..... شاذ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث مردود الروایۃ ہو..... القصہ کوئی شک نہیں کہ اس اثر کی سند صحیح ہے یا حسن اگرچہ شاذ بھی ہے جو اس میں شک کرے وہ جاہل ہے ان باتوں سے جو ائمہ حضرات نے لکھی ہیں اور ان کی باتوں کا مخالف ہے..... تحقیق تو نے پہچان لیا کہ اس اثر کے طرق محفوظ ہیں جرح و قدح سے پس ضروری ہے کہ یہ مقبول ہو اور لائق احتجاج ہو۔ (زجر الناس ص ۱۱، ۱۲، ۱۳)

اسی رسالہ میں ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

اقول رواۃ ثقات علی الرءای الصحیح وصَحَّحَ سندہ جمع من ارباب التصحیح
وسکت علیہ جمع من اصحاب الترجیح فعدم قبولہ رای غیر نجیح۔ (زجر الناس ص ۵)
میں کہتا ہوں کہ اس اثر کے راوی صحیح قول کی بنیاد پر صحیح ہیں اس کی سند کو ارباب تصحیح نے صحیح قرار دیا
ہے اور اصحاب ترجیح کے جم غفیر نے اس پر سکوت کیا ہے پس اس اثر کو قبول نہ کرنا ناپسندیدہ بات ہے۔
سیالوی صاحب اب تو بات ذہن کو لگی ہوگی؟ ہماری کتاب دفاع ختم نبوت کا مطالعہ کریں۔
سیالوی غلام نے آگے اپنے باپ سے چند سوال تحذیر الناس پر نقل کیے ہیں ہم ان کے جوابات
عرض کرتے ہیں:

سوال (۱)

یہ اثر خبر واحد ہے اور وہ بھی شاذ تو پھر آیت میں تاویل اس سے کیوں کی؟ (مختصر تنقیدی جائزہ
ج ۲ ص ۳۲۹ تا ۳۵۱)

الجواب

شاذ کا جواب تو ہم عرض کر چکے ہیں اب رہی دوسری بات کہ تاویل کیوں کی؟ تو گزارش یہ ہے کہ
حضرت نانوتوی قدس سرہ نے کوئی ایسی تاویل نہیں کی جس سے آخری نبی کے مفہوم پر زد پڑے یہ سب
تمہارا ڈھکوسلا ہے بلکہ حضرت نانوتوی نے اس آخری نبی والے مفہوم کو مانتے ہوئے بطور فائدے
..... کے ایک بات فرمائی ہے۔

جیسا کہ تمہاری تفاسیر میں بالخصوص نعیمی، نور العرفان، وغیرہ میں اس طرح کے استدلالات بکثرت
موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دفاع ختم نبوت کا مطالعہ کریں۔

باقی رہی کہ بعض اہل علم نے اس اثر کو شاذ قرار دیا ہے بشمول امام العصرؒ کے تو گزارش یہ ہے کہ اس پر
تفصیلی کلام پیچھے گزر چکا ہے کہ شاذ کہنے سے روایت مردود ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ مقبول بھی ہوتی ہے

اور یہ مقبول ہے۔

باقی آپ کا علامہ آلوسیؒ سے یہ نقل کرنا وہ فرماتے ہیں یہ شاذ ہے اور ابو حیان فرماتے ہیں یہ واقعی کذاب سے مروی ہے اور یہ جھوٹ ہے۔

تو گزارش یہ ہے کہ آپ چونکہ امام الدجا جلد کے پیروکار ہیں اس لیے آپ نے خیانت کو شیر مادر سمجھا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ جو ان سب باتوں کا جواب تھا کہ واقول لا مانع عقلاً ولا شرعاً من صحتہ کو چھوڑ کر پھر آگے عبارت کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اسے کہتے ہیں دجل و فریب میں مہارت، ہم نے آپ کے گھرانے کے تمام افراد کو اس فن میں امام تسلیم کیا ہے اور ہم برملا کہتے ہیں کہ اس فن میں ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

علامہ آلوسیؒ جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس اثر کے عقلاً اور شرعاً ٹھیک ہونے میں کوئی مانع نہیں، یعنی یہ اثر عقلاً اور شرعاً درست ہے۔ چونکہ آپ اپنی کتاب میں تسلیم کر آئے ہیں کہ اس اثر کو صحیح ماننا ختم نبوت کا انکار ہے۔

آپ کے الفاظ یوں ہیں:

اگر نا تووی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے ہیں۔

(تقییدی جائزہ ج ۱ ص ۱۹۲)

تو یہ فتویٰ بالکل من و عن علامہ آلوسیؒ پر لگتا ہے شاید اسی وجہ سے آپ نے دجل کیا ہوگا۔ باقی علامہ آلوسیؒ یا ابن حجر مکی رحمہما اللہ کا اس کے مفہوم کو بیان کرنا یہ بھی ان کا حق تھا کہ وہ جو سمجھے اس کو بیان کریں۔ جب حقیقی معنی مراد لیے جاسکتے تو مجازی معنی کی طرف جانے کی ضرورت ہی کیا اس لیے امام قاسمؒ نے حقیقی معنی مراد لیے ہیں اگر آپ مجازی معنی اس اثر کا مان لیں تو بھی تمہارے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ غیر انبیاء کو عظمت و رفعت و شان میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے جبکہ آپ کے مذہب میں یہ بات ناقابل معافی جرم ہے کسی موقع پر ہم اس کو آشکارا کریں گے۔ (انشاء اللہ)

سوال (۲)

اگر اثر ٹھیک ہے تو پھر تو ہر زمین میں آدم ہوئے جبکہ قرآن میں خلقکم من نفس واحدہ ہے تو پھر اس عموم میں تخصیص خبر واحدہ سے ہوگی اور یہ درست نہیں ہے۔ مختصراً (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۵۲)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ جو جو لوگ سات زمینوں میں افراد تسلیم کر رہے جیسا کہ غلام صاحب آپ نے بھی علامہ آلوسیؒ سے اور کاظمی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے اور علام ابن حجر مکیؒ سے بھی کہ مراد ایسی قوم ہے جو فضل و بزرگی میں انبیاء کے مشابہ ہے تو گزارش یہ ہے کہ وہ بھی تو کسی کی اولاد ہوں گے؟ وہ اسی آدم علیہ السلام کی (جو ہماری زمین میں تشریف لائے) کی اولاد ہیں یا وہاں الگ آدم یا مبداء انسانیت تھے؟

اگر اسی آدم کی اولاد ہیں تو تصریح دکھلائیں۔ ویسے بھی یہ عقلاً درست بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اور اگر وہاں مبداء انسانیت کوئی فرد تھے تو پھر من نفس واحدہ سے تخصیص ہوئی تو یہ جواب تمہارے ذمے ہوا۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

تفسیر جلالین میں تو سورۃ طلاق کی اس آیت کے تحت یہ بھی موجود ہے کہ وہاں جبریل امین وحی پہنچاتے ہیں تو وہ وحی کس پر لے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ انبیاء ہی ہوں گے اب ان کو بھی تو پیدا فرمایا گیا تو پھر نفس واحدہ کی قید میں تخصیص ہوئی یا نہ؟ تو صاحب جلالین والے نے یہ تخصیص کر کے آپ کے مذہب میں صحیح کیا یا غلط؟

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

اسی حدیث میں لفظ آدم کا دمکم بھی وارد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہیں ہے بلکہ دوسرے آدم کی ہے اور تمام کتب عقائد میں یہ امر مصرح ہوتا ہے کہ اولاد آدم اس عالم تمام مخلوقات سے حتیٰ کہ ملائکہ سے بھی افضل ہے اور آیت کریمہ ولقد کرمانبنا آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے کیونکہ تمام مفسرین اور علماء کا اتفاق ہے اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت میں

ہمارے آدم ہیں نہ طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیاء کہ قرآن پاک میں ان کا ذکر ہے ان سے مراد انبیاء اسی طبقہ کے ہیں نہ انبیاء طبقات باقیہ کے۔ (مجموع فتاویٰ عبدالحی ج ۱ ص ۲۰، ۲۱)

لوعلام صاحب ان کو تو آپ کے گھر کے لوگ اپنا کہتے ہیں انہوں نے تو آپ کی بات کا جواب دیدیا کہ اس طرح کی نصوص سے مراد باتفاق مفسرین ہماری زمین والے افراد ہیں۔ اب تو مان لیں۔

سوال (۳)

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین۔ الایۃ اگر داخل ہیں تو آپ کی تشریف آوری کے بعد ان کی شریعت منسوخ ہوئی لہذا آپ کے زمانہ نبوت میں ان کو صاحب شرع نبی تسلیم کرنا باطل ہے اور اگر نہیں داخل تو تخصیص کی وجہ۔ (مختصر اتقیدی جائزہ ص ۳۵۲، ۳۵۳)

الجواب

حضرت امام قاسمؒ کا نظریہ یہ ہے کہ آپ ہی نبوت میں اصل الاصول ہیں باقی سب آپ کی وجہ سے وصف نبوت سے متصف ہوئے جیسا کہ آپ کے گھر کے جامعہ اسلامیہ عربیہ خیر المعاد کے شیخ الحدیث عطاء محمد نقشبندی لکھتے ہیں:

علامہ سلیمان جمل کے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالاصالت یعنی اصل اور مستقل نبی و رسول ہونے کے لحاظ سے داعی تھے اور دیگر انبیاء کرام نے آپ کے نائب و خلیفہ ہونے کے حیثیت سے دعوت دی۔

(خلاصۃ الکلام ص ۵۳)

آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

عارفین امت نے تصریح کی ہے کہ حقیقی اور مطاع رسول آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں سابقہ انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں آپ علیہ السلام کے تابع ہو کر آپ کی نیابت میں رسالت و نبوت کا فریضہ انجام دیا۔ (خلاصۃ الکلام ص ۶۱)

تو حضرت امام قاسمؒ کے نظریہ سے بات یہی سمجھ آتی ہے وہ بھی اس عہد میں داخل ہیں اور ان کے

طبقات میں بھی آپ ﷺ ہی خاتم ہیں اور سب طبقات کے اعتبار سے آخری نبی آپ ہی ہیں۔
باقی یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کسی بھی صاحب شریعت رسول کو اس کی شریعت منسوخ ہونے کے بعد صاحب شرع نبی نہیں ماننا چاہئے یہ رضا خانی اصول ہوگا ہم تو یہ سمجھتے اگرچہ ان کی شریعت منسوخ ہوگی مگر وہ رسول تو ہیں اور رسول بھی صاحب شریعت مگر غلام اور ان کے ابا کی الٹی لنگا کہ لکھتے ہیں آپ کے زمانہ نبوت میں ان کو صاحب شرع نبی تسلیم کرنا از روئے نص باطل ٹھہرا۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۵۳)

حالانکہ بات یوں ہیں کہ ہم آپ کے اوپر ایمان لا کر سب نبیوں اور رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ وہ جتنے نبی، رسول صاحب شریعت تھے وہ سب سچے ہیں مگر اب ان کی شریعت یہاں نہیں چل سکتی۔
اور سوال نمبر ۴ کا جواب بھی یہیں سے سمجھ آ گیا کہ خاتم النبیین میں بھی سارے نبی داخل ہیں۔
اس سے آپ ﷺ کی ہر ایک نبی پر فضل و شرف رفعت و بلندگی عیاں اور بیاں ہے مگر کوڑھ مغز اور مفلوج العقل سیالوی حضرات کو اگر سمجھ نہ ہو تو کسی کا کیا قصور ہے۔

اور اسی سے سوال نمبر ۵ کا بھی جواب ہو جاتا ہے کہ آپ چونکہ سب کے لئے نبی ہیں چاہے وہ کسی بھی طبقہ زمین کا فرد ہو چاہے عاصی ہو یا نبی و رسول ہو۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی طبقہ ارض میں نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، حضرت نانوتویؒ نے صرف فرض کیا ہے اور فرض محالات جائز ہے اس کا منکر کوئی جاہل ہی ہو سکتا ہے ورنہ نصوص کثیرہ کا انکار لازم آئے گا۔

سوال (۶)

اثر ابن عباس میں لفظ ہے نبی کنیکم اس میں تمام صفات مماثلت ہے یا بعض میں اگر بعض میں ہے تو دلیل کیا؟ (مختصر تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۵۵)

الجواب

سیالوی صاحب گزارش یہ ہے زید کا لاسد، زید شیر کی طرح ہے اب تمام صفات میں تو یہ برابری نہیں

ہے۔ ابن کثیر نے میدان کربلا میں سیدنا حسین پاکؑ کے رعب و دبدبہ کو سمجھانے کے لئے لکھا ہے وہ آپ سے یوں بھاگ رہے تھے جیسے بکری درندے سے بھاگتی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۸۱)

تو کیا درندہ کا خوف اور سیدنا حسینؑ کا رعب و دبدبہ ایک جیسا تھا؟؟

بلکہ یہ سمجھایا جا رہا ہے جیسے اس کا خوف ہے اور کوئی اس کے نزدیک نہیں آتا ویسے سیدنا حسین پاکؑ کا ڈر اور رعب تھا کہ کوئی آپ کے قریب نہیں آ رہا تھا۔

یہاں جو تشبیہ ہے وہ صرف اس قدر بات سمجھانے کے لئے کہ جیسے آپ ﷺ اپنے طبقہ میں سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں وہ بھی اپنے طبقوں میں آخر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ باقی دیگر نصوص اور دلائل کی بنیاد پر آپ ﷺ کا ان سب پر مقام و فضل میں برتری ہے اور خاتم سے یہ بھی مفہوم ہو رہا ہے کہ وہ سب بھی آپ ہی کے زیر نگین ہیں اور زیر سایہ و شفقت ہیں۔ اگرچہ ان طبقوں میں آنے میں آخری نبی ہیں مگر سب کے لئے خاتم آقا و دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم بنی اسرائیل ہیں مگر حضور پر نور ﷺ سب کے لئے خاتم ہیں یونہی وہ سارے خاتم اپنے اپنے طبقہ کے لئے خاتم ہیں مگر آنحضور پر نور ﷺ تو سب کے لئے خاتم ہوئے چونکہ آپ کا مقام و مرتبہ شان و مقام سب سے بلند و بالا ہے اس لیے وہ سب کے سب آپ کے تحت ہیں۔

اسی سے سوال نمبر ۷ بھی حل ہو جائے گا۔

سوال (۸)

اس اثر سے خاتم مراد لینے کی کیا ضرورت ہے مطلقاً نبی مراد ہو سکتا تھا۔ الفاظ نبی کنیکم سے خاتم مراد لینا درست نہیں۔ (مختصر اتقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۵۵، ۳۵۶)

الجواب

حیرت ہے کہ اثر ابن عباس سے نبی پاک ﷺ کی خاتمیت بیان ہو تو رضا خانی حضرات کو چھنے

لگ جاتی ہے۔ اہل علم نے نبی کنبیکم سے خاتمیت کا مسئلہ اخذ کیا ہے اگر ویسے ہی مراد لیں کہ آپ ﷺ کی طرح نبی ہیں تو کوئی نہ کوئی وصف مراد لینا ہوگا۔ مثلاً، علم تقویٰ حیا، حسن، اخلاق حسنہ، تو جس کو بھی آپ آگے لائیں گے تو یہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔

حضرت نانوتوی یادِ بکر اہل علم کا خاتم کا وصف مراد لینا عقل کو لگتا ہے کیوں آخر سلسلہ چلتے چلتے ختم تو ہونا ہے اور اس لفظ میں اشارہ ہے جیسے میرے اوپر اس زمین کا سلسلہ ختم ہوا اسی طرح ان پر بھی سلسلہ ختم ہوا۔ اور چونکہ آپ وصف نبوت میں بالذات ہیں تو لامحالہ وہ سب بھی آپ کے ساتھ متعلق و منتسب ہوئے اور آپ ہی ان کے لئے خاتم قرار پائے۔

باقی رہا تورات کو دلیل بنانا تو ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ قرآن و سنت کو چھوڑ کر یہود کے پاس جانے کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی۔

سوال (۹)

غلام نے روایت پیش کی ہے کہ جعلنی فاتحا و خاتما و كنت اول النبیین فی الخلق و آخرهم فی البعث اس میں موصوف بالذات والی بحث کس لفظ میں چلے گی۔ (ملخصاً)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ نے تو لفظ خاتم کا مفہوم یوں بیان کیا آپ نبوت سے موصوف بالذات ہیں اور جو موصوف بالذات ہوتا ہے بالعرض کا اختتام اسی کی طرف ہوتا ہے اس کی مثال آگے ہم نے عرض کر دی ہے اور جو موصوف بالذات ہوتا ہے وہ اولاً موصوف ہوتا ہے باقی اس صفت سے بعد میں متصف ہوتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ پھر اول، آخر، فاتح کہنے کی کیا ضرورت؟ تو گزارش ہے کہ کبھی بات کو سمجھانے کے لئے عام فہم انداز اپنایا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد عام فہم فرمایا تا کہ کسی کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ باقی اہل علم اسے من کان عدوا للہ و ملائکتہ و رسلہ

و جبریل میکال۔ الایہ کی طرح سے سمجھتے ہیں کہ ملائکہ میں فرشتوں کا ذکر آچکا تھا مگر ابھی جبریل و میکائیل علیہما السلام کا ذکر کرنا تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے۔

حضرت نانوتوی قدس سرہ کے ذوق میں لفظ خاتم فاتح، اول، آخر سب کا جامع تھا مگر یہ اہل علم کے نزدیک کوئی اشکال نہیں۔

باقی رہا خدا تعالیٰ کا اول و آخر ہونا یہ اور معنی میں ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اول و آخر ہونے کا مفہوم تو اسی حدیث شریف میں موجود ہے کہ پیدائش میں اول ہوں اور بعثت میں آخر میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے اول و آخر کا مفہوم حقیقی ہے۔ مگر تمہارے حدائق بخشش میں تو موجود ہے۔

ہے نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر،

اور یہ بھی بتایا گیا کہ تمہی اول بھی ہو اور آخر بھی۔ تو خدا تعالیٰ کے اول و آخر ہونے کا واضح انکار کیا گیا ہے تو کیا آپ نص قطعی کا انکار فرما کر مسلمان رہے۔..... یا اہل البدع؟

سوال (۱۰)

خاتم کا یہ معنی موصوف بالذات کہاں ثابت ہے۔ (ملخصاً)

الجواب

بات یہ ہے کہ اس لفظ کے بیک وقت دو معنی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ گزارش ہے کہ ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ اہل علم حضرات نے لیے ہیں۔ امام خفاجیؒ لکھتے و خاتم بکسر التاء و فتحها آخر ہم و من بہ کما لہم۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۱۷)

علامہ بحر العلوم لکھنوی فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا کہ جو دو کرم و عطاء میں کوئی آپ کے مثل نہیں۔ الخ

امام تورپشتی فرماتے ہیں:

نبوت رامہر کرد و نبوت بآمدن او تمام شد یا بمعنی خدا تعالیٰ پیغمبری را بوعے ختم کرد۔
اس طرح کے کئی حوالے ہم نے اپنی کتاب دفاع نبوت میں لکھے ہیں۔

توجہ بہت سارے اکابر آخری نبی کا معنی مانتے ہوئے ساتھ دوسرا معنی کر رہے ہیں۔
حضرت نانوتویؒ نے آخری نبی کے معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بطور فائدے کے یہ معنی کہ آپ خاتم
المراتب بھی ہیں اور اس کی تشریح فرمادی تو کوئی قیاحت ہو گئی۔

القصہ امام قاسمؒ نے آخری نبی کے مفہوم کو تسلیم کر کے ساتھ بطور نکتے اور فائدے کے دوسرا معنی بھی
ارشاد فرمادیا اس سے تحریف یا تفسیر بالرائے کا طعنہ دینا جہالت ہی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ مرزائیت کا طعنہ دینا یہ جناب کی مہربانی ہے کیونکہ رضا خان آنجہانی وغیرہ آپ
کے آباء نے ہی یہ بات مرزائیت تک پہنچائی ہے اور مرزائیت سے خیر خواہی کی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے
کسی مرزائی نے حضرت نانوتویؒ کا حوالہ نہیں دیا۔

اور دوسری یہ بات بھی مد نظر رہے کہ مرزائی قرآن، حدیث، صحابہ، فقہاء، صوفیاء، وغیرہم بہت سے
اکابر کو پیش کرتے ہیں تو مجرم فقط حضرت امام قاسم کیوں؟

سوال (۱۱)

سیالوی صاحب نے کہا ہے پھر تو ایمان، علم و حیات بھی آپ پر ختم ہو جانی چاہئے۔

الجواب

جی بالکل ہم کہتے ہیں علم و ایمان و ایقان وغیرہ اوصاف کمال میں آپ موصوف بالذات ہیں کہ
آپ کو خدا نے براہ راست دی ہیں باقی سب کو آپ کے صدقے اور وسیلے سے ملے ہیں یعنی ان اوصاف
میں آپ خاتم ذاتی ہیں کہ ان کا سلسلہ چلتے چلتے ہوتے ہوتے آپ ﷺ پر منتهی ہو جاتا ہے۔

جیسے درود یوار چاند کی روشنی سے منور ہیں اب ذہن ان سے چاند کی طرف جاتا ہے پھر جب آدمی
سوچتا ہے کہ چاند تو خود روشنی سورج سے لیتا ہے لہذا سورج روشنی کا خاتم ہے اسی طرح علم و ایمان و یقین کا

سلسلہ آپ پر آ کر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح ختم نبوت کا مگر آپ کی تشریف آوری کے بعد ختم نبوت زمانی بھی آپ کو حاصل ہو گئی اس لیے آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور دوسرے اوصاف کو یہ وصف نہیں ملا کیوں وہ تو آگے امت کو پہنچانے تھے لہذا سیالوی صاحب کام کی بات کریں۔

باقی فلسفہ اور اس طرح کی باتوں سے حضرت نانوتویؒ کے نظریہ کا ابطال آپ سے ممکن نہیں۔

سوال (۱۲)

سیالوی صاحب اپنی جہالت کا رونا روتے ہوئے فرماتے ہیں:

موصوف بالعرض کا سلسلہ اگر بالذات پر ختم ہو جاتا ہے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی آ جائے تو خاتمیت میں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ ان دونوں میں تعارض ہے اگر ان کی نبوتیں ختم ہو چکی ہیں فرق کی کیا ضرورت ہے اور اگر باقی ہیں تو ما بالعرض کا سلسلہ بالذات پر کیسے ختم ہوگا۔

(مختصر تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۵۹۳)

الجواب

بالذات اور بالعرض کا کچھ تعارف ہم نے جواب نمبر ۱۱ میں کرایا ہے۔

سیالوی صاحب نبوت ختم نہیں ہوتی اگر ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ نبی کیسے ہیں آپ کی بات کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان کی نبوتیں سلب ہو چکی ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں در نہ رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانے کی کیا ضرورت، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کی نبوتیں یہاں سرکار کے زمانہ اور مکان میں نہیں چلتی جو انبیاء کرام ہیں ان کے دوبارہ آپ کے تشریف لانے سے تو فرق نہیں پڑتا اگر بالفرض اب کوئی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت میں فرق نہیں آئے گا۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ

غلام کارونا یہ ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی اثر ابن عباسؓ کے متعلق تحقیق احدی للقبول ہے اور قرأت خلف الامام پر ان کی تحقیق غیر مقبول؟ (مختصر تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۶۰)

الجواب

اس اثر پر تین قسم کے اشکال ہیں:

(۱) شاذ ہے۔

(۲) اسرائیلیات سے ہے۔

(۳) واقدی کذاب سے مروی ہے لہذا من گھڑت ہے۔

تو مولانا نے دلائل سے اور امت کے اصول و ضوابط سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ شاذ تو ہے مگر مقبول ہے مردود نہیں۔

اسرائیلیات کا جہاں تک تعلق ہے تو مولانا نے سیدنا ابن عباسؓ سے ثابت کیا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات سے روکتے تھے تو خود کیسے ان کی روایت اختیار کر سکتے ہیں۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ واقدی سرے سے اس سند میں ہے ہی نہیں۔ تو یہ قبول کیوں نہیں کرنا چاہئے۔ اور قرأت خلف الامام پر ان کا مؤقف جمہور حنفیہ سے چونکہ ہٹ کر اس لیے غیر قبول۔

باقی آپ کا اسلاف کا نام لیکر کہنا کہ اس اثر پر اعتراض فرماتے ہیں تو مولانا نے سب کے اقوال کی وضاحت فرمادی ہے۔ کہ ان کو اشتباہ لفظ شاذ سے ہوا حالانکہ یہ مقبول ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

باقی غلام نے ص ۳۶۴ پر بحث چھیڑ دی ہے کہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نانو تو صاحب نے ختم زمانی کو اسی آیت کریمہ میں مانا ہے حالانکہ وہ تو کہتے ہیں آخری نبی معنی ماننے سے اس آیت سے آپ کی تعریف ہی نہیں نکلتی۔ الخ (مختصراً تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۶۴)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ حضرت نانوتوی نے صرف آخری نبی معنی ماننے پر اپنا اشکال ظاہر کیا ہے اگر دونوں مانو تو پھر ٹھیک اور درست ہے تعریف و توصیف بھی ہے۔ مگر غلام کا دجل ملاحظہ فرمائیں وہ بات کو اور پیرائے میں لے کر جا رہا ہے حالانکہ بات اتنی ہے جو ہم نے لکھ دی۔

غلام نے ص ۳۶۵ پر لکھا ہے:

نانوتوی صاحب نے لفظ ”ہی“ استعمال کیا ہے اور یہ لفظ حصر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (لہذا نانوتوی صاحب عمل میں امتی کو بڑھا رہے ہیں)۔

تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ حضرت کی عبارت میں لفظ بظاہر بھی تو ہے وہ آپ کو نظر کیوں نہیں آ رہا ہے شاید والد صاحب کی مفلوج گردن کی طرح آپ کی نظر مفلوج ہو گئی تھی، بظاہر کا لفظ بتلا رہا ہے یہ زیادتی صرف ظاہر میں ہے جبکہ حقیقت میں معاملہ برعکس ہے۔

باقی رہی لفظ ”ہی“ کی بحث تو گزارش ہے۔ جب عمل میں بظاہر امتی بڑھ جاتا ہے تو باقی تو علم ہی رہ گیا کہ اس میں نہ بظاہر امتی بڑھتا ہے نہ حقیقت۔

غلام کی قلابازی

غلام نے پھر نئے سرے سے حضرت شاہ اسماعیل شہید صاحب پر طعن شروع کر دیا۔

چنانچہ غلام صاحب ص ۳۶۶ پر لکھتے ہیں:

اسماعیل تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے۔ اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان۔

حالانکہ یوں الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ الفاظ غلام صاحب کے خود تراشیدہ ہیں چلو اگر انہی الفاظ کو مان لیا جائے تو پھر بھی مفہوم یہ بنتا ہے کہ معبود برحق صرف خدا کو مانو۔ الہ اور مستحق عبادت صرف اسی کو مانو، مشکل کشا، حاجت روا، اور بگڑی بنانے والا اور کارساز، مصیبتیں ٹالنے والا صرف اسی کو مانو۔ اگر تفصیل اور

طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں سیاق و سباق سے ثابت کرتا کہ اس عبارت کا مفہوم وہ نہیں جو غلام صاحب بتا رہے ہیں بلکہ وہ ہے جو ہم بتا رہے ہیں۔

غلام صاحب اپنے گھر کو بھی دیکھ لیجئے۔

فاضل بریلوی رضا خان لکھتے ہیں:

”کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے جو اللہ کو صحیح طور پر جانتا مانتا ہے کافر نہیں ہو سکتا اور جو کافر ہے اللہ کو ہرگز نہیں جان سکتا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۷۲۳ حصہ دوم)

لوجی وہی بات الفاظ مختلفہ سے رضا خان نے کہہ دی یہاں خان صاحب نے صرف جہالت باللہ کو کفر قرار دیا ہے کیا رسالت، ختم نبوت، کتب سماویہ وغیرہا کو نہ ماننا کفر نہیں؟ غلام صاحب آپ نے خود لکھا ہے:

ارشاد باری ہے، ترجمہ: نیکی یہ ہے کہ ایمان لایا جائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتابوں پر اور انبیاء پر۔

اسی طرح ارشاد باری ہے، ترجمہ: سب لوگ ایمان لائے اللہ پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر۔

اس آیت کریمہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ پر ایمان لانا کافی نہیں بلکہ فرشتوں پر بھی تمام رسولوں پر بھی اور تمام کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

اسی طرح ارشاد باری ہے، ترجمہ: جو کفر کرے اللہ کے ساتھ اور فرشتوں کے ساتھ اور رسولوں کے ساتھ اور قیامت کے دن کے ساتھ وہ بہک کر دور جا پڑا۔

تو اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ قول کہ اللہ کو مانو اور کسی کی نہ مانو یہ سراسر گمراہی اور بے دینی پر مبنی ہے الخ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۶۶، ۳۶۷)

اب یہ ساری آیات اور فتویٰ فاضل بریلوی کے سر پر بڑی اچھی طرح فٹ ہو گئے کیونکہ وہ صرف اللہ کو ماننا اور جاننا ایمان بتاتا ہے۔ تو پھر بقول تمہارے ساری آیات کا انکار کر کے بے دین و گمراہ ہوا۔

غلام صاحب ص ۳۶۸، ۳۶۹ پر تفصیل سے لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے کہ

فتوے کفر کے فاضل بریلوی نے لگائے شاہ شہید پر اور حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فرمایا فتوے لگانے والوں کو کافر نہ کہنا چاہئے اور نہ معاملہ ان سے کفار سا کرنا چاہئے۔ الخ

الجواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم فاضل بریلوی کو کافر جو کہتے یا عقائد ان کے باطل ہونے کی وجہ سے یا پھر انہی کے اصول و ضوابط کی روشنی میں یہ کافر ثابت ہوتے ہیں۔ ہمیں یا شاہ شہید کو کافر کہنا گناہ ہے اور اس بنیاد پر ہم کافر نہیں کہتے بلکہ تاویل کرتے ہیں۔ اور یہ حضرت گنگوہیؒ نے صحیح فرمایا۔

اور امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا فرمانا کہ پورے ہندوستان میں صرف خان صاحب کو سرکارِ مصلیٰ علیہ السلام سے محبت تھی اور کسی کو نہ تھی؟

یہ بھی درست فرمایا کہ ہر ایک کو کافر و بے دین خان صاحب کے فتوے کی روشنی میں بنایا گیا۔ تو کیا صرف یہی عاشق و محب تھے؟ کیونکہ سب کو ہی تو بے دین کہتے ہو تو پھر کیا تمہی عاشق ہو؟ غلام نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری پر جو جھوٹ بولا ہے وہ سنیں!

غلام کہتا ہے:

اکابر اہل سنت نے کئی مرتبہ دیوبندی علماء سے مطالبہ کیا کہ تم وہ نصوص قطعیہ پیش کرو جن میں شیطان و ملک الموت کے لئے محیط زمین کا علم ثابت کیا گیا۔ اس کے جواب میں وہابی کہتے ہیں نصوص قطعیہ وہ ہیں جو مولوی عبدالسمیع نے پیش کی ہیں۔ الخ (تحقیقی جائزہ ۲ ص ۷۱) آگے اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں: حالانکہ انہوں نے تو شامی کی عبارت اور چند تابعین کے اقوال پیش کیے ہیں تو چونکہ ان کو شیطان سے خوش عقیدگی ہے اس لیے انہوں نے شامی کی عبارت کو نصوص قطعیہ سمجھ لیا۔ چنانچہ خلیل احمد لکھتا ہے۔ شیطان کو جو وسعت علم دی اس کا حل مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ الخ

سیالوی صاحب اس میں چند طرح کا کلام ہے:

(۱) فاضل بریلوی کہتے ہیں، عقیدہ یہ وہ ہوتا ہے جو علماء کرام متون یا تراجم، ابواب و فصول یا فہرست و فذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہی خود ان علماء کا..... دین معتمد ہوتا

ہے۔ بوقت ذکر دلائل و اباحت و مناظرہ جو کچھ علماء ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان علماء کا اعتقاد ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۴۱۲)

آگے لکھتے ہیں:

اباحت و مشاجرات میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہوتا، مباحث کلام و مناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

عقیدہ وہ ہے جو محل عقائد میں لکھا جاتا ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ ص ۴۱۲)

تو گزارش ہے کہ براہین قاطعہ بھی مناظرہ اور بحث و مباحثہ میں لکھی گئی ہے لہذا تمہیں اپنے آنجنابانی رضا خان کے حکم کے مطابق اس پر اعتراض ہی نہیں کرنا چاہئے۔

(۲) دوسری گزارش یہ ہے کہ فخر المحدثین خلیل الملتہ والدین مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم

مدنی تو یہ بات الزام فرما رہے ہیں کہ تمہیں یہ باتیں تو نصوص سے مل گئی ہیں مگر اس پر قیاس کیوں؟ باقی رہی یہ بات کہ تم نے جو اقوال اپنے قائد شیطان کے متعلق لکھے ہیں وہ قطعیہ تو نہیں ہیں مگر حضرت نے تمہارا تمسخر اور مذاق اور تضحیک کے لئے انہیں نصوص قطعیہ کہہ کر تمہاری درگت بنائی ہے مگر آنجناب اسے حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں جیسے حدیث پاک میں ہے انک انت الاعز الاکرم۔

تیسری بات یہ ہے آپ نے عبارت کے نقل میں پوری طرح دجل کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ اس طرح آپ نے یوں لکھا ہے ”چنانچہ خلیل احمد لکھتا ہے شیطان کو وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔“ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۷۱)

جبکہ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں، ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی الخ (براہین قاطعہ ص ۵۱) تو اسے دجل اور خیانت پر ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا پورا پورا بدلہ بلکہ بڑھا چڑھا کر آپ کو عطا فرمائے!

بیرحمہ اللہ عبد اقبال آمینا

(۴) چوتھی گزارش ہے کہ اگر یہ بات الزامی نہ ہو تو بھی ہمیں مضرت نہیں، کیونکہ یہ بات دراصل ملک

الموت کے لئے ہو رہی ہے تو اس کے لئے قرآنی آیات میں ذکر مل جاتا ہے۔

(۵) اور اگر اب بھی آپ شیطان کی وکالت پر مصر ہوں تو پھر قائد ولید رہی آپ کا ہے اس کے لئے نصوص قطعیہ بھی اپنے گھر سے ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ آپ جیسے بیماروں کے حکیم مفتی احمد یار خان گجراتی رقم طراز ہیں:

ابلیس ہر وقت ہر شخص کے پاس پہنچ سکتا ہے بیک وقت کروڑوں جگہ تصرف کر سکتا ہے یہ فائدہ ثم لائینہم الخ سے حاصل ہوا۔ (تفسیر نعیمی ج ۸ ص ۱۲۰۰ اعراف آیت نمبر ۱۷)

یہی آپ کے آنجنہانی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

انہ یراکم ہو و قبیلہ، انہ میں ”و“ کا مرجع شیطان ہے یراکم میں آنکھ سے دیکھنا مراد ہے کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے خواہ وہ کسی درجہ کا ہو خیال رہے کہ ہر جماعت کو قبیل کہتے ہیں مگر قبیلہ ایک خاندان کو کہتے ہیں جو ایک دادا میں جمع ہوں۔ (تفسیر کبیر و معانی) قبیل فرما کر یہ بتایا کہ رب نے اس کی پوری جماعت شیاطین کو یہ قوت دی ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ کون کہاں ہے کیا کر رہا ہے اور کیا کرنے کا ارادہ ہے، خیال رہے کہ کسی میں تصرف کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) وہ سامنے والے سے خبردار ہو، (۲) اس کے پاس آ سکے، (۳) اس میں تصرف کر سکے۔

شیطان کو رب نے یہ تینوں طاقتیں دی ہیں اس کی وسعت علم کا ذکر تو اس میں ہوا اس کے پاس ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے ثم لائینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ اس کی تصرف کا ذکر اس آیت میں ہوا، لا غوبنہم اجمعین، الخ۔ (تفسیر نعیمی ج ۸ ص ۱۲۶، ۱۲۷، اعراف آیت نمبر ۲۷)

لوجی غلام صاحب آپ کی منہ مانگی مراد آپ کے گھر سے مل گئی، اس سے آپ انکار بھی نہیں کر سکتے باقی ہمیں اپنے آنجنہانی باپ سے متفق مت سمجھئے گا، خدا آپ کو حق سمجھنے کی توفیق دے۔

غلام صاحب ص ۷۳ پر لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز صاحب اس عبارت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ براہین قاطعہ میں جس علم غیب کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ ذاتی علم غیب ہے حالانکہ آج تک کسی سنی عالم دین نے نبی پاک کے لئے ذاتی علم غیب تسلیم ہی نہیں کیا۔

الجواب

غلام صاحب، حضرت سہارنپوری قدس سرہ خود فرماتے ہیں اس بحث کو لکھنے کے بعد کہ یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسے جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

باقی رہی آپ کی بات کہ ذاتی علم غیب تسلیم ہی نہیں کیا یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی فرماتے ہیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو جاتے ہیں ان کی ہر صفت یا ہر فعل بارگاہ رب العزت کی طرف سے سمجھا جاتا ہے اور ان کا علم ذاتی ہو جاتا ہے۔ الخ (فوز المقال ج ۶ ص ۶۲، ۶۳) لہذا جھوٹ بولنے کی مزید ضرورت نہیں آپ رنگے ہاتھوں اپنے دخل پہ پکڑے گئے۔ آگے اسی ص ۷۴ پر حواس باختہ ہو کر لکھتا ہے:

اسی طرح سرفراز صاحب فرتے ہیں اگر آپ کا علم عطائی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ذاتی علم غیب کی نفی فرمائی تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت بھی تو عطائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ کیوں نہ کہلوایا کہ میں ذاتی طور پر نبی اور رسول نہیں ہوں عطائی طور پر ہوں۔

ایک کتاب میں ذاتی علم غیب مراد لینے والوں کی اس طرح پر زور تردید کر رہے ہیں اور دوسری کتاب میں اپنے مولوی کو بچانے کے لئے وہی ذاتی عطائی والا سہارا لے رہے ہیں۔ الخ

الجواب

غلام صاحب حضرت سہارنپوری کو کیا پتہ تھا کہ یہ صرف جہلا کا ہی نہیں بقول بریلویت شیخ الاسلام کا بھی یہی عقیدہ ہوگا تو خدا نے تمہارے عقیدے کا بطلان ان کے قلم سے کروادیا اور ہم لوگ تو ذاتی عطائی کے چکر میں نہیں پڑتے یہ تردید تو تمہارے عقیدہ باطلہ کی ہے نہ کہ ہم قائل ہیں لہذا آپ کو نگاہ میں اشد

سرمرہ اور ساتھ معجون دماغی کا استعمال کرتے رہنا چاہئے تاکہ نگاہ بھی تیز ہو جائے اور عقل بھی۔ ورنہ یہ جہاں آپ کی مفلوج عقل کو چوراہے میں تماشہ گاہ بتائے گا، اور حقیقت بھی یہی ہوگی۔

غلام ص ۷۵ پر اپنی جہالت کی بنیاد پر کہتا ہے کہ ”نیز سرفراز صاحب اپنی کتاب ازالۃ الریب میں لکھتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے نہ کسی جن کو نہ فرشتے کو نہ کسی نبی کو، نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔ لیکن اپنی اس کتاب عبارت اکابر میں کہتا ہے عبد السمیع اپنے زعم میں بڑا مومن ہے اپنے آپ میں شیطان سے زیادہ علم غیب ثابت کر کے دکھائے۔ الخ

الجواب

غلام صاحب جب آپ کے اصول سے جو افضل ہو وہ منقول سے زیادہ صفات سے متصف ہوتا ہے اسی لئے تو مولوی رامپوری نے قیاس کیا حضرت تو یہ فرما رہے ہیں شیطان کو علم غیب تم مانتے ہو۔ اور یہ بھی مانتے ہو کہ رامپوری صاحب شیطان سے افضل ہیں۔ تو پھر اپنے اصول سے یہ بھی ثابت کر کے اپنی ذریت کو بتاؤ کہ میں شیطان سے زیادہ علم غیب اور حاضر و ناظر کی صفت رکھتا ہوں۔

اس میں حضرت نے کہاں علم غیب غیر خدا کے لئے مانا ہے میرا مشورہ ہرگز نہ بھولیے گا اور معجون دماغی کو کھائیں اور روغن بادام سے سر کی مالش فرمائیں، اگر پھر بھی آرام نہ آئے تو قریبی معالج سے رجوع فرمائیں۔

غلام کا جھوٹ

غلام ص ۷۵ پر لکھتا ہے:

جو اپنے مولوی خلیل احمد انپٹھوی کی صفائی پیش کرنی تھی تو شیطان اور ملک الموت کے لئے علم غیب کو مان لیا۔

الجواب

اگر غلامان غلام میں سے کوئی یہ عبارت دکھا دے تو ہم ان کی حیثیت کے مطابق ان کو انعام دیں گے مگر انہیں اپنی حیثیت کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ کتنے جوتے کھانے کی ہے۔

شیطان کو اس کے دائرہ کار اور ملک الموت کو اس کے کام کا علم تو ہے مگر ہم نے شیطان یا ملک الموت کے لئے علم غیب ماننا تو درکنار سوچنا بھی کبھی گوارا نہ کیا۔

باقی ہمارا سوال ذہن میں رکھیں آپ کے گھر والے شیطان کو علم غیب مانتے تھے جبکہ آپ کے بابا جانی الیاس صاحب تو جن کو علم غیب ماننے پر فتویٰ کفر کا لگاتے ہیں دیکھئے کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب تو آپ اب کن کا ساتھ دیں گے۔

غلام کی ایک اور جہالت

غلام صاحب لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ روئے زمین کا علم کوئی کمال نہیں۔ الخ

الجواب

جناب من گزارش یہ ہے، فاضل بریلوی بھی کمال نہیں مانتا کیونکہ جب یہ سب کچھ شیطان کو معلوم ہے تو پھر کمال کیسے ٹھہرا کیونکہ وہ فرماتے ہیں وہ صفت جو کافر میں مسلم کے لئے کمال نہیں۔ اب کمال کا انکار تو فاضل بریلوی کر کے آپ کے فتویٰ کی زد میں تشریف لے آئے۔

رضا خانی مذہب بھی عجیب ہے کہ شیطانی علوم نبی پاک ﷺ کے لئے ماننا بڑا فخر سمجھتے ہیں جیسا کہ مفتی احمد یار صاحب فرماتے ہیں نبی پاک ﷺ کو جہان والوں کا علم دیا گیا اور جہان والوں میں آدم علیہ السلام، ملک الموت، ابلیس وغیرہ سب شامل ہیں۔ دیکھئے جاء الحق۔

اب کیا ہم پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں۔ جو ذات اقدس کمال والی بلکہ اکمل بن کر تشریف لائے اسے کوئی صفت غیر کمال والی مل سکتی ہے؟

تو پھر تو بات امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی درست ہوئی ناں؟
 غلام کو جب اور کچھ نہ ملا تو قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی ایک عبارت جو کہ تصور شیخ کو سمجھانے کے لئے کہ مرید کو یقین کر لینا چاہئے کہ پیر کی روح مرید کے ساتھ ہے اس کو پیش کر کے نعرہ زن ہونے لگا۔
 جناب من تصور شیخ حقیقت نہیں ہوتا صرف تصور ہوتا ہے اور اس کو صوفیاء علاج کے لئے تجویز پر کرتے ہیں ورنہ ہر جگہ موجود وہ نہیں مانتے مگر آپ کے دجل و فریب کی پر اسرار کہانی شاید امت کے سامنے ختم نہ ہو پائے۔

غلام نے ص ۳۸۰ پر ملا علی قاریؒ کی کتاب کی عبارت پر بحث چھیڑ دی ہے امام اہلسنت نے فرمایا تھا کہ یہاں ”لا“ کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی گھر میں داخل ہوتے وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے اس وجہ سے نہیں کہ آپ گھر میں موجود ہیں اس پر طعن کرتے ہوئے غلام صاحب فرماتے ہیں۔
 اگر یہ کہا جائے کہ یہاں لفظ ”لا“ رہ گیا تو پھر یہ سلام دینے کی علت کیسے بنے گی تو معنی یہ بن جائے کہ گھر میں آنے والا سلام دے نہ اس وجہ سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ موجود ہے۔ اگر یہ عبارت ہوتی تو لفظ ”بل“ کے ساتھ ایک اور عبارت ہونی چاہئے تھی۔

الجواب

غلام نے ص ۳۷۹ پر دجل یوں کیا کہ
 ملا علی قاری اسی شرح شفاء میں فرماتے ہیں اگر ایک آدمی گھر میں جائے اور گھر میں کوئی آدمی موجود نہ ہو تو کہتے السلام علیک یا رسول اللہ۔
 حالانکہ السلام علیک یا رسول اللہ کا نام و نشان بھی نہیں اور عبارت ہے۔

وان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (شرح شفاء ج ۳

ص ۴۶۳)

کتاب بڑا دجال ہے یہ شخص کہ جھوٹ کو اپنی غذا اور معمول سمجھتا ہے۔
 باقی رہی یہ بات کہ گھر سے کیا مراد ہے آگے خود ملا علی قاریؒ نے اختلاف نقل فرمایا ہے کہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد مسجد ہے تو سیالوی صاحب مسجد میں داخل ہوتے وقت درود و سلام پڑھنا امت کا معمول سے کہ وہ یوں کہتے ہیں بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ رب اغفر لی ذنونی وافتح لی ابواب رحمتک۔

اب غلام کے اشکال کی طرف آئیں کہ اگر ”لا“ لفظ موجود نہ ہو تو پھر سلام پڑھنے کی علت کیسے بنے گی؟ تو گزارش یہ ہے کہ یہ آپ جیسے جہلا کے لئے یہ کتاب نہیں لکھی گئی بلکہ اہل علم حضرات کیلئے لکھی ہے تو ان کے کلام میں علت کا مذکور ہونا ضروری نہیں کبھی علت کو بیان کر دیتے ہیں کبھی نہیں بھی کرتے اب میں گھر میں داخل ہوتے وقت سلام پڑھنے کی علت عرض کیے دیتا ہوں۔

چنانچہ علام ابن قیمؒ نے حدیث شریف لکھی ہے:

جاء رجل الى النبي ﷺ فشاكا اليه الفقر وضيق العيش او المعاش فقال له رسول الله ﷺ اذا دخلت منزلک فسلم ان كان فيه احد او لم يكن فيه احد، ثم سلم على وقرأ قل هو الله احد مرة واحدة ففعل الرجل فآدر الله عليه الرزق حتى افاض على جيرانه وقراباته۔ (جلاء الافہام ص ۳۷۳)

کہ آدمی آیا رسول پاک ﷺ کی خدمت میں اور آ کر فقر اور تنگی معاش کی شکایت کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کر گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام بھیج اور سورہ اخلاص کی ایک مرتبہ تلاوت کر۔ تو آدمی نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے اس پر رزق اتنا زیادہ کر دیا کہ اس نے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں میں بھی تقسیم کیا۔

تو غلام صاحب یہ علت ہے اسے بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور اپنی نظر پر فکشف اعنک غطاءک فبصرک الیوم حدید کا دم کیا کریں اور سر پر یا قوی کا دم بھی یاد رکھیں تاکہ عقل کا فالج دور ہو اور خدا آپ کو صحت نصیب فرمائے۔

غلام صاحب ص ۳۸۱ پر رقم طراز ہیں کہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ زیر آیت علم الانسان ما لم يعلم۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد نبی پاک ﷺ اس کے بعد انہوں نے قصیدہ بردہ شریف کا شعر لکھا

ہے

فان من جودک الدنیا وضرتها
ومن علومک علم اللوح والقلم
تفسیر مظہری کی ان عبارات سے حضرت قاضی صاحب کی اس عبارت کا جواب ہو جائے گا جو
انہوں نے پہلی جلد میں لکھی ہے کہ نبی کریم تمام بولیاں نہیں جانتے۔ الخ

الجواب

پہلے اصل عبارت دیکھیں:

فان علوم الملائکہ مثلاً بتوسط القلم وقد احاط بها اللوح المحفوظ الذی لا یغدر
صغیرة ولا کبیرة الا احصاها ولا رطب ویابس الا فیہ واما علم الانسان فممنها ما هو فی اللوح
مکتوب بالقلم ومنها ملا یحیط به الکتاب ولا یتصد به القلم یدل علیہ قوله تعالیٰ وعلم آدم
الاسماء کلہا۔ الایہ۔ وذاک لان العلم بکنہ ذات اللہ تعالیٰ لیس من قبیل العلم الحسولی
حتی یتسعہ اللوح ویکتبه القلم بل هو من قبیل العلم الحضوری بل وراء العالمین، یحصل
لانسان بعد ما هیة اللہ تعالیٰ ذاتاً موہوماً ومن ههنا۔ قال قائل

فان من جودک الدنیا وضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

علم الانسان یعنی آدم علیہ السلام او جنس الانسان الشامل لجميع الانبیاء ما لم یعلم
فیعلمک القراءة وان لم یکن قاریاً ویحمل ان یکون المراد بالانسان محمد ﷺ۔ الخ
(تفسیر مظہری ج ۱۰، ص ۳۰۴، ۳۰۵)

ترجمہ: کیونکہ ملائکہ کا علم قلم کے واسطے سے ہیں جسے لوح محفوظ نے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس نے
چھوٹی بڑی خشک و تر کسی چیز کو بھی نہیں چھوڑا بلکہ ہر ایک کا احاطہ کیا ہوا ہے اور انسانی علم تو اس کا کچھ حصہ تو
وہ ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور کچھ وہ ہے جسے کتاب بھی محیط نہیں اور نہ ہی اسے قلم کے ساتھ مقید کیا

گیا ہے اس حیثیت پر فرمان شاہی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے دلالت کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا علم حصولی نہیں کہ لوح محفوظ میں قلم نے اسے لکھا ہو۔ بلکہ وہ علم حضوری کی قبیل سے ہے۔ بلکہ عالمین سے آگے اللہ تعالیٰ کی ماہیت کے علم کے بعد انسان کو ذات مہوم کا علم حاصل ہونا ہے اسی مقام کے بارے میں قائل نے کہا ہے ۔

فان من جودک الدنیا و ضررتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

انسان کو علم دیا یعنی آدم علیہ السلام کو یا جنس انسان کو جو تمام انبیاء کو شامل ہے وہ جو وہ نہیں جانتا پس اللہ اسے قرأت سکھائے گا اگرچہ وہ قاری نہ ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ الخ

قارئین ذی وقار! اب آپ دیکھیں جہاں لوح و قلم کے علاوہ عالمین اور خدا تعالیٰ کی معرفت وغیرہ کا علم ملنے والی بات ہے عام انسان کے متعلق ہے۔

یہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بھی نہیں یہ غلام کی اپنی بات ہے باقی انسان سے مراد کیا ہے؟ اس میں قاضی صاحب نے تین احتمال نقل کیے ہیں جبکہ غلام نے جو لکھا ہے وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ صرف ایک ہی بات نقل کرتا ہے، اگر غلام سچا ہوتا تو پھر پوری تفصیل نقل کرتا تا کہ بات کھل کر سب کے سامنے آجائے۔ ایک بات مزید یاد رکھی جائے کہ اہل کمال آپ کا معرفت خداوندی اور ذات و صفات کے علم میں کافی حصہ ہے اور یقیناً یہ آپ کا ہی حصہ ہے باقی سب کو ان کی حیثیت سے اس میں سے کچھ علم دیا۔ اب ان علوم کمالیہ کو یہ تو لازم نہیں کہ تمام بولیوں کا علم ہو۔ خدا اہل بدعت کو سمجھ دے۔

غلام کی ایک اور جہالت

اس عبارت پر اعتراض یہ تھا کہ دیوبندی علماء نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شاگرد سمجھتے ہیں تو مولوی سرفراز صاحب نے اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مدرسہ دیوبند جب سے قائم ہوا تو اردو زبان میں احادیث مبارکہ پھیل گئیں اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ مدرسہ دیوبند

کے قائم ہونے سے پہلے بھی اردو زبان میں احادیث کے ترجمے شائع ہو چکے تھے۔ الخ۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۸۲)

الجواب

غلام صاحب پہلے اشاعت کتب کا سلسلہ عالمی پیمانے پر کہاں ہوتا ہے۔ جبکہ دارالعلوم دیوبند سے تو تقریباً ہر طرف سے لوگ آ کر علم حدیث پڑھ کر جا رہے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتب ہر ایک کے پاس تو نہیں ہوتی غربت کا زمانہ تھا وسائل والے ہی لے سکتے تھے جبکہ یہاں سے پڑھا ہوا تو جگہ جگہ پہنچا اور وہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات کا چرچا ہوا اور عام و تمام ہوئے ہر سال سینکڑوں پڑھنے والے جو عالم دنیا میں کیا عرب کیا عجم سب جگہ پھیل کر احادیث رسول کو عام فرمانے لگے اب بتائیے کیا امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر درست ہے یا نہیں؟۔ اب بھی میں کہتا ہوں ایک مولوی بن کر علاقے میں جتنا دین وہ پھیلاتا ہے ایک دو یا چار آدمیوں کے پاس کتب ہوں اتنا نہیں پہنچ سکتا آپ کے کتب خانہ میں کتنے لوگ روزانہ کی بنیاد پر آ کر احادیث کا مطالعہ کرتے ہوں گے جبکہ مساجد میں جگہ جگہ علماء کرام احادیث کا درس دے رہے ہیں تو یہ فیضانِ مدارس ہے یا نہیں اور ام المدارس اس وقت سے اب تک دارالعلوم دیوبند ہی ہے مگر افسوس ہے کہ آپ کو اس کے علم و فضل سے کچھ نصیب نہ ہوا اور جہالتِ مقدر رہی یا مفلوج عقل آڑے آئی؟ خدا کو معلوم ہے۔

غلام صاحب نے ص ۳۸۳ پر ایک قیاس پیش کیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو تمام بولیوں کا علم حاصل ہے تو بموجب حدیثِ پاک علمت علم الاولین والاخرین نبی پاک ﷺ کو تمام بولیوں کا علم بطریقِ اولیٰ حاصل ہوگا۔

الجواب

غلام صاحب اہل علم صاحب عقل لوگوں کو معلوم ہے کہ عقائد کے مسائل قیاسی نہیں ہوتے مگر چونکہ آپ اہل علم و فہم، خرد نہیں ہیں اس لیے آپ کو حق ہے بولتے رہیں۔

باقی اگر تمام لغات جانتے تھے سریانی سیکھنے کے لئے صحابی کی تشکیل کی کیا ضرورت تھی؟ باقی یہ کوئی اصول نہیں ہے آپ یقیناً اپنے آپ کو پندتوں اور ہندوؤں اور باماد وغیرہ سے افضل سمجھتے ہوں گے مگر آپ کو نہ ہندی آتی ہے اور نہ ہی اوبامہ کی زبان تمامہ و بکمالہ اور دنیا کے تمام کافروں کے ممالک کی مختلف بولیاں آپ نے ان کے نام بھی نہ سنیں ہوں گے چہ جائیکہ بولیاں جانتا۔ تو کیا آپ ان سب کافروں سے اب اپنے آپ کو ادون سمجھیں گے یا پھر اپنا قیاس واپس لیں گے؟ دوسری بات یہ ہے یہ بات تقریباً ان تمام نے لفظ قیل کے ساتھ لکھی ہے جس پر انہیں خود بھی اعتما نہیں۔

مثلاً امام قرطبی نے بھی یہی بات لکھی ہے اور قرطبی نے پہلا مطلب یہ بیان کیا ہے اسماء جمیع الاشیاء کلھا، یعنی تمام اشیاء کے نام بتائے گئے۔

اور پھر مختلف اقوال نقل فرما کر کہتے ہیں:

قلت القول الاول اصح۔ میں کہتا ہوں کہ پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اسی طرح بعض اہل تحقیق مثلاً قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس کو خوب رد کیا ہے اور اسے ناپسند قرار دیا ہے:

قال اهل التاويل علم آدم جميع اللغات ثم تكلم كل واحد من اولاد بلغته قلت وهذا الاقوال ليست بمرضية عندی۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۵۲)

اور تیسری بات یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے اسے نقل ہی نہیں کیا۔

اور چوتھی بات یہ ہے بالفرض اگر یوں ہو بھی سہی تو وہاں چونکہ ایک انسانی ضرورت تھی اور اس ضرورت کے پیش نظر بتلائی گئی ہوں۔ جیسے تمام چیزوں کے نام بتلائے چونکہ بنی آدم کی ضرورت تھی، ایسے ہی تمام بولیاں سکھائی گئی کہ بنی کی ضرورت تھی، یا چونکہ سیدنا آدم علیہ السلام کا وجود مسعود (بقول مفتی فیض احمد اویسی کے کہ ہمارے ذرات) (بشریہ) اور حضور علیہ السلام کے مادہ لطیفہ کے آدم علیہ السلام سے ماں باپ میں انتقال کا انکار کسی نے کیا نہ ہو سکتا ہے۔ (ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

چونکہ سارے بنی آدم کے ذرات پر مشتمل تھا اور تمام بنی آدم کے ذرات اصلہ و ہیں سے منتقل

ہوئے ہیں اس لیے ان کو زبانوں کا علم بھی عطا فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

غلام کی جہالت

غلام صاحب ص ۳۸۴ پر لکھتے ہیں:

مولوی سرفراز حفظ الایمان کی عبارت کی تاویل میں عجیب خط میں مبتلا ہوا پہلے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے لفظ ایسا کو تشبیہ یا اتنا کے معنی میں لیکر خواہ مخواہ تھانوی کی تکفیر کی ہے دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ ایسا تشبیہ کے معنی میں ہو یا اتنا کے معنی میں تھانوی نے کوئی توہین نہیں کی۔ (تقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۸۴)

الجواب

حضرت کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ زبردستی اس کو تشبیہ یا اتنا کے معنی میں قرار دیا ہے حضرت تھانویؒ کی عبارت میں ایسا نہ تشبیہ کے لیے ہے نہ اتنا کے معنی میں۔ باقی اگر مان بھی لیا جائے تو بھی توہین و اہانت ثابت نہیں ہوتی۔

یہ تو تھا مفہوم جو امام اہلسنت کے الفاظ آپؐ نے نقل فرمائے ہیں۔ مگر ایسی عبارت امام اہلسنت کی نہیں ہے یہ جناب کی اپنی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

لفظ ”ایسا“ کو محض سینہ زوری سے برابر یا تشبیہ کے معنی میں لیکر قائل کی اپنی مراد کے خلاف اس کا مطلب لیا ہے۔ (عبارات اکابر ص ۱۸۷)

غلام صاحب آپؐ کو یہ دجل کرنے کی کیا ضرورت تھی اب ہمیں تو عین الیقین ہوتا جا رہا ہے کہ آپؐ اسی دجل کی نسل سے ہیں اور اپنے بابا جی کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔

غلام نے آگے پھر لا الہ الا اللہ علی رسول اللہ والی شروع کر دی ہے جس پر سیر حاصل بحث پیچھے گزر چکی ہے کہ کلمہ اس نے خواب میں پڑھا ہے ہم ایک دفعہ پھر کہتے ہیں کہ بیداری میں درود شریف پڑھتا ہے یہ کلمہ نہیں پڑھا۔ اگر کسی رضا خانی کو ماں نے جنا ہو وہ ثابت کرے۔

غلام کی جہالت ملاحظہ کریں:

کہتا ہے گستاخی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کی نفی کرے جس کا ثبوت آپ کے لئے ضروری ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رسالت کا ثبوت ضروری تھا اور تھانوی کا مرید اس وصف کی سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کر کے تھانوی کے لئے ثابت کر رہا ہے۔ (تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۳۸۶)

الجواب

کلمہ پڑھا گیا نیند میں نہ کہ بیداری میں!

دوسری بات یہ ہے کہ نفی اور چیز ہے اور اثبات اور بقول آپ کے اس نے تھانوی صاحب کے لئے رسالت ثابت کی تو نفی کدھر سے آگئی کیا تمام رسولوں پر ایمان لانے سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نفی ہو جائے گی؟۔ آپ اتنی بات کہتے کہ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نے کلمہ تھانوی کا پڑھا تو اعتراض آپ کا بنتا تھا مگر یوں نہیں بنتا۔ انکار اور چیز ہے اثبات اور چیز ہے۔

کوئی تو رضا خانی جرات کر کے ہمت کر کے بیداری میں کلمہ ثابت فرمائے اپنے استحقاق کے مطابق

انعام پائے۔

غلام نے ص ۳۸۸ پر جھوٹ بولا ہے لکھتا ہے غیر ارادی لغزش تو ایک دو مرتبہ ہوتی ہے اور اشرف علی تھانوی کا مرید تو صبح سے شام تک رٹ لگائے ہوئے ہے کہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔

غلام آگے کئی صفحات پر حضرت کشمیریؒ سے نقل کیا کفر کا کلمہ بولے اور مجبوری بھی نہ ہو تو کافر ہے۔

الخ (مختصر تحقیقی جائزہ ج ۲ ص ۳۸۸، ۳۹۰)

گزارش یہ ہے وہ یا تو نائم ہے یا پھر درود شریف میں غلطی جو ہوئی ہے اس میں وہ کہتا ہے مجبور ہوں زبان قابو میں نہیں ہے تو پھر ان فتاویٰ کو اس پر فٹ کرنا آپ جیسے دجالوں کا ہی کام ہے۔

غلام صاحب نے اپنے ترکش سے دو تیر پھینکے کہ

(۱) چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ کسی نے خواب کے اندر

اس طرح اپنے پیرومرشد کو رسول اللہ قرار دیا ہو۔

(۲) کلمہ شریف کے دو جز ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پہلے جز کا تلفظ کرتے ہوئے اس کی زبان قابو میں رہتی ہے اور کسی قسم کی کوئی غلطی صادر نہیں ہوتی لیکن دوسرے جز کا تلفظ کرتے ہوئے اس کی زبان بے قابو ہو جاتی ہے۔ الخ (تحقیدی جائزہ ج ۲ ص ۳۹۱)

پہلی بات کی گزارش تو یہ ہے کہ امام اعظمؒ یا امام بخاریؒ کے خوابوں میں جیسا یا ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون کے خواب کی طرح کیا چودہ صدیوں میں کوئی خواب پیش کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیا آپ انہیں مجرم ٹھہرائیں گے ارے بندہ خدا یہ تو آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ شاید رضا خانی حضرات خواب کا دیکھنا آدمی کے بس کی بات سمجھتے ہیں اس لیے ایسے خواب دیکھنے پر فتوے لگا دیتے ہیں۔ اور ہم تو آدمی کے بس میں نہیں سمجھتے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ خواب ظاہر سے برا بھی ہوتا ہے کبھی مگر تعبیر اچھی نکل آتی ہے اور اس کی تعبیر نہایت مناسب ہے کہ پیر متبع سنت ہے۔

اور رہی دوسری بات تو گزارش یہ ہے جو شطیحات صوفیاء کہلاتی ہیں مثلاً لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ، یا لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ، یا نالحق، یا لیس فی جنتی سوی اللہ، یا سبحانی ما اعظم شانی، وغیرہا۔ میں بھی اگر کوئی یہی بات کہے کہ کوئی توحید کے متعلق کوئی رسالت کے متعلق ہے یہ کیوں نہیں کہ توحید والی جو ہے وہ رسالت کے متعلق کیوں نہیں اور رسالت والی توحید کے متعلق کیوں نہیں تو پھر دنیا میں شطیحات صوفیاء کا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ بھی کوئی دلیل ہے؟ کیا اسی کو تحقیق کہتے ہیں؟ کیا اسی کا نام تدقیق، نکتہ دانی ہے۔ جب آدمی شرم و حیا سے عاری ہو جاتا ہے تو پھر اس سے خیر کی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ اذالم تستحی فاصنع ما شئت۔

ص ۳۹۲ پر امام العصر محدث کبیر سید انور شاہ کشمیریؒ پر سنگین الزام لگایا ہے کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ العیاذ باللہ۔

غلام صاحب مختلف لوگوں نے جو قے کی ہے وہی آپ چاٹ رہے ہیں یہ اعتراض مودودیوں نے کیا تھا آپ نے انہیں سے سر قہ کر کے داغ دیا۔

ہمارے اکابر نے کئی جگہ اس اشکال کا جواب دیا ہے۔

مثال کے طور پر تجلیات انور میں موجود ہے ہم اسی سے نقل کر دیتے ہیں:

حضرت سید انور شاہ صاحب اور تحریف قرآن

ڈاکٹر صاحب نے داؤد ارشد غیر مقلد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا انور شاہ کشمیری تحریف قرآن کے قائل تھے اور آگے انہوں نے فیض الباری ص ۳۹۵، جلد ۳ کا حوالہ دیا ہے۔

جواباً عرض ہے..... کہ ہمیشہ چور چوکیدار کا دشمن ہوتا ہے۔ حضرت سید انور شاہ صاحب نے ساری زندگی قرآن و سنت کا دفاع کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن پاک کی آیات میں تحریف معنوی کی آیت ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی آیات کے معنی بگاڑے، حضرت شاہ صاحب نے ”عقیدۃ الاسلام“، ”اکفار المحدثین“، ”خاتم النبیین“، جیسی کتابیں لکھ کر اس کی تحریف معنوی کا قلع قمع کیا۔ اس لاد مذہب فرقے نے بھی قرآن پاک میں تحریف معنوی کی بتوں والی آیات اولیاء اللہ پرفٹ کیں۔ قرآن پاک نے خدا اور رسول خدا ﷺ کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا تھا..... ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر (الآیہ) لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذارجعوا الیہم مگر انہوں نے یہود احبار اور رہبان کی آیات کو ائمہ مجتہدین پرفٹ کر کے تقلید کو بدعت اور شرک وغیرہ قرار دیا اور یہ سارا کام برصغیر میں انگریز کے تسلط کے بعد ہوا تو علماء حق نے اس باطل فرقہ کی سرکوبی کی اور ان کی تحریفات معنویہ کی قلعی کھولی تو انہوں نے اپنی طرف سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے انہیں اکابرین پر تحریف لفظی کا بھی الزام لگا دیا کہ یہ سب لفظی تحریف کے قائل ہیں۔ ایضاً اللادلہ میں سہو اولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم (سورۃ نساء، آیت ۸۳) کی جگہ فر دوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم لکھا گیا تو اس کو انہوں نے تحریف قرار دے دیا حالانکہ پہلی آیت کے پیش نظر اگر ایضاً اللادلہ کے مقام کو پڑھا جائے تو ساری تقریر اسی جگہ کی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایضاً اللادلہ ۳۳ھ میں مطبع قاسمی سے چھپ گئی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ۳۳ھ میں ترجمہ قرآن لکھا جس میں یہ آیت بالکل درست چھپی، کیا اگر تحریف ہی نعوذ باللہ مقصد تھا تو پانچ سال بعد وہ آیت کیسے

درست ہوگئی، کبھی اختلاف نسخ کو تحریف کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں کہیں کتابت کی غلطی کو مصنف کی تحریف کہہ دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب یہ کتابت قرآن کی غلطیوں کو خدا تعالیٰ اور کتب حدیث کی کتابت غلطیوں کو نبی اقدس ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔ (معاذ اللہ)

حقیقت حال

اسی طرح حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ بخاری شریف کی حدیث ابن عباسؓ.....

قد حدثکم اللہ ان اهل الکتاب بدلوا ما کتب اللہ و غیروا بایدیہم الکتاب لیشتروا بہ ثمناً قليلاً۔

”تحقیق تم سے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے نوشتہ کو بدل دیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنے ہاتھوں سے تغیر کیا تا کہ اس کے ذریعہ دنیا کی قلیل پونجی کو حاصل کریں۔“ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا.....

واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذهاب جماعة الى ان التحريف في الكتب السماوية قد وقع بكل نحو في اللفظ والمعنى جمعاً وهو الذي مال اليه ابن حزم، وذهب جماعة الى ان التحريف قليل، ولعل الحافظ ابن تيمية جنح اليه، وذهب جماعة الى انكار التحريف اللفظي رأساً فالتحريف عندهم كله معنوي، قلت: يلزم على هذا المذهب ان يكون القرآن ايضاً محرفاً، فان التحريف المعنوي غير قليل فيه ايضاً، والذي تحقق عندي ان التحريف فيه لفظي ايضاً اما انه عن عمد منهم او لمغلطة فالله اعلم به۔

”یعنی جان تو کہہ کہ ما کتب اللہ میں تحریف کے بارہ میں تین مذہب ہیں۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف آسمانی کتابوں میں لفظوں اور معنوں میں ہر قسم کی واقع ہوئی ہے، اس مذہب کی طرف ابن حزم مائل ہوئے ہیں اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تحریف بہت کم ہے اور شاید کہ حافظ ابن تیمیہ اس مذہب کی طرف مائل ہیں اور ایک جماعت کا مذہب تحریف لفظی کا بالکل انکار ہے تو ان کے نزدیک تحریف ساری کی ساری معنوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بناء پر لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو اس لئے کہ

تحریف معنوی قرآن میں بھی بہت ہے اور جو چیز میرے نزدیک محقق ہے وہ یہ ہے کہ ماکتب اللہ میں تحریف لفظی بھی ہے یا اہل کتاب کے قصد اور ارادہ کی وجہ سے یا مغالطہ کی وجہ سے۔“

بندہ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت مع بخاری شریف کے متن کے ذکر کر دی ہے اور بتا دیا کہ ان التحریف فیہ لفظی میں فیہ کی ضمیر واحد غائب کا مرجع بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بدلوا ما کتب اللہ میں ماکتب اللہ ہے نہ کہ قرآن جیسا کہ داؤد ارشد غیر مقلد نے سمجھ لیا اور حضرت شاہ صاحبؒ پر تحریف قرآن کے کفریہ عقیدے کا الزام لگا دیا جس کی شاہ صاحبؒ نے بھی تردید کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور اس فیہ کی ضمیر کا مرجع ماکتب اللہ اس لیے متعین ہے کہ والذی تحقیق عندی سے حضرت شاہ صاحبؒ اختلافی مذاہب مذکورہ میں قول محقق ذکر فرما رہے ہیں اور ماقبل میں اختلافی مذاہب کتب سماویہ یعنی ماکتب اللہ میں ذکر فرمائے ہیں نہ کہ قرآن پاک کے بارہ میں۔ نیز فیض الباری کی عبارت..... اما انہ عن عمد منہم میں منہم کی ضمیر غائب کا مرجع بھی اہل الكتاب ہے جو بخاری میں قول ابن عباسؓ میں مذکور ہے اور فیض الباری کی عبارت میں وہ مرجع مذکور نہیں۔ داؤد ارشد اور زمانہ حال کے غیر مقلد منہم کے مرجع میں مغالطہ دے کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تحریف معنوی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور مسئلہ حفاظت قرآن

حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تو قرآن پاک کا متواتر اور محفوظ ہونا ان ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر کافر ہے۔ اسی فیض الباری میں حضرتؒ فرماتے ہیں.....

ان الايمان تصديق بامور مخصوصة على كونها من الدين ضرورة۔

”یعنی ایمان امور مخصوصہ کی ان کے ضروریات دین میں سے ہونے کی بنا پر تصدیق ہے۔“ (فیض

الباری، ص ۴۶، ج ۱)

پھر ضروریات دین کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:.....

والمراد من الضرورة ما يعرف كونها من دين النبي ﷺ بلا دليل بان تواتر عنه

واستفاد حتى وصل الى دائرة العوام وعلمه الكواف منهم۔

”یعنی ضروریات دین سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا حضور ﷺ کے دین سے ہونا بلا دلیل معلوم ہوا، اس طرح کہ وہ حضور ﷺ سے متواتر ہوا اور یہاں تک پھیل جائے کہ عوام کے دائرے تک پہنچ جائے اور تمام عوام کو اس کا علم ہو جائے۔“ (فیض الباری، ص ۶۹، ج ۱)

اور پھر اقسام متواتر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تواتر کی دوسری قسم تواتر من حیث الطبقة ہے جیسے قرآن پاک کا تواتر اس لیے کہ یہ قرآن روئے زمین پر مشرق و مغرب میں درس، تلاوت و حفظ و قرأت کے اعتبار سے پھیل گیا ہے اور ہر ایک طبقے کے تمام لوگوں نے پہلے طبقے کے تمام لوگوں سے اس کو لیا ہے۔ پس یہ کسی سند معین کا محتاج نہیں کہ فلاں عن فلاں سے اس کی سند ہو۔ (فیض الباری، ص ۷۰، ج ۱)

لیجے شاہ صاحبؒ کی اسی کتاب سے بدیہی طور پر $۲+۲=۴$ کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن پاک اپنے تواتر کی وجہ سے ان ضروریات دین میں داخل ہے جن کی تصدیق ایمان کے لئے ضروری ہے اور اس کے منکر کا ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے تو حضرتؒ کے نزدیک تو تحریف لفظی کا قائل ضروریات دین کا منکر ہو کر ایمان سے محروم ہے مگر یہ اہل اللہ سے سوء ظن کا نتیجہ ہے کہ ان کو ایک ضمیر مبہم کی وجہ سے قائل تحریف کہا جائے۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: آیات قرآنی متواتر ہیں اور قرآن وحدیث جو نبی کریم ﷺ سے ہم تک پہنچی ہیں اس کی دو جانب ہیں ایک ثبوت کی دوسری دلالت کی، ثبوت قرآن مجید کا متواتر ہے، اگر اس تواتر کا کوئی انکار کرے تو پھر قرآن مجید کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسے ہی جو شخص تواتر کی صحت کا انکار کرے اس نے دین کو ڈھا دیا۔“ (ملفوظات محدث کشمیریؒ، ص ۵۴)

نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید سارا بسم اللہ سے لے کر والناس تک قطعی الثبوت ہے۔“ (ملفوظات ص ۵۴)

نیز فرمایا: ”متواتر دین سے انکار کرنا کفر صریح ہے۔“ (ملفوظات ص ۵۶)

ارتداد کی تعریف میں فرمایا: ”ارتداد دین اسلام سے ایک مسلمان کا کلمہ کفر کہہ کر یا ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جانا۔“ (ملفوظات، ص ۵۶)

ملفوظات میں حضرت شاہ صاحبؒ نے تواتر کی اقسام ذکر کی ہیں۔

دوسری قسم تواتر طبقہ کے بارہ میں فرمایا:..... تواتر طبقہ، جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے لیا اور صرف یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے سیکھا جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر ہے۔“ اس کے چند سطر بعد فرماتے ہیں:..... ان جملہ اقسام کے تواتر کا انکار کفر ہے، اگر متواترات کے انکار کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی، ان متواترات میں تاویل کرنا یا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے۔“ (ملفوظات، ص ۵۷)

ان ملفوظات سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک تحریف لفظی جو قرآن کے تواتر طبقہ کے خلاف ہے کفر ہے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ اپنی مایہ ناز کتاب ”اکفار المحدثین“ میں قرآن پاک کے تواتر کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:..... ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جواب تک ہر زمانہ کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔ علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی قطعی اور یقینی حکم شرعی یا عقیدہ کا انکار کفر ہے۔ (ترجمہ اکفار المحدثین از مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی، ص ۷۴، ۷۳)

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی عظمت علماء کے اذہان میں اتنی ہے کہ ان پر جرح کر کے داؤد ارشد جیسے غیر مقلدین خود مجروح ہو گئے ہیں کیونکہ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اس بات میں ذرا شک نہیں کہ جو شخص ایسے پیشوا کے بارہ میں کلام کرے جس کی عظمت اذہان میں پختہ ہو چکی ہو اور عام رواۃ اس کی خوبیاں نقل کریں تو یہ جرح کرنے والا اپنے نفس ہی کی طرف ملامت کھینچ لائے گا۔ (قاعدہ فی الجرح والتعديل، ص ۵۶)

نیز فرماتے ہیں کہ:..... ”جارج کی مفسر جرح بھی اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جاتی جس کی طاعات اس کے معاصی پر غالب ہوں اور اس کی مذمت کرنے والوں سے تعریف کرنے والے زائد ہوں اور اس پر جرح کرنے والوں سے اس کی صفات دینے والے زیادہ ہوں۔“ (قاعدہ فی

الجرح والتعديل، ص ۲۳)

آگے چند صفحات پر غلام نے اپنی بھولی بھیڑوں کو سمجھایا ہے اور کچھ وہی پچھلے اشکالات کو دہرایا ہے جن کا ہم جلد اول میں جواب تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر آگے چند باتیں جن کے جواب کئی جگہ دیے جا چکے ہیں۔

پھر غلام نے کہا کہ ذیل میں مولوی سرفراز اور اس کے اکابر کے چند کذب اور افتراء پیش کرتے ہیں۔ مولوی سرفراز اپنی کتاب احسن الکلام میں لکھتے ہیں کہ قتادہ کی تدلیس مضرت نہیں ہے بالخصوص جب قتادہ سے روایت کرنے والا شعبہ ہو اس وقت تو حدیث بالکل صحیح ہوگی مگر اپنی دوسری کتاب ”دل کا سرور“ (ایک حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے جس سے اہل سنت نے استدلال کیا تھا) میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں جو مدلس ہیں۔ لہذا اس سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اب قارئین کی عدالت میں ہم اس حدیث کے سند پیش کرتے ہیں۔ جس کے بارے میں مولوی سرفراز نے کہا کہ اس کے کئی راوی مدلس ہیں۔ حدثنا محمد بن جعفر عن شعبہ عن قتادہ عن نصر بن عاصم۔ اس سند کے بارے میں گھڑی صاحب فرماتے ہیں، اس کے کئی راوی مدلس ہیں۔ حالانکہ اس میں قتادہ ایسا راوی ہے جس پر تدلیس کا الزام ہے۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۰۹)

الجواب

چونکہ غلام نے چوری کیا ہے الزام غیر مقلد ارشاد الحق اثری سے تو ہم اس کے جواب میں لکھی گئی کتاب سے ہی جواب نقل کر دیتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبد القدوس قارن صاحب رقم طراز ہیں:

دل کا سرور میں روایت صرف اس وجہ سے رد نہیں کی گئی بلکہ اس کی اور وجوہات بالخصوص نصر بن عاصم کا عن رجل منہم سے روایت کرنا بھی ذکر کیا گیا ہے احسن الکلام میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں محدثین کرام کا متفقہ نظریہ کہ صحیحین میں تدلیس مضرت نہیں اور دوسری بات امام حاکم کے حوالہ سے کہ قتادہ کا شمار طبقہ اولیٰ کے مدلیس میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی کتاب میں مضرت نہیں ہے ان دونوں باتوں کا نتیجہ واضح ہے کہ

صحیحین میں کسی کی بھی تدلیس مضر نہیں ہے بالخصوص قتادہؒ کی کہ ان کو امام حاکمؒ وغیرہ نے طبقہ اولیٰ کے مدلسین میں لکھا ہے اور دل کا سرور میں ہے کہ عن رجل منہم میں جب تک تعین نہ ہو جائے کہ یہ کون تھا تو اس وقت تک یہ روایت مجہول ہوگی نیز بعض راوی مدلس ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے اور عقیدہ کے اثبات کے لئے پیش کی جا رہی ہے لہذا مدلس کی متعین روایت ایسے اہم اور ذیل معاملہ میں قابل التفات نہیں ہو سکتی ہاں صحیحین میں تدلیس کا حکم الگ ہے۔

اگر بقول اثری صاحب مسند احمد میں قتادہؒ کے علاوہ کوئی اور مدلس نہیں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

احسن الکلام میں پیش کردہ روایت صحیحین اور ابو عوانہ کی ہے جبکہ دل کا سرور میں پیش کردہ روایت ان کی نہیں بلکہ مسند احمد اور طبقات ابن سعد وغیرہ کی ہے۔ الخ (ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ و اوپلا ص ۲۴۷، ۲۴۸)

غلام صاحب ص ۴۰۹ پر لکھتے ہیں:

شہاب ثاقب میں اس نے دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے ہدایۃ الاسلام، اور خزینۃ الاولیاء، مطبوعہ سینٹاپور حالانکہ ان دونوں کتابوں کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے اسی طرح اس نے ابن ہمام کی کتاب تحریر مع التقریر کا حوالہ دیا ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے حالانکہ تحریر میں لکھا ہوا ہے۔ الخ

غلام صاحب اپنے اکابر کی سنیئے:

مفتی عبدالرحیم سکندری لکھتے ہیں:

یادرکھنا چاہئے کہ ناقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل برطابق اصل کردے اور بس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے ناقل کی نہیں۔ (سیف سکندری ص ۹۵)

تو شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ جس کتاب سے حوالہ دیں اس کتاب میں ہونا چاہئے تو حضرت نے سیف النقی کے حوالے سے لکھا تھا اور سیف النقی کا حوالہ بھی دیا تھا اب آپ کو جھوٹا یا دروغ گو صاحب سیف النقی کو کہنا چاہئے نہ کہ حضرت شیخ مدنی کو۔

باقی رہی دوسری بات تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

تحریر اور اس کی شرح تقریر و تفسیر میں بھی مسایرہ کی اخیر عبارت مذکورہ کی تائید فرمائی ہے۔

و ذکر فی المسایرہ بطریق الاشارہ فی الجملہ ان الثانی ای انہ یقدر ولا یفعل قطعاً

ادخل فی التنزیہیہ ہکذا فی التحریر والتقریر والتیسیر۔ (الحمد لمقل ص ۸۰)

اور اسی بات کی طرف اشارہ شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی نے کیا ہے

باقی نہ ہمارے اکابر نے کہیں لکھا ہے اور نہ کہا ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔

عموم قدرت باری کے ہم پہلے بھی قائل تھے اور اب بھی ہیں۔

باقی رہیں وہ عبارت کہ جس میں خدا کے لئے کذب کو محال فرمایا گیا ہے اس پر ہمارا بھی ایمان ہے

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس محال سے مراد بالذات نہیں بالغیر ہے۔ یعنی خدا یہ اپنے اختیار و قدرت سے نہیں

کرتا۔ دیکھیں اگر کوئی کہے ناپینا آدمی بد نظری نہیں کرتا۔ تو یہ کوئی کمال نہیں ہاں یہ کہنا کہ فلاں آدمی بڑا

نیک و بزرگ ہے اسی وجہ سے بد نظری نہیں کرتا یہ کمال ہے یہ کہنا کہ فلاں جھوٹ نہیں بولتا اور ہو بھی آدمی

گو نگا تو یہ کوئی کمال نہیں ہاں جھوٹ نہیں بولتا پارسا ہونے کی وجہ سے تو یہ کمال ہے۔

اگر خدا کو قدرت ہی نہیں پھر یہ افعال نہ کرے تو کیا کمال ہوا ہاں قدرت و اختیار ہونے کے باوجود

نہ کرے تو یہ کمال ہوگا۔

غلام کی جہالت

غلام کہتا ہے:

مولوی سرفراز صفر اپنی کتاب مقام ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کی کتابیں جعلی اور موضوع

حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں۔ لیکن پھر اپنی کتاب عبارات اکابر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

کی کتاب عوارف المعارف کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث نقل کی ہے تم میں سے کوئی بھی

اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کے سامنے اس طرح نہ ہو جس طرح اونٹ کی

میٹنی۔ الخ (تقییدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۰)

الجواب

گزارش یہ ہے کہ یہاں حدیث سے امام اہلسنت نے استدلال نہیں کیا بلکہ شیخ سہروردی نے اسے اپنے موضوع کلام کی دلیل بنایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کو عاجز و کمزور سمجھو اور صرف خدا ہی سے اپنے معاملات اور کام کے لئے احتیاج سمجھو۔ تو اس بات کو پھر دلیل اپنے کلام کی بنایا۔ حدیث پر کلام نہیں ہو رہا ہم تو ان کے اس نظریے پر کلام کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ آپ لوگوں پر الزام ہے چونکہ آپ لوگوں کے نزدیک تو نقطہ برابر خطا نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے کشف سے تو تمہارے نزدیک ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے اور یہ لوگ تو بذات خود آپ ﷺ سے کلام مبارک سن کر ارشاد فرماتے ہیں اور موضوع حدیث سے بھی تم استدلال کرتے ہو کیونکہ بزرگوں نے نقل فرمائی ہے دیکھئے مقیاس حقیقت وغیرہ تو یہ چونکہ تمہارے خیالات ہیں اسی لیے بطور الزام تم پر دلیل ہے اگر جواب نہ ہو پائے صاف کہہ دیں کہ جواب نہیں آتا۔

غلام کی جہالت یا دجل

غلام لکھتا ہے:

کہ مولوی سرفراز لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لئے اطلاع علی الغیب کا منکر ملحد اور زندیق ہے اور رشید احمد گنگوہی تالیفات رشیدیہ میں لکھتے ہیں اس بات میں ہر چار ائمہ مذاہب اور جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۱)

الجواب

غلام صاحب یہ تو کوئی تعارض نہیں ہے امام اہلسنت کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ بالکل منکر ہو کہ وہ کچھ بھی اطلاع علی الغیب نہیں مانتا تو وہ ملحد ہے۔

اور قطب ربانی ظل رحمانی کا ارشاد جو ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جمیع غیوب اور کلی غیوب پر مطلع نہیں ہیں اور یہ باتیں ان کی کتب سے ظاہر و واضح مصرح ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ
فاضل بریلوی ادھر تو کہتا ہے کہ لفظ علم جبکہ مطلقاً خصوصاً غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد
ذاتی ہوتا ہے پھر ساری بریلویت کہتی ہے کہ آپ ﷺ کو علم غیب ہے۔
تو گویا تم ذاتی مان رہے ہو۔
پھر دوسری جگہ لکھتا ہے جو ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی مانے وہ کافر ہے تو یہ سب کچھ لوٹ کر اسی گھرانے
پر آیا یا نہ؟

غلام کی مزید جہالت

غلام صاحب ص ۴۱۳ پر لکھتے ہیں:
مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند ارشاد فرماتے ہیں کہ دیوبندی اکابر جن پر بریلوی کفر کا
فتویٰ لگاتے ہیں ان کے کفر میں توقف کرنے والے بے شمار ہیں اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ اس
طرح تو مرزائیوں کے بارے میں کافی علماء مشائخ کے تحریری فتوے نہیں ہیں۔

الجواب

وہ سیالوی صاحب توقف اور تحریر کا آپ کو فرق ہی نہیں آتا یا دجال کی رشتہ داری کا اثر ہے کچھ تو
فرمائیے؟ حضرت تو فرما رہے ہیں بہت سارے مشائخ اور اکابر نے تکفیر نہیں کی بلکہ کئی حضرات نے رد و
تردید کی تکفیری فتویٰ کی۔ اور بہت سارے حضرات نے توقف کیا۔ یہ سارے قضیے کو دیکھ کر سکوت اختیار
کیا اور کافر نہ کہا۔

اس کا معنی تحریر نہ کیا لینا دجل و فریب یا جہالت کے علاوہ کچھ نہیں۔

باقی غلام کا ص ۴۱۴ پر یہ بہانا بنانا کہ ہمارے مشائخ کو تمہاری کتب کا مطالعہ نہیں یہاں کام نہیں
دے سکتا۔ کیونکہ تمہارے بزرگان تو عورت کے رحم میں نطفہ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمہاری خواتین کی
نگرانی فرماتے ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کو مطالعہ نہ تھا بڑے افسوس کی بات ہے جہاں نظر

ہونی چاہئے کتابوں پر وہاں ہے نہیں اور جہاں نہیں ہونی چاہئے رحم پر وہاں ہے۔

غلام نے ص ۴۱۵ پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بحث چھیڑ دی ہے ہم نے اس پر پہلے اپنی کتاب دست و گریباں میں واضح طور پر لکھ دیا ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ص ۴۱۶ پر حضرت مجددؒ کی عبارت لکھی ہے ہم پہلے اس پر بھی کلام عرض کر چکے ہیں۔

ص ۴۱۷ پر حضرت گنگوہیؒ پر ان کے ایک فتوے کی وجہ سے زبان دراز ہے ہم نے نئی مرتبہ کہا کہ لفظ ”نہ“ غلطی سے لکھا گیا اور عبارت یوں تھی کہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہوگا مگر غلام صاحب کہتے ہیں چونکہ اسے (صحابہ کرام کو گالیاں دینا) کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے تو کیا کبیرہ گناہ کے سبب آدمی کافر ہوتا ہے؟ (محصلاً تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۱۷)

مولوی صاحب گزارش یہ ہے کہ شرک کو بھی تو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے تو کیا آدمی شرک کر کے اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا؟۔ ضرور ہوتا ہے تو پھر اس کو بھی اسی طرح سمجھ لیں۔

ورنہ کہہ دیں ہندو مشرک تو ہیں مگر بریلویت میں شامل ہیں اگر نہیں تو کیا احادیث میں شرک کو کبیرہ گناہ نہیں قرار دیا گیا؟

اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت نے روافض کو اسی کتاب میں کافر لکھا ہے:

باقی رہی یہ بات کہ ہر اہل السنۃ سے خارج کافر تو نہیں ہوتا۔

تو گزارش یہ ہے جب حضرت نے اسی کتاب میں کافر کہا ہے تو پھر اس کا مفہوم یہی لیا جائے گا کہ وہ کافر ہیں باقی حضرت کا تکفیر کرنا روافض کی اپنے حسن علی رضوی پوچھ لو اس نے اپنی کتاب میں اقرار کیا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کیا کافر اہل السنۃ سے خارج نہیں ہوتا؟

اگر ہوتا ہے تو پھر اعتراض کیوں اگر نہیں ہوتا تو پھر تمہیں روافض سے پیار و محبت مبارک۔

غلام صاحب لکھتے ہیں:

بخدمت محترم مولانا سرفراز صاحب صفدر

آپ نے اپنی کتاب گلدستہ توحید میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے اس خدشہ کے پیش نظر کہ لوگ بیعت رضوان والے درخت کی تعظیم نہ کریں اس درخت کو کٹوا دیا تھا اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ جو

روایت آپ نے پیش کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے وہ درخت کٹوا دیا تھا یہ طبقات بن سعد کی روایت ہے اور منقطع ہے اور بخاری و مسلم کی صحیح حدیث پاک موجود ہے کہ وہ درخت چھپ گیا تھا۔ (تنقیدی جائزہ ج ۲ ص ۴۲۰)

الجواب

اسی اعتراض پر ہم کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ ۴۲۰ حوالے ہی سے ساری کتاب کا حال معلوم ہو جائے گا۔ جیسے حوالہ ۴۲۰ ہے ویسے ہی تمام حوالوں میں اس نے اسی فن کا مظاہرہ کیا ہے جیسے ہر آدمی تفصیل سے دیکھ سکتا ہے۔

غلام صاحب امام اہلسنت ایک بڑے محدث تھے ان کی نظر ان سب روایات پر تھی مگر آنجناب فقط فراڈیے اور دجل و فریب کے رسیا ہو۔ اگر اس مقام پر فتح الباری کو یا ارشاد الساری کو ملاحظہ فرما لیتے تو اشکال پیدا ہی نہ ہوتا۔

مگر آپ جیسے لوگوں کو نحو میر اور صرف میر بھی اگر سمجھ نہ آئے تو فتح الباری اور ارشاد الساری کا دیکھنا تو پھر بڑی بات ہے۔

فتح الباری اور ارشاد الساری میں ہے:

لكن انكار سعيد بن المسيب على من زعم انه عرفها متعمداً على قول ربيعة انهم لم يعرفوها في العام المستقبل لا يدل على رفع معرفتها اصلاً۔

فقد وضع عند المصنف من حديث جابر الذي قبل هذا ”لو كنت البصر اليوم لاريتكم مكان الشجرة فهذا يدل على انه كان يضبط مكانها بعينه و اذا كان في آخر عمره بعد الزمان الطويل يصنط موضعها“ ”فيه دلالة على انه كان يعرفها بعينها لان الظاهر انها حين مقاتله تلك كانت هلكت اما بجفاف او بغيره واستمر هو يعرف موضعها بعينه۔

ثم وجدت عند ابن سعد باسناد صحيح عن نافع ان عمر بلغه ان قوماً ياتون الشجرة فيصلون عندها فتوعدهم ثم امر بقطعها فقطعت۔ (فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری باب

غزوة الحديبية وحاشیہ بخاری ج ۲ ص ۵۹۹)

اور حافظ ابن حجرؒ نے باب البيعة في الحرب على ان لا يفروا کے تحت لکھا ہے:

وبيان الحكمة في ذلك وهو ان لا يحصل بها افتتان لما وقع تحتها من الخير فلو بقيت لما امن تعظيم بعض الجهال لها حتى ربما افضى بهم الى اعتقاد ان لها قوة نفع او ضرر كما نراه الآن مشاهداً فيها هو دونها والى ذلك اشار ابن عمر بقوله كانت رحمة من الله اى كان خفاءها عليهم بعد ذلك رحمة من الله۔

اور تقریباً یہی بات بخاری ج ۲ ص ۵۹۹ پر حاشیہ میں یوں ہے:

قال القسطلاني قال الكرمانى قالوا سبب خفاتها ان لا يفتتن الناس بها لما جرى تحتها من الخير وتزول الرضوان۔ فلو بقيت ظاهرة معلومة لخيف تعظيم الجهال اياها د عبادتهم لها فاختفاءها رحمة من الله۔

غلام صاحب جو وجہ امام اہلسنت رحمہ اللہ نے کاٹنے کی نقل کی ہے وہی وجہ ائمہ محدثین نے چھپانے پر لکھی ہے۔

محدثین تو اس روایت کی سند کو صحیح قرار دے رہے ہیں جیسا کہ ابن حجر، قسطلانی رحمہما اللہ نے لکھا ہے۔

غلام صاحب ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ کاٹنے والی بات تفسیر روح المعانی میں امام آلوسی نے نقل فرمائی ہے کہ یہ مشہور ہے کہ اس درخت کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور اس کے پاس نماز پڑھتے تھے تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے اس کو کٹوا دیا۔

یہ کٹوانے والی بات ابن حجر، کرمانی، قسطلانی نے لکھی ہے، اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ بھی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اس درخت کے پاس جانا شروع کر دیا تھا جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی تو عمرؓ کے حکم سے وہ کاٹ دیا گیا۔ (ازالۃ الخفا جلد دوم فصل ششم تحت آیات سورہ فتح) اور اغاثۃ اللفغان میں ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اس کو لکھا ہے تو کیا یہ سارے جہلاء ہیں (العیاذ باللہ) جب نہیں ہیں بلکہ اہل علم اور جبال العلم اور فحول العلم ہیں تو کیا ان لوگوں کو بخاری کی روایت سمجھ نہیں آئی۔ ہم نے ان کی تطبیق بھی

لکھ دی ہے وہ اگر سمجھ سکیں تو ٹھیک ورنہ ہم سے رابطہ کریں ترجمہ کر کے دیں گے۔
 اگر بالفرض کٹوانے کی وجہ وہ نہ ہو جو ہم نے لکھی ہے تو بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ محدثین
 کے نزدیک چھپائے جانے کی یہی وجہ تھی۔
 آخر میں آپ کے گھر کی معتمد اور مصدقہ کتاب میں ہے۔
 حضرت عمرؓ نے اس درخت کو اس لیے کٹوا دیا تھا کہ شرک جو اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں
 جاگزیں یا ان کے قریب رہ چکا تھا راہ نہ پاسکے۔ الخ (اسلامی عقائد از سید یوسف ہاشم رفاعی ص ۱۶۳)
 اب اس پر بھی ہو سکے تو فتویٰ لگا دیں۔

